
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دھلی

معیاری ادب

[illegible]	مرتب	لائبریری ایڈیشن	[illegible]
[illegible]	رشید حسن خاں	۳/۴۰	[illegible]
...ک آبادی	ڈاکٹر محمد حسن	۱/۶۰	۱/[illegible]
...دبیر	رشید حسن خاں	۲/۲۵	[illegible]
...انیس و دبیر)	رشید حسن خاں	۲/۰۰	[illegible]/۰۰
...اکبر آبادی	رشید حسن خاں	۲/[illegible]	۲/[illegible]
...یال	مالک رام	[illegible]	۱/۵۰
آزاد (تلخیص)	ڈاکٹر قمر رئیس	۶/۵۰	[illegible]
...سو برس	ڈاکٹر قمر رئیس	۳/۹۰	۲/۱۰
[illegible]	ڈاکٹر قمر رئیس	۳/۰۰	۲/۵۰
[illegible]	رشید حسن خاں	۲/۰۰	۳/۷۵
...آبادی	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	۲/۵۰	۲/۰۰
[illegible]	ڈاکٹر محمد حسن	۴/۵۰	۳/[illegible]
...ر	رشید حسن خاں	۳/۴۰	۲/۲۵
...النسا	صالحہ عابد حسین	۳/۰۰	۲/۵۰
مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۵/۵۰	۴/۰۰
...ن آزاد	ڈاکٹر محمد حسن	۷/۵۰	۹/۰۰
...لب (حصہ اردو)	مالک رام	۹/۵۰	۵/۵۰
...ب (حصہ فارسی)	مالک رام	۸/۰۰	۶/۵۰
...زار نسیم	رشید حسن خاں	۳/۰۰	۲/۵۰
...لکھنو	رشید حسن خاں	۱۰/۰۰	۸/۵۰
...بستان	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	۶/۰۰	۵/۰۰
...ولی	ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی	۳/۰۰	۲/۵۰
افادات سلیم	ڈاکٹر خلیق انجم	[illegible]	[illegible]
توبۃ النصوح	مالک رام	[illegible]	۳/۵۰
قصہ ...بانی	اطہر پرویز	۶/۰۰	۷/۰۰
انتخاب ناسخ	رشید حسن خاں	۷/۵۰	۶/۵۰
...ب سودا	رشید حسن خاں	۱۱/۵۰	۱۰/۰۰
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۵/۵۰	۴/۵۰
...ب ذوق	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	۴/[illegible]	۳/۵۰
...مضامین سرسید	انور صدیقی	۳/۴۰	۲/۸۰

مندرجہ بالا کتب کی قیمتوں میں کمی [illegible]

مجلگ اڈیٹر
شاہد علی خاں
اڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما

نئی دہلی ۲۵
لائبریریوں کے لیے سالانہ دو روپے

جنوری ۱۹۷۵ء
جلد ۱۵
شمارہ ۱
سالانہ ۵ روپے
فی پرچہ ۵۰ پیسے

اشاریہ

قارئین کتاب نما کو نیا سال مبارک ہو

ہماری دعا ہے کہ بیسویں صدی کا پچھترواں سال ہمیں، ہماری قوم اور ملک کو ان شرور سے محفوظ و مامون رکھے جنھوں نے ۷۴ء میں زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔

جانے والے سال نے جہاں گرانی اور آتشبازی بحران سے زندگی تلخ کر رکھی تھی، وہاں اس نے ادبی دنیا میں بھی پورے سال کہرام بچائے رکھا۔

جنوری ۷۴ء میں سید انیس الرحمن ... کی وفات کے بعد سے دسمبر ۷۴ء تک ہمیں کتنے صدموں سے دوچار ہونا پڑا اس کی روداد بڑی طویل اور المناک ہے۔

فروری میں پروفیسر قیصر حسین زیدی، مارچ میں مہندر ناتھ، جامعہ کے ہردلعزیز کلرک ڈرائیور محمد سلیم اور مدرسہ ابتدائی کے عبدالغفار کے ماتم سے فرصت نہیں ملی تھی، کہ اپریل میں الحاج مولوی ارشاد الحق صاحب بھی جامعہ اور اہل جامعہ کو داغ مفارقت دے گئے۔

ابھی جامعہ کے اس آخری مجاہد کے غم سے نکلے ہوئے آنسو خشک نہیں ہو پائے تھے کہ جولائی میں محمد حسین حسان صاحب مدیر پیام تعلیم نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

حسان صاحب ارشاد الحق صاحب کے پڑوسی بھی تھے۔ حسین حسان صاحب آخری سانس تک ساتھ دینے والے دوسرے پڑوسی محمد حسین صاحب حیدرآبادی بھی ان دو دوستوں کی جدائی کی تاب زیادہ دن نہ لا سکے اور ۱۷ دسمبر کو تقریباً تین بجے دن نو ... معبود حقیقی سے جا ملے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون ط

محمد حسین صاحب۔ جنھیں ان کے شاگرد ابو کہا کرتے تھے ... کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۲۶ء میں بغرض تعلیم جامعہ ملیہ میں داخل ہوئے۔ بی اے پاس کرنے کے بعد کچھ دن

کے لیے وطن چلے گئے۔ مگر جامعہ کی کشش ۱۹۴۳ء میں انھیں پھر یہیں لے آئی۔ پہلے مدرسہ ابتدائی میں مدرس مقرر ہوئے۔ مختلف حیثیتوں سے کام کرنے کے بعد ۱۹۵۶ء میں مدرسہ ثانوی آگئے جہاں ۱۶- دسمبر تک معلمی کے فرائض عملی طور پر ادا کرتے رہے ہیں۔ ۱۷- دسمبر کو یہ کہہ کر رخصت لی کہ طبیعت نڈھال ہو رہی تھی اور ضعف زیادہ محسوس ہو رہا تھا۔ قریب دو بجے دن کو خورشید عالم خاں صاحب ممبر پارلیمنٹ اطلاع ملنے پر ایک ڈاکٹر کو لائے۔ ڈاکٹر کو رخصت کرنے دروازے تک آئے اس کے بعد پلنگ پر لیٹے اور تھوڑی دیر میں داعیٔ اجل کی آواز پر لبیک کہا۔ شب کے آٹھ بجے سینکڑوں سوگواروں کی معیت میں آخری سفر کی پہلی منزل تک لے جائے گئے اور مرحوم ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے مزار کے قریب تدفین عمل میں آئی۔

محمد حسین صاحب مرحوم جن خوبیوں کے مالک تھے ان کی تفصیل کی گنجائش ان صفحات میں نہیں ہے۔ اجمالاً بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان جیسا بے نفس، بے لوث، نیک، خدا ترس ہمدرد اور غمگسار انسان نہ جامعہ کی تاریخ میں کوئی سامنے آیا نہ آئے گا۔ دوسرے کے دکھ کو اپنا دکھ دوسروں کے کام کو اپنا بلکہ اپنے سے زیادہ سمجھنا مرحوم کی فطرت بن چکا تھا۔ پھر یہ کہ تخصیص اور تعمیم کا سوال نہیں۔ طالب علم ہو، استاد ہو۔ چھوٹا ہو بڑا ہو۔ جامعہ کا ہو یا باہر کا ناممکن تھا کہ ان سے کوئی شخص اپنی ضرورت بیان کرے اور وہ دامے، درمے، قدمے، سخنے اس کی مدد سے اغماض برت سکیں۔

ادھر ۲-۴ دن سے ان کی طبیعت کچھ گری گری سی رہی جسے وہ صرف نقاہت کہہ کر ٹال دیا کرتے ہے اور اس عالم میں بھی اپنے پڑوسی اور دوست مرحوم حسین حسان صاحب کے کام سے تمام تمام دن سرکاری دفتروں کے چکر کاٹتے رہے یہ دل گردہ محمد حسین صاحب کا ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طرز پر کراچی میں بھی ایک ادارہ مجلس تعلیم ملی کے نام سے قائم کیا گیا۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے جو چند اصحاب پاکستان گئے ان میں ماسٹر عبدالحی فاروقی بھی تھے۔ جو قیام پاکستان کے تقریباً چار سال بعد کراچی چلے گئے تھے۔ جس محنت لگن اور شوق کے ساتھ مرحوم نے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں کم و بیش پچیس سال کام کیا تھا۔ اسی تندہی اور جانفشانی سے کراچی میں مجلس تعلیم ملی کے سکریٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ۲- دسمبر کو آپ کچھ دن کا دورہ پڑنے کے بعد اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔

۱۴- دسمبر کو دہلی کی ایک اور معزز اور محبوب شخصیت ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے گئی۔ یہ ذات گرامی تھی بیرسٹر نورالدین احمد صاحب کی، جن کی وفات نے دلی والوں کو بے سہارا کر دیا۔ نورالدین احمد صاحب یہاں کی سماجی زندگی کا اہم جز تھے اور اپنے اخلاق اور بلند کردار کی بدولت ہر طبقے میں عزت، احترام اور محبت سے دیکھے جاتے

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اہم کتاب

یادوں کے سائے

عتیق صدیقی

خود نوشت بھی ہے اور سفر نامہ بھی۔ رپورتاژ بھی ہے اور بیتی یادوں کا تاریخی تجزیہ بھی۔

اس کتاب کا تانا بانا تو ہندوستان کی چار دہائی پہلے کی سیاسی تاریخ نے فراہم کیا ہے۔ لیکن اس کا اسٹیج بنت النیل کا قلب، قاہرہ ہے اور ضمناً ارضِ لیلا اور دیارِ شیریں۔ بغداد اور تہران بھی ہیں جہاں اس ہندوستانی ڈرامے کے پردے اٹھتے اور گرتے رہے ہیں۔

دم توڑتا ہوا برطانوی عہد، ہندوستانی فوجیوں کے جذبات و احساسات۔ سیاسی لیڈروں کی سرگرمیاں، عام سماجی و سیاسی رجحانات اور پھر جگہ جگہ ہلکے پھلکے اشاروں میں رومانی حادثات، ان سب حقائق کے امتزاج نے اس تاریخی دستاویز میں ایک تنوع پیدا کرکے اسے اور بھی دلچسپ بنا دیا ہے۔

قیمت: اٹھارہ روپے

جناب اطہر پرویز

شوکت علی خاں

شوکت علی خاں — جی ہاں — شوکت علی خاں — یہ مکتبہ جامعہ کے ڈرائیور تھے۔ میں آج سے پچیس سال پہلے جب جامعہ پہنچا تو اسی زمانہ میں شوکت علی خاں رامپور سے آئے۔ ریاست کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر — میری ان سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب انھیں آئے ہوئے دو تین دن ہوئے تھے۔ مجھے کرنل بشیر حسین زیدی صاحب کے یہاں جانا تھا، اس وقت وہ نئی دہلی میں جگوان داس روڈ پر رہتے تھے — شوکت علی خاں نے مجھ سے پوچھا "حضور! کہاں لے چلوں" مجھے ان کا حضور کہہ دینا ایسا ہی برا لگا جیسے کسی کانگریسی وزیر کو کوئی یار کہہ کر بلائے۔ لیکن بہت جلد مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ ان کی عادت تھی۔ یہ الفاظ انھوں نے ریاست رامپور میں بچپن سے سیکھے تھے۔ جب میں نے ان سے بتایا کہ مجھے جگوان داس روڈ چلنا ہے تو میں نے دیکھا کہ ان کی باچھیں کھل گئیں۔ "چیف صاحب کے یہاں" —

میں نے کہا "کون چیف صاحب؟"

اب خاں صاحب کی باچھیں فوراً اپنی جگہ واپس آگئیں۔ وہ دیر تک کچھ نہ بولے گویا میں نے ان کے کسی عقیدے پر حملہ کردیا ہے۔ وہ اک دم سے سنجیدہ ہوگئے تھے۔ پھر ذرا سی دیر کے بعد بولے "حضور! کرنل زیدی صاحب ہمارے رامپور میں چیف منسٹر تھے اور ہم لوگ انھیں چیف صاحب کہتے ہیں کرسی بدلنے سے آدمی نہیں بدل جاتا۔ ہمارے لئے آج بھی وہ ایسے ہی ہیں" اس کے بعد وہ دیر تک زیدی صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کے بارے میں

باتیں کرتے رہے اور میں ڈرتا رہا کہ کہیں ان کی توجہ راستے سے نہ ہٹ جائے لیکن بڑھاپے کے باوجود ان کے اعضا رہی نہیں، حواس بھی اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ ان کے کار چلانے میں ایک خاص قسم کی نرمی تھی۔ جب وہ گیئر بدلتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی گھڑی کی سوئی کو حرکت دے رہا ہے۔ ان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آدمی ایک دن میں سیکھ کر کار چلا سکتا ہے۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ شوکت علی خاں سے یہ میرا پہلا تعارف تھا جو انھوں نے خود کرایا تھا اور چند روز کے بعد تو میں ان کی شخصیت کے ہر پہلو سے واقف ہو گیا۔ پہلی نظر میں ان کو دیکھ کر سرشار کے خوجی کا خیال آتا۔ رسوا کے فدوی میاں یاد آتے۔ لیکن ان کے مزاج اور شخصیت کا ان دونوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ان کی ذات اپنی جگہ منفرد تھی ——— چھوٹا سا بوٹا سا قد، گورا رنگ، چہرے کی جھریوں میں غیر معمولی حرکت پذیری (Mobility) جو کسی پیدائشی اداکار کے چہرے پر ہی نظر آسکتی ہے۔ پان خوب کھاتے اور ان کے چہرے پر رچتا بھی خوب تھا۔ باتیں کرتے تو سچ مچ پھول جھڑتے۔ شاید ایسے ہی کسی آدمی کو باتیں کرتے دیکھ کر پھول جھڑنے کا محاورہ اردو میں رائج ہوا۔

رامپور سے انھیں وہی عقیدت تھی جو رجب علی بیگ کو لکھنؤ سے اور میر تقی میر کو دہلی سے تھی۔ ریاستوں کے لوگ اپنی ریاست کے عیبوں پر کبھی نہیں شرماتے، بالکل ایسے ہی جیسے اپنے بچہ سے کسی کو گھن نہیں آتی۔ رامپور نے ان کی جوانی دیکھی اس سے فائدے اٹھائے اور بڑھاپے میں انھیں فضلہ سمجھ کر پھینک دیا ان کو اس کا غم نہ تھا، وہ کھانا دہلی کا کھاتے تھے لیکن نمک کا حق رامپور کا ادا کرتے۔

ریاست رامپور نے ان کی شخصیت پر گہرا ملمع کیا لیکن کہیں کہیں یہ ملمع چھوٹ بھی گیا تھا۔ وہ چھوٹے سے گیراج میں رہتے تھے لیکن باتیں محلوں کی کرتے تھے۔ رامپور کی کوٹھیوں کا ذکر کرتے تھے۔ وہ رامپور کے رہنے والے تھے اس لیے باتیں بنانا جانتے تھے، لیکن پٹھان تھے اس لیے منھ پھٹ بھی تھے اگر انھوں نے پڑھ لیا ہوتا تو یقیناً اردو کے اچھے طنز نگار ہوتے وہ لفظوں کو بہت سوچ سمجھ کر مگر بے ساختہ استعمال کرتے تھے۔ مکتبہ جامعہ کی ملازمت میں وہ پریشان حال

ار ہے۔ تنخواہ کم، کام زیادہ اور وقت کا کوئی حساب نہیں، لیکن وہ اس تلخی اور پریشانی کو بیان کر کے، اپنے انداز بیان سے ہی، اس کی شدت کو کم کر دیتے تھے۔ وہ زبان کو محض بولنے اور دوسروں کو خوش کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

ایک بار میں اور نگین چند (مکتبے کے ہندی سکشن کے انچارج تھے) مسوری میں تھے۔ ہم لوگ وزارت تعلیمات کی ایک اسکیم کے تحت کتابیں لکھ رہے تھے۔ حامد علی خاں صاحب (مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے سابق مینیجنگ ڈائرکٹر) وہیں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ڈوکاٹ میں۔ شوکت علی خاں دہلی لے کر وہاں پہنچے۔ حامد علی خاں صاحب کو واپس آنا تھا۔ شام کو ان کے لیے کھانا آیا۔ ہم لوگ وہیں بیٹھے تھے۔ اتفاق سے کھانے میں دال تھی۔ شوکت علی خاں دال کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور بڑے ادب کے ساتھ ہاتھ جوڑ کر بولے —— "دال! تو بڑی وفادار ہے۔ کسی کی بیوی بھی اتنی وفادار نہ ہو گی۔ دلی سے ایک سو تیس میل چل کر آیا۔ جب چلا تو گھر پر تھی اور جب میں یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ تو آگے آگے میں پیچھے پیچھے۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ میں پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا اور تو گاڑی سے زیادہ تیز چل رہی تھی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم —— آئیے پرویز صاحب! آپ بھی ہمارے ساتھ دال کھائیے۔ پہاڑ پر جو کھائیے وہ ہضم —— دال کھائیے اور صحت بنائیے اور پھر جو گھر سے نکل کر پردیس میں بھی ساتھ دے اس سے اچھا کون ہوگا۔"

حامد علی خاں صاحب اندر تھے۔ یقیناً شوکت علی خاں صاحب کی آواز ان تک ضرور پہنچی ہو گی لیکن بات آئی گئی ہو گئی۔ سنا ہے کہ ڈرائیور صاحب کو اس کا حساب بعد میں آنا پائی سے چکانا پڑا۔ شوکت علی خاں صاحب زبان پر آئی ہوئی بات کو واپس نہیں لے جانا جانتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ بات وقت پر نہیں کہی جائے تو وہ سینے میں پلٹ کر ناسور ہو جاتی ہے۔

ایک روز رات کے ۹ بجے کا وقت تھا۔ اچانک شوکت علی خاں نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے کہا خاں صاحب! کیا قصّہ ہے؟

کہنے لگے "سرکار کے لئے کالے کر آیا ہوں۔ نواب حامد علی خاں نے بھیجی ہے (کبھی کبھی وہ حامد صاحب کے نام کے ساتھ نواب لگا لیا کرتے تھے اور یہ وہ وقت ہوتا تھا جب انھیں ان کے

کسی رویے سے تکلیف پہنچی تھی) آپ کو اور ولی صاحب کو یاد کیا ہے۔

شوکت علی خاں کے ایک ایک لفظ میں طنز تھا۔ میں سمجھ گیا کوئی کام ہے آج کی رات جاگتے گزرے گی۔ ڈرائیور صاحب ہمیں اس طرح مکتبہ میں لے کر پہنچے جیسے کوئی قیدیوں کو لے کر آتا ہے۔ اور بڑے شان سے بولے ـــ "لیجیے حضور! دونوں آگئے" گویا فارسی کا شعر پڑھ رہے ہوں۔

سپردم بہ تو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

وہ دراصل ہمیں بھی مکتبہ کی ملکیت سمجھتے تھے گویا ہم کوئی ایسی Commodity تھے جس کو حامد صاحب نے خرید لیا تھا اور اس پر وہ اپنا پورا حق سمجھتے تھے۔ حامد صاحب نے مجھے تین سبق لکھنے کے لیے کہا۔ یہ تین سبق مجھے صبح چھ بجے تک لکھنے تھے۔ اور دو کی دوسری کے لئے۔ حامد صاحب یہ حکم دے کر چل دیے۔ ذرا سی دیر کے بعد شوکت علی خاں وارد ہوئے، مسکراتے ہوئے انھوں نے مزے مزے کی باتیں کیں، ایسی باتیں جن میں طنز و مزاح ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔ ان کی باتوں سے ہلکے ذہن کی ساری کدورت دور ہو گئی۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ نہ آتے، اپنی باغ و بہار شخصیت سے ہمارے ذہن کو تر و تازہ نہ کرتے تو شاید میرے لیے ایک سطر لکھنا بھی مشکل ہو جاتا وہ ابوالحسن (چپراسی) کو ہمارے لیے چائے وغیرہ کی ہدایات دے کر رخصت ہو گئے۔ ولی صاحب کو دیکھ کر کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ وہ انسان نہیں، مشین ہیں۔ ایک پیالی چائے اس مشین کو چلانے کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ وہ چائے پی کر اپنے کام میں لگ گئے۔ ہم لوگوں نے صبح تک کام کیا۔ چھ بجے حامد صاحب کی ہدایت کے بموجب سارا کام ان کی میز پر رکھ کر اپنے گھر کا راستہ لیا۔ یہ سچ ہے کہ وہ کام بے حد ضروری تھا۔ کتاب تیار کر کے مسودہ بھیجنا تھی لیکن یہ بھی سچ ہے کہ وہ کاغذات تین دن تک میز پر اسی طرح پڑے رہے۔

دراصل یہ مضامین والی بات تو ایک اضافی حیثیت رکھتی ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ شوکت علی نے اس زمانے کی تمام تلخیوں کو بہت کم کر دیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ زہر کا پیالہ ہے لیکن وہ اس میں شکر کی بوندیں ٹپکاتے رہتے تھے۔ شوکت علی خاں سے باتیں کر کے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ محض [illegible]

انسانوں کے زخموں کو مندمل کر سکتی ہے۔ شوکت علی خاں نے باتوں باتوں میں ہمارے کتنے گھاؤ پر مرہم لگایا تھا۔ اس کا اندازہ ان ہی لوگوں کو ہو سکتا ہے جنھوں نے ان کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے۔ اشفاق صاحب، ولی صاحب، سیفی صاحب، بگرامی صاحب، اسد صاحب، حبیب صاحب، مجیب صاحب، شاد صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جو شوکت علی خاں کی گاڑی میں بیٹھے ہیں۔ افضل [illegible] صاحب کو اپنے زخموں سے کھیلتے دیکھا ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ شوکت علی خاں کو راجپوتوں سے محبت تھی ـــ نواب صاحب اور زیدی صاحب کے عقیدت مند تھے۔ زبان پر جب بھی ان کا نام آیا تو سچ مچ میں نے نطق کو زبان کے بوسے لیتے دیکھا ہے۔ ایک روز میں دلی سے اوکھلا واپس جا رہا تھا۔ شوکت علی خاں کے ساتھ ـــ وہ بڑے مزے میں گاڑی چلا رہے تھے۔ میں دن بھر کا تھکا ہوا تھا، بات کرنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ شوکت علی خاں نے کہا "میاں اجازت ہو تو ذرا سی دیر کے لیے آفتاب منزل میں سلام کر لوں۔"

میں نے کہا "ضرور۔"

کہنے لگے "اپنے نواب صاحب تشریف لائے ہیں۔ میں ذرا قدم بوسی کر لوں۔ برسوں ان کا نمک کھایا ہے۔ سامنے سے گزر جاؤں اور سرکار کو سلام بھی نہ کروں۔ آپ خود سوچیے کہ کہاں تک مناسب ہے۔"

میں نے کہا "ضرور۔ لیکن کیا نواب صاحب آپ کو پہچانیں گے۔" شوکت علی خاں پر جیسے کوئی ضرب لگی۔ میں نے ان کے ماتھے کے بل تو نہیں دیکھے، لیکن ایسا لگا، جیسے وہ زہر کا گھونٹ حلق میں اتار رہے ہوں۔ بڑی دھیمی آواز سے بولے "میاں آپ ہمارے نواب صاحب سے واقف نہیں۔"

اس جملے میں انھوں نے معانی نہیں بھرے تھے وہ سارا زہر اتار دیا تھا جو وہ اپنی ظرافت کی بنا پر نہیں پلا سکے تھے۔

ذرا سی دیر میں "آفتاب منزل" آگئی۔ شوکت علی خاں نے گاڑی باہر کھڑی کی اندر داخل ہوئے۔ اتفاق سے نواب صاحب باہر ٹہل رہے تھے میں کار میں بیٹھے بیٹھے دیکھ رہا تھا۔ شوکت علی خاں جھک جھک کر فرشی سلام کر رہے تھے۔ نواب صاحب کے قدموں میں گرے جا رہے تھے [illegible] مگر ان کی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے وہ شوکت صاحب نہیں، [illegible]

"سے محبت کرنے والے نہ ہوں، فقیر ہوں، سائل ہوں ـــ ہر لمحہ ان کی گھبراہٹ بڑھتی جا رہی تھی "ـ ارے میاں! تم کون ہو ـــ نام تو بتاؤ ـ"

میں نے ہزاروں بار گھڑوں پانی پڑنے کا محاورہ سنا اور پڑھا تھا ـ لیکن آج ڈرائیور صاحب پر اس طرح پانی پڑتے دیکھا ـ کاش میں گاڑی سے اتر کر بھاگ سکتا ـ اب شوکت علی خاں کس منہ سے میرا سامنا کریں گے میں نے ان کو ننگا دیکھ لیا تھا ـ ان کے دل و دماغ پر کیا کیفیت طاری ہوگی ـ میرا ذہن پراگندہ ہو رہا تھا ـ انسان کے خلوص اور محبت کی یہ قیمت ہے ـ میں نے انسانی خلوص اور محبت کو بارہا رسوا ہوتے دیکھا ہے لیکن اتنی مایوسی میرے ذہن پر کبھی طاری نہیں ہوئی ـ شوکت علی خاں اس صدمے کو کیسے برداشت کریں گے ـ لیکن پھر میرے کانوں میں ان کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی ـــ "سرکار! ایک پڑیا زہر منگوا دیجئے ـ ہمیں آپ کے قدموں میں سو جائیں دن رات آپ کی خدمت کی ـ دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھا ـــ جہاں حضور نے اپنے پاؤں رکھے وہاں ہم نے اپنی پلکیں بچھائیں ـــ سرکار ایک ایک بال سن جیسا سپید کر لیا اور سرکار پوچھتے ہیں تم کون ہو ـ"

میں انھیں پورے طور پر دیکھ نہیں رہا تھا لیکن ان کی شکل میری آنکھوں کے سامنے پھر گئی، جیسے وہ رامپور کے لگے ہوئے ایک ایک زخم کو کھولے ہوئے کھڑے تھے اور نواب صاحب سے کہہ رہے ہوں کہ انھیں اپنے ہاتھوں سے کاٹ کر پھینک دیجئے ـ

نواب صاحب کے پاس کھڑے ہوئے ایک خدمت گار نے سرگوشی کے انداز میں کہا ـ "سرکار! یہ اپنے شوکت علی خاں ڈرائیور ہیں ـ اپنی ریاست میں برسوں گاڑی چلائی ہے ـ"

نواب صاحب کا انداز بدل گیا ـ "ارے میاں شوکت علی خاں تم ہو ـــ ارے بھئی یہ تم نے کیا بہروپ لیا ـ داڑھی تک کا ایک ایک بال سپید ہو گیا ـ چہرے پر چھوارے کی سی جھریاں پڑ گئی سوکھ کر کانٹا ہو رہے ہو، تمھارا سایہ بھی تو کبھی ایسا نہ تھا ـ بھلا اس میں میرا کیا قصور ـ کبھی میں نے تم کو اس حال میں دیکھا جو پہچانتا ـ مجھے تو ایسا لگا کہ جیسے تم قبر سے نکل کر میرا امتحان لینے کے لیے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے ـ"

شوکت علی خاں کے جان میں جان آئی ـ ان کے چہرے کی جھریاں جیسے غائب ہو گئی

ہوں بڑے خوش ہو کر بولے۔ "نواب صاحب! کیا کروں۔ سرکار سے پنشن مل گئی۔ اتنے میں کیا گزر بسر ہوتی۔ مجبوراً بچوں کو لے کر اس دلی کے جنگل میں آ گیا۔ رامپور کے عیش و آرام خواب و خیال ہو گئے۔ سرکار جب گاڑی میں بیٹھتے تھے اور میں اسٹیرنگ ہاتھ میں لیتا تو بدن میں خون دوڑتا تھا۔ کندھوں پر گویا ذمہ داری کا بوجھ ہوتا۔ پاؤں میں جوانی کا جوش — سرکار وہ دن گئے — سارے مزے ختم ہو گئے اب تو رات کو سوتے ہیں تو صبح کا خوف طاری رہتا ہے آج کھانا کھایا ہے خدا جانے کل ملے گا یا نہیں — زندگی کے شاید کچھ دن باقی ہیں — ہر قدم موت کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ سرکار! آپ کی خدمت میں بڑے اچھے دن گزار دیے وہاں خدمت کا انعام ملتا تھا یہاں داد کو ترستے ہیں — سرکار! رامپور اور دلی میں زمین آسمان کا فرق ہے"۔

شاید شوکت علی خاں بولتے چلے جاتے۔ لیکن نواب صاحب نے خادم کو حکم دیا "شوکت علی خاں کو ہماری طرف سے انعام دیا جائے"۔ ذرا سی دیر میں نوکر ایک تحفہ لے کر آیا۔ پھر نواب صاحب نے کچھ روپے بھی دیے۔

شوکت علی خاں نے نواب صاحب کے ہاتھوں اسے قبول کیا اور رخصتی سلام کر کے کار میں اس شان سے داخل ہوئے جیسے کوئی فاتح اپنے قلعہ میں داخل ہوتا ہے۔

شوکت علی خاں نے وہ تحفہ بڑی احتیاط لیکن بے پروائی سے لا کر سیٹ پر رکھا۔ لیکن انھیں اس تحفے سے دلچسپی نہ تھی انھیں تو نواب صاحب کی عزت کا پاس تھا۔

دیکھا پرویز صاحب! یہ ہیں ہمارے نواب صاحب۔ سرکار تو پہلے مجھے پہچانے بھی نہیں۔ میاں! آپ نے تو مجھے جب دیکھا ہے جب میں برباد ہو چکا ہوں۔ ظاہر ہے نواب صاحب ایک نظر میں کیا پہچانتے۔ میں خود بھی جب آئینے کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں تو اپنے آپ کو نہیں پہچان پاتا نواب صاحب کو بے حد تکلیف پہنچی۔ حضور! جب رامپور یاد آتا ہے تو تڑپ کر رہ جاتا ہوں۔ ایک زمانہ تھا کہ کار کا دروازہ کھولیے تو نواب صاحب نکل رہے ہیں — حکیم اجمل خاں نکل رہے ہیں ہمارے چھوٹے صاحب کرنل زیدی نکل رہے ہیں — ایک وہ زمانہ تھا اور ایک آج ہے کہ ہم جامعہ کی کار کو چلا رہے ہیں کہ دروازہ کھولیے تو کون نکلا — سفیر صاحب نکلے — جانیا صاحب

عزیز الرحمٰن[3] نکلے ۔۔ اچھن[4] نکلے ۔۔ پہلے ہم رئیسوں کے خدمت گار تھے اور آج ۔۔ بس حضور کچھ زبان نہ کھلوائیے ۔ پھر ایسوں کو دہلی کی گلی کوچوں میں لیے پھرتے ہیں کار نہ ہوئی بیل گاڑی ہو گئی ۔"

مجھے ایسا لگا جیسے شوکت علی خاں مجھے بلا لائے رہے ہوں ۔ میرے اوپر کوڑے مار رہے ہوں ۔ مجھے ذلیل کر رہے ہوں ۔ لیکن شوکت علی خاں بہت خوش تھے، ان کے پہلے آقا نے انھیں حق خدمت عطا کیا تھا ۔ مجھے یہ پتہ نہ چل سکا کہ کس وقت اُدھلا آگیا ۔ میں چپ چاپ بغیر شکریہ ادا کیے گاڑی سے اترا ' جیسے عزیز الرحمٰن یا اچھن اترتے ہوں ۔ جیسے میں چوری سے کار میں چھپ کر بیٹھ گیا تھا ۔ میں اس کار کا مستحق نہ تھا ۔۔ میں شوکت علی خاں پر ایک بوجھ تھا ۔

لیکن شوکت علی خاں ہر قسم کے تعصب سے پاک تھے انھوں نے کارل مارکس کو نہیں پڑھا تھا اس کا نام بھی نہیں جانتے تھے ۔۔ انھیں تو بس یہ معلوم تھا کہ دنیا میں دو ذاتیں امیر اور غریب کی ۔۔ اگر آپ نے چلتے پھرتے ان کی باتیں سن لی ہیں تو آپ سوچیں گے کہ وہ متعصب سنی تھے ۔ وہ شیعوں سے نفرت کرتے تھے ۔ وہ شیعوں کا مذاق اڑاتے تھے ۔۔ رضیہ آپا (سجاد ظہیر مرحوم کی بیگم صاحبہ) جامعہ آئی ہوئی تھیں ۔ تاباں صاحب کی مہمان تھیں ۔ شوکت علی خاں اکثر ان کو کار سے لے جایا کرتے ۔ جب وہ تھکے ہارے داخل ہوتے اور کوئی ان سے پوچھ لیتا، شوکت علی خاں بڑے تھکے ہوئے نظر آ رہے ہو ۔"

بس پھر کیا تھا ۔ اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے ۔ شوکت علی خاں بس شروع ہو گئے ۔ "ارے میاں کیا پوچھتے ہو ۔۔ صبح سے خدمت میں ہوں ۔ کھانا پینا حرام ہو گیا ہے ۔ یہ حال کہ پیاس لگے اور پانی نہ مانگوں ۔ اب بھلا بتاؤ یہ جو بیگم صاحبہ آئی ہیں ان کے ہاتھ کا پانی پیوں ۔ لاحول ولا قوۃ ۔ معلوم نہیں کیا پلا دیں ۔" پھر ذرا آہستہ سے کہتے "میاں آپ کو معلوم ہے کہ رافضی ہیں رافضی یہ ہمارے تاباں صاحب بڑھاپے میں جو نہ کرائیں سو کم ہے ۔" یہ کہہ کر پھر وہ لطیفے سنانا شروع کر دیتے ۔

شیعوں کا ذکر ان کا محبوب موضوع تھا ۔ اور یہ گفتگو وہ بالاعلان کرتے اور سامعین کے

[3] تا [4] مکتبہ جامعہ کے کارکن

بارے میں ذرا بھی نہ سوچتے کہ وہ کون ہے کون نہیں۔ میں نے کہا "ڈرائیور صاحب! یہ بلگرامی صاحب بھی شیعہ ہیں"

"نا میاں ایسی بات زبان سے مت نکالو۔ بلگرامی صاحب اور شیعہ۔ کیا رونق ہے ان کے چہرے پر ماشاءاللہ۔ ماشاءاللہ۔ شیعہ ہوں ان کے دشمن — ان کے سر پر چاروں خلیفہ کا ہاتھ ہے۔ ایسی بات مت کہو"

اور بلگرامی ہنس کر کہتے "ڈرائیور صاحب! آپ ٹھیک کہتے ہیں بھلا میں اور شیعہ۔ لاحول ولاقوۃ"

ایک بار کہیں تاباں صاحب نے کہہ دیا "میاں شوکت علی خاں کچھ معلوم ہے اشفاق خاں نے پٹھانوں کی عزت خاک میں ملا دی۔ قائم گنج کا نام بدنام کر دیا۔ شیعوں میں شادی کی ہے"۔

شاہد علی خاں نے لقمہ دیا "میں نے سنا ہے کہ آج کل خود بھی اس طرف مائل ہیں"

ڈرائیور صاحب کی آنکھیں گویا پھٹی کی پھٹی رہ گئیں — "تب ہی تو یہ بات ہے میں کہوں آج کل ان کے چہرے پر کیسی بے رونقی ہے۔ پھٹکار برس رہی ہے"

بس پھر کیا تھا۔ اشفاق محمد خاں سے سلام دعا بند۔ اگر شوکت علی خاں گاڑی سے کہیں آ رہے ہوں، اور اشفاق محمد خاں کسی بس اسٹاپ پر بس کا انتظار کرتے ہوئے نظر آ جائیں، تو شوکت علی خاں خالی گاڑی سامنے سے نکال کر لے جائیں گے لیکن اشفاق صاحب کو نہیں بٹھائیں گے۔ ایسے موقع پر اشفاق صاحب تلملا کر رہ جاتے۔ شوکت علی خاں پر ادھر کھلے آکر خوب ناراض ہوتے اور ان کو سمجھاتے "ڈرائیور صاحب! آپ سے کس نے کہہ دیا ہے کہ میں شیعہ ہوں۔ میرے تو خاندان میں دور دور کوئی شیعہ نہیں ہے اور پھر شیعہ ہونا کون سی بری بات ہے"

اور شوکت علی خاں کہتے "میاں اچھائی اور برائی کا سبق ہمیں تو دیجئے نہیں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھئے ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ شیعہ شیعہ ہے اور سنی سنی"

میں کہتا "زیدی صاحب بھی تو شیعہ ہیں" اور یہ جملہ سن کر ڈرائیور صاحب گھبرا جاتے۔ اگر کوئی جواب نہ بن پڑتا تو کہتے "میاں — وہ ویسے نہیں ہیں — وہ تو سنیوں سے بڑھ کر سنی ہیں آپ ان کو نہیں جانتے۔ آپ کو معلوم ہے ان کی بیگم صاحبہ سنی ہیں" اور یہ سلسلہ برسوں چلا — پھر ایسا

علی گڑھ چلا آیا۔ شوکت علی خاں ایک بار پھر ریٹائر ہو گئے۔ انھوں نے پان بیڑی کی دکان رکھ لی۔ آسمان سے گر کر کھجور میں بھی نہ اٹک سکے۔ اڑاڑا دھم کر کے گرے۔ وہ بہت ضعیف ہو گئے۔ میں نے جب ان کو آخری بار دیکھا تو بہت کمزور ہو گئے تھے لیکن آواز میں وہی کراراپن تھا۔ میں نے کہا "ڈرائیور صاحب! کیا حال ہے۔ اشفاق صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ نے سلام کہا ہے۔"

شوکت علی خاں آزردہ ہو گئے بولے "پرویز صاحب! آپ نے کیا یاد دلا دیا۔ اب خیال آتا ہے تو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ میں نے انھیں بہت ستایا ہے اور ہنسی ہنسی میں۔ اپنے ذرا سے مزے کے لیے ان کو تکلیف پہنچائی۔ اپنا وقت کاٹنے کے لیے ان کو برا بھلا کہا۔ آدمی شیعہ ہو یا سنی۔ ہندو ہو یا مسلمان۔ اصل بات تو آدمی ہونا چاہیے۔ اور بھلا مجھے ایسی باتوں سے کیا کام۔ میں کون سا شیعوں کا دشمن ہوں۔ میرے تو تمام محسن شیعہ ہیں۔ بس تو وہ ہنسی مذاق کی بات تھی۔ اللہ معاف کرے۔"

اور میں حیرت میں رہ گیا۔ شوکت علی خاں کو شیعوں سے نفرت نہ تھی۔ گویا یہ ویسی ہی بات تھی جیسے اکثر لوگ سکھوں کے لطیفے سناتے ہیں اور اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن ان کے دل میں کوئی میل نہیں ہوتا۔ کسی قسم کے شکوک نہیں ہوتے۔

وہ بڑا عجیب زمانہ تھا تنخواہیں کم اور کام زیادہ۔ شوکت علی خاں کی بدولت یہ وقت بڑی اچھی طرح کٹتا تھا۔ چھوٹے بڑے ہر ایک کو خوش رکھتے تھے ان کے یہاں ہنسی اور قہقہے مفت بٹتے تھے۔ چھوٹے بڑے امیر غریب کسی کا امتیاز نہ تھا۔ ہر شخص ان سے مٹھی بھر قہقہے لے لیتا اور انھیں دیکھ کر اپنے دکھ اور پریشانیوں کو تھوک دیتا جیسے کوئی کڑوی چیز تھوکتا اور ذرا سی دیر میں منھ کا ذائقہ بدل جاتا۔

میرے اوپر شوکت علی خاں کی محبت، ان کی شرافت کا قرض تھا نہ جانے میں اس کو کبھی ادا کر سکوں گا یا نہیں۔ ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ خدا مغفرت کرے۔

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی نئی کتاب

بیاض مریم

(شعری مجموعہ)

سکندر علی وجدؔ

"بیاضِ مریم" سکندر علی وجدؔ کا چوتھا شعری مجموعہ ہے۔ اس میں پچھلے دس برس کے غیر مطبوعہ کلام کے علاوہ ۱۹۵۲ء سے پہلے کا غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے۔ اس "بیاض" کو شروع سے آخر تک اسم با مسمٰی بنانے کی کوشش کی گئی ہے مکتبہ جامعہ کے لیے یہ پہلا تجربہ ہے، یقین ہے کہ پسند کیا جائے گا۔

اس "بیاض" کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تصاویر اور ٹائیٹل ملک کے مایۂ ناز آرٹسٹ حسین کی بنائی ہوئی ہیں۔

قیمت :- ۱۲/-

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شایع کی گئی)

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

نگارشات

(مجموعہ مضامین)

از : محمد مجیب
ناشر : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۔ جامعہ نگر نئی دلی ۲۵
قیمت : سولہ روپے

مطالعے کا فائدہ اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کا اندازہ اسی وقت ہوتا ہے ۔ جب اس کے نتائج وافکار بھی سامنے آئیں اور اس طرح سامنے آئیں کہ پڑھنے یا سننے والے کو یہ محسوس نہ ہو کہ خواہ مخواہ وقت خراب کیا ، نہ ذہن کو آسودگی میسر ہوئی اور نہ دماغ کو تازگی ۔

آج کل کی بیش تر تحریروں کا یہی حال ہے ، مغز کا فقدان اور لفظوں کی بہتات ۔ پروفیسر محمد مجیب کی نگارشات میں یہ کمیاں ملیں گی ۔ انھوں نے کھلے دماغ اور وسیع نظر سے متعدد زبانوں کے ادب اور تاریخ کا مطالعہ کیا ۔ گرد وپیش کے حالات سے باخبر رہے اور وقت کے اہم تقاضوں اور ضروری مسائل کو نگاہ میں رکھا اور پھر موقعے محل کا لحاظ رکھ کر قلم اٹھایا ۔ زبان و بیان کے معاملے میں انھوں نے واعظوں کا سا وطیرہ اختیار کیا ہے اور نہ کسی جگہ ناصح اور مبلغ بننے کی کوشش کی ہے ۔ باتیں سب عالمانہ اور مفکرانہ ہیں ۔ لیکن ان کے لکھنے کا انداز حیرت انگیز طور پر سادہ اور دل نشین ۔

ادب ، افسانہ ، فنون لطیفہ ، مذہب ، فلسفہ ، تعلیم ، تہذیب ، سیرت ، سیاست اور جامعہ ان تمام موضوعات اور مقالات پر سب ملا کے کتاب میں ایک

معنا مین ہیں اور کوئی مضمون ایسا نہ لگے گا جس میں علمیت کی شان، خیالات کی سنجیدگی، تحریر کی شائستگی۔ مطالعے کی وسعت، غور و فکر کا عنصر معلومات کی فراوانی، نظریات کی پختگی مخصوص طرز انشا اور ادبی لطافتیں نہ پائی جاتی ہوں۔

مجیب صاحب انگریزی، جرمن اور روسی زبانوں کی راہ سے اُردو میں آئے۔ انھوں نے سنہ ۱۹۲۶ء سے باقاعدہ اور باضابطہ طور پر رسالۂ جامعہ کے لیے لکھنا شروع کیا، کتاب میں اس دور کی تحریریں موجود ہیں کوئی مضمون اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ نہ خیالات میں اُلجھاؤ نہ طرز ادا میں تقلید نہ عبارت میں تصنع۔ بلکہ ایک سلجھا ہوا اسلوب اور ٹھہرا ہوا لب و لہجہ۔ تردید و اختلاف کے موقعوں پر بھی نہ تلخی یا طنز و تشنیع۔

ادب ہو یا ثقافت، مذہب ہو یا سیاست ان سب میں اختلاف رائے کوئی نیا اور گذیر امر نہیں ہے پروفیسر مجیب بھی ان معاملات اور مسائل میں اپنی ایک رائے رکھتے ہیں اور اس کو انھوں نے بلا تکلف اور بغیر کسی تذبذب کے ظاہر بھی کیا ہے۔ مگر اس کو پڑھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں کسی فرد یا فرقے کی تضحیک و توہین کا پہلو اختیار کیا گیا ہے۔ قلم پر اتنا قابو اور تحریر میں اتنی شریفانہ احتیاط کوئی آسان کام نہیں ہے بہت کم ادیب اور مضمون نگار ایسے ہوں گے جنھوں نے مذہبی، سیاسی اور تعلیمی معاملات میں اپنے نظریات کی تائید و تشریح میں اتنی متوازن اور محتاط روش برتی ہو۔

عالم کی شان اور قلم کار کی کامیابی اس میں ہے کہ وہ اپنے فکر و فن کو اس طرح پیش کرے کہ اس کے ہم رتبہ اس سے لطف اندوز ہوں اور جو اس منصب اور رتبے کے نہیں ہیں وہ بھی اُن سے بہرہ ور اور مستفید ہو سکیں مجیب صاحب کے خیالات اور تحریروں میں یہ وصف موجود ہے۔

اردو زبان کے معیار اور وقار کو بلند اور برتر کرنے والے یہ مضامین سنہ ۲۶ء سے سنہ ۴۶ء تک رسالۂ جامعہ میں شایع ہوتے رہے۔ بہت ضروری تھا کہ ادب انشا

کے یہ منتخب نمونے ایک تاریخی ترتیب کے ساتھ یکجا کر کے کتابی صورت میں سامنے لائے جائیں۔

ہر لحاظ سے مکتبہ جامعہ ہی اس کام کا اہل اور مستحق تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ اُس نے اپنی اس ذمے داری کو نہایت سلیقے اور خوش نمائی کے ساتھ انجام دیا ہے امید ہے مجیب صاحب کے بقیہ مضامین بھی جلد ہی اسی اہتمام اور حسنِ طباعت کے ساتھ منظر عام پر لائے جائیں گے۔

آخری مضمون کو پڑھ کر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کب اور کہاں چھپا تھا۔

"مدّاح"

مرتب: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

املا نامہ

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

(سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ) قیمت: ایک روپیہ

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اردو کے ایک مستند ادیب اور عالم صوتیات سمجھے جاتے ہیں۔ اُن کی تحریر میں ایک مخصوص سلیقہ اور فکر میں ایک قابلِ قدر سلجھاؤ ہوتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب املا نامہ انھی کی ایک جامع تدوین ہے اور آج تک اردو املے کی حد بندی اور درستی پر جو کچھ شایع ہوا ہے۔ اُس میں بلا شبہ ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔

یوں تو املا نامہ ترقی اُردو بورڈ کی اُس املا کمیٹی کی سفارشات ہیں جس کے تین ممبر تھے۔ ڈاکٹر عابد حسین (صدر) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ۔ جناب رشید حسن خاں لیکن لائق مرتب نے علمی پسِ منظر میں ان سفارشات کو اس خوبی سے پیش کیا۔ ہے کہ ایک عالم سے لے کر معمولی تعلیم یافتہ تک ان سے مساوی طور پر استفادہ کر سکتا ہے۔

املا نامہ دو مہینے قبل مجھے تبصرے کے لیے وصول ہو چکی تھی۔ لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ رشید حسن خاں صاحب نے اس موضوع پر ایک الگ کتاب اُردو املا کے نام سے لکھی ہے تو مجھے بڑا تعجب ہوا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں

آرہی تھی کہ تین ممبروں کی کمیٹی کے ۲ دو ممبر کمیٹی کی سفارشات پر دو الگ الگ کتابیں کیوں لکھ رہے ہیں۔ ایک قیاس یہ بھی ذہن میں آیا کہ شاید رشید حسن خاں صاحب کی تجویزیں کمیٹی نے من و عن قبول نہ کی ہوں۔

میں اس درمیان میں دو بار بمبئی گیا لیکن رشید حسن خاں صاحب کی کتاب مجھے مل نہ سکی۔ یہ پچھلے ہفتے کی بات ہے کہ مجھے صرف نصف گھنٹے کے لیے اس گراں قدر صحیفے کی ورق گردانی کا موقع مل سکا۔ کتاب کی تشریحات اور اس کا فاضلانہ انداز یقیناً قابلِ داد ہے۔ لیکن رواروی میں مجھے یہ محسوس ہوا کہ اس ضخیم ۲۸ روپے کی کتاب میں جو کچھ ہے اس کا لبِّ لباب ڈاکٹر نارنگ کی ایک روپے کی کتاب میں آگیا ہے۔ خاں صاحب کی کتاب میں مجھے ایک بات کا احساس ہوا کہ ان کی تجویزیں بعض جگہ افراطی ہوگئی ہیں ایک آزاد اور صاحب الرائے مصنف کی حیثیت سے ان کو یہ تجویزیں اس صورت میں پیش کرنے کا پورا حق تھا۔ لیکن اگر اردو املا کو سفارشات سے تعبیر کیا جائے تو مصنف محترم کو اعتدال کا لحاظ رکھنا ضروری تھا۔ یہ سفارشات بہرحال مختلف الخیال لوگوں کے پاس اس لیے جائیں گی کہ ان کی اکثریت انھیں تسلیم کر لے یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب معقولیت کے باوجود ان تجویزوں میں لچک بھی موجود ہو۔

میں نے اس صدی کے تیسرے عشرے کے آخر اور چوتھے عشرے کے شروع میں تکمیل ہجا۔ تعلیم بالغین اور قومی زبان کے نام سے تین رسالے لکھے تھے۔ جن کا ایک پہلو اردو املا کی درستی بھی تھا۔ لیکن میرا کام ابتدائی، ناقص اور نامکمل تھا۔ دراصل درستیِ املا کا کام سائنٹفک طریقے پر سب سے پہلے فاضل اجل ڈاکٹر عبدالستار نے شروع کیا۔ جسے انجمن ترقی اردو نے بھی اپنا لیا ڈاکٹر نارنگ کی کتاب کی بنیاد یہی کام ہے۔

کسی بھی علم میں روایت کی بڑی اہمیت رہتی ہے خاص کر اصلاحی کاموں میں روایت کو یکلخت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ درستیِ املا کا کام اس اصول سے

مستثنیٰ نہیں۔ ڈاکٹر نارنگ کی کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ نہ تو انھوں نے روایت کو جوں کا توں قبول کیا ہے اور نہ اسے کلیتاً رد ہی کیا ہے۔ ان کا راستہ بڑا صحت مند اور معین بین ہے۔ غلط املا کو تو انھوں نے ہر جگہ بلا تامل مسترد قرار دے دیا ہے۔ لیکن جہاں جہاں اختلافِ آرا کی گنجائش نکلتی ہے وہاں دوسرے نقطہ ہائے نظر کا پوری طرح لحاظ کر کے اپنی تجویزیں پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو اس بات کا پوری طرح احساس ہے کہ سفارش صرف تجویز ہے۔ سرکاری حکم نہیں ہے۔

اس مختصر تبصرے میں املا نامہ کے لاتعداد محاسن گنانا مشکل ہے۔ میں ذیل میں صرف اُن باتوں کا ذکر کروں گا جن کے ساتھ مجھے اپنے خیالات کا بھی اظہار کرنا ہے۔

اردو املا میں تیار اور طیار کی بحث بہت پرانی ہے۔ ایک زمانہ میں نیاز فتحپوری مرحوم سے اس معاملہ میں میری مراسلت ہوئی تھی۔ ان کا خیال عجیب و غریب تھا۔ موصوف تیّار کے معنی ہشٹ پشٹ اور جسیم سمجھتے تھے اور طیّار کے معنی آمادہ بتاتے تھے۔ حالانکہ تیار ایک خالص اردو لفظ ہے جس کے معنی جسیم اور آمادہ دونوں ہیں۔ طیّار ایک عربی لفظ ہے جس کے معنی سوائے اڑنے والے کے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ ڈاکٹر نارنگ بھی تیّار کو ت سے لکھنے کی سفارش کرتے ہیں۔

زرا اور ذرا کا املا بھی بہت دنوں تک اختلافی رہا۔ پرانے منشی اسے "ذ" سے لکھتے تھے اور ذرہ سے مشتق سمجھتے تھے۔ مجھے یاد ہے اردو اسٹیج کے مشہور ڈراما نگار پنڈت بیتاب مرحوم نے (جو عمر میں مجھ سے بہت بڑے تھے) ایک مرتبہ مجھے زرا کو "ز" سے لکھنے پر بہت ڈانٹا۔ وہ زمانہ خوردی اور بزرگی کے لحاظ کا تھا۔ میں نے بڑے ادب سے انھیں اپنا نقطہ نظر سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر وہ اتنے برہم تھے کہ میری بات بھی سننے پر آمادہ نہ ہوئے۔ دراصل زرا ایک خالص اردو لفظ ہے۔ جس میں "ذ" کی دخل اندازی کا

کوئی جواز پیدا نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر نارنگ نے بھی زرا کو "ز" سے تحریر کرنے کی سفارش کی ہے۔

بعض لوگ کسی غلط فہمی کی بنا پر گیارہ سے اٹھارہ تک کے ہندسوں کو الف سے لکھنے لگے ہیں (گیارا۔ بارا وغیرہ) حالانکہ اہلِ زبان کے تلفظ میں یہ ہندسے ہائے ہوز پر ختم ہوتے ہیں۔ لہذا ان ہندسوں کو "ہ" ہی سے لکھنا چاہیے (گیارہ۔ بارہ وغیرہ) ڈاکٹر نارنگ بھی اس تجویز کے موید ہیں۔

کچھ لوگ بعض شہروں کے نام مثلاً "کلکتہ" "آگرہ" اور متھرہ وغیرہ میں "ہ" کی جگہ الف لکھنے لگے ہیں جو خلاف تلفظ اہلِ زبان ہے۔ ان شہروں کے نام قطعی طور پر "ہ" سے لکھنا چاہیے۔ یہاں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ املے کی "یے" کلکتے اور آگرے میں تو آئیگی۔ لیکن متھرہ یائے امالہ کے تصرف سے مستثنیٰ رہے گا متھرہ کو متھرے نہیں لکھا جا سکتا۔ ڈاکٹر نارنگ بھی ان شہروں کا نام "ہ" سے لکھنے کی سفارش کرتے ہیں۔

چھپے (شش) کو ڈاکٹر نارنگ نے بہ تائید ڈاکٹر عبدالستار "یے" سے لکھنے کی سفارش کی ہے۔ لیکن اہلِ لکھنو اس لفظ کو چھپے بولتے تھے۔ ایک لطیفہ مجھے یاد ہے۔ جناب بابو صاحب مرحوم خلف جناب عارف صاحب مرثیہ گو ایک مرتبہ مجھ سے کہنے لگے کہ اب تو بچوں کو اسکول بھیجنا زبان کو بگاڑنا ہے۔ میرا لڑکا اسکول جاتا تھا۔ ایک دن اس کی زبان سے میں نے چھپے (شش) سنا۔ مجھے حیرت ہوئی اور میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ تلفظ کہاں سنا؟ کہنے لگا ہمارے ماسٹر صاحب یہی بولتے ہیں۔ مرحوم فرماتے تھے میں نے دوسرے دن بچے کا نام اسکول سے کٹوا کر اس کی تعلیم کا انتظام گھر پر کر دیا۔ یہ باتیں اگلے وقتوں کی تھیں جب زبان کی اہمیت ہر چیز سے زیادہ تھی۔ بات قابلِ افسوس سہی۔ لیکن اب لکھنو اور دلی قصۂ ماضی بن چکے ہیں۔ املا میں ہم آہنگی کے لیے ہمیں ڈاکٹر عبدالستار ایسے عالم کی سفارش بلا تامل قبول کر لینا چاہیے۔ لکیر کے فقیر

بنے رہنے سے کام نہیں چلے گا۔

عربی الفاظ کے معاملے میں مجھے بعض جگہ ڈاکٹر نارنگ کی رائے سے جزوی اختلاف ہے اور بعض جگہ میں ان کی سفارشات میں توسیع مزید چاہتا ہوں مثلاً۔

تنوین ایک عربی قاعدہ ہے۔ جس میں لفظ کے آخری حرف میں الف کا اضافہ کرکے اس پر دو زبر لگا دیتے ہیں۔ جیسے ضمناً۔ قطعاً وغیرہ۔ لیکن جب کوئی لفظ "ت" پر ختم ہوتا ہے تو تنوین کے لیے اس میں الف کا اضافہ غلط سمجھا جاتا ہے اور خود "ت" پر تنوین کے دو زبر لگا دیے جاتے ہیں۔ جیسے حقیقتً۔ طبیعتً وغیرہ۔

عربی میں حقیقت اور طبیعت بالعموم "ۃ" تائے مدوّرہ سے لکھے جاتے ہیں۔ اہلِ ایران اور ڈاکٹر عبدالستار کی یہ رائے بالکل درست ہے کہ فارسی یا اردو ہجا میں تائے مدوّرہ کا وجود نہیں۔ لہٰذا۔ اس کی جگہ پر تائے کشیدہ "ت" لکھا جائے۔ لیکن "ت" میں تنوین کے لیے عربی میں الف کا شمول منع ہے۔ اردو کو اس کا بالکل حق نہیں کہ عربی الفاظ پر غیر علمی تصرف کرے۔ ڈاکٹر نارنگ کی یہ سفارش کہ "ت" پر ختم ہونے والے عربی الفاظ میں تنوین کے لیے "ت" میں الف شامل کیا جائے عربی داں حضرات کے لیے کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح شعراء اور علماء وغیرہ یہ قاعدہ عربی بنی ہوئی جمعیں ہیں۔ جن کے آخر میں ہمزہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ اس ہمزہ کو رد کرنے کا حکم لگانے کا حق اردو والوں کو ہرگز نہیں پہنچتا۔ اس معاملے میں بہت سے بہت یہ ہو سکتا ہے۔ کہ عام تحریروں میں اردو تلفظ کے مطابق ہمزہ نہ لکھا جائے۔ لیکن اگر محتاط عربی داں اس ہمزہ کو لکھیں تو اُسے غلط یا خلاف سیاق قرار نہیں دیا سکتا۔

یوں ہی عربی میں الف کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ یے پر اس طرح لگایا جائے "یٰ" جیسے عیسیٰ۔ موسیٰ وغیرہ اُردو میں اس املا کو ترک کرکے۔ عیسا اور موسا وغیرہ لکھنے لگے ہیں۔ اس املا کو رواجِ عامہ کی وجہ سے جائز سمجھ لینا چاہیے۔ لیکن "یٰ" کو متروک قرار دینا غلط ہے۔ اب

اُردو میں عیسیٰ دوراں موسیٰ عمران وغیرہ کا استعمال عام اور عیسائے دوراں اور موسائے عمران وغیرہ کا استعمال شاذ ہے۔ پھر یہ " ی " لفظ کے اصل میں شامل ہے اور بعض جگہ قافیے تک میں آتی ہے۔ ڈاکٹر نارنگ نے اپنی سفارشات میں کچھ مخصوص اسماء کا املا " ی " سے درست قرار دیا ہے۔ باقی کو ترک کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس صورت میں بہت سی دشواریاں پیش آئیں گی۔ میرے خیال میں " ا " اور " یٰ " دونوں صورتیں جائز قرار دی جائیں۔ " یٰ " سے اردو تحریر کو مانوس رکھنا ضروری ہے۔

اعراب کے معاملے میں ڈاکٹر نارنگ کی رائے محدود اور رواجی ہو گئی ہے۔ اُردو اعراب میں کافی توسیع کی ضرورت ہے بات کو مختصر کرتے ہوئے میرے خیال میں اردو میں حسب ذیل اعراب رائج ہونا چاہیے۔

کشیدہ آواز	چھوٹی آواز
اَا (آ) جیسے آم	فتحہ :- اَ جیسے قَلَم
اِے جیسے اِیک	کسرہ : اِ جیسے یہ (ہندی میں یہ
اِی جیسے ایش (مخفف ایشور)	کسرہ مفقود ہے)
	اِ جیسے اِن
اُو جیسے اُوے	ضمہ :- اُ جیسے وُہ (ہندی میں
اَو جیسے اَون	یہ ضمہ بھی مفقود ہے)
	اُ جیسے اُس

سفارشات میں اِن اعراب کو بھی شامل ہونا چاہیے۔ ان اعراب کا استعمال طرز لغات اور ابتدائی نصاب کی کتابوں میں ہوتا چاہیے۔

ڈاکٹر صاحب نے کتاب کے مقدمے میں صفحہ ۱۳ پر ایک جگہ ذولسانیت اور صفحہ ۱۷ پر ایک جگہ ذوصوتیاتی ارقام فرمایا ہے۔ یہ دونوں ترکیبیں میری سمجھ میں نہیں آسکیں۔ " ذو " کے معنی ہیں " والا " اس لفظ سے لسان یا صوت کے الحاق کے معنی ہوں گے " زبان والا " یا " آواز والا " عبارت میں

ان دونوں ترکیبوں کے کوئی معنی نہیں نکلتے۔ ڈاکٹر صاحب کا مطلب غالباً "ذولسانی اور دو صوتی ہے ایسی صورت میں ان کو "ذولسانین" یا "ذوصوتین" لکھنا چاہیے تھا۔ ورنہ اُردو میں سیدھا سیدھا ذولسانیت اور ذوصوتیاتی کہہ دینا کافی تھا۔

میں ڈاکٹر نارنگ کو اتنی مفید اور جامع کتاب لکھنے پر دلی مبارک باد دیتا ہوں ساتھ ہی مکتبہ جامعہ کو بھی ہدیۂ تہنیت پیش کرتا ہوں جس نے اتنی ضخیم اور نفیس کتاب چھاپ کر رفاہِ عام کے لیے اس کی قیمت صرف ایک روپیہ رکھی ہے۔

صفدر آہ

وہ صورتیں الٰہی

مصنف: مالک رام

ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی ۲۵

ملنے کے پتے: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنس بلڈنگ بمبئی ۳، جامعہ نگر نئی دلی ۲۵، دہلی ۶ اور علی گڑھ ۱

قیمت: دس روپے

دو سو چھپن صفحوں کی یہ بہر معنی خوبصورت کتاب۔ فاضل محترم مالک رام صاحب کے قلم حقیقت رقم سے اُردو دنیا کے دس نام آوروں کے علمی۔ ادبی اور ذاتی محاسن و کمالات کا حسین مرقع ہے۔ جسے فاضل مصنف نے مطالعۂ وسیع اور مخلصانہ تعلقات ذاتی کی بنا پر قلم بند فرمایا ہے اور مصنف کا یہ بیان کہ بعض باتیں جو ان مضامین میں لکھی گئی ہیں ملکی ادب کے صفحات ان سے خالی ہیں مبالغہ نہیں۔ مختصراً اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ ہر صاحب عنوان قاری سے بے حجاب گفت و شنود میں مشغول اور چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے دکھائی دے رہا ہے۔

وہ نام اور جن کے قلمی مرقعوں نے اس کتاب میں جگہ پائی ہے۔ ان میں مرزا اسداللہ خاں غالب دہلوی مرحوم کی ذات و صفات کا تذکرہ مقدم ہے۔ یہ مقالہ اس انداز سے قلم بند ہوا ہے گویا مقالہ نگار مرحوم غالب کا تذکرہ نہیں بلکہ ایک

زندہ انسان سے جو مرزا اسد اللہ خاں غالب کے نام سے موسوم ہے۔ اپنی روزمرہ کی ملاقاتوں کی تفصیل سنا رہا ہے۔ اس بارے میں راقم تبصرہ کے ذہن میں جو بات آتی ہے وہ یہ ہے کہ مقالہ نگار مالک رام کو غالبیات کا وسیع مطالعہ حق دیتا ہے کہ وہ غالب کے حالات قید زمانی سے صرف نظر کرتے ہوئے شنیدہ و خواندہ کو دیدہ و شنیدہ کے انداز میں بیان کریں۔ واللہ اعلم باقی حضرات جن کی قلمی تصویریں اس کتاب کو رونق دے رہی ہیں۔ یہ ہیں۔ سائل دہلوی۔ صدر یار جنگ۔ سید سلیمان ندوی۔ برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی۔ یگانہ چنگیزی۔ جگر مرادآبادی۔ نیاز فتحپوری اور غلام رسول مہر نیاز کا تذکرہ دو عنوانوں میں لکھا گیا ہے۔ دوسرا عنوان ہے " نیاز اور نیاز مند" اس طرح نیاز کے ساتھ ساتھ " نیاز مند" کا تذکرہ بھی مقصود ہے۔ اگرچہ پوری کتاب کی روحِ رواں " نیاز مند" ہی کی ذات ہے۔

غالب کو جس طرح اس دور میں مالک رام نے دیکھا ہے اور مالک رام کے دیکھنے اور دوسروں کے دیکھنے میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہو رہا ہے۔ دور سے دیکھنے والوں میں ایک نیاز مند بھی ہے۔

موضوع تذکرہ باقی حضرات وہ ہیں جن کو کم سے کم ایک بار اور زیادہ سے زیادہ چھ چھ سات سات بار میں نے بھی دیکھا اور ان کے علوم و فیوضات سے مستفید ہوا ہوں۔ مثلاً حضرت مولانا سید سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے بہت ہی مختصر خط و کتابت اور چند بار مفصل ملاقاتیں رہی ہیں پہلی بار ۱۹۲۵ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی گولڈن جبلی کے موقع پر مرحوم مولوی مسعود علی ندوی کے تعارف کے بعد مولانا مسعود علی ندوی مرحوم کسی قدر طنزیہ انداز میں چہکتے رہے اور مولانا سید سلیمان کی بات میں نرمی اور چہرہ شیریں مسکراہٹ سے جگمگا رہا تھا۔ اور آخری بار مرحوم کے حج سے واپسی کے موقع پر بمبئی میں ملاقات ہوئی تھی مرحوم بوجہ علالت و کسالت لیٹے ہوئے تھے اور میں پائنتی بیٹھ کر پاؤں دباتا رہا اور دلچسپ باتیں ہوتی رہیں۔

علامہ نیاز فتحپوری مرحوم سے ملاقات صرف دو بار ہوئی تھی۔ پہلی بار

آگرہ میں محترم ل۔ احمد صاحب کے مکان پر اور دوسری بار بمبئی میں جہاں انھوں نے غریب خانہ کو جناب ساغر نظامی کی معیت میں قدم رنجہ فرما کر عزت بخشی تھی۔ دونوں ملاقاتوں میں کم و بیش پچیس سال کا عرصہ حائل تھا۔ دونوں بزرگوں سے نیازمندانہ تعلقات تھے بھی اور بعض نکتوں میں اختلاف بھی تھا۔

جگر مرحوم سے زیادہ ملنا جلنا ہوا۔ گو ملنا جلنا نہیں رہا اگرچہ لاہور کے "اردو مرکز" میں ایک ساتھ کام کرنے کا موقع بھی ملا اور ان کی کارکردگی کا زمانہ بھی دیکھا۔ وہاں کا رنگ عجیب تھا۔ مثلاً کچھ لوگ قلمکاری کریں اور کچھ اور لوگ پھل کھائیں۔ بعض لوگوں کو یہ روش پسند نہ تھی۔ الگ ہو گئے۔ حضرت چودھری غلام رسول مہر کو غالباً ۱۹ یا ۲۰ء میں یا اس کے بعد پہلی بار سر ظفر اللہ خاں بالقابہ کی کوٹھی پر اس وقت دیکھا تھا جب جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد قادیانی مرحوم لیکچروں کے سلسلے میں وہاں تشریف فرما تھے۔ مرزا صاحب مرحوم سے۔ مہر صاحب مرحوم کی اس وقت کی ملاقات کی خاص بات جو یاد رہی یہ تھی کہ مہر مرحوم سوال کرتے وقت سوال کرتے ہوئے "عرض ہے" کے بجائے "معروضہ ہے" کے لفظ استعمال فرماتے اور مجھے یہ بات کچھ عجیب سی معلوم ہوتی تھی۔ مہر، جگر اور یگانہ مرحومین کے بارے میں وقتاً فوقتاً کچھ لکھ بھی چکا ہوں۔ کتاب کے تمام ہیرو اہلِ قلم حضرات تھے۔ الحمد کہ میں نے ان کے علمی کمالات سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور اٹھایا ہے۔ ہاں حضرت سائل کا کلام زیادہ نہ پڑھا ہے نہ سنا ہے۔ قیام ہاپڑ کے دوران میں ایک مشاعرہ غالباً پہاڑ گنج میں ہوا تھا۔ منشی راج بہادر برق مرحوم مہتمم مشاعرہ تھے۔ صدارت حضرت سائل کی تھی۔ مگر حضرت صدر کو آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ لوگ انتظار کرتے کرتے تھک کر بے لطف سے ہو گئے۔ آخر آدھی رات بیت گئی۔ مجبوراً مرحوم برق نے مشاعرہ کی ابتدا کر دی کہ آخر حضرت سائل کی سواری آ گئی۔ مشاعرہ میں جان آ گئی۔ موصوف کی شخصیت اور غزل سرائی نے مشاعرہ کا رنگ ہی بدل دیا۔ سائل کا ترنم ایسا تھا کہ سا[illegible]

حضرت سائل کے ایک بڑے بھائی بھی تھے۔ جن کا تخلص تاباں تھا۔ جس مجلس میں دونوں بھائی اکھٹے ہو جاتے تھے۔ باہم نوک جھونک سے مجلس کا ایک خاص عالم ہو جاتا تھا۔ ایسا ایک نظارہ مجھے بھی یاد ہے۔

کتاب میں حضرت سائل کے تذکرے میں مولانا سید سلیمانؒ اور دہلی کے ایک اہل قلم میں اختلاف کی جو روداد مصنف نے لکھی ہے۔ وہ انسانی غلط فہمیوں کے مضر اثرات کا سبق آموز نمونہ ہے۔

جیسا کہ اوپر اشارہ ہوا۔ کتاب نہایت دلکش۔ کتابت طباعت اور کاغذ وغیرہ کے لحاظ سے بہت اچھی ہے۔

(مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی)

جام جم

شاعر: محمد ذوالنورین (مرحوم)

ملنے کا پتہ: دانش محل، امین الدولہ پارک لکھنؤ

قیمت: تین روپے

محمد ذوالنورین مرحوم ایک کامیاب سرکاری افسر تھے۔ لیکن ان میں شاعری کا فطری جوہر موجود تھا۔ انھیں بچپن ہی سے شعر و ادب کا ماحول ملا تھا۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ طبیعت حساس اور ذہن رسا تھا۔ بقول احتشام صاحب مرحوم "اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگر کسی شخص میں شاعری کا فطری جوہر موجود ہو تو اس کا اظہار جب بھی ہو گا، فنی لطافتوں کے ساتھ ہو گا، اگر زیادہ عمر میں ہوا، یا طویل وقفوں میں ہوا تو بھی اس میں وہ روانی اور بے ساختگی ہو گی، جو اوروں میں خاصے ریاض کے بعد آتی ہے۔ کیونکہ ذہنی اور جذباتی عمر کی وجہ سے اکتساب کی منزلیں جلد طے ہو جاتی ہیں اور فکر و فن کے جوہر نکھر کر سامنے آجاتے ہیں، گویا دبی ہوئی چنگاریوں پر سے راکھ کے ہٹنے اور بجھے ہوئے بجھوں کے اوپر سے پردۂ زمین کے چاک ہونے کی دیر رہتی ہے، ایسی ذوالنورین مرحوم کے ساتھ بھی ہوا۔ انھوں نے غزل گوئی شروع کی تو ایک پختہ کار شاعر کی طرح

ذوالقدرین مرحوم نے یوں تو غزل کے علاوہ منظومات میں بھی طبع آزمائی کی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ غزل ہی میں ان کی تمام تر صلاحیتیں ابھر کر سامنے آئی تھیں۔ وہ کامیاب غزل گو شاعر ہیں غالباً اس کی وجہ رہی ہوگی کہ غزل داخلی کیفیات کے اظہار کا موزوں ترین وسیلہ ہے ایک دردمند اور پرسوز قلب کی آواز کی بازگشت اسی پیکر میں سنی جا سکتی ہے۔ ذوالقدرین کی غزلوں میں انسانیت کی اعلیٰ اقدار کی جھلک جابجا نظر آتی ہے۔ انسانی ہمدردی، محبت، مروّت اور دردمندی کا احساس ذوالقدرین کے کلام میں نمایاں طور پر جلوہ گر ہے۔ نیز حرماں نصیبی، مایوسی، احساسِ کرب اور فراریت جیسے منفی پہلو تقریباً ناپید ہیں۔ ذوالقدرین زمانہ کی شکایت کرتے ہیں۔ لیکن سلیقہ کے ساتھ، تغافل کا گلہ کرتے ہیں۔ لیکن دبے دبے لہجہ میں، یہی شائستگی اظہار ان کی شاعری کی خصوصیت ہے۔

نمونۂ کلام:

مانا فریبِ زیست ہے ہستی خیالِ خام
اک آدمی کی ذات سے دنیا سنور گئی

کہاں سے لاؤں وہ راتیں، کہاں سے لاؤں وہ دن
نگاہِ حسن کو سمجھتے ہیں عشق کا غم تھا

وہ ساقی کیا، نظر جس کی نہ ہو ہر اہلِ محفل پر
وہ میخانہ نہیں جس میں نہ ہر میکش کو جام آیا

تقسیم اگر مے نہ ہوئی سب کو برابر
ہم توڑ کے خم بزم سے نکلیں گے کہ پیمانہ لاؤ

اب دسترس میں اپنی مہ و کہکشاں بھی ہیں
افلاک تک جسارتِ انساں ہے آج کل

ہے سجدہ بیخودی میں ہر قدم پر کوئے جاناں میں
کہ ہم ہر سنگِ در کو تیرا سنگِ آستاں سمجھے
سید نظر برنی

مسلمان اور سیکولر ہندوستان

مصنف: ڈاکٹر مشیر الحق
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
قیمت: چھ روپے

کچھ عرصہ ہوا ڈاکٹر مشیر الحق کی ایک کتاب "امریکہ کے کالے مسلمان" شایع ہوئی تھی۔ یہ امریکہ کے حبشی مسلمانوں کا بہت سائنٹفک مطالعہ تھا۔

حال ہی میں ان کی ایک کتاب "مسلمان اور سیکولر ہندوستان" شایع ہوئی ہے۔ اس میں سیکولرازم کی طرف مسلمانوں کے رویے کا غائرانہ انداز میں جائزہ لیا گیا ہے۔ ابتدائی حصے میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ مذہب اور سیکولرازم میں کیا رشتہ ہے؟ یہ دونوں ایک ساتھ چل سکتے ہیں یا ان میں تضاد ہے؟ سیکولرازم کا بنیادی اصول یہ ہے کہ مذہب محض خدا اور انسان تک محدود ہے۔ جب کہ بقول ڈاکٹر مشیر الحق مذہب ایک مثلث ہے۔ انسان، خدا اور انسان کے درمیان۔ مذہب کی بنیاد عقائد پر ہوتی ہے اور یہ عقائد عمل کا روپ دھار لیتے ہیں۔ عمل کا نتیجہ مختلف انسانی ارادوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ گویا مذہب نام ہے ایک مخصوص طرزِ فکر اور اس پر عمل کا۔ جس کا اثر پورے سماج پر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا آسان نہیں ہے کہ مذہب اور سیکولرازم میں تضاد نہیں ہے۔ مشیر صاحب نے اس سلسلے میں اسلام کے بنیادی عقائد اور مسلمانوں کے طرزِ فکر و عمل پر خاصی طویل بحث کی ہے۔ وہ خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ریاست کی بنیاد سیکولرازم پر

ہونی چاہیے۔ لیکن فرد کو مذہبی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔

ان کا یہ کہنا ہے کہ سیکولرازم کے معاملے میں مسلمان تین گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک گروہ سیکولرازم کا شدت سے مخالف ہے۔ اس میں عام طور سے مذہبی لوگ ہیں۔ دوسرا گروہ محض سیاسی مصالح کی بنا پر سیکولرازم کو تسلیم کرتا ہے اور وہ بھی صرف اس حد تک کہ حکومت کی نظر میں تمام مذاہب برابر ہونے چاہییں۔ اور حکومت کا خود کوئی مذہب نہیں ہونا چاہیے۔ تیسرا گروہ نئے تعلیم یافتہ تجدد پسند حضرات کا ہے۔ جو سیکولرازم کے پرچار میں انتہاپسندی سے کام لیتے ہیں۔ مشیر صاحب کی یہ بات کافی حد تک ٹھیک ہے کہ سیکولرازم سے عام مسلمانوں کی بیزاری کی ایک بڑی وجہ یہ تیسرا گروہ بھی ہے۔ کیوں کہ یہ لوگ جوش بحث میں اسلام پر غیر ضروری اور بعض اوقات دل آزار حملے کرتے ہیں۔ ایک اور اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اکثریت نے ابھی تک سیکولرازم کو دل سے نہیں مانا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ بیشتر تقریبوں کا آغاز مذہبی اشلوکوں سے ہوتا ہے۔ دوسری طرف اگر مسلمان اپنی تقریبوں کی ابتدا قرآن کی آیتوں سے کرتے ہیں تو ان پر فرقہ پرستی کا الزام آتا ہے۔ بقول ڈاکٹر مشیرالحق مسلمان اور سیکولرازم کے درمیان صرف مذہب اسلام نہیں بلکہ سیاسی غیر عدم تحفظ۔ معاشی بدحالی اور فرقہ وارانہ کشمکش بھی ہے۔

اِن تمام مسائل کا بہت سائنٹیفک تجزیہ کیا گیا ہے۔ لیکن بعض باتیں قابلِ غور ہیں۔ مثلاً اگر یہ ٹھیک ہے کہ مذہب اور سیکولرازم میں فاصا تضاد ہے جیسا کہ مشیر صاحب نے ثابت کیا ہے تو اس کا حل کیا ہے؟ ۔ اگر مسلمان دوسرے مذاہب کا احترام کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت انھیں سیکولرازم کو تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ مشیر صاحب نے اس کا کوئی واضح حل نہیں بتایا۔ پھر ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ مسلمانوں میں سیکولرازم کے نظریات کو مقبول کرنے کے لیے مسلم علماء کا تعاون حاصل کرنا چاہیے۔

یا یہ مشیر صاحب بھی مانتے ہیں کہ نئے تعلیم یافتہ مسلم طبقے پر علما کا

قطعی اثر نہیں ہے ان کا اثر عربی مدارس کے فارغین (جن کی تعداد بہت کم ہے) اور کم یا بے پڑھے لکھے مسلمانوں پر ہے۔ مسلمانوں میں نہ صرف سیکولرازم کو مقبول بنانے بلکہ ان کے معاشی اور سماجی مسائل کو بھی حل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان میں جدید تعلیم کو عام کیا جائے۔ پھر علما بھی وقت کے تقاضوں کے مطابق خود کو بدلیں گے۔ بشیر صاحب نے اپنے مطالعے کے لیے صرف شہری مسلمانوں کو بنیاد بنا کر جو نظریات قائم کیے ہیں ان کی رُو سے ان کا اطلاق تمام ہندوستانی مسلمانوں پر ہوتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ لگ بھگ بچھتر فیصدی مسلمان دیہی علاقوں میں رہتے ہیں۔ اور ان کے سوچنے کا انداز شہری مسلمانوں سے بالکل مختلف ہے۔ وہاں سیکولرازم کے نظریات سے واقفیت حاصل کیے بغیر سیکولرازم کے بنیادی اصولوں پر عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً شہر میں بعض سیاسی جماعتوں یا بعض مسلم علماء کے زیر اثر ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کا احترام نہیں کرتے۔ لیکن دیہی زندگی میں ایسا کبھی نہیں رہا۔ ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کے مذہب کا غیر معمولی احترام کرتے ہیں۔ بلکہ اگر کوئی شخص اپنے مذہب پر پوری طرح عمل نہیں کرتا تو دوسرے مذہب کے لوگ بھی اسے پسند نہیں کرتے۔ ہندوستان میں سیکولرازم ایسی چیز نہیں ہے جو مغرب سے لاکر ہندوستانیوں پر تھوپ دی گئی ہو۔ یہ ہزاروں برس کی روایت کی دین ہے۔

ہندوستانی سیکولرزم کے لیے ہندوستان کی تاریخ، یہاں کی روایتوں اور مختلف مذہبوں کے گہرے مطالعے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ان صوفیوں اور سنتوں کی تعلیمات کا بھی گہرا مطالعہ کرنا ہوگا جو ہر مذہب کو خدا تک پہنچنے کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے اور جس کا اثر آج تک ہندوستان کی بہت بڑی آبادی کے ذہنوں پر ہے۔

مذہب کے نام پر فرقہ وارانہ یت صرف شہروں تک محدود ہے۔ ...

کی بنیاد سیاسی جماعتوں کے ذاتی مفاد پر ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ پوری کوششوں کے باوجود فرقہ پرست سیاسی جماعتیں دیہی علاقوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں۔

(ڈاکٹر) خلیق انجم

از : نصرت آرا

درد کا رشتہ

ملنے کا پتہ : بک امپوریم سبزی باغ پٹنہ

قیمت :

نصرت آرا بہار کی ہونہار ادیبہ ہیں ان کی کہانیاں مختلف رسالوں میں اکثر و بیشتر چھپتی رہتی ہیں "درد کا رشتہ" موصوفہ کا پہلا افسانوں کا مجموعہ ہے جو حال ہی میں پٹنہ سے شایع ہوا اور سولہ چھوٹے بڑے افسانوں پر مشتمل ہے۔

کہانی کہنا اور سننا عورت کا محبوب مشغلہ ہے لیکن کہانی اس ڈھب سے کہی جائے کہ جو پڑھے اسے اپنی کہانی معلوم ہو ایک آرٹ ہے اور نصرت آرا اس آرٹ کو جانتی ہیں۔

ان کے افسانے پڑھکر پہلا تاثر یہ ہوتا ہے کہ ان افسانوں کی لکھنے والی دردمند دل اور حساس طبیعت کی مالک ہیں جو انسانی زندگی کی چھوٹی چھوٹی محرومیوں دکھ سکھ کو محسوس کرتی ہیں۔ ان کی کہانیاں رنگا رنگ ہیں وہ صرف حسن و عشق کی داستان ہی نہیں کہتیں بلکہ ان کی کہانیوں میں ازدواجی زندگی کی کشمکش، آسودگی اور نا آسودگی بھی ہے افراد کی نفسیاتی الجھنیں بھی، سیاسی حادثات کی کہانی بھی ہے۔ صوبے، زبان، قوم اور مذہب کے تعصب کے تکلیف دہ نتائج بھی۔

انداز بیان دلچسپ اور زبان رواں دواں ہے۔ کہیں کہیں وہ شدت پسندانہ جذباتیت پر پوری طرح قابو نہیں پا سکی ہیں۔ لیکن عام طور پر ان کا انداز بیان متوازن ہے۔ ویسے تو سبھی افسانے دلچسپ پُر اثر اور سبق آموز ہیں۔ لیکن "درد کا رشتہ" "چنگاری" "اور [illegible]" "موضوعا

اور انداز بیان دونوں کے لحاظ سے بہت خوبصورت افسانے ہیں۔

"درد کا رشتہ" نصرت آرا کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے۔ لیکن ادب میں ان کے روشن مستقبل کا حامل ہے۔

صغرا مہدی

خواب نئے

مصنف: ظفر ادیب
ناشر: قصر اردو، اردو بازار۔ دلی ۶
قیمت: چھ روپے

"خواب نئے" اردو کے جانے پہچانے فکر انگیز شاعر اور نقاد جناب ظفر ادیب کی ایک طویل نظم ہے۔ جسے ایک تہذیبی سفر کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اس میں ہندوستانی کے علاوہ، مصری، چینی، عربی، ایرانی، رومن اور دیگر یورپی تہذیبوں کا احاطہ کیا گیا ہے اس نظم کا مسلک انسان دوستی ہے جس کے جگہ جگہ واضح اشارے مل جاتے ہیں۔

ظفر ادیب کے یہاں اشاریت پائی جاتی ہے۔ کنایوں میں بات کہنے کا سلیقہ انہیں خوب آتا ہے۔ لیکن زیر تبصرہ نظم ان کے موڈ اور مزاج کے عین برعکس ہے۔ یہاں انھوں نے اشاروں سے بات کرنے کے بجائے واضح اور مدلل انداز سے اپنا مقصد بیان کیا ہے۔ اس مقصد نے آخر میں روس بھارت اتحاد کو کسی حد تک پراپیگنڈے کی شکل دے دی ہے۔

ہیئت کے اعتبار سے ظفر ادیب نے اس میں اپنی انفرادیت برقرار رکھی ہے۔ اس نظم کے لیے ظفر ادیب نے مثنوی کی صنف اپنائی ہے لیکن پوری نظم کو ایک بحر میں لکھنے کے بجائے مختلف بحروں میں کہا گیا ہے ہر باب کی ابتدائی بحر سے ہوتی ہے لیکن بحروں کے انتخاب میں کہیں شاعر کے موڈ کو دخل رہا ہے۔ البتہ اس سے کچھ نئے رنگا رنگ کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے اور مثنوی کو چار چاند لگ گئے ہیں۔

مجموعی طور پر "خواب نئے" ظفر ادیب کی انسان دوستی اور خصوصاً ہندوس

شعر اور شاعر

مرتب: ضیا فتح آبادی
ناشر: راجپال اشک۔
جے ۲/۱۲ راجوری گارڈن، نئی دہلی
قیمت: پانچ روپے

فارسی تذکرہ نگاری کا کام چھٹی صدی ہجری سے شروع ہوا۔ اُردو تذکرہ نویسی کا رواج میر اور درد کے عہد کی دین ہے لیکن اس دور کے تذکرے نایاب ہیں صرف نام باقی رہ گئے ہیں۔

اُردو میں مولوی محمد حسین آزاد کی "آبِ حیات" (۱۸۸۰ء) کو صحیح معنوں میں تذکرہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ قدیم تذکروں سے فن اور مواد دونوں حیثیتوں سے مختلف ہے۔ اس میں اُردو زبان کی تاریخ، لسانی مسائل، مختلف ادوار کی ادبی خصوصیات، شاعروں کی شخصیت اور کلام پر تنقید کا عنصر ملتا ہے۔ اس کے بعد بعض کتابیں بھی اس زمانہ کی ملتی ہیں جن کو تذکروں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اسی حیثیت سے "شعر اور شاعر" کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے۔ ضیا فتح آبادی شاعر ہیں اور بزمِ سیماب اور رسالہ سیماب کے ذریعہ اردو ادب کی ترویج ان کی زندگی کا مشغلہ رہا ہے انھوں نے بزمِ سیماب دہلی سے متعلق شاعروں کے خود نوشت حالات اور انتخاب کلام، شایع کیے ہیں شعر اور شاعر میں۔ طالب چکوالی۔ آرہ کے سہگل۔ طالب دہلوی۔ خیرا نچند نسیم۔ ضیا فتح آبادی۔ اثر دہلوی۔ مہتہ درد کرشن مراری۔ سرشار ہوشیار پوری۔ اوم پرکاش بجاج۔ کرشن موہن۔ ڈی راج کنول۔ شباب دہلوی۔ راجپال اشک۔ مظہر نسیم۔ پریم دت چاند۔ جانباز پانی پتی۔ کیلاش چندر ناز۔ دھرم ویر سیماب۔ آفت کچھوچھوی شامل ہیں۔

مرتب نے "شعر اور شاعر" کی ترتیب میں سنہ پیدائش کو بنیاد بنایا ہے۔ قدیم بیاض کی روایت کو قائم رکھا ہے جس میں شاعر اپنا انتخاب کلام محفوظ کر دیتا تھا۔ اس کے ساتھ یہ جدت بھی ملتی ہے کہ شاعروں کے خود نوشت حالات درج کیے گئے

جن کی صحت کو چیلنج کرنا بے سود ہے۔ اس طرح سوانحی اور تاریخی عناصر کی شمولیت کے سہارے اردو شاعری کی ترقی کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔ اردو شاعری کے ماضی اور حال کے رشتہ کی آگہی ہو سکتی ہے۔

اصل میں تذکرے کی اساس۔ ادبی تنقید، سوانح اور تاریخ ان سہ گونہ عناصر پر ہونی چاہیے۔ شعر اور شاعر میں کلام شاعر پر سرسری تبصرہ بھی نہیں کیا گیا یعنی ادبی تنقید کا عنصر اور سمو دیا جاتا تو اس کو اردو تذکرہ نگاری کی فہرست میں ایک مکمل اضافہ قرار دیا جاتا۔ بہر حال اس میں دو عناصر ترکیبی شامل ہیں اس لیے اس کو مفید اضافہ کہنا چاہیے۔ ضیا فتح آبادی کی یہ ادبی جرأت رندانہ اس لحاظ سے بھی قابلِ قدر ہے کہ انھوں نے ان شاعروں کو حیاتِ نو بخشی اور اردو شعرا کی تعداد کی وسعت کا اعلان کیا۔ ضیا فتح آبادی صدر بزم سیماب نے پیش لفظ میں فنِ تذکرہ نگاری پر روشنی ڈالی ہے اور اس کتاب کی وجہ اشاعت بیان کی ہے۔ کتاب کے آخر میں راجپال اشک سکریٹری نے بزم سیماب کی ادبی سرگرمی کا بیان کیا ہے شعری و ادبی نشستوں میں شریک ہونے والے اہلِ قلم کے نام دیے ہیں۔

"شعر اور شاعر" میں جن شعرا کو شامل کیا گیا ہے ان میں مختلف مکتبِ خیال کے افراد شامل ہیں انھوں نے اردو شاعری اور نثر نگاری کے مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی ہے یعنی کلاسیکل، ترقی پسند، جدیدیت پسند اور ادب برائے ادب کے نمائندے بھی! اس طرح قاری کو اس دور کے مختلف رجحانِ شعری کے سمجھنے کا موقع فراہم ہوتا ہے ان فن کاروں کی ایک خوبی یہ ہے کہ انھوں نے زندگی میں جہاد کر کے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔ وطن کی خدمت کی ہے اپنی اقتصادی اور ازدواجی زندگی کو شاداب بنایا ہے۔

ان سب شعرا کی تصویریں شامل اشاعت ہیں۔ کتاب اچھی چھپی ہے اور اغلاط سے پاک ہے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

مصنف: ڈاکٹر فضل امام

بھوجپوری ادب کا تعارف ناشر: ۱۰۔ لیڈر روڈ۔ الہ آباد (یوپی)

قیمت: چار روپے

آزادی کے بعد ہندوستان میں ملک کی بولیوں، علاقائی زبانوں اور دستوری زبانوں کے فروغ کی کوششیں کی گئی ہیں اسی قسم کی یہ کوشش ڈاکٹر فضل امام کے قلم کا نتیجہ ہے یعنی "بھوجپوری ادب کا تعارف"

ڈاکٹر فضل امام نے بھوجپوری گیتوں اور لوک کہانیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس زبان کا بنیادی علاقہ پرگنہ بھوج پور ضلع شاہ آباد (بہار) بتایا ہے اس کا ایک مرکز کلکتہ کے ایک مخصوص علاقے کو قرار دیا ہے۔ یعنی بھاگیرتھی کے کنارے جوٹ کے کارخانوں میں کام کرنے والا بھوجپوری محنت کش طبقہ ہر اتوار کو کلکتہ کے اکٹر لونی مانومینٹ کے پاس قلعہ کے میدان میں اکٹھا ہوتا ہے جس کو بھوجپوریا مونی مٹھ کا معروف نام مل گیا ہے اس میں گیت، لوک کتھا اور لوک کہانی کی آوازیں گونجتی ہیں۔

مصنف کی تحریر کے مطابق بھوجپوری ۰۰ ۷۰ مربع میل کے وسیع علاقے میں بولی جاتی ہے ڈاکٹر بکنن اور جارج گریرسن نے بھوجپوری زبان کا اپنی تحریروں میں ذکر کیا ہے جذبات کی امنگ کے علاوہ کتابوں میں بھی اس کا سرمایہ محفوظ ہے۔

ہیوگر فریزر نے بھوجپوری گیتوں کا ایک مجموعہ شایع کیا تھا۔ جان بیمز نے ایک مقالہ سپرد قلم کیا۔ اے، جی، شرف نے ہندی لوک گیت کے نام سے اپنی کتاب چھاپی۔

کرشن دیو اپادھیائے نے گرام گیتوں کا سب سے پہلے ایک مجموعہ پیش کیا۔

ڈبلو، جی، آرچر اور سنکٹا پرشاد نے اس کام کو بہتر صورت میں پیش کیا۔

درگا پرشاد سنگھ نے بھوجپوری لوک گیت کرنٹر رس ایڈٹ کیا۔

دیونند رستیارتھی نے "دھرتی گاتی ہے" شایع کر کے مفید اضافہ کیا۔

اس کتاب میں بھوجپوری شاعری کے مختلف دور دکھائے گئے ہیں۔ شاعروں کے نام اور نمونۂ کلام بھی دیا گیا ہے۔

بھوجپوری کے نثر نگاروں کے ذکر بھی ہے اس میں چندر شیکھر مسرا کے ساتھ اودھ بہاری سنگھ سمن، روی دت شکلا، گورکھ ناتھ چوبے اور مہا پنڈت راہل سانکرتاین کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ آخری چار ناموں کی شمولیت کی یہ وجہ بتائی ہے کہ سمن نے جیہیں کی سند کہانیوں کا مجموعہ۔ شکل نے دیوا کشر چرت بھوجپوری کا سب سے پہلا ڈراما اور چوبے نے مغربی بھوجپوری میں ایک ڈراما الٹا زمانہ تحریر کیا تھا۔ پنڈت راہل نے ۱۹۴۷ء میں بھوجپوری ساہتیہ سمیلن کا خطبۂ صدارت بھوجپوری زبان میں پڑھا تھا۔

اس کار ثواب (تالیف قلب) کی بنیاد پر ان کا نام بھوجپوری زبان کے نثر نگاروں میں شامل کرنا قطعی مناسب نہیں۔ اصل یہ ہے کہ یہ چاروں افراد ہندی زبان و ادب کی تاریخ کے معروف و موقر ادیب ہیں ان کا ذکر بھوجپوری زبان سے وابستہ کرنا زیب داستان ہی کیا جائے گا۔

ڈاکٹر فضل امام نے بھوجپوری کی فرہنگ پر بھی غور کیا ہے اور مختلف عنوانات قائم کر کے عربی فارسی الفاظ کی طویل فہرست مرتب کی ہے۔ مثلاً امیر، تاج، دربار، مالک، سردار، صوبہ، حصہ، حساب وغیرہ

ان کے علاوہ ایسے الفاظ بھی بھوجپوری میں اپنا تلفظ بدل چکے ہیں جیسے کسبہ (قصبہ) کھجانہ (خزانہ) گلطی (غلطی) اکھتیار (اختیار) نالس (نالش) موں کدمہ (مقدمہ) بنولست (بندوبست) پھرستہ (فرشتہ) مہجد (مسجد) پیگمبر (پیغمبر) وغیرہ

اس میں کلام نہیں کہ مصنف نے اس کتاب کا مواد فراہم کرنے میں محنت و کاوش سے کام لیا ہے۔ کافی مطالعہ کیا ہے۔ زبان کے مختلف پہلوؤں پر نظر رکھی ہے اور موضوع کے لحاظ سے کتاب کی ترتیب کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے اس سے بھوجپوری زبان کی معلومات کے ساتھ اردو داں طبقہ میں لسانی ربط بھی پیدا ہوگا یہ نقوش دوسرے اہل قلم کے لیے مددگار ثابت ہوں گے۔

کتاب ابھی چھپا ہے۔

(ڈاکٹر) سیفی بدری

گناہ کا رشتہ

ناول نگار: مانک ٹالا

ناشر: مانک ٹالا

اوم نواس، وڈالا، بمبئی ۲۹/۲۳۲، ۳۱

قیمت: چھ روپے

مانک ٹالا اردو کے جانے پہچانے افسانہ نگار ہیں۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ "پیاسی بیل" قارئین اور ناقدین فن سے مقبولیت کی سند حاصل کر چکا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے قابلِ ذکر رسائل میں تبصرے شائع ہوئے اور ان کے فن کو سراہا گیا۔ اب ان کی کہانیوں کا مجموعہ "گناہ کا رشتہ" منظرِ عام پر آیا ہے راجندر سنگھ بیدی نے اس کا دیباچہ رقم کیا ہے جس میں مانک ٹالا کے فنِ افسانہ نویسی پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کی مختلف کہانیوں مثلاً 'ململ کا تھان'، 'ایک دن کا سلطان'، 'آبرو باختہ'، 'پدما ایک کال گرل تھی'، 'نالی کا کیڑا' وغیرہ کے محاسن کو پیش کیا ہے۔ ایک جملے میں راجندر سنگھ بیدی نے مانک ٹالا کے افسانہ لکھنے کی تکنیک، کہانی کے تار و پود اور اس کے تاثر کو سمو دیا ہے۔

دیباچے میں ص ۴ پر درج ہے:

"مانک ٹالا افسانہ کہنے کا فن طبعی طور پر جانتے ہیں"

"گناہ کا رشتہ" پڑھنے کے بعد قاری کو محسوس ہوگا کہ افسانہ نگار متانت و سنجیدگی اور تہذیب کی بہتر اقدار کا امین ہے۔ لہجے میں دھیما پن، جزیات نگاری کی صلاحیت، ہلکی طنز نگاری اور تاثر وغیرہ محاسن مجموعی طور پر ملتے ہیں۔

مانک ٹالا نے اپنے معاصرین افسانہ نگار، سماجی زندگی، اپنے ذاتی تجربات، دلچسپیوں اور رجحانات سے کہانی لکھنے میں اپنی الگ ایک راہ بنائی ہے۔ بعض کہانیوں کے کردار پر ملک کے معروف افسانہ نگاروں کی چھاپ

ملتی ہے مگر اس کا فن تقلیدی نہیں۔ مختلف ممالک کی سماجی زندگی، نظام حیات اور تہذیبی اقدار کے مطالعہ و مشاہدہ نے مانک ٹالہ کی کہانیوں کو خوبصورت، نیا اور مقصدی بنانے میں بہت کچھ مدد کی ہے۔

"گناہ کا رشتہ" پرانی اور نئی کہانیوں پر مشتمل ہے۔ اس میں اٹھارہ افسانے ہیں۔ ان افسانوں میں ہندوستان اور پاکستان کی سیاسی، سماجی تہذیبی اور عائلی زندگی کو پیش کیا گیا ہے۔ آزادی کے بعد ملک کی تہذیبی و سیاسی زندگی اور نئی نسل کے رجحان میں تبدیلی کے باعث انسانی رشتوں کا متضاد سسٹم ہمارے سامنے ہے اس کی تصویریں بھی کہانیوں میں ملتی ہیں۔

اس میں ایک کہانی "جج اکبر" ہے۔ میں نے پریم چند کے افسانے "جج اکبر" کی رعایت سے اس کو سب سے پہلے پڑھا اور ذہن کو یہ معلوم کرنے کی جستجو ہوئی کہ اس میں پریم چند کا چربہ ہے یا کوئی نئی بات ملے گی؟ یہ افسانہ ملک کے بٹوارے کی خونی تاریخ کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ اخلاقی سبق میں پریم چند کا تاثر شامل ہے۔

مگر کہانی کے ر   ) میں مانک ٹالہ کا ذہن صاف الگ نظر آتا ہے۔ اس کہانی کا اہم کردار "جیدا چاچا" تخلیق کرنے میں مانک ٹالہ نے اپنے فن کی بلندی کو پیش کر دیا ہے یہ کردار جذبات کی طوفانی ہمدردی سے نہیں بلکہ خطرناک زندگی کی کشمکش اور نفسیاتی طور پر ابھرا ہے اور اس نے نہایت طاغوتی ماحول پر فتح پا کر انسانی رشتوں کی پاکیزگی اور عظمت کا عملی ثبوت دیا ہے۔ اس نے مذہبی نقطۂ نگاہ سے انسانی ہمدردی کی افضلیت کا درس دیا ہے اس کو سیاسی اصطلاح میں سچا سیکولرزم اور قومی یکجہتی کہا جائے گا۔

مانک ٹالہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہاں نیکی کے کردار ہی میں نہیں بلکہ بدی کے کردار میں بھی "حسن" تلاش کر لیا جاتا ہے اور یہ فنکار کے ذہن کی بلندی ہے اس کی بہتر مثال "چونی لال" کردار ہے۔ افسانہ نگار کی زبان میں رچاؤ اور خوبصورتی ہے۔ دلچسپی کا عنصر تقریباً ہر کہانی میں پایا جاتا ہے غرض "گناہ کا رشتہ" مطالعہ

اور قدر کی چیز ہے -

کتاب کی طباعت پسندیدہ ہے -

(ذاکر سیفی پریمی)

اثاثۂ منصور

مصنف : سید نذر الحسن قادری
پبلشر : مکتبہ قادری رام پور
قیمت : دس روپے

" اثاثۂ منصور " کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ خواجہ حیدر علی آتش کے سجادہ نشینوں کی کمی نہیں - مگر افسوس کہ وقت کی گرد نے ان سجادہ نشینوں کو اتنا گرد آلود کر دیا کہ عوام کی نظروں سے دور ہو گئے - ہاں اگر کوئی سید نذر الحسن قادری جیسا مصنف عقیدت اور ادب بینی کی نظر سے تلاش کرے تو شائقین ادب ان بزرگوں سے روشناس ہو سکتے ہیں - اس راہ میں مصنف کو کس قدر دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اس کا اندازہ مصنف کی گذارش پڑھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے - منتشر شیرازہ کے گرد آلود اوراق جو یا تو انفرادی بیاضوں کی زینت بن چکے تھے یا پھر عقیدت مندوں کی یادداشت میں محفوظ تھے مصنف نے کافی محنت کے بعد ان کو یکجا کیا - اس دور کے تمام تذکروں سے استفادہ کیا - تب جا کر " اثاثۂ منصور " کی تخلیق ہوئی - اس مادی دور میں " اثاثۂ منصور " کی تخلیق " تہ دریا سے بھی جا ڈھونڈ نکالا گوہر " کے مصداق ہے -

کتاب کی سادگی صوفیانہ مسلک کے عین مطابق ہے - کتابت اور طباعت اپنی سادگی میں حسن رکھتی ہے - جگہ جگہ فٹ نوٹس کے ذریعے مصنف نے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے - کتاب کی ابتدا میں مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے بڑے سادے لیکن پر شکوہ انداز میں کتاب کا تعارف بہت خوب کرایا ہے اس کے بعد مصنف نے سید حاجی عرف منصور علی کی مختصر سوانح عمری انتہائی سادہ زبان و انداز میں بیان کی ہے - چوں کہ منصور علی خاں صوفی منش تھے اس لیے ان سے متعلق بہت سے ایسے واقعات بھی قلمبند کیے ہیں جن پر عقیدت مند بلا شبہ یقین کر لیتے ہیں لیکن موجودہ ذہن اعتراضات

کے پہلو ڈھونڈتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات ہر صوفی کے کردار سے ہمیشہ وابستہ رہے ہیں۔

سجع گوئی اور تاریخ گوئی صنف شاعری کی مشکل ترین صنعت اور ذہین رسا کی بہترین مثال ہے منصور علی خاں کو ان دونوں صنعتوں میں ملکہ حاصل تھا۔ چنانچہ مصطفیٰ حسین نام کا سجع اس طرح کہا ہے۔

"رنگین گل است زچمن مصطفیٰ حسین"

"خانۂ خدا" ۱۲۶۱ھ ایک مسجد کی تاریخ ہے۔

سیّد صاحب نے صنف شاعری کی بیشتر صنفوں میں شاعری کی ہے۔ فارسی اور اور اردو دونوں زبانوں میں جو کچھ بھی کہا خوب کہا ہے۔ خاص طور سے تضمین کا حصہ بہت خوب ہے۔ خصوصاً حافظ کی مشہور غزل ۔"الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا" کو اردو مصرعہ لگا کر واقعہ کربلا کے ساتھ تضمین کیا ہے۔

حسین اللہ کے عاشق یہی کہتے تھے مقتل میں   کہ عشق آساں نمود اوّل و لے افتاد مشکلہا

غزل زبان اور بیان کے لحاظ سے یکساں نہیں۔ زبان سے زیادہ تخاطب اور مضمون پر زور دیا گیا ہے۔ سارا کلام صوفیانہ رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی کہیں کہیں مضمون آفرینی کا چٹخارہ موجود ہے۔ فارسی اور اردو کے مشہور اساتذہ کی بحروں میں طبع آزمائی بہت خوب کی ہے۔ لیکن بعض غزلوں میں زبان ادبی معیار سے سطحی ہے۔ مثلاً یہ دونوں شعر کسی ایک شاعر کے نہیں معلوم دیتے۔

(۱) دوپہر اور فکر کر اور تو   ہر سحر لا الہ الا اللہ

(۲) ایک تو آئے ہیں غصے میں چڑھا کر ابرو
دوسرے لائے ہیں تلوار خدا خیر کرے

کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں ہیں۔ اگر اغلاط نامہ بھی کتاب سے منسلک کر دیا جاتا تو بہتر ہوتا۔

نمونۂ کلام حسب ذیل ہے -

اردو

چپتی ہے منہ مرا سینہ ، ہاں کس پیار سے
ان لبوں کا ذکر کیا کہنا مری تقریر کا

حسن خو ہوں ، حسینی بو ہوں ، خلق بوترابی ہوں
زمیں ہوں نقش پا ہوں ، خاکساری ہوں تحمل ہوں

کون فرقت میں شریک غم ہے
ہاں یہی اشک فشانی میری

رنج ان کو مرے شکووں سے ہوا
عذر کرتی ہے پشیمانی میری

ادھر آ کھینچ کر تلوار ہم خواہاں ہیں اے قاتل
زمیں پر لوٹنے کے رسم بسمل کے شہادت کے

فارسی

دلربائے ما بہ شانِ دیگر است
خط نہ خالِ او نشانِ دیگر است

بحسنِ خویش کہ خود عاشق ایں حکایت اوست
حدیثِ دامن و عذرا دنل دمن ہمہ نیست

من نظر بازم بچشم پاکدامنیِ حور
از مے کوثر خمارِ نرگسِ شہلائے من

نیست اے زاہد شبِ ماہ صیام
لیلۃ القدر است ابروئے علی رضا

نفیس احمد صدیقی

مصنف: صالحہ عابد حسین

جانے والوں کی یاد آتی ہے

قیمت: اٹھارہ روپے

ملنے کے پتے: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

اوّل تو کتاب کا نام ہی کتنا مؤثر اور معنی خیز ہے پھر پہلے ہی صفحے اور پہلی سطر کی عبارت .... " جانے والوں کی یاد کیسے نہیں آتی؟ پیاروں کی یاد کیسے نہیں رلاتی؟ اور جب کسی فن کار کے دل پر چوٹ پڑتی ہے تو جدائی کی یہ آگ صرف آنسو اور آہیں نہیں بجھاتیں۔ یاد کے زخم کا مرہم اس کے ساتھ روتے ہوئے قلم کے آنسو بنتے ہیں ....." اس سے زیادہ پر درد وضاحت ان حزنیہ مضامین کی اور کیا ہو سکتی ہے۔؟

جن مرحومین کی یادوں پر یہ مجموعہ مشتمل ہے، تعداد میں وہ سترہ ہیں اور ان کو تین ابواب یا عنوانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ (۱) میرے بزرگ محترم۔ (۲) میرے دوست اور (۳) میرے پیارے۔

پہلے عنوان کے تحت تو ایسی ہستیاں ہیں جن کی بزرگی اور جن کا احترام ہر اس شخص پر واجب ہے جس کے دل میں وطن کی محبت، قوم کا درد، مذہب کا پاس اور انسانی قدروں کا لحاظ و احساس موجود ہے۔ ان میں علم و ادب کے سر بلند ستون ہیں، آسمانِ سیاست کے آفتاب و ماہتاب ہیں، خلق و کرم کے منبع و مخرج ہیں اور کردار و گفتار کے اعلا ترین نمونے۔ مثلاً مولانا حالی۔ مہاتما گاندھی۔ مولانا آزاد۔ پنڈت نہرو۔ ڈاکٹر ذاکر حسین اور خواجہ غلام السیدین وغیرہ۔

'میرے دوست' جن کو کہا گیا ہے۔ ان میں دو مقبول و معزز خواتین ہیں اور ایک ہمہ صفت موصوف مرد۔

بیگم صدیقہ قدوائی کی زندگی کے دو رُخ سامنے آتے ہیں ایک یہ

خاتون خانہ دوسرے بہ لحاظ ایک سوشل ورکر اور دونوں جگہ ان کی وفا شعاری، انکسار، اخلاص اور خدمت گزاری کا نقش پڑھنے والے کے دل پر ثبت ہوتا رہتا ہے۔ اُن کے شوہر مرحوم شفیق الرحمٰن قدوائی ان معدودے چند لوگوں میں سے تھے جنھوں نے۔ عیش و فراغت سے کنارہ کش ہوکر جامعہ سے وابستگی اس کے لیے ہر ایثار اور خدمت پر آمادگی اپنا شعار بنالیا تھا اور وہ بڑے عزم و استقلال کے ساتھ عمر بھر اس پر قائم رہے۔

بیگم قدسیہ زیدی کی "سیرت و صورت دونوں کا جمال دلوں کو تسخیر اور نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے"، ان لفظوں کی واقعت کارانہ اور جچی تلی تشریح، توضیح، تفسیر اور تفصیل کتاب کے سولہ سترہ صفحوں میں قلم بند ہے۔

"میرے پیارے"، اس عنوان کے تحت اپنی ماں، دو بھائی، ایک بھاوج، ایک بزرگ خاندان اور ایک نوعمر بھانجے کی دائمی مفارقت پر نہایت درد انگیز اسلوب اور دل پذیر انداز میں اظہارِ غم کیا گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے خون کے رشتے تھے جن کا نہ کوئی بدل ہوتا ہے نہ مماثل۔

ارادت و عقیدت کے تذکرے ہوں یا دلی تعلق کا اظہار، محبت کی دل نواز مثالیں ہوں یا مفارقت کی زہرہ گداز حکایتیں ان سب کی ترجمانیوں اور عکاسی میں بیگم عابد حسین کے قلم نے ان کے جذبات کا اور جذبات نے قلم کا پورا پورا ساتھ دیا ہے۔

ٹائیٹل خاصا جاذب نظر ہے۔ پروف ریڈنگ، طباعت اور صحتِ املا کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت تھی۔

انعام الحق

نئی مطبوعات

ہوا کے دوش پر	غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
یادوں کے سائے	عتیق صدیقی	۱۸/-
تلاش میر	نثار احمد فاروقی	۱۱/-
غالب اور شاہانِ مغلیہ	ڈاکٹر خلیق انجم	۹/۵۰
دھند	صغرا مہدی	۸/-
ادھورے سجدے	کیفی اعظمی	۶/-
جدید ترکی ادب کے ارکان ثلاثہ	ضیاء الحسن فاروقی	۴/-
تمدن اسلام (تاریخ)	مولانا عبدالماجد دریا آبادی	
سیرتِ نبوی (سیرت) (ترجمہ)	نثار احمد فاروقی	۷/۵۰
پہلا پتھر (شعری مجموعہ)	طاہر تلہری	۶/-
تنقید سے تحقیق تک (تنقید)	ڈاکٹر عنوان چشتی	۱۵/-
مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں (آپ بیتی)	خواجہ غلام السیدین	۳۰/-
رشتۂ گونگے سفر کا (شعری مجموعہ)	مظہر امام	۱۰/-
پلکوں تلے (ناول)	عطیہ پروین	۴/۵۰

بقیہ اداریہ صفحہ ۶ کا

تھے۔ ان کی موت نے نہ جانے کتنی بیواؤں اور یتیموں کو دوبارہ بیوہ اور یتیم بنا دیا۔ خدا مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے آمین۔

سال کے اس آخری مہینے نے اور بھی کئی محبوب ہستیوں کی مفارقت کے ان مٹ داغ دیے۔ اعظم گڑھ میں معارف کے اڈیٹر اور دار المصنفین کے روحِ رواں، مولانا شاہ معین الدین ندوی کی رحلت سے علم و ادب کا ایک اور درخشاں ستارہ ڈوب گیا۔ مرحوم کی ذات بڑی صفات کی حامل تھی۔ ان کے انتقال سے شبلی منزل سونی ہو گئی۔ دعا ہے کہ علامہ شبلی کا لگایا ہوا یہ پودا (دار المصنفین) مرجھانے نہ پائے اور یہاں سے علم و ادب کی شعاعیں اسی آب و تاب کے ساتھ پھوٹتی رہیں۔ ادارہ کتاب نما مرحوم کے لیے دعا گو ہے اور ان کے متعلقین کے دکھ میں برابر کا شریک۔

اس سال اردو کے خوش قسمت ادیب جناب آل احمد سرور ہیں جن کی ادبی خدمات کا اعتراف ساہتیہ اکادمی نے کیا۔ نیشنل اوارڈ سرور صاحب کو ان کی تصنیف "نظر اور نظریے" پر عطا ہوا ہے ہم اس اعزاز پر سرور صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ ہماری خوشی دوچند ہے اس لیے کہ "نظر اور نظریے" مکتبہ جامعہ نے شایع کی ہے۔

مکتبہ جامعہ کی قابلِ فخر پیش کش

نگارشات

پروفیسر محمد مجیب

پروفیسر محمد مجیب کی اردو نگارشات تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے موضوعات کا میدان اتنا ہی وسیع ہے۔ جتنی کے خود زندگی۔ یہ مجیب صاحب کے ان مضامین کا انتخاب ہے جو آپ نے ۱۹۲۷ء سے ۱۹۴۷ء تک رسالہ "جامعہ" کے لیے لکھے تھے۔

مجیب صاحب کی ادبی خدمت کا اعتراف اردو کے تمام حلقوں نے کیا ہے۔ مکتبہ جامعہ بھی اس پُرخلوص اعتراف میں شریک ہے اور اسی کے ایک ادنیٰ اظہار کے طور پر یہ مجموعۂ مضامین ان کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

قیمت :- ۱۶/-

(فوٹو آفسٹ کے ذریعہ شایع کی گئی)

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

باپو (حصہ اوّل دوم)	معنف : الیف سی فریٹاس	مترجم : صالحہ عابد حسین	۳/-
کشمیر	" : مال سنگھ تصاویر پرکاند	" : خدیجہ عظیم	1/50
پرندوں کی دنیا	" : جمال آرا	" : محمد شفیع الدین نیر	1/50
ہماری ندیوں کی کہانی	" : لیلا مجمدار	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/-
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	" : لیلاوتی بھاگوت	" : " " " "	1/50
رسیلی کہانیاں	" : منوج داس	" : صغرا مہدی	1/50
آزادی کی کہانی (اوّل دوم)	" : وشنو پربھاکر	" : انور کمال حسینی	۳/-
ہماری ریلیں	" : جگجیت سنگھ	" : عرش ملسیانی	1/50
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	" : کے بی کھنہ تصاویر :	کرشن کھنہ	1/50
آؤ ناٹک کھیلیں	" : اوما نند	مترجم : رفیعہ منظور الامین	1/50
بہت دن ہوئے (اوّل دوم)	" : ایم چوکسی و پی ایم جوشی	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/-
بہادروں کی کہانیاں	" : راجندر اوستھی	" : انور کمال حسینی	1/50
روہنت و نندیا	" : کرشن چیتنیہ	" : " "	1/50
سدا بہار کہانیاں	" : شانتا رنگاچاری	" : " " " "	1/50
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اوّل دوم)	معنف : سیریجایت علی	مترجم : سید احسان	۳/-
بڑا پانی	: لیلا مجمدار	مترجم : صالحہ عابد حسین	1/50
سویرا	" : ملک راج آنند	" : انور کمال حسینی	1/50
ہاکی کا کھیل	" : سردیو سانیال	" : پریتم لال	1/50
خالہ بلی کا خاندان	" : منوہر داس چترویدی	" : محمد شفیع الدین نیر	1/50
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	" : بریگیڈیر گیان سنگھ	" : محمد ذاکر	1/50
پھول اور شہد کی مکھی	" : اشوک داور	" : انور کمال حسینی	1/50
سب کا ساتھی سب کا دوست	" : اما شنکر	" : " "	1/50
سونا کی سیر	" : تارا تیواڑی	" : " " " "	1/50

تقسیم کار : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

"ناولستان" نئے ناول

خاکِ تمنّا — سراج انور

زیرِ نظر ناول "خاکِ تمنا" اپنے واقعات، کردار اور پلاٹ کے لحاظ سے ایک جیتی جاگتی، چلتی پھرتی اور زندگی کی حقیقتوں کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ ایک نہایت دل چسپ ناول جسے ایک بار پڑھنے کے بعد بھی بار بار پڑھنے کو دل چاہے گا۔ قیمت 11/50

دھوپ چھاؤں — مسرور جہاں

مسرور جہاں آپ کی جانی پہچانی ناول نگار ہیں۔ زیرِ نظر ناول آپ کا تازہ ترین ناول ہے جو سماجی ناولوں میں یقیناً نمایاں مقام حاصل کرے گا۔ قیمت: 11/50

منزلیں پیار کی (نفسیاتی ناول) — (ڈاکٹر سیفی پریمی

ہمارے سماج میں کئی جزیرے ہیں جن میں لڑکیاں پھسل کر پہنچ جاتی ہیں۔ کچھ دن بعد وہ نفسیاتی اُلجھن کا شکار بن جاتی ہیں۔ صرف سماج کا دیا ہوا سپردگی کا جرم ہی ان کی شرافت کا معیار بن کر رہ جاتا ہے "عورت" فنا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر سیفی پریمی نے اپنے ناول "منزلیں پیار کی" میں نو عمری اور دولت کے جزیروں میں دو حسین لڑکیوں کی گرفتاری اور رہائی کی داستان پیش کی ہے۔

قیمت: 8/-

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

آب حیات	محمد حسین آزاد	تلخیص: پروفیسر احتشام حسین	۶/۷۵
منتخب نظمیں	مختلف شعرا	مرتبہ: علی سردار جعفری	۴/-
چار دیواروں میں	ایم ٹی، واسدیون نائر	مترجم: ظفر ادیب	۷/۷۵
فاطمہ کی بکری اور بچپن کا ساتھی	ویکم محمد بشیر	″ : اظہر پرویز	۵/۷۵
گنگا چیل کے پنکھ	لکشمی نندن بورا	″ : رضیہ سجاد ظہیر	۶/۷۵
برہمن لڑکی	شری دھر وینکٹیش کیتکر	″ : اگر سین نارنگ	۷/-
ملیالم افسانے	مرتبہ: اوم چیری این این پلّے	″ : ″ ″ ″	۸/۷۵
تامل افسانے	″ : می پال، سوم، استدم	″ : حسرت سہروردی	۸/-
ہندی افسانے	″ : ڈاکٹر نامور سنگھ	″ : اگر سین نارنگ	۹/-
پنجابی افسانے	″ : ہربھجن سنگھ	″ : مخمور جالندھری	۷/-

ذاکر حسین سیریز کی کتابیں

ابو خاں کی بکری	ڈاکٹر ذاکر حسین	۳/-
انوکھی دکان	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰
گلابو چوہیا اور پریزاد	″ ″ ″	۲/۵۰
دنیا کے جانور	″ ″ ″	۲/۵۰
راجہ رام موہن رائے	عرش ملسیانی	(زیر طبع)
خواجہ الطاف حسین حالی	صالحہ عابد حسین	(″ ″)
سلطان زین العابدین "بڈشاہ"	رضیہ سجاد ظہیر	(″ ″)
ذاکر صاحب کی کہانی	سعیدہ خورشید عالم	(″ ″)

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر دلی ۲۵، دہلی ۶، بمبئی ۳، اور علی گڑھ ۲

نیا افسانہ
وقار عظیم

وقار عظیم نے افسانوی تنقید میں غیر معمولی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ انھوں نے نئے افسانے اور نئے افسانہ نگاروں کا بڑی چابکدستی سے جائزہ لیا ہے اور ہمعصر افسانے کے بدلتے ہوئے رجحانات کا ایک حسین تجزیہ پیش کیا ہے۔

قیمت : -/۶

جدید شاعری
عبادت بریلوی

جدید شاعری محض کسی اسلوب، ہیئت اور خیال کا نام نہیں۔ یہ ایک ادبی تحریک ہے جو مولانا حالی سے زمانہ حال تک مختلف پُر پیچ راستوں سے گزرتی رہی ہے اور اس نے ارتقا کی نہ جانے کتنی منزلیں طے کی ہیں۔

قیمت :- -/۲۰

تصوّراتِ اقبال
مولانا صلاح الدین احمد

علامہ اقبال پر اگرچہ اب تک بے شمار کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں لیکن مولانا صلاح الدین کی یہ بلند پایہ اور قابلِ قدر تصنیف "تصوّراتِ اقبال" سلسلۂ اقبالیات میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کو بلا شبہ ایک امتیاز حاصل ہے۔

قیمت: ۱۲/۵۰

غزل اور مطالعۂ غزل
عبادت بریلوی

زیرِ نظر کتاب طالب علم سے استاد تک، اور عوام سے خواص تک، ہر ایک کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔ اس کے بغیر اردو غزل کا مطالعہ نامکمل رہے گا۔

قیمت: -/۲۰

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی تازہ مطبوعات

موت کے بعد

شیو رام کارنت — مترجم: محمود سروش

زندگی کا حاصل صرف چند یادیں ہی تو نہیں تو پھر انسانی زندگی کا حاصل ہے کیا؟ اس ناول میں ایسی جستجو کا ایک رُخ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قیمت: ۸/۷۵

اُردو افسانے

مرتبہ: رضیہ سجاد ظہیر

اردو افسانہ آج بھی رنگارنگ اور زندگی سے لبریز تخلیقات سے مالا مال ہے۔ ایک طرف تو وہ اپنے تمام پڑھنے والوں میں ہر دلعزیز ہے اور دوسری طرف وہ دنیا کی کسی بھی زبان کے افسانوں کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔ اس مجموعے میں اردو کے ۲۴ بلند پایہ افسانے شامل ہیں۔ قیمت: ۱۰/۵۰

مَیں

ہری نرائن آپٹے — مترجم: کشور سلطان

مراٹھی ناولوں میں نئے خیالات کا دور شروع کرنے کا سہرا ہری نرائن آپٹے کے سر ہے۔ ان کے یہاں نئی سمت کا اشارہ ملتا ہے۔ اس ناول میں بھی ہری نرائن نے تبدیلیِ حالات، زندگی کے نئے روپ اور اس کے مسائل پیش کئے ہیں

قیمت: -/۹

آدمی کے رُوپ

یش پال — مترجم: سہیل عظیم آبادی

زیرِ نظر ناول میں ایک پہاڑی بیوہ نوجوان عورت سوما کے ذریعے مختلف حالات اور سماج کے مختلف طبقات میں آدمی کے بہت سے روپوں کی کہانی بیان کی گئی ہے۔

قیمت: -/۱۲

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی مصنف: ڈاکٹر ایس اگروال ترجمہ: مخمور جالندھری ۲/۲۵
اکبر ": لارنس بینس ": رضیہ سجاد ظہیر ۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر ": ڈی۔ آر۔ اٹھلے ": ش۔ قدوائی ۲/۲۵
عظیم باغی ": ڈ کنکیڈ ": ڈاکٹر پرپاتما سرن ۶/۲۵
قاضی نذرالاسلام ": یسودھا چکرورتی ": عرش ملسیانی ۲/۲۵
کبیر ": ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری ": ایم کے درّانی ۲/۷۵
کچھوا اور خرگوش ": ڈاکٹر ذاکر حسین با جلد -/۱ مجلد -/۲
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت مرتبہ نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی ۲/۲۵
گرو نانک مصنف: گوپال سنگھ ترجمہ: مخمور جالندھری ۳/۲۵
عشق بنتی تصویریں ": بھگوتی چرن ورما ": رضیہ سجاد ظہیر ۵/۰
تاش کے محل (ناول) ": میاں رنگتا یکما ": زینت ساجدہ ۵/۵۰
تامل افسانے مرتبہ: می پال سوم۔ سندرم ": حسرت سہروردی ۸/۰
سفید خون (ناول) مصنف: نانک سنگھ ": رتن سنگھ ۸/-
گرو گوبند سنگھ ": ڈاکٹر تامور سنگھ ": مخمور جالندھری ۳/۰
ہندی افسانہ مرتبہ: ڈاکٹر نامور سنگھ ": اگر سین نارنگ ۹/۰
زندگی ایک ناٹک (ناول) مصنف: پنالال پٹیل ": کشور سلطانہ ۱۰/۰
پنجابی افسانے مرتبہ: ہربھجن سنگھ ": مخمور جالندھری ۷/-
رنجیت سنگھ مصنف: ڈی۔ آر۔ سود ": " " " ۲/۷۵
جدوجہد آزادی ": بپن چندر ": غلام ربانی تاباں ۵/۵۰
بنگڑ واڑی ": ڈنکیس مادگول گولکر ": عرش ملسیانی ۵/۲۵
شاعر ": تارا شنکر بندوپادھیائے ": پرمیش کار ڈے ۸/۷۵

مکتبہ کی اہم مطبوعات:

پردیسی کے خطوط — مجنوں گورکھپوری کے ۶۰ خطوط کا مجموعہ

مکتوبات، روزنامچوں اور مکالمات کی صورت میں زندگی اور زندگی کے مختلف شعبوں کے رموز و نکات اور مسائل و معاملات زیادہ دل نشینی کے ساتھ کہے جا سکتے ہیں۔ [illegible] کے پیش نظر مجنوں صاحب نے یہ خطوط سپردِ قلم کئے ہیں۔ جن میں چند اہم موضوعات پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ خطوط تنقید و تنقیص اور شعر و حکمت کا بہترین نمونہ ہیں۔

قیمت: ۲/۷۵

قلم کا مزدور — پریم چند (سوانح) — مدن گوپال

یہ کتاب منشی پریم چند کی داستانِ حیات ہے جس کو مدن گوپال صاحب نے برسہا برس کی طویل محنت کے بعد پریم چند کے خطوط، ان کی تحریروں اور اُن کی شریکِ حیات کی لکھی ہوئی یادداشتوں کی مدد سے مرتب کیا ہے۔ کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تلخ ہو یا شیریں جو صحیح بات تھی، من و عن پیش کر دی ہے۔

قیمت: ۵/۰

کاروانِ فکر

یوسف صاحب کے بصیرت افروز مقالات کا مجموعہ۔ جس میں اخلاقی قدروں کو خاص طور پر اہمیت دی گئی ہے۔ فاضل مصنف نے ہر گتھی کو بڑے واضح اور مدلل انداز سے سلجھا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ بالآخر نیکی ہی بدی پر غالب آتی ہے اور عمل ہی سے تقدیریں بنا کرتی ہیں۔ موصوف کے اندازِ فکر میں گہرائی ہے۔ معنویت ہے اور پھر زبان کا حسن ہے جو دوسرے کے ہاں بہت کم ملتا ہے۔

قیمت: ۳/۷۵

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵، دلی ۶، بمبئی ۳، علی گڑھ ۲

ترقی اُردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

جدید ہندوستان میں ذات پات ایم، این. سری نواس مترجم : شہباز حسین

اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید ہندوستان کے جمہوری طریقۂ کار، انتظامیہ اور تعلیمی میدان میں ذات پات نے کیا حصّہ لیا ہے۔ سیاسی میدان میں اس کو کس حد تک عمل دخل حاصل ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے قیمت :- ۱۰/-

حیدر علی نریندر کرشن سنہا مترجم : اقتدار حسین صدیقی

یہ کتاب نہ صرف حیدر علی کی سوانح ہے بلکہ یہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارویں صدی کی عجیب و غریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ ہے۔ اگرچہ اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظرانداز نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی زندگی سے متعلق ہے۔ قیمت :- ۱۷/-

ہندوستانی معشیت الک گھوش مترجم : محمد خلیق

عام طور پر ان ملکوں کو کم ترقی یافتہ کہا جاتا ہے جن کا معیارِ زندگی کم ہو، جن کی معشیت کا انحصار زراعت پر ہو اور جہاں صنعت و حرفت بہت کم ہو۔ ہندوستان کا حال بھی کچھ ایسا ہی رہا ہے۔ تفصیلات اس کتاب میں ملیں گی۔ قیمت : ۲۵/۲۷

ہندوستانی معاشرہ عہدِ وسطیٰ میں کنور محمد اشرف مترجم : قمرالدین

"ہندوستان کے لوگوں کی زندگی اور معاشرت" مرحوم ڈاکٹر اشرف کی لافانی تصنیف ہے یہ کتاب اس دور میں تصنیف ہوئی جب تاریخ کا مطالعہ محض حکمرانوں کی زندگیوں اور ان کے عسکری کارناموں تک ہی محدود تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے تاریخ کے مطالعے کے لیے بلاشبہ نئی راہیں متعین کرکے ایک قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے۔ قیمت : ۱۸/۲۵

چند اہم کتابیں:

موجودہ تعلیمی مسائل
عبداللہ ولی بخش قادری

قادری صاحب نفسیات خصوصاً تعلیمی نفسیات کے تجربہ کار اور بالغ نظر استاد ہیں۔ یہ کتاب اُن کے ۲۴ مضامین کا مجموعہ ہے جن میں تعلیم و تربیت کے متعدد پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے یہ بتایا گیا ہے کہ سرپرستوں اور استادوں کو تعلیم و تربیت کے ساتھ انسانی زندگی و تہذیب کے دوسرے کن کن پہلوؤں پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔

قیمت: ۴/۵۰

جامعہ کا طریقہ
عبدالغفار مدھولی

"جامعہ کا طریقہ" مدھولی صاحب کے تیس پینتیس سال کے ان تجربوں کا نچوڑ ہے جو آپ نے ابتدائی تعلیم کے میدان میں مدتوں لگ کر حاصل کئے ہیں۔ یہ کتاب زیر تربیت استادوں ہی کے لیے نہیں، اُن استادوں کے لیے بھی مفید ہوگی جو مبتدی بچوں یا بڑوں کو اُردو یا ہندی پڑھنا لکھنا سکھاتے ہیں۔ اِس میں طریقۂ تعلیم کی وضاحت کے ساتھ ساتھ پڑھانے کے امداد کا سامان بہم پہنچانے اور تیار کرنے کی تدبیریں بھی بتائی گئی ہیں۔

قیمت: ۲/۵۰

آزمایش
(چوتھا اڈیشن) ڈراما — پروفیسر محمد مجیب

۱۸۵۷ء کی ملک گیر عوامی تحریک کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا۔ پر یہ غدر نہیں تھا بلکہ حصولِ آزادی کی تحریک کی طرف پہلا قدم تھا۔ موثر قدم۔

"آزمائش" اسی پہلی جنگِ آزادی سے متعلق ایک دل چسپ ڈراما ہے۔ ڈرامے میں اصل واقعات کو مستند تاریخی پس منظر میں پیش کیا گیا ہے۔

قیمت: ۲/۰۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵، دلی ۶، بمبئی ۳، علی گڑھ ۲

پرنٹر پبلشر: سید احمد علی - طابع: جمال پرنٹنگ [illegible]

کتاب نما

نئی دہلی

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

معیاری ادب

	مرتب	
[...]شعر و شاعری	رشید حسن خاں	
[...]سراج اورنگ آبادی	(ڈاکٹر) محمد حسن	
[...] انیس و دبیر	رشید حسن خاں	[illegible]
[...]مراثی انیس و دبیر	رشید حسن خاں	[illegible]
[...]نظیر اکبر آبادی	رشید حسن خاں	[illegible]
[...]خیال	مالک رام	[illegible]
[...] آزاد (تلخیص)	(ڈاکٹر) قمر رئیس	[illegible]
[...]س بریں	(ڈاکٹر) قمر رئیس	[illegible]
[...]زادہ	(ڈاکٹر) قمر رئیس	[illegible]
[...]سعدی	رشید حسن خاں	۲/--
[...]اکبر الہ آبادی	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	۲/--
[...]میر	(ڈاکٹر) محمد حسن	[illegible]
[...]ان درد	رشید حسن خاں	[illegible]
[...]النسا	صالحہ عابد حسین	[illegible]
[...]مضامین شبلی	رشید حسن خاں	[illegible]
[...]یان اودا	(ڈاکٹر) محمد حسن	[illegible]
[...]غالب (حصہ اردو)	مالک رام	[illegible]
[...]غالب (حصہ فارسی)	مالک رام	[illegible]
[...]گلزار نسیم	رشید حسن خاں	[illegible]
[...]لکھنؤ	رشید حسن خاں	۱۰/--
[illegible]	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	[illegible]
[illegible]	(ڈاکٹر) سید ظہیر الدین مدنی	۳/--
[illegible]	(ڈاکٹر) خلیق انجم	[illegible]
[...]نسیم	مالک رام	[illegible]
[illegible]	اطہر پرویز	[illegible]
[illegible]	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]	رشید حسن خاں	[illegible]
[...]محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	[illegible]
[...]ذوق	(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی	[illegible]
[...]مضامین سرسید	انور صدیقی	[illegible]

[...]کتب کی قیمتوں میں کچھ اضافہ ہوا ہے [...]

[...] صفحات [...] ملاحظہ فرمائیں

منیجنگ ایڈیٹر
شاہد علی خاں
ایڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما

نئی دلی ۲۵
لائبریریوں کے لیے سالانہ دو روپے

فروری [illegible]
جلد ۱۶
شمارہ ۲
سالانہ ۵ روپے
فی پرچہ ۵۰ پیسے

اشاریہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ کا جلسۂ تقسیم اسناد عام طور پر اس کے یوم تاسیس، ۲۹ اکتوبر کو منعقد ہوا کرتا تھا۔ اس مرتبہ بعض وجوہ کی بنا پر یہ تقریب ۲۰ جنوری کو منائی گئی۔ تقریب اپنی روایتی سادگی مگر پر وقار انداز میں منائی گئی۔

کامیاب طلبا سے خطاب عزت مآب جناب فخرالدین علی احمد، صدر جمہوریۂ ہند نے فرمایا۔ محترم صدر نے اپنی مختصر سی تقریر میں جامعہ ملیہ کے کام اور اس کے قومی اور تاریخی کردار کا اعتراف فرماتے ہوئے بعض اُن آرا سے اختلاف کیا جن کے خیال میں آزادی کے بعد جامعہ ملیہ کے مقاصد کی تکمیل ملک کی دوسری یونیورسٹیاں کر رہی ہیں۔ اس لیے جامعہ ملیہ کسی خصوصیت کی حامل نہیں رہی۔ آپ نے فرمایا کہ موجودہ حالات میں بھی جامعہ ملیہ کی اتنی ہی اہمیت اور ضرورت ہے جتنی کہ آج سے ۵۵ سال قبل سنہ ۲۰ء میں تھی۔ صدر محترم نے مزید فرمایا کہ قومی یکجہتی اور جذباتی ہم آہنگی کی آج پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔

صدر محترم نے بانیانِ جامعہ مہاتما گاندھی، مولانا محمد علی، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور ڈاکٹر ذاکر حسین کو ان کی مساعیٔ جمیلہ اور قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

اس جلسہ کی صدارت امیر جامعہ، عالی جناب ہدایت اللہ صاحب سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ نے فرمائی اور پروفیسر مسعود حسین خاں نے اپنی رپورٹ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے تمام شعبوں کی کارکردگی سے حاضرین کو روشناس کرایا۔

دسمبر ۱۹۷۴ء میں اُردو دنیا کو ایک اور بڑے صدمے سے دوچار ہونا پڑا جب صدیق بکڈپو لکھنؤ کے مالک حاجی محمد صدیق صاحب کا انتقال ہو گیا۔ مرحوم نے ۹۵ سال کی عمر پائی تھی۔ کم و بیش ۷۵ سال اپنے کتب خانے اور مطبوعات کے ذریعہ تشنگانِ ادب کو سیراب کرتے رہے، اس طرح تجارتِ کتب کو ایک پروقار کاروبار بنا دیا۔

مرحوم نے اپنے کاروبار کے ساتھ ملک کی سیاسی اور سماجی سرگرمیوں میں حصّہ لے کر لکھنؤ کی ادبی اور سیاسی زندگی میں اہم مقام حاصل کر لیا تھا۔ ان کے انتقال سے اُردو دنیا ایک اچھے خادم اور ہمدرد سے محروم ہو گئی۔

ادارۂ کتاب نما حاجی صاحب مرحوم کے انتقال پر ان کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے اور پس ماندگان کے ساتھ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

دِلّی کے قدیم ترین تعلیمی ادارہ " دلی کالج " کا نام جب سے ڈاکٹر ذاکر حسین کالج رکھا گیا ہے۔ اس کے نام کی تبدیلی ایک متنازعہ فیہ مسئلہ بن گئی ہے بعض اصحاب کو اس تبدیلی پر سخت اعتراض ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس تاریخی ادارے کا نام نہیں تبدیل کیا جانا چاہیے۔ ان کے خیال میں ذاکر صاحب کے نام پر کوئی نیا تعلیمی ادارہ قایم کیا جائے اور دِلّی کالج کو دِلّی کالج ہی رہنے دیا جائے۔

بابائے اُردو نے "مرحوم دِلی کالج" کے نام سے اس کی تاریخ لکھی تھی اب جناب مالک رام اس تاریخ کو مکمل کر رہے ہیں۔ اور عنقریب ان کا یہ کارنامہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو جائے گا۔

احمد وصی

غزل

بدن کے خون کی گرمی اُبھارتے رہیے
کسی بھی نام سے مجھ کو پکارتے رہیے

اسی لباس میں تن کیوں سمٹ کے رہ جائے
نئے لباس پہنتے اُتارتے رہیے

مری نگاہ کے آئینے سامنے رکھ کر
تمام عمر بدن کو سنوارتے رہیے

یہاں خود اپنی صدا تو سنائی دیتی ہے
جواب آئے نہ آئے پکارتے رہیے

سُنا تھا چوٹ سے پتھر بھی ٹوٹ جاتے ہیں
مگر یہ جھوٹ ہے سر لاکھ مارتے رہیے

○

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اہم کتاب

یادوں کے سائے

علیق صدّیقی

خود نوشت بھی ہے اور سفر نامہ بھی۔ رپورتاژ بھی ہے اور بیتی یادوں کا تاریخی تجزیہ بھی۔

اِس کتاب کا تانا بانا تو ہندوستان کی چار دہائی پہلے کی سیاسی تاریخ نے فراہم کیا ہے۔ لیکن اِس کا اسٹیج بنت النیل کا قلب، قاہرہ ہے اور ضمناً ارضِ لیلا اور دیارِ شیریں۔ بغداد اور تہران بھی ہیں جہاں اِس ہندوستانی ڈرامے کے پردے اُٹھتے اور گرتے رہے ہیں۔

دَم توڑتا ہوا برطانوی عہد، ہندوستانی فوجیوں کے جذبات و احساسات۔ سیاسی لیڈروں کی سرگرمیاں، عام سماجی سیاسی رجحانات اور پھر جگہ جگہ ہلکے پھلکے اشاروں میں رُومانی حادثات، اِن سب حقائق کے امتزاج نے اِس تاریخی دستاویز میں ایک تنوّع پیدا کر کے اسے اور بھی دل چسپ بنا دیا ہے۔

قیمت: اٹھارہ روپے ۱۸

مسز روشن اختر کاظمی

"قرۃ العین حیدر بحیثیت افسانہ نگار

افسانہ ایک ایسی حساس، لطیف اور نازک صنف سخن ہے جس میں ایجاز و اختصار کے پیش نظر تفصیلات سے دامن بچایا جانا لازمی ہو جاتا ہے حیات کے کسی ایک رُخ کو ایک مختصر مدت میں اس انداز سے منظر عام پر لانا کہ انسانی زندگی کی حشر سامانیاں اس کے محشر خیال کا پرتو ٹھہریں، سہل الحصول نہیں کافی جگر کاوی کا کام ہے اس لیے یہ صنف ادب جتنی زیادہ مقبول ہے۔ اتنی ہی زیادہ مشکل بھی یہ تو افسانہ اور غزل کی بدقسمتی ہے کہ جب بھی کوئی تھوڑا پڑھا لکھا آدمی، اپنی ادبی دلچسپیوں کا اظہار کرتا ہے تو سب سے پہلے تختہ مشق. مندرجہ بالا صنف ادب و سخن ٹھہرتی ہے۔

اُردو میں مختصر افسانہ کی عمر بہت مختصر ہے۔ اس کی ابتدا اب سے تقریباً پچاس سال قبل ہوئی اور عام طور پہ پریم چند کو اس کا باوا آدم مانا جاتا ہے اگرچہ پریم چند سے قبل بھی کچھ افسانے ملتے ہیں لیکن وہ طبع زاد نہیں ہیں۔ اس قسم کے افسانوں میں سجاد حیدر یلدرم کے افسانے تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ اُردو میں جس صنف ادب نے حیرت انگیز ترقی کی وہ مختصر افسانہ ہی ہے، چنانچہ دور حاضر میں ہم کو چند نام ایسے نظر آتے ہیں. جن سے مستقبل کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں. کرشن چندر، عصمت، بیدی، احمد ندیم قاسمی

بلونت سنگھ، رام لعل، رتن سنگھ، انتصار حسین، جیلانی بانو، ممتاز شیریں، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور، قرۃ العین حیدر وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔

قرۃ العین حیدر کا پہلا ناول "میرے بھی صنم خانے" ۱۹۴۷ء کے واقعات سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے۔ اس وقت انکی عمر صرف بیس سال تھی لیکن ان کے شعور کی پختگی کا اندازہ اس ناول کے تار و پود سے ہوجاتا ہے۔

قرۃ العین حیدر کے افسانوں میں وہ سارے رجحانات ملتے ہیں جو اب تک زندگی کی تار و پود بنتے رہے ہیں۔ ان کا انداز خالص فنکارانہ ہے اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ افسانہ نگار کی شخصیت کہیں پر فراموش نہیں ہوسکی ہے۔ ان کو زندگی اور فن کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ اس کا بھی سلیقہ ہے کہ افسانے کے مواد اور ہیئت کو شخصیت کے رنگ سے کس طرح ہم آہنگ کیا جائے۔

قرۃ العین کے افسانوں میں زندگی فن شخصیت کے گہرے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے اور یہی سبب ہے کہ تصنع کی پر تکلف فضا سے محفوظ ہے۔ ان کے یہاں ماحول اور کردار کا انتخاب ایک پختہ شعور کا نتیجہ ہے جس کے بارے میں ان کا تجربہ اور مشاہدہ براہ راست ہے اور یہ ان کی ذہانت ہے اگرچہ اس انتخاب کے سبب سے ماحول میں وسعت کی کمی محسوس ہوتی ہے اور اکثر ناقدین نے بہت سخت انداز نظر سے کام لیا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ حقیقت نگاری کا فرض اسی طرح سے پورا ہوسکتا ہے۔ انھوں نے تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعہ دوسرے قسم کے ماحول کا نقشہ بھی پیش کیا ہے لیکن وہ نزاکت باقی نہیں رہتی ہے بلکہ بیانیہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے "ہاؤسنگ سوسائٹی" میں محمد پور کے خانقاہی ماحول کے بیان اور کلکٹر صاحب کے خیمے اور ہاؤسنگ سوسائٹی میں جمشید ہاؤس کے بیان میں بہت فرق ہے، اگرچہ دونوں اپنی اپنی جگہ مکمل ہیں۔

قرۃ العین حیدر کے افسانوں اور ناولوں میں بھی غور و فکر کا پہلو بہت اہم ہے۔ موضوع کے انتخاب اور غور و فکر کی منزل پر ہی پہونچ کر ادیب کی انفرادیت کا اظہار ہوتا ہے اور یہ قرۃ العین حیدر کی کامیابی ہے کہ انھوں نے کہیں بھی اپنی انفرادیت کو نہیں کھویا ہے اور اسی لیے ان کا نام اردو افسانہ نگاری میں ہمیشہ باقی رہے گا۔ انھوں نے مقصد کے حصول کے لیے فن کی نزاکت کو کہیں بھی قربان نہیں کیا ہے۔

قرۃ العین حیدر نے تقسیم ہند سے بہت گہرا اثر قبول کیا ہے اور تاریخی المیہ کو صرف ہندوستان کی تقسیم تک محدود نہیں رکھا ہے۔ بلکہ اسے عالم انسانیت کا المیہ قرار دیا ہے۔ ایسے افسوس ناک حادثات سے ذہنی اور روحانی طور پر جس طرح انسان متاثر ہوتے ہیں اس درد کو انھوں نے ایک بے حس فلسفی کی طرح نہیں بلکہ ایک حساس انسان کی طرح محسوس کیا ہے۔ عام طور پر ہنگامی نوعیت کے افسانوں میں گہرائی نہیں ہوتی ہے۔ لیکن قرۃ العین اور کرشن چندر نے جس طرح اس موضوع پر لکھا ہے یہ ان کی فنکاری کی دلیل ہے۔

قرۃ العین کی ایک نمایاں صفت یہ بھی ہے کہ انھوں نے شروع سے جو اسلوب اپنے لیے مقرر کیا ہے اسی پر قائم ہیں۔ اگرچہ امتداد زمانہ کے اعتبار سے موضوع اور مواد میں تنوع پیدا ہوا ہے۔ ان کے افسانوں میں جنس کا تذکرہ بہت کم ہے اور ہے بھی تو واضح طریقہ پر۔ انھوں نے انسانی زندگی کے معاشی، سیاسی پہلوؤں پر غاصبانہ زور دیا ہے، انسانوں کی آرزوؤں امیدوں اور ذہنی الجھنوں کا تذکرہ ہے جب کہ قرۃ العین حیدر کے اکثر معاصرین مثلاً عصمت، منٹو، مہندر ناتھ، ممتاز مفتی وغیرہ جنسی زندگی کا فنکار ہیں۔ ان کے فن پر ایک پرسوز قسم کی رومانیت طاری ہے۔ ان کے یہاں محبت کا تصور بھی خالص رومانی ہے جو کہ انسانی زندگی کو عملی طور پر بہت

کم متاثر کرتی ہے۔ ان کے نظریہ کے مطابق محبت کا جذبہ ذہنی ہم آہنگی سے پیدا ہوتا ہے، ذہنی رفاقت کا نام ہی محبت ہے اور اس جذبہ کو جنسیت سے کوئی لگاؤ نہیں ہے، اگرچہ انسانی نفسیات کی رو سے یہ غلط ہے۔ ان کا محبت کا تصور سر تا سر تصوراتی ہے جسے حقیقت سے لگاؤ نہیں۔ ان کی رومانیت پسندی کی مثالیں "وہی زمانہ وہی فسانہ" اور "میں نے لاکھوں کے بول سہے" سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اُن کے افسانوں میں گرد و پیش کے ماحول کی بے شمار شاعرانہ تصاویر ہیں جن پر افسانہ نگار کے اس مخصوص فن کا گہرا رنگ چڑھا ہوا ہے۔

بقول وقار عظیم "ان کے افسانوں میں کہیں ایلس کی کہانیوں کی بے لوث سادگی ہے کہیں اینڈرسن کی داستانوں کی طلسماتی فضا اور کہیں امیر خسرو کے دوسخنوں والے انداز حیات کی شاعرانہ بے فکری اور بے نیازی۔"

قرۃ العین حیدر کے یہاں وسعت فکر ہے لیکن تخیل پرستی نے اکثر حقیقت کا خون کر دیا ہے۔ ان کے کردار بھی خیال پرست ہیں۔ اگرچہ سبھی کردار ذہین ہیں مرکزی کردار عام طور پر اس مقام پر متمکن نظر آتے ہیں۔ جہاں زندگی کے رازہائے سربستہ کو حل کرنے کی کوشش اور اعلیٰ معیار برقرار رکھنے کی خواہش ان کی ذاتی خواہشات پر حاوی رہتی۔ اس لحاظ سے ان کے اکثر کردار بنیادی طور پر فلسفی ہیں، عام انسان نہیں۔ فلسفہ سے متاثر ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے قصوں میں کوئی خاص تحریک عمل نہیں ملتی۔ اگرچہ قرۃ العین حیدر نے کسی خاص فلسفہ کا پرچار نہیں کیا لیکن وہ ہندو فلسفہ سے کافی متاثر ہیں جو کہ اس کا قائل ہے کہ کائنات ایک انجانی طاقت کے زیر اثر لڑھکتی رہتی ہے اس لیے انسانی جد و جہد لایعنی ہے لیکن اس سے اس غلط فہمی میں نہ پڑنا چاہیے کہ ان کے کردار شروع سے ہی ایسے ہوتے ہیں بلکہ کرداروں کے ارتقائی عمل کے بعد جو نتائج اخذ ہوتے ہیں وہ اس بات کو ثابت کر دیتے ہیں کہ ان کی ساری کوششیں جن مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے تھیں وہ خود ہی بے معنی نہ ہوتے ہوئے بھی کسی نہ

کسی وجہ سے بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کوئی ان دیکھا ہاتھ نہیں بلکہ کبھی غلط معاشرہ اور کبھی اس غلط معاشرہ کے پروردہ انسان ان کی بنی بنائی جنت کو تاراج کر دیتے ہیں، اس طرح قرۃ العین حیدر معاشرہ کی اصلاح کی حامی کہی جاسکتی ہیں۔ کارمن اور گریسی کے کردار سے یہ مثالیں واضح ہو جاتی ہیں۔ ثریا، سلمیٰ اور بے شمار کردار اسی جبر و تشدد کا شکار ہیں۔

ڈاکٹر اقبال نرائن اور آفتاب رائے کے کردار انسانیت کے جگمگاتے چراغ ہیں جو کہ اپنی ذاتی خواہشات کو عام انسانوں کے لیے قربان کر دیتے ہیں۔ لیکن حقیقی زندگی میں ایسے انسان بہت کم نظر آتے ہیں۔

جمشید کا کردار دور حاضر کے سرمایہ دار کا جیتا جاگتا کردار ہے سرمایہ دارانہ نظام میں ایسے ہی افراد زندہ بھی رہ سکتے ہیں اور ترقی کی منازل سے بے خوف و خطر گذر سکتے ہیں۔

سلمان کا کردار انسانی حریت فکر و عمل کا مظہر ہے۔ اس کے جسم کو فنا کیا جا سکتا ہے لیکن آزادی کی روح کو ختم کرنا ناممکن ہے۔ ان مثالوں سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ قرۃ العین اس حقیقت سے واقف ہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام میں انٹیلکچولس کو ان کا صحیح مقام ملنا ناممکن ہے

قرۃ العین حیدر کا رجحان بھی اشتراکیت کی جانب ہے۔ لیکن انھوں نے کہیں بھی نعرے بازی والا رویہ اختیار نہیں کیا ہے اور نہ اپنے نظریات زبردستی منوانے کی کوشش کی ہے اسی لیے ان کے افسانوں کی ادبی لطافت کہیں بھی کم نہیں ہوتی ہے۔

قرۃ العین حیدر نے زبان کی درستگی پر کوئی خاص دھیان نہیں دیا ہے ان کی زبان میں انگریزی کے الفاظ اور جملوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ انگریزی میں ہی سوچتی ہیں۔ پھر اسے اردو میں ترجمہ کر دیتی ہیں جو کہ ان کی طرز تعلیم کا اثر ہے۔

اپنی غیر معمولی ذہانت سیاسی اور سماجی شعور کی موجودگی۔ فکر انگریزی، بالغ نظری، نفسیات انسانی سے واقفیت اور عالم انسانیت سے ہمدردی، چند وہ خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے قرۃ العین حیدر نے ادب میں اپنا منفرد مقام بنالیا ہے اور امید ہے ان کا نام ادب کی تاریخ میں ہی نہیں بلکہ پڑھنے والوں کے دلوں میں ہمیشہ باقی رہے گا۔

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی نئی کتاب

آوارہ سجدے

(شعری مجموعہ)

کیفی اعظمی

یہ وہی شعری مجموعہ ہے جس کا انتظار
آپ کو پچھلے ۲۵ برسوں سے تھا۔
یہ اُسی شاعر کا شعری مجموعہ ہے۔ جس کا
ایک ایک شعر دل ہلا دیتا ہے۔
یہ اُسی شاعر کا شعری مجموعہ
ہے جسے سُننے کے لیے ہزاروں لوگ ٹوٹ
پڑتے ہیں۔
یہ اسی شاعر کا شعری مجموعہ
ہے جسے آپ بھی پسند کرتے ہیں۔ آپ
بھی اور ..... آپ بھی۔

قیمت: ۶/-

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کی گئی ہے)

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اہم پیش کش

ہوا کے دوش پر

غلام ربانی تاباں

یہ کتاب جناب تاباں کی اُن ریڈیائی تقریروں اور خاکوں پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً دہلی ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوتے رہے ہیں - اِن تقریروں سے ان پُرانے شاعروں اور ادیبوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جن کو لوگ بھولتے جا رہے تھے۔

طالب علموں کے لیے نہایت کارآمد کتاب۔

قیمت : ۵/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اہم کتاب

(جدید ترکی ادب کے)

ارکانِ ثلاثہ

ضیاء الحسن فاروقی

اس کتاب میں ترکی زبان کو نیا اسلوب
اور حرارت بخشنے والے قومی ادب کے "ارکانِ ثلاثہ"
ابراہیم شناسی، کمال محمد نامق اور ضیا پاشا کے
حالات اور اُن کے فن پر سیر حاصل تبصرہ ہے
انھیں حضرات نے ترکی ادب کو اس قابل بنایا
کہ اس کے ذریعے مغرب کے جدید خیالات و افکار
زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکیں۔

قیمت: ۴/۰

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

جانے والوں کی یاد آتی ہے

مصنف: صالحہ عابد حسین
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دلی ۲۵
قیمت: اٹھارہ روپے

اردو میں خاکہ نگاری کی عمر بہت طویل نہیں مگر اتنی کم مدت میں بھی اردو خاکے اچھی خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔ بعض خاکے ایسے اشخاص کے ہیں جو ہمارے دنیا میں رہتے بستے ہیں اور بعض وہ ہیں جو ہماری دنیا سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ اردو تذکروں میں کہیں کہیں شخصیت کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ آب حیات میں یہ شخصی خاکے ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ شخصیت اور سیرت پر مضامین مختلف رسائل میں وقتاً فوقتاً شایع ہوتے رہتے ہیں۔ مختلف مجموعے بھی منظر عام پر آکر خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ جیسے مولوی عبدالحق کی کتاب چند ہم عصر فرحت اللہ بیگ کی نذیر احمد کی کہانی محمد طفیل کی ...... محترم رشید احمد صدیقی کی گنجہائے گرانمایہ چند ہم نفسان رفتہ علی جواد زیدی کی آپ سے ملیے — اعجاز حسین کی ملک ادب کے شہزادے۔ ادب اور ادیب۔ ملا فاضلی کی ملاقاتیں مالک رام کی وہ صورتیں الٰہی وغیرہ وغیرہ۔

حال ہی میں صالحہ عابد حسین کی کتاب "جانے والوں کی یاد آتی ہے" نے اردو خاکہ نگاری اور ساتھ ہی ساتھ اردو ادب میں بھی گرانقدر اضافہ کیا۔

مومنہ نے اس کتاب میں اپنی بزرگ و محترم ہستیوں، اپنے دوستوں اور پیاروں کی موت پر اپنے گہرے جذبات اور دلی تاثرات کا اظہار بڑی خوبصورتی سے کیا ہے اور ان کی شخصیت و سیرت کا ایسا دلکش خاکہ پیش کیا ہے کہ قاری مسحور ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ شخصیتیں زیرِ زمین نہیں بلکہ اس دنیا میں اپنے پاس چلتی پھرتی محسوس کی جا سکتی ہیں۔ ان خاکوں کے رنگوں سے بعض ایسے پہلو سامنے آتے ہیں جن سے ان لوگوں کو جنہیں سوانح نگاری کا شوق ہو کتاب سے استفادہ حاصل ہو سکتا ہے۔

مصنفہ نے اپنے زیرِ قلم شخصیتوں پر کھل کر اظہار کیا ہے۔ ان کی زندگی کے مختلف پہلو سامنے لائے گئے ہیں۔ ان کی افتادِ طبع و مزاج۔ ان کے نظریات و فکر، ان کی صورت اور سیرت ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ کامیاب خاکہ نگار کی طرح ان کے خاکے بھی ہمارے ذہن پر مرتسم ہوتے چلے جاتے ہیں اور ایک گہرا دیرپا اور خوشگوار اثر چھوڑتے ہیں کہیں کہیں بے حد درد، دلسوزی اور تاثر کی بنا پر آنکھوں میں نمی پیدا ہو جاتی ہے۔ سچ پوچھیے تو خود صالحہ عابد حسین نے اپنے دل کی جلن کو دور کرنے کے لیے اپنے قلم کا سہارا لیا ہے۔ وہ "دو باتیں" کے تحت لکھتی ہیں:

"یہ کتاب میرے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو میں نے اپنے بعض بزرگوں اور دوستوں اور کچھ پیاروں کی یاد میں لکھے ہیں یہ فن پارے بن سکے یا نہیں؟ یہ میں کیا جانوں۔ میرے زخموں پر انھوں نے ٹھنڈا پھایا ضرور رکھا۔ سخت سے سخت وقت پر خدا کے بعد صرف انھیں کا سہارا تھا جس نے مجھے زندہ رکھا"

واقعی ان خاکوں میں ایسی صلاحیت ہے کہ وہ زخموں پر مرہم رکھ سکیں اور دوسرا فیصلہ کہ یہ فن پارے بن سکے یا نہیں۔ مصنفہ نے قارئین پر چھوڑ دیا ہے۔ باذوق اور صاحبِ نظر قاری جانتے ہیں کہ ان میں فن پارے بننے کی صلاحیت موجود ہے۔ امید ہے کہ آئندہ یہ فن پارے کسی نہ کسی

یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کر دیے جائیں گے۔

مجھے زیادہ دلچسپ اور پرکشش خاکے وہ لگے جو انھوں نے اپنے پیاروں اور دوستوں کی یاد میں لکھے ہیں ایک گھریلو فضا کا احساس ہوتا ہے۔ دردمندی، عقیدت، محبت، شفقت، خلوص اور اخلاقِ اعلا کے جلوے جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ پڑھنے والوں کے لبوں کو کبھی تبسم بخشتے ہیں اور کبھی آنکھوں کو نمی عطا کرتے ہیں۔

مصنفہ کا وسیع مطالعہ اس کتاب سے بھی ظاہر ہوتا ہے وہ باریکیوں اور چھوٹے چھوٹے فرق اور نکتوں اور نفسیات کو بخوبی جانتی ہیں۔ مثلاً حالی کی سادگی کے متعلق کیسے پتے کی بات لکھتی ہیں "لیکن یہ وہ سادگی نہ تھی جو پھوہڑ بدسلیقہ بے حوصلہ لوگ اپنی کمزوریوں کو چھپانے کے لیے اختیار کرتے ہیں۔ ان کا ذوق اعلیٰ اور مزاج نفاست پسند تھا۔"

کہیں یہ خاکے ہیں اور کہیں صرف اپنی عقیدت و محبت کا اظہار جیسے شری نہرو کے انتقال پر جو کچھ لکھا گیا وہ منفرد ضرور ہے اس لحاظ سے کہ یکجا کر نثر و نظم کا حسین امتزاج ہے۔ جذبات کی شدت اور عقیدت کا بے پناہ اظہار۔ مگر ان کی شخصیت کھل کر سامنے نہیں آتی کوئی ایسا پہلو نظر نہیں آتا جو آنکھوں سے اوجھل رہا ہو۔

اس کتاب کے توسط سے خود مصنفہ کی شخصیت کے کئی پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں جیسے ان کے لکھنے کا انداز وہ بڑی تیز رفتاری سے لکھتی ہیں۔ ان کے سفر کے حالات دورانِ سفر میں جن اشخاص سے متاثر ہوئیں ان کا ان کی شخصیت پر جو اثر پڑا وہ اثرات (یقیناً جن شخصیتوں کی محبت اور شفقت انھیں حاصل ہوئی وہ ان سے متاثر ضرور ہوئی ہوں گی) اس کے علاوہ ان شخصیتوں سے ان کی ذاتی اور نجی تعلقات ان کے رہنے سہنے کے انداز۔ جلسوں اور تقریبوں کو منعقد کرنے کی مصنفہ کی صلاحیتیں

اور تنظیمی قابلیتیں ۔ فلاح و بہبود کا جذبہ عورتوں کی کوشش عورتوں کی تعلیم کے لیے جانثاری دلسوزی کا جذبہ ۔ بچپن کے حالات ۔ ان کا ماحول اس کی متعینہ اخلاقی قدریں ۔ قریبی لوگوں کی محبتیں وغیرہ وغیرہ اس طرح ان کے بچپن کے حالات اس کتاب سے مرتب کیے جا سکتے ہیں ۔

مصنفہ بے حد جذباتی انداز میں میرے پیاروں کے لیے واحد حاضر کا صیغہ استعمال کرتی ہیں ۔ ایسا لگتا ہے ۔ یہ ہستیاں جیتی جاگتی مصنفہ سے محو گفتگو ہیں ۔ وہ ضعیف الاعتقاد قطعی نہیں ۔ انھوں نے اپنے پیاروں کے اگر نقص ہیں تو ان کا بھی اعتراف کیا ہے ۔ مگر اس طرح کہ محبت کے شیشے میں بال نہیں آتا ۔

میرے بزرگ و محترم کے تحت ذیل کی شخصیتوں کو پیش کیا ہے ۔ مولانا حالی ۔ سجاد حسین ۔ مہاتما گاندھی ۔ اسلم جیراجپوری ۔ مولانا آزاد ۔ سَری نہرو مہدی نواز جنگ ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین ۔ غلام صادق ۔ میرے دوست کے عنوان سے شفیق اور صدیقہ اور قدسیہ زیدی کے متعلق لکھا ہے ۔ میرے پیاروں میں محترمہ مشتاق فاطمہ ۔ عزیز سیدین ۔ خواجہ اظہر ۔ مختار مہدی ۔ سید حسین اصغر اور خواجہ غلام السیدین پر خامہ فرسائی کی ہے ۔ آخری باب بھی انفرادی ہوتے ہوئے بھی احتجاجی رنگ سموئے ہوئے ہے ۔ اس سلسلے میں جو سرخیاں دی گئی ہیں وہ دلکش جاذب توجہ اور جامع ہیں ۔ جیسے عزیز سیدین کے لیے لکھا ہے " ہوا بند ہوگئی " مختار مہدی کے لیے " چراغ تہ داماں " سید اصغر کے لیے " سانحہ جو ٹوٹ گیا "

صفحہ ۱۳ کا جملے " آخری دیدار دیکھنے کے لیے " اور صفحہ ۱۳۰ پر " ہم دونوں کا ذہنی اشتراک تھا " کھٹکتا ہے ۔ " دیدار کرنا " کہا جاتا ہے اس طرح " دونوں کا اشتراک تھا " ہونا چاہیے ۔ جانے یہ کتابت کی غلطی ہے یا کیا ؟

یہ کتاب یقیناً ادب میں ایک بیش بہا اضافہ ہے جلد بے حد خوبصورت اور موضوع کے لحاظ سے مناسب مکتبہ کی کتابت اور طباعت کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ قیمت ۱۸ روپے ہے لیکن کاغذ کی گرانی کو مدنظر رکھتے ہوئے گوارا ہے۔

(ڈاکٹر) زرینہ ثانی

تنقید سے تحقیق تک

مصنف: ڈاکٹر عنوان چشتی
ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
قیمت: پندرہ روپے

"عکس و شخص"، "تنقیدی پیرایے"، "ذوق جمال" اور "نیم باز" کے بعد ڈاکٹر عنوان چشتی کی نئی کتاب "تنقید سے تحقیق تک" منظر عام پر آئی ہے جس میں ان کے بارہ خیال انگیز مقالات شامل ہیں۔ خیال انگیز کا لفظ میں قصداً استعمال کر رہا ہوں جس کی توضیح بعد میں ہو جائے گی۔ ان مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔

(۱) اسلوب کے نظریے (۲) شاعری کی زبان (۳) شعری تکنیک کا مفہوم (۴) اسلوب اور اسلوبیات (۵) شعری آہنگ کا تجزیہ۔ (۶) ادبی روایت، انفرادیت، جدت اور بغاوت (۷) منظوم ترجمے کا عمل (۸) ادب اور اخلاق (۹) عظمت اللہ خاں کا نظریہ فن (۱۰) غالب اور چند فنی مسائل (۱۱) منظوم ترجمے کی روایت (۱۲) نئی شاعری میں استعارے کا عمل۔ مذکورہ بالا مقالات جن موضوعات پر سپرد قلم کیے گئے ہیں وہ ادب کے انتہائی اہم موضوعات ہیں ان موضوعات پر ہمارے ناقدین اظہار خیال کر چکے ہیں اور موضوع کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے آج بھی بہت سے ناقدین ان موضوعات پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں لیکن عنوان چشتی نے ان موضوعات کو جس اچھوتے انداز سے اپنی گرفت میں

لیا ہے وہ نہ صرف قابل داد ہے بلکہ قابل رشک بھی ہے۔ قبل اس کے کہ ان مقالات پر عمومی اظہار خیال کیا جائے۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تنقید کے بارے میں فاضل ناقد کا نظریہ معلوم کر لیا جائے تاکہ ان کے خیالات کی تفہیم ہمارے لیے آسان ہو جائے۔ فاضل ناقد نے اپنے تنقیدی نقطۂ نظر کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔

"میرے تنقیدی نقطۂ نظر کی بنیاد، انتخابیت، تجزیے اور تحقیقی طریقہ کار پر ہے۔ انتخابیت سے میری مراد یہ ہے کہ میں نے تنقید کے اہم رجحانوں اور دبستانوں کے بعض اہم عنصروں اور اصولوں کا انتخاب کر کے اپنے نقطۂ نظر کی تشکیل کی ہے۔ چونکہ ہر تخلیق عہد اور شخصیت کی آویزش سے وجود میں آتی ہے اس لیے میں نے ایک طرف نفسیاتی تنقید کے ان اصولوں سے استفادہ کیا ہے جو مصنف یا شاعر کے ذہن کو سمجھنے اور انفرادیت کی شناخت کے لیے ضروری ہیں اور دوسری طرف مارکسی نیز سماجی تنقید کے ان اصولوں کو رہبر بنایا ہے جن کی مدد سے تخلیق میں عصری حسیت، روح عصر، اجتماعی آہنگ اور سماجی معنویت کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ چونکہ ہر تخلیق اپنی جگہ ایک آزاد فنی و لسانی اکائی بھی ہوتی ہے اس لیے اس کو پرکھنے کے لیے زبان، عروض، فن، لسانیات، قواعد اور بلاغت کے اصولوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ چونکہ ہر تخلیق خاص طور پر شعری تخلیق جمالیاتی تجربے کا اظہار ہوتی ہے اس لیے میں نے شعری تجربے کے تجزیے میں جمالیاتی تجربے کی معنویت کو خاص اہمیت دی ہے اور قدر حسن کو نظر انداز نہیں کیا ہے اس کے علاوہ روایت و جدت، انفرادیت و اجتماعیت، حسن کاری و مقصدیت نیز داخلیت و خارجیت کی قدروں کو متوازن انداز میں برتنے کی کوشش کی ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ مختلف رجحانوں اور دبستانوں کے اہم اصولوں سے میرے تنقیدی نقطۂ نظر کی تشکیل ہوتی ہے۔" (ص ۸ - ۹)

صاحب موصوف نے اپنے تنقیدی نقطۂ نظر کے بارے میں جن خیالات

کا اظہار فرمایا ہے ممکن ہے کہ ان کا ہر قاری اُن خیالات سے متفق نہ ہو لیکن اس کے باوجود وہ اس بات کا معترف ضرور ہو گا کہ ڈاکٹر عنوان چشتی کے مقالات خود اُن کے تنقیدی نقطۂ نظر کے بنیادوں پر نہ صرف پورے اُترتے ہیں۔ بلکہ اس کی بھرپور نمائندگی بھی کرتے ہیں۔ انھوں نے دیباچہ میں اپنی تنقید کو "تحقیقی تنقید" قرار دیا ہے۔ اُردو میں تحقیقی تنقید کے خط و خال کو پہلی بار ڈاکٹر عنوان چشتی نے ابھارا ہے۔

یوں تو اس کتاب کا ہر مقالہ ہی اپنی اپنی جگہ پر اہم ہے لیکن اسلوب کے نظریے، شاعری کی زبان۔ شعری تکنیک کا مفہوم، شعری آہنگ کا تجزیہ اور نئی شاعری میں استعارے کا عمل ہمارے نزدیک اس کتاب کے اہم ترین مقالات ہیں۔ ہمارے ادب میں بہت سی اصطلاحات مدّت دراز سے مستعمل ہیں اور ہر کہہ و مہ خواہی نخواہی ان کو استعمال بھی کرتا رہتا ہے۔ لیکن اس کثرتِ استعمال کے باوجود ان کا مفہوم یا تعریف واضح اور متعین نہیں۔ مثلاً اسلوب اور شعری آہنگ کیا ہے؟ اس کے اجزائے ترکیبی کیا کیا ہیں؟ یہ کس طرح عالمِ وجود میں آتا ہے؟ تو کثرتِ تعبیر کی وجہ سے اس کی صورت خوابِ پریشاں کی سی ہو جاتی ہے۔ مجھے یہ لکھتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ عنوان صاحب ان موضوعات پر قلم اٹھاتے وقت کثرتِ تعبیر کا شکار نہیں ہوئے ہیں بلکہ انھوں نے عقلی یا یوں کہیے کہ سائنٹیفک نقطۂ نظر سے ان موضوعات کا جائزہ لے کر اپنے افکار و خیالات قاری کے سامنے وضاحت کے ساتھ پیش کر دیے ہیں۔ ان کے بعض افکار و خیالات سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے مگر ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا یہی اُن کے مقالات کے خیال انگیز ہونے کی دلیل ہے۔

آخر میں ایک بات کی طرف میں خاص طور سے اشارہ کرنا چاہوں گا۔ ہمارے معاصرین میں سے بعض بعض نوجوانوں اور بزرگوں نے بھی ان موضوعات یا ان سے ملتے جلتے موضوعات پر اظہارِ خیال فرمایا ہے۔ لیکن ان کے اظہارِ خیال

میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ ان کے خیالات مرتب و مربوط انداز سے قاری کے ذہن نشین ہوتے چلے جاتے ہیں اور قارئین ایک لازمی اور منطقی نتیجہ تک پہنچ جاتے ہیں خواہ وہ ان سے اختلاف کرے یا اتفاق مگر اوّل الذکر ناقدین کے افکار و خیالات مکمل طور پر قاری کی دسترس میں صرف اس وجہ سے نہیں آپاتے کہ یہ حضرات اپنے مافی الضمیر کو اُلجھا کر پیش کرنے کے عادی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسائل سُلجھنے کی بجائے اور اُلجھتے چلے جاتے ہیں۔

۱۸×۲۲ کے ۱۸۴ صفحات کی یہ کتاب صاف ستھرے ڈھنگ سے چھاپی گئی ہے جس کی کتابت و طباعت بھی اچھی ہے اور کاغذ بھی یہ کتاب ہر لحاظ سے شائقین ادب کے مطالعہ کے لائق ہے۔

(ڈاکٹر) کبیر احمد جائسی

شعلہ جوالہ

مصنف: ڈاکٹر رشید جہاں

پتہ: انڈیا پبلشرز ۲۴ ریورینک کالونی لکھنؤ۔

قیمت: ۶ روپے

ڈاکٹر رشید جہاں کا نام ان ترقی پسند ادیبوں کے ساتھ لیا جاتا ہے جنھوں نے ہندوستان میں ترقی پسند تحریک کی بنیاد رکھی۔ سجاد ظہیر۔ سبط حسن سردار جعفری۔ احمد علی۔ فیض احمد فیض اور ڈاکٹر رشید جہاں ترقی پسند تحریک کے وہ ستون ہیں جن کو اُردو ادب کی تاریخ کسی بھی طرح فراموش نہیں کر سکتی۔

اردو ادب کو نیا موڑ دینے اور ادبی قدروں کو زندگی سے قریب تر کرنے کی جو کوشش ان لوگوں نے کی وہ ان کا ہی حصہ تھی۔ مردوں کے ساتھ قدم قدم پر کندھے سے کندھا ملا کر ڈاکٹر رشید جہاں نے جس حوصلہ مندی کا ثبوت دیا ہے اس کی مثال مشکل سے ہی مل سکے گی۔

گو وہ بہت بڑی ادیب اور افسانہ نگار نہیں تھیں لیکن ان کی تحریریں

پڑھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے جیسے زندگی سے ان کا بہت قریبی تعلق تھا۔ ان کے افسانوں کا تازہ ترین مجموعہ "شعلہ جوالہ" ان کے تیرہ افسانوں پر مشتمل ہے۔ ان افسانوں کے کردار انھوں نے عام زندگی سے چنے ہیں۔ ان کا دور غلامی کا دور ہے۔ لیکن ان میں آزادی کی خواہش کا اظہار نیز سامراجی نظام سے نفرت بے حد نمایاں ہے۔ ہر افسانہ اپنی جگہ ایک بھرپور تاثر رکھتا ہے پروفیسر آل احمد سرور نے بے حد خوبصورت انداز میں ان کی شخصیت کے بارے میں جو مضمون سپرد قلم کیا تھا وہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے نیز چند ان کے نزدیکی ساتھیوں کے مضامین بھی شامل کتاب ہیں۔

ویسے تو رشید جہاں کی شخصیت اس قدر دلنواز اور ہمدرد تھی کہ اس کے بارے میں ایک پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے وہ سچی اور پکی کمیونسٹ تھیں انھوں نے زندگی بھر زمانہ کی مصلحتوں سے سمجھوتہ نہیں کیا اپنے کاز کے لیے ہر قدم پر مردانہ وار جدوجہد کی۔ وہ انتھک کام میں یقین رکھتی تھیں

ان کی کہانیوں میں جو کہانیاں موضوعاتی اعتبار سے منفرد کہی جا سکتی ہیں ان میں ان کی مشہور کہانی...... 'سلمیٰ'، 'وہ جل گئی'، 'بے زبان' اور 'فیصلہ' شامل ہیں۔

ان کی موت سے اردو ادب کو یقیناً ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اگر وہ زندہ ہوتیں تو یقیناً اردو افسانہ کی ایک قد آور شخصیت بن چکی ہوتیں۔

ان کی کہانیوں میں ایک انقلابی ذہن کارفرما نظر آتا ہے جو موجودہ نظام کو بدلنے کا عزم کئے ہوئے ہے۔

یہاں "انگارے" کا تذکرہ نہ کرنا زیادتی ہوگا انگارے میں جہاں دوسرے ترقی پسند ادیبوں کے افسانے شامل تھے۔ وہاں ڈاکٹر رشید جہاں کی کہانیاں بھی اس میں شامل تھیں۔

جناب نعیم خاں (پبلشر) اس کتاب کی اشاعت بہ معیار کھاد کے

مستحق ہیں۔ کتابت اور طباعت معمولی درجہ کی ہے اس کی طرف دھیان دیا جانا چاہیے تھا۔ ۶ روپے قیمت مناسب ہے مجھے یقین ہے کہ اردو افسانہ کے شائقین کو یہ کتاب بے حد پسند آئے گی۔

سلمان رضوی

پہلا پتھر

شاعر: طاہر تلہری
ناشر: مکتبہ دین وادب، لاٹوش روڈ، لکھنو
قیمت: چھ روپے

طاہر تلہری نے اپنی شاعری کا انتخاب " پہلا پتھر" پیش کیا ہے اس میں غزلیں، وقتی نظمیں، قطعے اور رباعیاں شامل ہیں۔ نظموں میں بنگلادیش نیز مسافر سے شاعر کی پختگیٔ فن اور ذہنی سلامت روی کا پتا چلتا ہے۔ قطعات اور رباعیات میں تنوع ہے اور محاسنِ شعری کی جھلک بھی۔ غزلوں میں بیشتر جدیدیت اور کہیں کہیں کلاسیکل انداز ملتا ہے۔

اندرونِ سرورق پر شاعر کی تصویر چھپی ہے اس کی ذیلی عبارت میں یہ بھی درج ہے "نئی علامتی شاعری کی بوطیقا پر ایمان ہے"

اس بوطیقا کے موضوعات میں تنہائی، مایوسی، انتشار اور موت شامل ہیں مگر آغازِ کلام حمد اور نعت سے کیا گیا ہے " حمد" میں شاعر کا ایمان یہ ہے:

"عالم ہست و بود کا خالق" سارا زور اجتماعیت پر ہے۔

" نعت" میں شاعر نے کہا ہے:

شانِ رحمت سے کسی طور یہ ممکن ہی نہیں
ہو کے مایوس کرم، کوئی گنہگار چلے

دراصل حالیہ دور کی بورژوا جدیدیت بھی ایک شجرہ نسب رکھتی ہے اس کے خاندان کی شاخوں میں علامتی شاعری، تجریدی نقاشی، جدید تصویر کشی، اظہاریت، مافوق الفطرت آرٹ وغیرہ شامل ہیں اور یہ تمام منفی عناصر

سماجیت اور حقیقت پسندی کے قطعی منافی ہیں۔ اس لیے کہ ان کی جڑیں داخلی تصوّریت، انانیت، جمالیاتی تصوّف وغیرہ میں پیوست ہیں۔

شاعر چوں کہ سماج کا ایک فرد ہے اس کا ذہن خلا میں پرورش نہیں پاتا بندھے ٹکے فیشن کے نظریے سے الگ بھی شاعر کے محسوسات و مشاہدات، تجربات اور تخلیات بروئے کار آتے ہیں اور اس طرح طاہر تلہری کی شاعری میں سماجی زندگی کے عناصر بھی داخل ہیں۔ مثلاً آبادی کی بڑھوار کا مسئلہ، وقت کی اڑان، یادِ محبوب میں شدّت، .... بعض وقت بارش کا عمل رائگاں، خلوص میں بے اعتنائی کی خلش، وقت سے رفاقت کا مطالبہ، ایک لمحہ میں صدیوں کا احساس، وہم و یقین کا امتیاز، زندگی ایک دردِ مشترک، خیالِ محبوب کی مستقل رفاقت، چنتِ ماہتاب کا گلابی رنگ، ترکِ تعلقات کی پیچیدہ نفسیات ان حقائقِ حیات سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

ہر روز گھٹتی جاتی ہیں شہروں کی وسعتیں
اب وقت ہے کہ منّتِ صحرا بھی کیجیے

سوکھے کھیتوں کی فریادیں کب سنتے ہیں بہرے بادل
اک اک قطرے کو ترسا کر دریاؤں پر برسے بادل

سنگ انداز تھی دنیا تو کوئی رنج نہ تھا
اُس نے اک پھول بھی پھینکا تو بہت چوٹ لگی

وہم کے اندھیروں سے کوئی تو نکل آئے
ہم اُٹھائے پھرتے ہیں مشعلِ یقیں تنہا

وہ دردِ مشترک جسے کہتے ہیں زندگی
اب میرے دل میں ہے نہ تمھاری نظر میں ہے

ہائے ترکِ تعلقات کی بات
کتنی آساں ہے کتنی مشکل ہے

شاعر کے ان اشعار میں لہجہ کا حسن، شعری پیکر کی مانوسیت، فن کی پختگی، ترسیل کا عنصر، انسانی اور سماجی زندگی کے حقائق کی حسین آئینہ سازی ملتی ہے۔

کتاب کا سرورق جاذب نظر اور طباعت معقول ہے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

مصنف: رشید عارف

ندیا نیر بہائے

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دلی ۲۵

قیمت: دو روپے پچاس پیسے

ہندی کے ایک نوجوان ادیب نے بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ افسانہ ہی وہ واحد صنفِ ادب ہے جو اپنے وقت کی سچائیوں سے کٹ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہاں وقت کی سچائیوں سے مراد وہ اقتصادی، سیاسی، ثقافتی اور سماجی تبدیلیاں ہیں جو انسانی زندگی کو توڑتی، بناتی اور بدلتی رہتی ہیں اور جن کے خلاف آدمی ازل سے برسرِ پیکار ہے۔ اسی لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ایک اچھا افسانہ اپنے وقت کا تاریخی دستاویز ہوتا ہے۔ اس لیے کہ افسانے کا سفر زندگی کے سفر کے ساتھ جاری رہتا ہے۔

رشید عارف کے افسانے بھی اس سفر میں شامل ہونے کی ایک کوشش ہیں۔ "ندیا نیر بہائے" اُن کے نو مختصر افسانوں کا ایک مختصر مگر دیدہ زیب مجموعہ ہے۔ یہ سارے افسانے فنی سادگی کا رنگ لیے ہوئے ہونے کے باوجود موضوعات کے اعتبار سے ان میں کافی تنوّع پایا جاتا ہے۔ انھوں نے افسانوں میں زندگی کے مختلف اور متنوّع مسائل کو چھیڑنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کے افسانوں کا ہیرو ایک عام آدمی ہے۔ جو کہیں نوکری کی تلاش میں سرگرداں نظر آتا ہے تو کہیں ایک عدد جھونپڑے کی خاطر پریشان دکھائی دیتا ہے کبھی وہ مہنگائی کے کارن، "تنا سستا" ہو جاتا ہے کہ دوستی اور مروّت جیسے پاکیزہ جذبوں کو چائے کی ایک حقیر سی پیالی سے ناپنے لگ جاتا ہے۔

اُن کی تحریر میں ابھی وہ کاٹ اور نشتریت پیدا نہیں ہوئی ہے جو قاری کے ذہن کو جھنجوڑ کر رکھ دے۔ مگر اُن روایتی افسانوں کی سی خماری بھی نہیں ہے جو ذہنوں کو تھپک تھپک کر سلا دیتی ہے۔ اس مختصر سے مجموعے میں اُن کے تین علامتی افسانے بھی شامل ہیں۔ یہ درست ہے کہ علامتوں کے انتخاب اور اُنھیں برتنے میں جس ژرف نگاہی اور گہرے مشاہدے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اِن افسانوں میں نظر نہیں آتی۔ تاہم انھیں پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ افسانہ نگار میں آگے بڑھنے کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے اُن کے یہ چند افسانے پڑھ کر اُن کے افسانوی مستقبل کے بارے میں کچھ کہنا شاید قبل از وقت ہوگا۔ یوں بھی ادب میں فتوی صادر کرنا کوئی قابلِ تحسین بات نہیں۔

بہر کیف رشید عارف کا یہ پہلا افسانوی مجموعہ ہے۔ بقول خود وہ نعل میں کتاب دبائے ادب کے "دشت" میں داخل ہو گئے ہیں ـــ یہ اُن کے سفر کا آغاز ہے۔ غیاث احمد گدّی کے الفاظ میں "اگر تخلیقی کرب اور فنکارانہ شعور ساتھ دیتا رہا اور اقتصادی مجبوریاں آڑے نہ آئیں تو بلا شبہ اُردو کے افسانوی ادب میں وہ اپنا ایک مقام بنالیں گے ـــ اور یہ ایک بڑی بات ہوگی۔"

اِس کتاب کی ایک قابلِ ذکر چیز اُس کی کتابت ہے۔ جو ترقی اُردو بورڈ کی کتاب "اُردو املا" کی روشنی میں کی گئی ہے۔ کتابت نہایت عمدہ اور چھپائی بہت صاف ہے۔ سرورق معنی خیز ہے۔

سلام بن رزاق

قوسِ قزح

افسانہ نگار: غلام محمد زیدی

ناشر: آزاد پبلیکشنز، جواہر چوک، مالیگاؤں (ناسک)

قیمت:

غلام محمد زیدی کی آٹھ کہانیوں کا مجموعہ "قوسِ قزح" کے نام سے منظرِ عام

یہ آیا ہے۔ پہلی کہانی "قوس قزح" ہے جس میں عرس کے موقع پر زندہ دل لڑکے لڑکیوں کی دلچسپی اور رنگینی کو بیان کیا ہے۔ مقصد یہ کہ بزرگان دین اور اولیا کے مزار کو کسب زر اور عیش کوشی کا ذریعہ بنالیا گیا ہے۔ یہ کہانی نہیں اس میں واقعہ بیان کرنے کا انداز پایا جاتا ہے۔

دوسری کہانی "بھیگی رُت کا لمحہ" ہے جس میں ایک حسین لڑکی اور کلب کے دلدادہ شوہر کی غیر دلچسپ ازدواجی زندگی کو پیش کیا گیا ہے۔ ان کا بچہ شفقتِ پدری سے محروم ہونے کے باعث اپنے والد سے مشابہ نوجوانوں سے مانوس ہو جاتا ہے۔ بچے کے اس پیار کو شمااپنی دلچسپ زندگی کا ذریعہ بنالیتی ہے۔ یہ کہانی عمدہ ہے اس میں بڑی حد تک کہانی کے اجزائے ترکیبی پائے جاتے ہیں۔

تیسری کہانی "پانچ بڑے" ہے جس میں ہندوستانی سماج کے مہلک عنصر مکسری کی لعنت کو دکھایا گیا ہے اس میں مختلف مذاہب کے پانچ افراد ملوث ہیں۔

چوتھی کہانی "سلگتی بہار" ہے یہ بھی سماجی کہانی ہے جس میں ایک حسینہ کی دوشیزگی کو دلدار بوڑھے کے حوالے کردیا جاتا ہے۔

پانچویں کہانی "روشنی کا منبع" ہے جس میں ایک عیاش جاگیردار کی زندگی کا خاکہ ہے۔

چھٹی کہانی "سسکتے موتی" میں انسانی اقدار کی نشاندہی کی ہے مگر اس کا انجام غیر فطری اور ذہنی گمراہی پر ہوا ہے۔

ساتویں کہانی "اکیسویں صدی" ہے جس میں آج کی صنعتی اور سائنسی زندگی کی ترقی کے سہارے مستقبل کی تصویر پیش کی ہے مگر اس کا انجام بھی توہم پرستی اور رجعت پسند افراد کی (TABLE TALK) میں گم ہو گیا ہے۔

آخری کہانی "مصور" ہے اس میں سنجیدگی ہے اور آرٹ کی واقفیت بھی۔ اس کے پلاٹ کا مرکزی نقطہ کرشن چندر کی شخصیت ہے۔ لیکن اس کے آخری حصے میں افسانہ نگار نے ادب اور زندگی کے رشتے کو فراموش کردیا ہے۔ اس کی

وجہ یہی ہے کہ کہانی کار نے ہندوستانی سیاست کے عوامل پر کبھی غور کرنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے۔

بہرحال "قوسِ قزح" میں خوبصورت زبان، فطری مناظر کی تصویر کشی اور اچھے موضوعات ملتے ہیں۔ بیشتر کہانیوں میں کایا کلپ کا انداز ہے۔ کسی بابا کسی بوڑھی کی نصیحت اور قرأت کی آواز سے کرداروں کی زندگی بدل جاتی ہے۔ یہ نئی کہانی کا تقاضا نہیں توقع ہے کہ مطالعہ اور مشق کے ساتھ غلام محمد زیدی کا فن نکھرے گا۔

مکتبہ جامعہ سے کتاب تبصرے کے لیے ملی اسی کے ساتھ دوسرا سرورق الگ سے ملا جو یقیناً کتاب کے نام کی وضاحت کرتا ہے۔ (ڈاکٹر) سیفی پریمی

آئینے کے سامنے

مصنف: مبشر علی صدیقی

شایع کردہ: سردار ہربجن سنگھ تتا پر، مینیجر رسالہ رہنمائے تعلیم، ۱۰ واگھ دہلی

قیمت: چار روپے۔ مجلد پانچ روپے

"آئینے کے سامنے" مبشر علی صدیقی بدایونی کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ مصنف کی زندگی تعلیم اور ادب کی خدمات کے لیے وقف رہی ہے۔ اس کتاب میں درج ذیل موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

اردو نثر میں سرسید کے طرزِ تحریر کی اہمیت، شبلی کے چند اہم مقالات، نذیر احمد اردو کے پہلے ناول نگار، حیات جاوید اور حالی۔ عبدالحلیم شرر لکھنوی اقبال اور اس کے نقاد، حفیظ جالندھری کی ایک نایاب تصنیف (ہندوستان ہمارا)

ان مضامین میں مصنف کا تحقیقی اور تنقیدی نقطۂ نگاہ واضح اور افادی حیثیت رکھتا ہے۔ خصوصاً حفیظ جالندھری کی تصنیف "ہندوستان ہمارا" توجہ طلب ہے۔ جمہوریت، سیکولرزم اور سوشلزم کے دور میں اس تصنیف کی قدر و قیمت قومی یکجہتی کے لحاظ سے بھی اہم ہے۔ اس میں رامائن اور مہابھارت

سے لے کر برطانوی دور تک ہندوستان کے مختلف ادوار کی تاریخ کو نظم کیا گیا ہے جس میں ہندوستانی تہذیب و تمدن کے نقوش جلوہ گر ہیں۔

اس کتاب کا ایک اہم مضمون "دیوانِ غالب کے بدایوں ایڈیشن" ہے غالبیات کے سلسلے میں اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۷ء تک نظامی پریس بدایوں نے دیوان غالب کے چھ اڈیشن شایع کیے تھے۔ مصنف نے اس مضمون کے لکھنے میں تلاش اور محنت کے ساتھ تحقیقی نظر سے کام لیا ہے۔ اس کے علاوہ "نکات غالب"، شارحین غالب اور نظام الدین حسین نظامی کے کاموں پر تفصیل سے بحث کی ہے ــــ تصنیف کے اسی حصے میں لکشمی نرائن جوہر بدایونی، آل احمد سرور کی شاعری میں کشمیر کا ذکر، طوفان ترقی (علی حاتم بدایونی)، نذر ابر (مولانا ابر احسنی گنوری) کا تذکرہ شامل ہے۔

پروفیسر آل احمد سرور کی سلسبیل اور ذوق جنوں کی روشنی میں تخلیقی آرٹ کے محاسن پیش کیے ہیں۔ علی حاتم بدایونی کو کتاب میں شامل کرکے ایک کمی کو پورا کیا گیا ہے۔

کاش! شاعر کے حالات زندگی بھی شامل ہوتے۔ وہ طنز و مزاح کے قابل قدر شاعر تھے۔ میں سیٹن اسلامیہ ہائی اسکول بدایوں میں طالب علم تھا۔ اس وقت سید عروج زیدی کے ساتھ علی حاتم بدایونی سے شرف نیاز حاصل ہوا تھا۔ وہ اس زمانے میں کافی معمر اور ضعیف تھے مگر تحت اللفظ پڑھنے کا انداز بڑا موثر تھا۔ ایک قطعہ ملاحظہ فرمائیے:-

اب جنونِ عشق ہے محتاج تہذیبِ جدید
فی زمانہ دشت پیمائی سے کچھ حاصل نہیں
قیس سے کہہ دو کہ جنگل چھوڑ کر بستی میں آئے
اب کسی میٹنگ میں ہوگی لیلیٰ محمل نشیں

کتاب کے آخری حصے میں "جگر بریلوی ـــ شخصیت اور فن"، مالک رام

سیفی پریمی) "رس" (رباعیات جگر بریلوی) "یادوں کی برات" (جوش ملیح آبادی) "نسیم مغرب" (امیر چند بہار) پر مصنف کے تبصرے ہیں۔

مبشر علی صدیقی کی اس کتاب کے دو مقامات محلِ نظر ہیں۔

ص ۱۵۔ سرسید اُردو کے پہلے مضمون نگار ہیں ان سے پہلے ہمارے ادب میں ایسے Geniuses کا وجود نہ تھا۔"

میرے نزدیک اس باب میں اوّلیت کا فخر ڈائرکٹر تعلیم راجندر ماتھر کو حاصل ہے۔ انھوں نے ہی اس اصطلاح اور موضوع کو صنفِ نثر میں داخل کیا تھا۔

ص ۹۵۔ "۱۹۷۰ء میں سیماب سخن حضرت ابراحسنی گنوری کی سترّویں سالگرہ کے مبارک موقع پر اُن کے تلامذہ کی جانب سے دہلی میں ایک جشن منایا گیا اور "نذرِ ابر" کتاب پیش کی گئی۔"

یہ جشن دراصل پٹیالہ میں منایا گیا تھا جس کا اہتمام پنڈت سوز شرمن پٹیالوی نے کیا تھا۔

کتاب کا پیش لفظ ڈاکٹر انصار اللہ لکچرر شعبۂ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے تحریر فرمایا ہے۔ مصنّف کے متعلق ان کی رائے ہے۔

"ان کے مضامین میں مطالعہ کی گہرائی، وزن اور سنجیدگی ملتی ہے۔"

مبشر علی صدیقی کی اس تصنیف سے طلبہ کو استفادہ کا موقع ملے گا اور بعض مضمون نگاروں کو بھی روشنی کی کرنیں ملیں گی۔ تصنیف کی افادیت میں کلام نہیں۔ اچھی خاصی کتاب کی قیمت اچھی خاصی کم رکھی گئی ہے یہ بھی اردو ادب سے خلوص کی پہچان ہے۔ (ڈاکٹر) سیفی پریمی

دھوپ چھاؤں
(ناول)

مصنف: مسرور جہاں
ناشر: ناولستان نئی دلی ۲۵
قیمت: گیارہ روپے پچاس پیسے

گذشتہ دس سال کے دوران اردو کی جس صنف میں سب سے زیادہ

ادب تخلیق ہوا ہے وہ یقیناً اردو ناول ہے۔ اگر تصنیف و تالیف کا کوئی سروے کرایا جائے۔ تو معلوم ہو جائے گا کہ اُردو میں شایع ہونے والی ہر دس کتب میں سے چھ کتب صرف ناولوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ناول کی اس افراطِ اشاعت میں جہاں اور عوامل و اسباب کار فرما رہے ہیں وہاں شاید ایک یہ بھی ہے کہ اس قسم کی کتاب کے خریدار آسانی سے مل جاتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک امر مسلمہ ہے کہ بازار میں دستیاب ناولوں میں معدودے چند ناول ہی ایسے ہوتے ہیں جن کا مطالعہ کرنے کو طبیعت قبول کرتی ہے اور جو ادب کی میزان پر بھی کھرے اترتے ہیں۔ ایسے ہی ادبی، معیاری، صحت مند اور دلچسپ ناولوں میں زیرِ نظر ناول 'دھوپ چھاؤں' بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

'دھوپ چھاؤں' کی ابتدا جس شعر سے ہوتی ہے۔ اصل میں وہی اس ناول کا سنگِ بنیاد ہے۔

ممکن ہے ایک دن مرے خوابوں میں آ بسے
وہ اجنبی سا شخص جو اکثر دکھائی دے

شاذیہ ایک بے سہارا نوجوان لڑکی ہے جو دادی کے انتقال کے بعد ماموں کی تلاش میں اِدھر اُدھر ماری ماری پھرتی ہے۔ تکان سے چُور ہو کر فٹ پاتھ پہ بے ہوش ہو کر گرنا اس کی زندگی میں نئی کروٹ ثابت ہوتا ہے۔ دریں اثنا متوسط طبقہ کی ایک نیک، دردمند اور مخلص خاتون اس کے لیے "خضرِ راہ" بن کر نمودار ہوتی ہیں اور وہ اُسے اپنی کار میں لٹا کر اپنی کوٹھی لیجاتی ہیں۔ شاذیہ کو حیاتِ نو بخشنے والی یہ خاتون شہر کے ممتاز ڈاکٹر (اشفاق) کی بیگم ہیں جن کا خاندان ناصیہ (بیگم اشفاق) کی بہن آصفہ، ایک دیور (شہاب) اور دو بچوں (انجم اور نازلی) پر مشتمل ہے۔ ناصیہ شاذیہ کے بغیر نوالہ نہیں اٹھاتی شہاب بھی منہ پھٹ، ہنسوڑ اور لاابالی ضرور ہے لیکن شاذیہ سے وہ بھی کوئی بات ایسی نہیں کرتا جس سے اس کا دل مجروح ہو جائے۔

شاذیہ کا تعلیمی سلسلہ دوبارہ شروع ہو جاتا ہے اور وہ اپنے ماضی کی تلخیوں کو بالکل فراموش کر دیتی ہے۔ گھر کے تمام لوگ اس پر اور وہ ان پر جان چھڑکتی ہے کالج کی طالب علمی کے دوران شاذیہ کی ملاقات ناہید سے ہو جاتی ہے جس کے بھائی / پروفیسر سراج احمد ہیں جو وجیہ الشکل اور باوقار شخصیت کے مالک ہیں شاذیہ پہلی ہی ملاقات میں انھیں دل دے بیٹھتی ہے۔ ناہید انکشاف کرتی ہے۔ کہ پروفیسر سراج کی بیوی نے ان سے طلاق لے کر دوسری شادی رچالی ہے۔ اور پروفیسر اپنے اکلوتے لڑکے ننھے عامر کے ساتھ ان کے بغیر ہی زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔

اس کے باوجود شاذیہ اپنا ارادہ نہیں بدلتی اور فیصلہ کر لیتی ہے کہ وہ اگر شادی کرے گی تو صرف پروفیسر سراج سے۔ کیونکہ پروفیسر سراج اور اس کی کہانی ایک جیسی تھی۔ اس کی ماں بھی تو اس کے باپ کو چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ کتنی بے رحم بن جاتی ہے عورت۔

کہانی کا پلاٹ اوّل تا آخر گٹھا ہوا اور متوازن ہے۔ اس میں عام ناولوں کی طرح نہ تو کرداروں کی بھرمار ہے اور نہ ہی غیر ضروری واقعات کو پیش کر کے ضخامت بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ناول کی زبان بہت صاف ستھری اور شائستہ ہے البتہ بعض جگہوں پر الفاظ کی غیر ضروری تکرار مزا کرکرا کر دیتی ہے۔ مکالمے مختصر اور دل نشین ہیں اور کہیں بھی خطیبانہ انداز اختیار نہیں کیا گیا ہے۔

بعض مقامات پر ناول نگار نے منظر کشی کا جوہر بھی دکھایا ہے جس سے ناول کو چار چاند لگ گئے ہیں۔

"سورج کی چمکیلی شعاعوں نے چوٹیوں پر چاندی پھیلادی تھی برف پر سورج کی نارنجی شعاعوں نے اپنا عکس ڈال کر انھیں ہیرے جواہرات کا ڈھیر بنا دیا تھا۔ کبھی کبھی دھند چھا جاتی اور سارا منظر اس کی اوٹ میں چھپ جاتا۔ دھند چھٹتی — تو سب کچھ نظر آجاتا۔ جیسے فلم میں ایک کے بعد دوسرا سین نہیں

بدلتا ہے۔"

ناول کی کتابت اور طباعت عمدہ قسم کی ہے۔

"بہر حال" دھوپ چھاؤں" مسرور جہاں کی ایک کامیاب کوشش ہے جس کا ادبی حلقوں میں خیر مقدم کیا جائے گا۔

سید نظر برنی

انجمن

مصنف: حسن الدین احمد

ملنے کا پتہ: ۲۲ عزیز باغ۔ سلطان پورہ۔ حیدرآباد

قیمت: پندرہ روپے

انجمن حیدرآباد کے فاضل ادیب اور قلم کار حسن الدین احمد کے لکھے ہوئے چھبیس سوانحی مضامین کا مجموعہ ہے جس کو ولا اکیڈمی نے اپنی چھبیس ویں پیش کش کے طور پر ملک کے مایہ ناز ادیب شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولا اکیڈمی نے گذشتہ دو سال کے قلیل عرصہ میں جس خلوص اور سرگرمی سے اپنے اشاعتی پروگرام کو چلایا ہے وہ لائق تحسین ہے ولا اکیڈمی خصوصی شکریہ کی مستحق ہے کیوں کہ اس کو حکومت یا کسی اور گوشہ سے مالی مدد نہیں ملتی۔

جناب حسن الدین احمد نے اس مجموعہ کو منظر عام پر لاکر ایک بار اور اُردو کے ایک ایسے گوشہ کی خدمت انجام دی ہے جس میں نسبتاً کم کام ہوا ہے۔ خود فاضل مصنف نے کتاب کے شروع میں "ابتدائی باتیں" کے تحت کہا ہے۔" جہاں تک سوانحی مضامین کے مجموعوں کا تعلق ہے اُردو میں بہت کم کام ہوا ہے۔ جو مجموعے شایع ہوئے ہیں ان کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے" اور آگے چل کر کہتے ہیں" گذشتہ چند سالوں میں میں نے سوانحی مضامین لکھنے کی جسارت کی جو اُردو کے ممتاز جرائد میں وقتاً فوقتاً شایع ہوتے رہے اور پسند کیے گئے۔ اسی ہمت افزائی کے نتیجے کے طور پر ان کا انتخاب زبان کے ایک اہم گوشہ کی خدمت سمجھ کر پیش خدمت ہے۔"

واقعہ یہ ہے کہ جناب حسن الدین احمد نے اردو زبان کی اس کمی کو پورا کرنے کی شاندار کوشش کی ہے۔ گو لائق مصنف نے ازراہ انکسار پیش لفظ میں لکھا ہے " جو خاکے مرتب ہوئے ہیں وہ کمال کو حاصل کرنے کی سعی ناتمام ہے۔" لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان خاکوں کو بلاخوف تردید ایک کامیاب کوشش کہا جا سکتا ہے۔ اُردو میں اس مجموعے کو ان کو صف اوّل میں جگہ مل سکتی ہے۔ سوانحی مضامین کے جو قابل لحاظ مجموعے اس وقت تک شایع ہوئے ہیں بہتوں سے اس کا قد بلند ہے۔

عنوانات کے انتخاب میں کافی تنوع ہے اور مثال کے طور پر چند عنوانات یہ ہیں۔ انوکھا رفیوجی۔ مثالی استاد۔ مرد تنہا۔ باش۔ معیاری مدبر۔ رحیم پالا۔ شخصیتوں کے انتخاب میں بھی تنوع ہے۔ لائق مصنف نے لکھا ہے کہ " جن شخصیتوں سے متاثر ہو کر میں نے سوانحی مضامین لکھے ہیں ان کا انتخاب غیر شعوری طور پر کسی خاص اور ناقابل بیان اثر اور کشش کے تحت ہوا۔ اس طرح خاکے مرتب ہوتے رہے۔ جب ان کو جمع کیا گیا تب یہ محسوس ہوا کہ ایک خاص بزم سنور گئی ہے۔ اور اس لیے اس کتاب کا عنوان انجمن رکھا گیا ہے" شخصیتوں کا انتخاب ہر ایک کی تاریخ پیدائش کے لحاظ سے ترتیب زمانی میں ہے۔ حضرت امیر خسرو۔ جمال الدین افغانی۔ ڈپٹی نذیر احمد۔ محسن الملک عماد الملک شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولا۔ نواب دین یار جنگ (مصنف کے والد ماجد) پروفیسر ہارون خاں شیروانی۔ پروفیسر آرگامو۔ واموورزکی۔ ٹھاکور راگھو بیندر راؤ۔ مذب عالم پوری اور صدر جمہوریہ ہند جناب فخر الدین علی احمد کے سوانحی خاکے اس مجموعے میں شامل ہیں۔ تمام سوانحی مضامین نہایت دلچسپ۔ پر از معلومات اور ادبیت کے حامل ہیں۔

ظہور الحسن

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

آب حیات	محمد حسین آزاد	تلخیص	:	پروفیسر احتشام حسین	۶/۷۵
منتخب نظمیں	مختلف شعراء	مرتبہ	:	علی سردار جعفری	۴/۴۰
چار دیواروں میں	ایم۔ ٹی واسدیون نائر	مترجم	:	ظفر ادیب	۷/۷۵
فاطمہ کی بکری اور بچپن کا ساتھی	ویکم محمد بشیر	"	:	اطہر پرویز	۵/۷۵
گنگا چیل کے پنکھ	لکشمی نندن بورا	"	:	رضیہ سجاد ظہیر	۶/۷۵
برہمن لڑکی	شری دھر وینکٹیش کیتکر	"	:	اگر سین نارنگ	۷/۰
ملیالم افسانے	مرتبہ: ادم چیری کا این این پلے	"	:	" "	۸/۷۵
تامل افسانے	" : چی۔ پال سوم سندرم	"	:	عشرت سہروردی	۸/۰
ہندی افسانے	" : ڈاکٹر نامور سنگھ	"	:	اگر سین نارنگ	۹/۰
پنجابی افسانے	" : ہر بھجن سنگھ	"	:	مخمور جالندھری	۷/۰

ذاکر حسین سیریز کی کتابیں

ابو خاں کی بکری	ڈاکٹر ذاکر حسین	۳/۰
انوکھی دکان	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰
گلابو چوہیا اور پری زاد	" "	۲/۵۰
دنیا کے جانور	" "	۲/۵۰
راجہ رام موہن رائے	عرش ملسیانی	(زیر طبع)
خواجہ الطاف حسین حالی	صالحہ عابد حسین	(" ")
سلطان زین العابدین ("بڈشاہ")	رضیہ سجاد ظہیر	(" ")
ذاکر صاحب کی کہانی	سیدہ خورشید عالم	(" ")

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر دلی ۲۵۔ دہلی ۶۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

نئی مطبوعات

ارمغان علی گڑھ		پروفیسر خلیق نظامی	20/-
DISTRACTING WORDS		مجید اکبر	10/-
GHALIB		مرتبہ جاوید وشسٹ	6/-
سب رس کا قصہ حسن و دل			
آب و رنگ	(شعری مجموعہ)	جگدیش مہاے سکینہ	6/-
ایٹم کی کہانی	(معلومات)	اندرجیت لال	5/-
بہرحال	(طنزیہ و مزاحیہ)	مجتبیٰ حسین	4/-
تم کون ہو		آمنہ ابوالحسن	8/-
رشتہ کا روگ	(ناول)	زلیخا حسین	10/-
اعتراف جرم	(")	محمد آفاق سیتاپوری	15/-
ایشہ کی واپسی	(")	مظہرالحق علوی	15/-
دھوپ چھاؤں	(")	نجم اعزاز	15/-
طنزیہ ڈرامے	(ڈرامے)	ابراہیم یوسف	4/50
فاصلے اور منزل	(ناول)	عفت موہانی	10/-
دل ایک کشکول	(")	سلمیٰ کنول	16/-
ٹروپ	(")	رضیہ بٹ	13/-
بھول	(")	مشرت تمیز	16/-
سفید درندے	(")	اے عباسی	6/-
موت کا قہقہہ	(")		6/-
عدنانہ	(")	بلقیس ہاشمی	15/-
رافعہ	(")	مینا نار	12/-
نام و ناز	(")	زبیدہ سلطانہ	[illegible]
جالنس فق	(سفرنامہ)	سید رضا حسین زیدی	

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی تازہ مطبوعات

موت کے بعد شیوا رام کارنت مترجم: محمود سروش

زندگی کا حاصل صرف چند یادیں ہی تو نہیں تو پھر انسانی زندگی کا حاصل ہے کیا؟ اس ناول میں ایسی جستجو کا ایک رُخ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قیمت: ۸/۷۵

اُردو افسانے مرتبہ: رضیہ سجاد ظہیر

اُردو افسانہ آج بھی رنگا رنگ اور زندگی سے لبریز تخلیقات سے مالامال ہے۔ ایک طرف تو وہ اپنے تمام پڑھنے والوں میں ہر دل عزیز ہے اور دوسری طرف وہ دنیا کی کسی بھی زبان کے افسانوں کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔ اس مجموعہ میں اُردو کے ۴۲ بلند پایہ افسانے شامل ہیں۔ قیمت: ۱۰/۵۰

میں ہری نرائن آپٹے مترجم: کشور جہاں

مراٹھی ناولوں میں نئے خیالات کا دور شروع کرنے کا سہرا ہری نرائن آپٹے کے سر ہے۔ ان کے یہاں نئی سمت کا اشارہ ملتا ہے۔ اس ناول میں بھی ہری نرائن نے تبدیلیِ حالات، زندگی کے نئے رُوپ اور اس کے مسائل پیش کیے ہیں۔

قیمت: ۹/۰

آدمی کے رُوپ یش پال مترجم: سہیل عظیم آبادی

زیرِ نظر ناول میں ایک پہاڑی بیوہ نوجوان عورت سوما کے ذریعے مختلف حالات اور سماج کے مختلف طبقات میں آدمی کے بہت سے رُوپوں کی کہانی بیان کی گئی ہے۔

قیمت: ۱۲/۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی قابلِ فخر پیش کش

نگارشات

پروفیسر محمد مجیب

پروفیسر محمد مجیب کی اردو نگارشات تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں اور ان موضوعات کا میدان اتنا ہی وسیع ہے۔ جتنی کہ خود زندگی۔ یہ مجیب صاحب کے ان مضامین کا انتخاب ہے جو آپ نے ۱۹۲۷ء سے ۱۹۴۷ء تک رسالہ "جامعہ" کے لیے لکھے تھے۔

مجیب صاحب کی ادبی خدمات کا اعتراف اردو کے تمام حلقوں نے کیا ہے۔ مکتبہ جامعہ بھی اس پُرخلوص اعتراف میں شریک ہے۔ اور اسی کے ایک ادنیٰ اظہار کے طور پر یہ مجموعۂ مضامین ان کی خدمت پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

قیمت ۔/۱۶

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعہ شائع کی گئی)

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں

خود نوشت سوانح

خواجہ غلام السیدین

اس میں سیدین صاحب اپنی زندگی کے ابتدائی چالیس سال کی کہانی بڑے دل کش، پُر اثر انداز میں بیان کی ہے۔ اس میں ندرتِ فکر بھی ہے، خیالات کی گہرائی بھی، تعلیمی اور علمی تجربات کا نچوڑ بھی، زبان و بیان کی شگفتگی و سادگی بھی، لیکن یہ سوانح نامکمل رہ گئی تھی، اس نامکمل سوانح کو "ذکر جمیل" کے نام سے

صالحہ عابد حسین صاحبہ نے مکمل کیا ہے۔

قیمت: ۲۴/۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اور اہم کتاب

جانے والوں کی یاد آتی ہے

صالحہ عابد حسین

اس کتاب میں بزرگ ہستیوں پر بھی مضامین ہیں اور محبوب دوستوں پر بھی، ان میں مولانا حالی، مولانا اسلم جیراجپوری، ڈاکٹر ذاکر حسین، خواجہ غلام السیدین جیسی مشہور و معروف شخصیتیں بھی ہیں اور عزیز سیدین، قدسیہ زیدی، صدیقہ قدوائی جیسی محبوب ہستیاں بھی۔ صالحہ عابد حسین صاحبہ کے جادو نگار قلم نے بڑے ہی دل کش انداز میں ان حضرات کی سیرت اور شخصیت کو اجاگر کیا ہے۔

ایک گراں قدر تحفہ

قیمت: ۱۸/۰

تنقید سے تحقیق تک

ڈاکٹر عنوان چشتی

غالی تنقید میں فنی، عروضی، لسانی، تاثراتی، رومانی، جمالیاتی، نفسیاتی، سماجی اور مارکسی تنقید کے نظریے اپنی افادیت کے باوجود محدود اور انتہاپسندانہ نظریے ہیں۔
ڈاکٹر عنوان چشتی نے ادب و فن کو ایک متوازن اور ہمہ گیر نقطۂ نظر سے دیکھا اور پرکھا ہے جس کو "تحقیقی تنقید" کا نام دیا جا سکتا ہے۔

قیمت: ۱۵/-

دیدار غالب

عرش ملسیانی

یوں تو غالب نے خود کہا تھا ؎

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

لیکن عرش ملسیانی کے ان مضامین سے جو اس کتاب میں شامل ہیں، غالب کا دیدار کما حقہ ہو جاتا ہے۔ یہ مضامین غالبیات کے موضوع پر بڑے دلچسپ اور معلومات سے پُر ہیں۔

قیمت: ۵/-

امیر خسرو عہد فن اور شخصیت

عرش ملسیانی

اس فاضلانہ مطالعے میں امیر خسرو کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث و تفصیل ہے بسوانح، عہد، حب الوطنی، تصنیفات، شیخ نظام الدین اولیا سے سلسلہ ارادت، ہندی شاعری اور موسیقی سب موضوعات سے پورا انصاف کیا گیا ہے۔ آخر میں ساٹھ صفحے کے قریب کلام کے انتخاب پر مشتمل ہے جن میں حمد، نعت، منقبت، قصائد، قطعات، رباعیاں اور غزلیات شامل ہیں۔ امیر خسرو کی ہفت صد سالہ تقریب کی آمد کے استقبال میں یہ کتاب ایک نادر تحفہ ہے۔

قیمت ۱۰/-

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی	مصنف : ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ : مخمور جالندھری	۲/۲۵
اکبر	" : لارنس بینین	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	" : وی۔ آر۔ اٹھاوے	" : ش۔ قدوائی	۲/۲۵
غلیم باغی	" : ڈلنکیڈ	" : ڈاکٹر سیتا سرن	۶/۲۵
قاضی نذر الاسلام	" : بسو دھا چکرورتی	" : جوش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	" : ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	" : ایم کے ورانی	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	" : ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا جلد ۱/ مجلد	۲/۰
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت	مرتبہ نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی		۲/۲۵
گرونانک	مصنف : گوپال سنگھ	ترجمہ : مخمور جالندھری	۳/۲۵
مکتی بنتی تصویریں	" : بھگوتی چرن ورما	" : رضیہ سجاد ظہیر	۵/۰
تاش کے محل (ناول)	" : بمپال زنگنا یکا	" : زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ : سی پال سوم سندرم	" : حسرت سہروردی	۸/۰
سفید خون (ناول)	مصنف : نانک سنگھ	" : رتن سنگھ	۸/۰
گرو گوبند سنگھ	" : ڈاکٹر تامور سنگھ	" : مخمور جالندھری	۳/۰
ہندی کا افسانے	مرتبہ : ڈاکٹر نامور سنگھ	" : اگر سین نارنگ	۹/۰
زندگی ایک ناٹک (ناول)	مصنف : پنالال پٹیل	" : کشور سلطانہ	۱۰/۰
پنجابی افسانے	مرتبہ : ہربھجن سنگھ	" : مخمور جالندھری	۷/۰
رنجیت سنگھ	مصنف : ڈی۔ آر سود	" : "	۲/۷۵
جدوجہد آزادی	" : بپن چندر	" : غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
بنگلہ دیش کی ادا	" : [illegible]	" : جوش ملسیانی	[illegible]
شاعر	" : تارا شنکر بندوپادھیائے	" : پریم سنگھ [illegible]	[illegible]

ترقی اردو بورڈ، مرکزی وزارتِ تعلیم حکومتِ ہند کے لیے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

جدید ہندوستان میں ذات پات ایم۔ این۔ سری نواس مترجم: شہباز حسین

اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید ہندوستان کے جمہوری طریقۂ کار، انتظامیہ اور تعلیمی میدان میں ذات پات نے کیا حصہ لیا ہے۔ سیاسی میدان میں اس کو کس حد تک عمل دخل حاصل ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ قیمت: ۱۰/۰

حیدر علی نریندر کرشن سنہا مترجم: اقتدار حسین صدیقی

یہ کتاب نہ صرف حیدر علی کی سوانح ہے بلکہ یہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارویں صدی کی عجیب و غریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ ہے۔ اگرچہ اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظرانداز نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی زندگی سے متعلق ہے۔ قیمت: ۱۷/۰۰

ہندوستانی معیشت الک گھوش مترجم:- محمد خلیق

عام طور پر ان ملکوں کو کم ترقی یافتہ کہا جاتا ہے جن کا معیارِ زندگی کم ہو، جن کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہو اور جہاں صنعت و حرفت بہت کم ہو۔ ہندوستان کا حال بھی کچھ ایسا ہی رہا ہے۔ تفصیلات اس کتاب میں ملیں گی۔ قیمت: ۲۷/۲۵

ہندوستانی معاشرہ عہدِ وسطیٰ میں کنور محمد اشرف مترجم: قمر الدین

"ہندوستان کے لوگوں کی زندگی اور معاشرت" مرحوم ڈاکٹر اشرف کی لافانی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اُس دور میں تصنیف ہوئی جب تاریخ کا مطالعہ محض حکمرانوں کی زندگیوں اور اُن کے عسکری کارناموں تک ہی محدود تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے تاریخ کے مطالعہ کے لیے بلاشبہ نئی راہیں متعین کرکے ایک قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے۔ قیمت: ۱۸/۲۵

اُوپر کی منزل (ڈرامے) کرتار سنگھ دُگل

ڈراما نگاری میں کرتار سنگھ دُگل کا اپنا ایک مقام ہے۔ اِن کے ڈراموں میں توازن و معقولیت اور معتدل قسم کی رُومانیت ہوتی ہے۔ "اوپر کی منزل" اُن کے ایک ایکٹ کے دس ڈراموں کا مجموعہ ہے ٹیکنک کے لحاظ سے ہر ڈراما مکمل ہے۔ قیمت: -/۵

آئینۂ ایّام (ڈرامے) مصنف: جے بی پریسٹلے مترجم: خلیق احمد

انگریزی کے ادیبوں میں پریسٹلے بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اُن کے تین شہرۂ آفاق ڈراموں کا ترجمہ ہے۔ یہ ڈرامے اُردو دنیا میں بڑی قدر اور بہت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گئے ہیں۔ قیمت: ۴/۵۰

سراج الدّولہ (ڈراما) مصنف: سچین سین گپتا مترجم: اشفاق حسین

نواب سراج الدّولہ کی حُبّ الوطنی، میر جعفر کی غدّاری اور انگریزوں کی شرم ناک چالوں پر مبنی ایک انتہائی سبق آموز اور پُر حقیقت ڈراما۔ زوردار اور دل پر اثر کرنے والے مکالمے اِس ڈرامے کی جان ہیں۔ یہ ڈراما آسانی سے کھیلا جا سکتا ہے۔

قیمت: -/۲

نقشِ آخر (ڈراما) اشتیاق حسین قریشی

۱۹ ویں صدی کے وسط میں کچھ ایسے تغیّرات رُونما ہوئے جنھوں نے ہماری بہت سی خصوصیات کو مٹا دیا۔ اِس تاریکی میں جب کسی طرف کوئی شعاعِ امید نظر نہ آتی تھی ایک نیا ستارہ چمکا۔ جس نے ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا۔ یہ ڈراما اسی انقلاب کی کہانی ہے۔ بارہا کامیابی کے ساتھ اسٹیج کیا جا چکا ہے۔ قیمت: ۳/۵۰

پردۂ غفلت (ڈراما) (نیا اڈیشن) ڈاکٹر سیّد عابد حسین

یہ ڈراما ہماری تہذیب و تمدّن کی نہ صرف عکّاسی کرتا ہے بلکہ اِن نقوش میں دلکش رنگ آمیزی بھی کرتا ہے جن سے بچّے اور بوڑھے دونوں لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ قیمت: ۴/۲۵

تلاش فن

سید رضا حسین زیدی

یہ کتاب ایک ڈائری اور سفرنامہ ہے، جس میں مصنف نے ہالینڈ، لندن، پیرس، جرمنی، بلجیم اور ایران کی سیاحت کا حال بہت دلچسپ اور دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔

مصنف چونکہ خود آرٹسٹ ہے اس لیے کوشش کی ہے کہ یورپ کے میوزیم، تصویر خانے، آرٹ گیلریاں، وہاں کے بازار۔ کلب، ریسٹورنٹ، کارنیول، تہوار، سماجی اور تہذیبی زندگی کا تذکرہ اس خوبی اور پراثر انداز میں کرے کہ قاری اپنے آپ کو یورپ کی شاہراؤں پر چلتا پھرتا محسوس کرے۔

قیمت -/۶

امیر اللہ تسلیم حیات اور شاعری

مصنف: ڈاکٹر فضل امام

امیر اللہ تسلیم، حسرت موہانی، اصغر گونڈوی اور جگر مرادآبادی جیسے باکمال غزل گو شعراء کے استاد تھے۔ لیکن بدقسمتی سے ابھی تک ان کی حیات اور شاعری پر کوئی بھی کام نہیں ہوسکا تھا۔ خوشی ہے کہ اردو کے نوجوان محقق اور نقاد ڈاکٹر فضل امام نے تسلیم کو اپنی تحقیق و [illegible] کا موضوع بنا کر کھل کر منظر عام پر آگئے ہیں۔

یہ مقالہ اردو اکاڈمی اتر پردیش کے مالی اشتراک سے شائع ہو رہا ہے۔ اس مقالے پر موصوف کو گورکھپور یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف فلاسفی کی سند عطا ہوئی تھی۔

قیمت: بیس روپے (زیر طبع)

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

ترقی اردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

تاریخ فلسفہ اسلام	ٹی ۔ جے ۔ دو بوائر	مترجم ڈاکٹر سید عابد حسین		۴/۵۰
تاریخ تمدن ہند	پروفیسر محمد مجیب			۱۲/۰
ہمارا قدیم سماج	سید سخی حسن			۱۰/۰
تاریخ تعلیم ہند	سید نور اللہ و جے، پی نائک	مترجم: مسعود الحق		۲۰/۰
تاریخ فلسفہ سیاسیات	پروفیسر محمد مجیب			۱۸/۰
انقلاب ۱۸۵۷ء		مرتبہ: پی سی جوشی		۱۴/۷۵
لسانی مطالعے	ڈاکٹر گیان چند			۱۲/۵۰

بچوں کے لیے غیر درسی کتابیں

چراغ کا سفر	سید محمد ٹونکی	۱/۵۰
چڑیاں	سلطانہ آصف فیضی	۲/۰
پیسے کی کہانی	غلام حیدر	۲/۰
خط کی کہانی	” ”	۲/۷۵

بچوں کے لیے درسی کتابیں

حساب و الجبرا حصہ اوّل، دوم، سوم
جیومیٹری حصہ اوّل، دوم، سوم

طبیعیات (فزکس) حصہ دوم
اور گھریلو سائنس حصہ ششم، ہفتم، ہشتم

ہر کتاب کی قیمت : ۲/۰

تقسیم کار:۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۔ نئی دلی ۔ دہلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

بابو (حصہ اول دوم)	مصنف: الیف سی فریٹاس	مترجم: صالحہ عابد حسین	۳/۰
کشمیر	" : مالا سنگھ تصاویر پریا نند	" : خدیجہ عظیم	1/50
پرندوں کی دنیا	" : جمال آرا	" : محمد شفیع الدین نیر	1/50
ہماری ندیوں کی کہانی	" : لیلا مجمدار	" : رضیہ سجاد ظہیر	۲/50
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	" : لیلا وتی بھاگوت	" : "	1/50
رسیلی کہانیاں	" : منوج داس	" : صغرا مہدی	1/50
آزادی کی کہانی (اول دوم)	" : وشنو پربھاکر	" : انور کمال حسینی	۳/۰
ہماری ریلیں	" : جگجیت سنگھ	" : عرش ملسیانی	1/50
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	" : کے سی کھنہ تصاویر "	: کرشن کھنہ	1/50
آؤ ناٹک کھیلیں	" : اوما نند	مترجم: رفیعہ منظور الامین	1/50
بہت دن ہوئے (اول، دوم)	" : ایم جوکسی ویپا پتو ہوشی	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۰
بہادروں کی کہانیاں	" : راجندر اوستھی	" : انور کمال حسینی	1/50
رومہنت وشندیا	" : کرشن چیتنیہ	" : "	1/50
سدا بہار کہانیاں	" : شانتا رنگا چاری	" : "	1/50
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اول، دوم)	" : میر نجابت علی	مترجم: سید احسان	۳/۰
بڑا پانی	" : لیلا مجمدار	" : صالحہ عابد حسین	1/50
مورا	" : ملک راج آنند	" : انور کمال حسینی	1/50
ہاکی کا کھیل	" : سردیو دسانیال	" : پریتم لال	1/50
خالہ بلی کا خاندان	" : منوہر داس چترویدی	" : محمد شفیع الدین نیر	1/50
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	" : بریگیڈیر گیان سنگھ	" : محمد ذاکر	1/50
پھول اور شہد کی مکھی	" : اشوک داور	" : انور کمال حسینی	1/50
سب کا ساتھی سب کا دوست	" : اوما شنکر	" : "	1/50
سونا کی سیر	" : تارا پتوارڈی	" : "	1/50

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔ دہلی ۶۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

نئی علامت نگاری

ڈاکٹر سیّد محمد عقیل

"نئی علامت نگاری" میں علامتی تحریک کی ابتدا، مغرب میں اس کا زوال، فرانسیسی ادب میں علامتی شعراء کی حیثیت اور ان کے متعلق انگلستان اور امریکہ کے مستند نقادوں کے اقوال، سب کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر سیّد محمد عقیل کی پانچ سال کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

قیمت : 9/50

گاندھی جی کی انمول باتیں

محمود احمد ہنرؔ

ہنرؔ صاحب گاندھی جی کے ایک سکریٹری کی حیثیت سے اُن کے تاریخی پیدل دورے نواکھالی اور بہار میں ساتھ ساتھ رہے ہیں اس دوران انھیں جو تجربے ہوئے، گاندھی جی کی جن باتوں کا ان پر بڑا اثر ہوا ان میں سے اکثر اس کتاب میں لکھی گئی ہیں یہ ظاہرہ باتیں بہت معمولی ہیں لیکن درحقیقت بہت بڑی ہیں۔ بچوں اور بڑوں کے لیے ایک نہایت مفید کتاب

قیمت 3/-

کتاب نما

چند اہم مطبوعات:

اسلام کی اخلاقی تعلیمات
امام غزالیؒ — ترجمہ: رشید الوحیدی

کسی عالم دینیات کے خیالات کو مسلمانوں میں اتنی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی کہ اُس کے ملفوظات کو اچھی اور نیک زندگی گزارنے کا ایک وسیلہ تصور کریں۔ یہ مقبولیت اور اہمیت صرف امام غزالی رحمۃ اللہ کو حاصل ہے۔ یہ کتاب جو در اصل "احیاء علوم الدین" کا خلاصہ ہے۔ اس کی ایک اچھی مثال کہی جاسکتی ہے۔ اخلاقی تعلیمات پر ایک بہترین کتاب۔

قیمت: ۹/۵۰

اسلامی عقائد و مسائل مذہب
مولانا جلال الدین اعظمی

آج کل ایسی کتابوں کی بے حد کمی ہے جو عام مسلمانوں کو اسلامی عقائد اور دینی مسائل سے آگاہ کریں۔ یہ کتاب بڑی حد تک اس کمی کو پورا کرتی ہے۔ اِس میں اسلام کے ضروری عقائد کی تشریح اور نماز روزہ اور زکوٰۃ کے مسائل و احکام کی تفصیل سلیس اور عام فہم انداز میں بیان کی گئی ہے۔

قیمت: ۴/۰

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ
(پروفیسر) طاہر محمود (انڈین لاانسٹی ٹیوٹ نئی دلّی)

اِس مختصر کتابچے کی تصنیف کا مقصد یہ ہے کہ ملّتِ اسلامیہ کی اُردو داں اکثریت کا ہر فرد زیرِ بحث نازک مسئلے کے تمام پہلوؤں اور اُس کی اصل نوعیت کو سمجھ لے۔ قیمت: ۴/-

کتاب و سُنّت کے جواہر پارے
حصّۂ اوّل و دوم — مولانا جلال الدین اعظمی

جو لوگ کامل ایمان اور رضائے حق کے طالب ہیں اُن کے لیے قرآن و سُنّت پر عمل کیے بغیر دُنیا و آخرت کی سلامتی اور کفر و فسق سے نجات ناممکن ہے۔ اِسی لیے اِس کتاب میں قرآن و حدیث کے کچھ حصّے بچّوں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے آسان اور عام فہم زبان میں پیش کیے گئے ہیں تاکہ طلبہ اِس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکیں۔

قیمت: ۲/۲۵

معیاری ادب

یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء سے بڑھتی ہوئی گرانی سے مجبور ہوکر کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ براہ کرم آرڈر دیتے وقت نئی قیمتوں کو ضرور مدِ نظر رکھیں۔

نام کتاب	مرتبہ	لائبریری اڈیشن	طلبہ اڈیشن
مقدمۂ شعر و شاعری	رشید حسن خاں	۵/-	۴/-
انتخاب سراج اورنگ آبادی	ڈاکٹر محمد حسن	۲/۷۰	۱/۷۰
موازنۂ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۶/-	۵/-
انتخاب مراثی (انیس و دبیر)	〃 〃 〃	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب نظیر اکبرآبادی	〃 〃 〃	۶/-	۵/-
نیرنگِ خیال	مالک رام	۳/۳۰	۲/۳۰
فسانۂ آزاد (تلخیص)	ڈاکٹر قمر رئیس	۹/-	۸/-
فردوسِ بریں	〃 〃 〃	۳/۷۰	۲/۷۰
شریف زادہ	〃 〃 〃	۴/۳۰	۳/۳۰
حیات سعدی	رشید حسن خاں	۵/۳۰	۴/۳۰
انتخاب اکبر الٰہ آبادی	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	۴/۷۰	۳/۷۰
انتخاب میر	ڈاکٹر محمد حسن	۶/-	۵/-
دیوانِ درد	رشید حسن خاں	۴/۴۰	۳/۴۰
مجالس النسا	صالحہ عابد حسین	۴/۳۰	۳/۳۰
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۱۱/-	۱۰/
امراؤ جان ادا	ڈاکٹر محمد حسن	۸/۵۰	۷/۵۰
یادگار غالب (حصہ اردو)	مالک رام	۸/	۷/-
〃 〃 (〃 فارسی)	〃	۱۰/-	۹/-
مثنوی گلزار نسیم	رشید حسن خاں	۴/-	۳/-

نام کتاب	مرتب	لائبریری اڈیشن	طلبہ اڈیشن
گزشتہ لکھنؤ	رشید حسن خاں	۳/۵۰	۱۱/۵۰
فسانۂ مبتلا	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	۶/۵۰	۵/۵۰
انتخابِ ولی	(ڈاکٹر) سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰	۳/۵۰
افاداتِ سلیم	(ڈاکٹر) خلیق انجم	۶/۵۰	۹/۵۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۹/۵۰	۵/۵۰
قصۂ حاتم تائی	اطہر پرویز	۸/۵۰	۶/۵۰
انتخابِ ناسخ	رشید حسن خاں	۸/۵۰	۶/۵۰
انتخابِ سودا	" " "	۱۴/۵۰	۳/-
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۶/-	۹/-
انتخابِ ذوق	(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب مضامین سرسید	انور صدیقی	۵/-	۴/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

ادب، تنقید، انشاء

مسرت سے بصیرت تک — آل احمد سرور ۱۲/۵۰
املا نامہ مرتبہ: گوپی چند نارنگ ۱/-
نظر اور نظریے — آل احمد سرور ۱۲/۵۰
طنزیات و مضحکات — رشید احمد صدیقی ۱۰/۵
اشخاص و افکار — ضیاء الحسن فاروقی ۴/۵۰
تجزیے — ڈاکٹر گیان چند ۱۳/-
اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ — ڈاکٹر محمود الٰہی ۱۴/-
خواتین کربلا کلام انیس کے آئینے میں — صالحہ عابد حسین ۱۴/-

حسرت کی شاعری — ڈاکٹر یوسف حسین خاں ۲/۵۰
کاروانِ فکر — " " " ۳/۷۵
اُردو واسیز — سید ظہیر الدین مدنی ۵/۵۰
اُردو مرثیہ — سید سفارش حسین ۶/-
بکھرے ورق — سونیتی کمار چٹرجی ۴/-
پردیسی کے خطوط — مجنوں گورکھپوری ۲/۷۵
تنقید کیا ہے؟ — آل احمد سرور ۹/۷۵
نقدِ اقبال — میکش اکبرآبادی ۹/-
فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سید ضمیر حسن ۴/-

تذکرے، سیرت و شخصیت

وہ صورتیں الٰہی — مالک رام ۹/-

ہمارے ذاکر صاحب — رشید احمد صدیقی — ۹/۰

اسلامی تعلیم — سعید انصاری — ۱۲/۰

تذکرۂ معاصرین — مالک رام — ۱۶/۰

ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں — (ڈاکٹر) سالم قدوائی — ۱۶/۰

پریم چند کے خطوط — مدن گوپال — ۷/۵۰

قلم کا مزدور — " " — ۵/۰

گنجہائے گرانمایہ — رشید احمد صدیقی — ۷/۰

ڈاکٹر ذاکر حسین — عبد اللطیف اعظمی — ۶/۵۰

داستان اشک و خوں — خواجہ غلام السیدین — ۱/۵۰

شراب کہنہ — رشید نعمانی — ۴/۰

شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد — ۸/۵۰

تاریخ۔ سیاسیات، روداد

دین الٰہی اور اس کا پس منظر — مہر محمد خاں شہاب — ۴/۰

مسلمان اور سیکولر ہندوستان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۷/۰

دنیا اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد — عبد السلام قدوائی — مجلد ۴/۴، غیر مجلد ۳/۰

اسلامی عقائد و مسائل مذہب — جمال الدین اعظمی — ۴/۰

مسلمان اور عصری مسائل — ڈاکٹر عابد حسین — ۶/۵۰

کتاب و سنت کے جواہر پارے — مولانا جمال الدین اعظمی — ۲/۲۵

تعلیمات اسلام (اول دوم) — مولانا عبد السلام قدوائی — ۴/۰

آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی — ۶/۰

اسلام کی اخلاقی تعلیمات — امام غزالی — ۹/۵۰

امریکہ کے کالے مسلمان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۲/۵۰

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ — طاہر محمود — ۴/۰

کتاب کی کہانی — سید احمد حسن نقوی — ۱/۵۰

پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات — سری پرکاش — ۴/۰

ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت — اے اے فیضی — ۱/۵۰

تاریخ الامت (اول) — مولانا اسلم جیراجپوری — ۳/۵۰

" (دوم) " " — ۵/۰

" (سوم) " " — ۳/۷۵

" (چہارم) " " — ۴/۲۵

" (پنجم) " " — ۴/۲۵

" (ششم) " " — ۴/۲۵

" (ہفتم) " " — ۳/۰

" (ہشتم) " " — ۴/۲۵

کچھ پرانے خط (دوم) — پنڈت جواہر لال نہرو — ۲/۰

یادگار شخصیتیں — " " — ۷/۰

سفرنامے

عروس نیل — سلطان آصف فیضی — (زیر طبع)

تعلیم و تربیت

تعلیم، فلسفہ اور سماج — ڈاکٹر سلامت اللہ — ۱۲/۵۰

بنیادی استاد کے لیے — " " — ۸/۵۰

جامعہ کا طریقہ — عبد الغفار مدھولی — ۲/۵۰

چند و پند و پیکٹ عبدالغفار مدھولی ۱/۵۰
موجودہ تعلیمی مسائل عبداللہ ولی بخش قادری ۱/۵۰
ہم کیسے پڑھائیں ڈاکٹر سلامت اللہ ۶/۵۰
تعلیمی خطبات ڈاکٹر ذاکر حسین ۸/۰
کھیل کے ذریعہ تعلیم (اوّل دوم) عبدالغفار مدھولی ۶/۰
مدرسہ ابتدائی کی کہانی ″ ″ ″ ۲/۰

ناول، افسانے اور خاکے

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے راجندر سنگھ بیدی ۲/۰
جلیس انور کمال حسینی ۵/۰
کالا شہر گورے لوگ احسان الحق ۶/۰
اللہ میگھ دے رضیہ سجاد ظہیر ۶/۵۰
وادل ترجمہ: ″ ″ ″ ۵/۵۰
سات سال ″ ″ ″ ″ ۶/۰
اپنی اپنی صلیب صالحہ عابد حسین ۹/۰
ابھی دور ″ ″ ″ ۵/۰
پابہ جولاں صغرا مہدی ۶/۰
دوسرے کنارے تک عزیز قیسی ۳/۵۰
زندگی کی لہر ساؤ منگ ۴/۰
آدمی کا مقدر ترجمہ: قرۃ العین حیدر ۱/۵۰
آلپس کے گیت ″ : ″ ″ ″ ۳/۰
خیالی پلاؤ ″ : ″ ″ ″ ۲/۵۰
ڈنگو ″ : ″ ″ ″ ۳/۰
ماں کی کھیتی ″ : ″ ″ ″ ۲/۵۰
یودوکیہ ″ : ″ ″ ″ ۲/۰
پت جھڑ کی آواز ″ : ″ ″ ″ ۴/۰

ایک تھی انیتا امرتا پریتم ۱/۰
باپ بیٹے ترجمہ: انور عظیم ۶/۰
باغ و بہار مرتب: رشید احمد خاں ۷/۵۰
بیوہ منشی پریم چند (زیر طبع)
گئودان ″ ″ ″ ۳/۰
میدانِ عمل ″ ″ ″ ۹/۵۰
واردات ″ ″ ″ ۵/۵۰
پیار کا موسم مہندر ناتھ ۴/۵۰
چنار کا پتا سلطان آصف فیضی ۳/۰
شکستِ ناتمام ترجمہ: زہرہ سیدین ۲/۰
دلّی کی شام ترجمہ: بلقیس جہاں ۸/۰
صلاح الدین ایوبی قاضی عبدالستار ۴/۵۰
اپنے دکھ مجھے دے دو راجندر سنگھ بیدی ۴/۰

افسانے اور خاکے

پرندا اور دوسرے افسانے آصف مجیب ۲/۰
بڑی حویلی مرزا محمود بیگ ۲/۵۰
چراغوں کا سفر رام لعل ۴/۰
خیالستان سجاد حیدر یلدرم ۴/۵۰
کیمیاگر پروفیسر محمد مجیب ۲/۵
زوال جیلانی بانو ۵/۵۰

ڈرامے

تنہائی ساگر سرحدی ۴/۵۰
جہاں آرا (اوپیرا) رفعت سروش ۸/۵۰
آذر کا خواب قدسیہ زیدی ۲/۰
جان ہار ″ ″ ″ ۳/۰

آزمائش پروفیسر محمد مجیب ۲/۰
خانہ جنگی 〃 〃 〃 ۲/۲۵
انجام 〃 〃 〃 ۱/۵۰
کھیتی 〃 〃 〃 ۱/۵۰
اوپر کی منزل کرتار سنگھ دُگل ۵/-
آئینۂ ایّام ترجمہ: خلیق احمد ۴/۵۰
پردۂ غفلت ڈاکٹر عابد حسین ۲/۲۵
کیا خوب آدمی تھا 〃 〃 〃 ۲/
دروازے کھول دو کرشن چندر ۳/-
سراج الدولہ ترجمہ: اشفاق حسین ۲/-
نقشِ آخر اشتیاق حسین قریشی ۲/۰

نظم

نئی نظم کا سفر مرتبہ: خلیل الرحمن اعظمی ۱۲/۵۰
آتشِ گل جگر مراد آبادی ۷/-
پچھلی رات فراق گورکھپوری ۹/-
نئی دنیا کو سلام سردار جعفری ۸/۰
غالب کے اردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب ۵/۰

بچوں کی کتابیں

ارکانِ اسلام مولانا اسلم جیراجپوری ۰/۶۰
عقائدِ اسلام 〃 〃 〃 ۰/۶۰
رسولِ پاک عبدالواحد سندھی ۲/۰
چار یار الیاس احمد مجیبی ۲/۵۰
آں حضرتؐ 〃 〃 (اردو) ۰/۸۰
〃 〃 〃 (ہندی) ۰/۶۰
پاک کہانیاں (دو حصّوں میں) یعقوب احمد سیوہاروی ۲/

خلفائے اربعہ خواجہ عبدالحی فاروقی ۲/۰
نبیوں کے قصّے 〃 〃 〃 ۱/۵۰
مسلمان بیبیاں اعجاز الحق قدوسی ۱/-
ہمارے رسولؐ خواجہ عبدالحیٔ فاروقی ۲/۴۰
ہمارے نبیؐ سیّد تواب علی نقوی (اردو) ۱/۴۰
〃 〃 〃 〃 (ہندی) ۰/۴۰
سرکارِ دو عالمؐ محمد حسین حسّان ۲/۰
سبیل الرشاد خواجہ عبدالحیٔ ۱/۵۰

معلومات

آدمی کی کہانی مشتاق احمد ۲/-
دُنیا کے بچے محمد حسین حسّان ۲/۲۵
انوکھا عجائب خانہ (۴ حصے) 〃 〃 ۲/-
بجلی کی کہانی علی احمد خاں ۰/۵۰
پڑدادا کی کہانی محمد عبدالغفار ۰/۸۰
مفید معلومات دوم، سوم، چہارم ۳/۵۰
〃 〃 پنجم ۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی ۰/۵۰
خبر رسانی کے طریقے رفیعہ منظور الامین ۱/-
دہلی ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی ۲/-
تاریخ ہند کی کہانیاں (اوّل) نجم السلام ۱/-
〃 〃 〃 (دوم) ضیاء الرحمن ۱/۲۰
〃 〃 〃 (سوم) مشتاق اعظمی ۱/-
〃 〃 〃 (چہارم) 〃 〃 ۱/۲۵
سماجی زندگی (اوّل) احمد شمیل منعم ملیح ۱/-

سماجی زندگی (دوم) احمد شفیع و غلام ابیلہ 1/25
" " (سوم) " " " " 1/40
" " (چہارم) " " " " 1/25
سمندر کے کنارے سلطان آصف فیضی 1/50
" " نیچے " " " 2/50
قدرت کے کرشمے ادارہ -/80

کہانیاں، ناول، ڈرامے

انعامی مقابلہ محمد حسین حسان ندوی 1/-
دعوت مٹھائی کی " " " -/70
جیت کس کی " " " 1/-
انصاف کا تخت " " " -/75
چینی کی گڑیا " " " -/50
بہادر سیاح " " " -/65
چچا غالب مرتبہ " " " 2/-
تانبیل خاں " " " -/50
شیر خاں ترجمہ: قرۃ العین حیدر -/50
بھیڑیے کے بچے: " " " -/50
میاں ڈھینچو " ": " " " -/50
لومڑی " ": " " " -/50
بہادر " : " " " -/75
سونے کا پنجرہ ": احسان الحق -/65
بدنصیب شہزادی ابرار محسن 1/-
عقل کا سودا " " 1/70
تیس مار خاں " " -/90
جنگل کا راجا " " 1/-

جن حسن عبدالرحمٰن (دو حصے) ایل اے گن 4/-
خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا کوثر بانو -/40
چوری کی عادت عبدالغفار مدھولی -/50
چھوٹا لڑکا " " " -/50
غیر ذمہ دار لڑکا " " " -/50
چٹانوں کی کہانی محمد امین 2/-
دوتی دوہے مجیب احمد خاں -/50
بندر کا گھر خضر برنی -/45
کوے دادا ترجمہ: مجیب احمد خاں 2/-
جب اور اب آصف مجیب 1/75
تین کوڑیاں اقبال امروہوی 1/20
پریم کی جیت اسد اللہ کاظمی -/37
ترکوں کی کہانیاں مرتبہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ -/55
مزہ چکھائیں گے " : " " " -/35
چھوٹی اٹالین " : مشتاق احمد -/35
تین اناڑی عصمت چغتائی 1/40
چقماق کی ڈبیا برکت علی فراق -/40
تیس مار خاں کے کارنامے ایم ندیم -/50
چمپاوت کا آدم خور شیر محمد معین -/35
ڈاکو کی گرفتاری ایم ندیم -/50
ستاروں کی سیر کرشن چندر 1/75
لال مرغی عبدالواحد سندھی -/50
مزیدار پہیلیاں محمود علی خاں -/65
ننھا ٹوٹو خورشید سلطان -/30
چنبیلی محمد حسین حسان -/50
شہیدہ پروفیسر محمد مجیب [illegible]

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ

پیشے

- بڑھئی ،، ،، ،، ۱/۳۱-
- احمد خاں دکاندار ۱/۳۱-
- بہشتی ۱/۳۱-
- پیارے جان درزی ۱/۳۱-
- تانگے والا ۱/۳۱-
- کلو حلوائی ۱/۳۱-
- عبدالرحمن راج ۱/۳۱-
- مرغی پالیے ۵۰/-
- نصیب خاں حجام ۱/۳۱-

تمدن، معاشیات

- چناؤ کے بھید ۱/۳۱-
- سرکاری ٹیکسوں کا راز ۱/۳۱-
- ضلع کی سرکار ۱/۳۱-
- کارخانوں کے قانون ۱/۳۱-

جھلکیاں

- احمد علی ۱/۳۱-
- سید سلیمان ۱/۳۱-
- احمد ندیم ۱/۳۱-
- اکبر الہ آبادی ۱/۳۱-
- حیات اللہ انصاری ۱/۳۱-

مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ

- سہیل عظیم آبادی ۱/۳۱-
- عبدالحق ۱/۳۱-
- میرامن ۱/۳۱-
- نذیر احمد ۱/۳۱-

حفظان صحت

- دق اور اس کا علاج ۱/۳۱-
- زچہ بچہ ۱/۳۱-
- طاعون اور چیچک ۱/۳۱-
- فوری علاج (دم گھٹنا) ۱/۳۱-
- فوری علاج (حادثہ) ۱/۳۱-
- فوری علاج (ہڈی ٹوٹنا) ۱/۳۱-

ڈراما اور سوانح

- استری دھن ۱/۳۱-
- ٹھیک بات / چیت کی ریت ۱/۳۱-
- اجمیری خواجہؒ ۱/۳۱-
- امیر خسروؒ ۱/۳۱-
- غوث پاکؒ ۱/۳۱-

مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ

- سوامی دیانند ۱/۳۱-
- گاندھی جی (اول) ۱/۳۱-
- ،، ،، (دوم) ۱/۳۱-
- گرونانک ۱/۳۱-
- مصطفیٰ کمال (دوم) ۱/۳۱-
- نظام الدین اولیاؒ ۱/۳۱-
- کرشن کنہیا ۱/۳۱-

کہانیاں

- کہانیاں (اول) ۱/۳۱-
- ،، (دوم) ۱/۳۱-
- پنچ تنتر (اول) ۱/۳۱-
- ،، ،، (دوم) ۱/۳۱-

کھیتی باڑی

- آم کے باغ لگائیے ۳۷/-
- اپنی کھیتی ایک چک کرو ۱/۳۱-
- پپیتے کے باغ لگائیے ۱/۳۱-
- پھلوں کی کھیتی ۱/۳۱-
- پیڑوں کی کانٹ چھانٹ ۱/۳۱-
- جانور کیسا چاہیے ۱/۳۱-
- ساگ سبزی اگائیے ۱/۳۱-
- کواپریٹیو فارمنگ ۱/۳۱-

[illegible]

مرتبہ: [illegible]

کھاؤ نہائے کھاؤ ڈلے -/۳۱

لیموا اتارا بیر -/۳۱

مقدمے کی مار -/۳۱

تھوڑو دھیان ہوگیا -/۳۱

مذہب

ابوداؤد شریف -/۳۱

ابن ماجہ شریف -/۳۱

نسائی شریف -/۳۱

کفن دفن -/۳۱

معلومات

چاند تارے -/۳۱

دن رات (اول) -/۳۱

" " (دوم) -/۳۱

ہوائی جہاز (حصہ دوم) -/۳۱

فٹ بال -/۳۱

ہلکے پھلکے کھیل -/۳۱

متفرق

پنجابی لوک گیت -/۳۱

تعلیم بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

آستین کا سانپ محمد حسین حسان -/۵۰

الٹی دعا " " " -/۵۰

برف کا گھر " " " -/۵۰

[illegible] " " " -/۵۰

مرتبہ: [illegible]

چاند محمد حسین حسان -/۷۵

دیمک " " " -/۸۲

کتنی زمین " " " -/۶۲

بادشاہ کے کپڑے } مشیر فاطمہ -/۵۰

بچے کی بری عادتیں } ڈاکٹر پی ایچ موگا -/۵۰

بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں } " " -/۵۰

بے گناہ مجرم شفیق الرحمن قدوائی -/۷۵

تین سوال عبداللطیف اعظمی -/۵۰

چھٹی کی چوٹ معین الدین -/۷۵

چیچک مشتاق احمد -/۶۲

موسم کے بارے میں سو سوال } محمد امین -/۸۷

ہماری درسی کتابیں

اردو

اردو قاعدہ -/۵۰

" " رنگین -/۶۵

اردو کی پہلی کتاب -/۷۵

اردو کی دوسری کتاب ۱/۳۵

اردو کی تیسری کتاب -/۲

اردو کی چوتھی کتاب ۲/۲۵

[illegible]

مرتبہ: [illegible]

اردو کی [illegible]

اردو کی چھٹی " ۲/۶۰

" " ساتویں " ۲/۸۰

" " آٹھویں " ۲/۸۰

اردو کی دوسری برائے دہلی } ۱/۲۵

اردو کی تیسری برائے دہلی } ۲/۲۰

اردو کی چوتھی برائے دہلی } ۲/۴۵

ہندی

سرل ہندی پرائمر ۱/۲۵

" " (اول) ۱/۴۸

" " (دوم) ۱/-

بال پریم (اول) -/۸۷

بال پریم (دوم) ۱/۸۲

" " (سوم) ۱/۲۵

" " (چہارم) ۱/۲۵

نو پربھات ۱/۶۲

حساب

جدید حساب درجہ دوم } ترجمہ [illegible]

طالبات کے لیے

جدید حساب درجہ سوم	ترجمہ محمد یونس	۲/۷۰
" " درجہ چہارم	ملکہ بیگم قزلباش	۳/۵۰
" " درجہ پنجم	محمد یونس	۳/۲۰
گھریلو سائنس (درجہ سوم)	ترجمہ: محمود سرمتی	۳/۲۵
" " (درجہ چہارم)	" : " "	۳/۱۵
" " (درجہ پنجم)	" : دینا ناتھ گردھر	۲/۴۰
ہماری دلی (درجہ سوم)		۴/-

قاعدہ یسّرنا القرآن

مکتبہ جامعہ نے تعلیمی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قاعدہ یسّرنا القرآن کو نئی ترتیب، آسان و عام فہم ہدایتوں کے ساتھ شایع کیا تھا۔ اس قاعدہ کو بحمداللہ والدین اور معلمین دونوں نے بہت پسند کیا ہے۔ اظہار پسندیدگی کے ساتھ ہی ہمارے بعض کرم فرماؤں نے قاعدہ کو اور بہتر بنانے کے سلسلے میں اپنی گراں قدر تجویزوں سے بھی نوازا۔

ان تجویزوں کی روشنی میں قاعدہ یسّرنا القرآن کا دوسرا ایڈیشن شایع ہو کر آگیا ہے۔

سائز $\frac{22 \times 29}{8}$ سفید گلیز کاغذ آفسیٹ کی چھپائی۔

بورڈ آف اسٹڈیز اِن اُردو، بمبئی یونیورسٹی سے منظور شدہ

آئینہ ادب (حصۂ نثر و نظم) مرتبین: ڈاکٹر سیّد مہی رضا۔ ڈاکٹر آدم شیخ
فرسٹ ایر آرٹس۔ سائنس اور کامرس کے لیے ہائیر لیول۔ قیمت ۵/۵۰

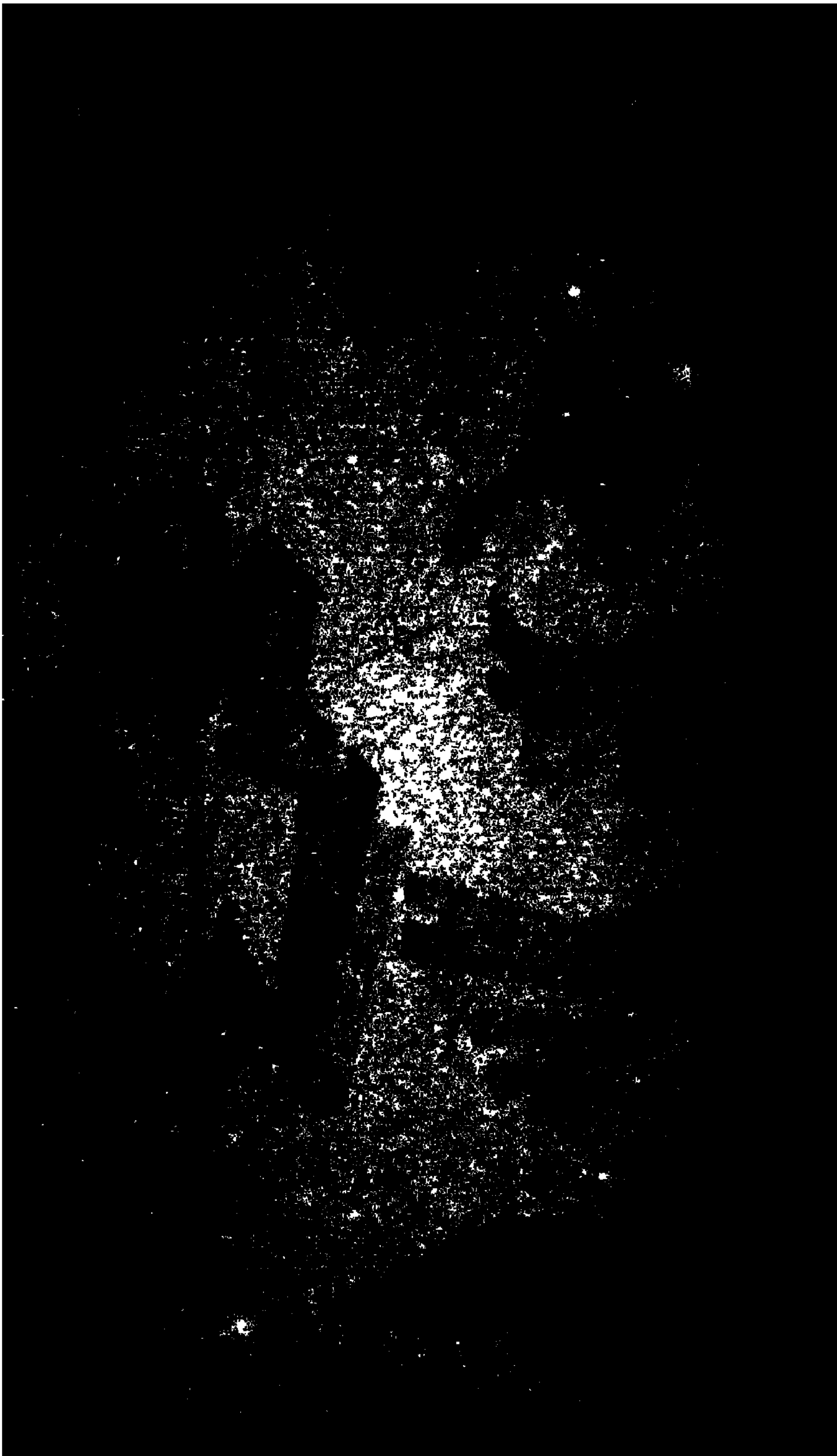
انوارِ ادب (حصۂ نثر و نظم) مرتبین: پروفیسر فصیح احمد صدیقی۔ ڈاکٹر مجاہد حسین صدیقی۔
انٹرمیڈیٹ آرٹس۔ سائنس اور کامرس کے لیے۔ قیمت: ۷/۵۰

پرنٹر پبلشر سیّد احمد ولی نے جمال پرنٹنگ پریس دلّی ۶ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دلّی ۲۵ سے شایع کیا۔

مسرت سے بصیرت تک	آل احمد سرور
تعلیم، فلسفہ اور سماج	ڈاکٹر سلامت اللہ
ہاتھ ہمارے قلم ہوئے	راجندر سنگھ بیدی
وہ صورتیں الٰہی	مالک رام
دین الٰہی اور اس کا پس منظر	مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی
نظر اور نظریے	آل احمد سرور
ہمارے ذاکر صاحب	رشید احمد صدیقی
طنزیات و مضحکات	رشید احمد صدیقی
ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں	ڈاکٹر سالم قدوائی
مسلمان اور سیکولر ہندوستان	ڈاکٹر مشیر الحق
اشخاص و افکار	ضیاء الحسن فاروقی
تجزیے	ڈاکٹر گیان چند جین
اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمود الٰہی
خواتین کربلا، کلام انیس کے آئینے میں	صالحہ عابد حسین
تذکرۂ معاصرین	مالک رام
اکابر تعلیم	سعید انصاری
دنیا اسلام سے پہلے، اسلام کے بعد	مولانا عبدالسلام قدوائی
اسلامی عقائد و مسائل مذہب	مولانا جمال الدین اعظمی
مسلمان اور عصری مسائل	ڈاکٹر عابد حسین
نئی نظم کا سفر	(مرتبہ) خلیل الرحمن اعظمی
[illegible]	علی سردار جعفری
اسلام کی اخلاقی تعلیمات	امام غزالی

KITAB NUMA
NEW DELHI-110025.

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) ۲۸ پٹودی ہاؤس - دریا گنج - دہلی



مینجنگ اڈیٹر شاہد علی خاں اڈیٹر وقی شاہجہانپوری	# کتاب نما نئی دہلی ۲۵ لائبریریوں کے لیے سالانہ دو روپے	مارچ ۱۹۷۵ء جلد ۱۶ شمارہ ۳ سالانہ ۵ روپے فی پرچہ ۵۰ پیسے

اشاریہ

۲۰ فروری کو دہلی کے علاقہ جامع مسجد میں جو کچھ ہوا اس پر افسوس کے علاوہ اگر کچھ کیا جا سکتا ہے تو وہ ہے ماتم۔ ان مسلم رہنماؤں اور اداروں کی عقل پر جن کی کوتاہ نظری اور ناعاقبت نااندیشی کی بدولت تادم تحریر چودہ مسلمانوں کی جانیں گئیں۔ کئی دکانیں لٹیں اور جلیں، لاکھوں کی جائداد تباہ ہوئی، سینکڑوں زخمی ہوئے، اور نہ جانے کتنے گرفتار۔

زیادہ نقصان مسلمانوں کا ہوا۔ جس میں کچھ سرکاری املاک اور پولیس کے لوگوں کا زخمی ہونا بھی شامل ہے۔ مگر اس کے بعد کرفیو کے نفاذ نے جو تکلیف پہنچائی اس سے نہ ہندو بچا نہ مسلمان نہ کوئی اور فرقہ۔ وہ غریب دکاندار خوانچے والے، مزدوری کرنے والے، بلا کسی تفریق کے فاقے کرنے پر مجبور ہو گئے جن کا گذر روزانہ کی آمدنی پر تھا یا جو لوگ ہوٹلوں میں کھانا کھاتے تھے۔ سب سے زیادہ تکلیف بھیک مانگنے والوں کو اٹھانی پڑی۔

بڑے بیوپاری بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ باہر سے آنے والے دہلی آنے کا خیال ترک کر بیٹھے۔ اس سے کروڑوں روپے کی تجارت بند ہوئی اور ہزاروں کا نقصان گورنمنٹ کو مختلف ٹیکسوں کی عدم وصولی کی بنا پر ہو رہا ہے۔ اس لیے کہ دن کا کرفیو ابھی (۲۰۔ فروری تک) نافذ ہے۔

ہم بھی اس سے اس طرح متاثر ہوئے کہ ہماری جامع مسجد کی دکان اور ہمارا پریس اسی علاقے میں واقع ہے۔ خدا کرے جلد یہ لعنت ختم ہو اور عوام کو اطمینان نصیب ہو۔ اور زندگی معمول پر آ جائے۔ اس نقصان کی تلافی تو کیا ہو گی لیکن آنے

والے کاروبار تو معمول پر آجائیں گے۔

سردار دیوان سنگھ مفتوں کے انتقال سے ایک بے باک صحافی اور شریف انسان سے اُردو دنیا محروم ہوگئی۔ اپنے ہفتہ وار اخبار "ریاست" کے ذریعہ سردار مفتوں نے کم و بیش نصف صدی تک اُردو کی خدمت کی اور آزاد صحافتی معیار کو ترقی دی۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ آزادی کا علم بردار یہ اخبار ملک کو آزادی ملنے کے بعد بند ہو گیا اور مفتوں صاحب کو گوشۂ گمنامی میں سرکاری وظیفہ پر زندگی گذارنے پر مجبور ہونا پڑا۔ سردار مفتوں بڑے مخلص، دوست نواز اور ہمدرد تھے۔ اُردو کے شیدائی اور فرقہ وارانہ اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ ان کی وفات اُن کے حلقوں کے لیے ایک سانحہ سے کم نہیں۔

۸۔فروری کو اُردو دنیا کو ایک اور نقصانِ عظیم سے دوچار ہونا پڑا جس رات کو الہ آباد یونیورسٹی کے شعبہ اُردو کے ریڈر، ممتاز ناقد اور محقق، ڈاکٹر مسیح الزماں حرکتِ قلب بند ہو جانے سے رحلت فرما گئے۔ مرحوم کی عمر صرف ۴۸ سال کی تھی۔ بہت سی معروف کتابوں کے مصنف اور مرتب تھے جن میں اردو تنقید کی تاریخ، حرفِ غزل، مراثی میر کا مقدمہ، اور امانت کی اندر سبھا پر مقدمہ خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ ڈرامے پر ان کی گہری نظر تھی۔ ہند و پاک کے بہت سے رسائل میں ان کے مختلف الموضوع مضامین مرحوم کی ادبی سرگرمیوں کے شاہد ہیں "داغ اور اس کی شاعری" ہندی میں بھی شایع کی۔

مسیح الزماں صاحب جس طرح اپنے اساتذہ، پروفیسر سید ضامن علی، ڈاکٹر حفیظ سید اور ڈاکٹر سید اعجاز حسین کی شاگردی پر فخر کرتے تھے اسی طرح ان کے شاگرد ان پر فخر کرتے ہیں اور احباب تو بہت ہی زیادہ متاثر ہیں اس حادثے پر۔

مکتبہ جامعہ سے بھی مرحوم کو بڑا لگاؤ تھا اور بعض معاملات میں انھوں نے مکتبہ کی بڑی مدد اور رہنمائی کی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان خصوصاً ان کی بیوہ ارجمند بانو، بیٹوں اور بیٹیوں کو صبر عطا فرمائے۔ آمین۔

ہماری ہمدردیاں سید مسعود حسین رضوی صاحب کے ساتھ ہیں جنھیں اس ضعیفی کے عالم میں اپنے جوان عزیز کی موت اور بیٹی کی بیوگی کے صدمات اٹھانے پڑے۔ اللہ تعالیٰ انھیں یہ غم برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائے۔

ترقی اردو بورڈ مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

جدید ہندوستان میں ذات پات ایم۔این۔سری نواس مترجم: شہباز حسین

اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید ہندوستان کے جمہوری طریقۂ کار، انتظامیہ اور تعلیمی میدان میں ذات پات نے کیا حصّہ لیا ہے۔ سیاسی میدان میں اس کو کس حد تک عمل دخل حاصل ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ قیمت ۱۰/-

حیدر علی نریندر کرشن سنہا مترجم: اقتدار حسین صدیقی

یہ کتاب نہ صرف حیدر علی کی سوانح ہے بلکہ یہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارویں صدی کی عجیب وغریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ ہے۔ اگرچہ اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظرانداز نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی زندگی سے متعلق ہے۔ قیمت: ۱۷/-

ہندوستانی معیشت الک گھوش مترجم: محمد خلیق

عام طور پر ان ملکوں کو کم ترقی یافتہ کہا جاتا ہے جن کا معیارِ زندگی کم ہو، جن کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہو اور جہاں صنعت وحرفت بہت کم ہو۔ ہندوستان کا حال بھی کچھ ایسا ہی رہا ہے۔ تفصیلات اس کتاب میں ملیں گی۔ قیمت: ۲۷/۲۵

ہندوستانی معاشرہ عہدِ وسطیٰ میں کنور محمد اشرف مترجم: قمرالدین

"ہندوستان کے لوگوں کی زندگی اور معاشرت" مرحوم ڈاکٹر اشرف کی لافانی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اُس دور میں تصنیف ہوئی جب تاریخ کا مطالعہ محض حکمرانوں کی زندگیوں اور ان کے عسکری کارناموں تک ہی محدود تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے تاریخ کے مطالعہ کے لیے بلاشبہ نئی راہیں متعین کر کے ایک قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے۔ قیمت: ۱۸/۲۵

ترقی اردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا نے شائع کیں

تاریخ فلسفۂ اسلام	ٹ۔ ج۔ دی بوائر	مترجم: ڈاکٹر سید عابد حسین	۷/۵۰
تاریخ تمدن ہند	پروفیسر محمد مجیب		۱۲/۰
ہمارا قدیم سماج	سید سخی حسن		۱۰/-
تاریخ تعلیم ہند	سید نور اللہ و جے۔ پی نائک	مترجم: مسعود الحق	۲۰/۰
تاریخ فلسفۂ سیاسیات	پروفیسر محمد مجیب		۱۸/۰
انقلاب ۱۸۵۷ء		مرتبہ: پی سی جوشی	۱۴/۷۵
لسانی مطالعے	ڈاکٹر گیان چند		۱۲/۵۰

بچوں کے لیے غیر درسی کتابیں

چراغ کا سفر	سید محمد ٹونکی	۱/۵۰
چڑیاں	سلطانہ آصف فیضی	۲/۰
پیسے کی کہانی	غلام حیدر	۳/۰
خط کی کہانی	" "	۳/۷۵

بچوں کے لیے درسی کتابیں

حساب و الجبرا حصہ اول، دوم، سوم

طبعیات (فزکس) (حصہ دوم)

جیومیٹری حصہ اول، دوم سوم

اور گھریلو سائنس۔ حصہ ششم، ہفتم، ہشتم　(ہر کتاب کی قیمت ۲/-

تقسیم کار:- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

یوسف ناظم

تصدق احمد خاں

تصدق احمد خاں جو، ہندوستان میں اِدھر اُدھر پھیلے ہوئے اپنے دوستوں کے لیے تصدق سیوہاروی تھے، بمبئی کے دوستوں کے لیے صرف تصدق بھائی تھے۔ ۲۵۔ فروری ۷۵ء کو اچانک دوستوں کی محفل سے اٹھ گئے۔ وہ اس طرح گئے جیسے اپنے معمول کے مطابق کہہ گئے ہوں "اچھا بھائی کل ملاقات ہوگی"! پچھلے دو سال سے وہ بیمار تھے۔ چند دن انھیں نرسنگ ہوم میں بھی رہنا پڑا۔ وہ دل کے مریض تھے (دل کا مریض ہونا آج کل بہت آسان ہو گیا ہے) نرسنگ ہوم میں آرام لینے اور صحت یاب ہو جانے کے بعد بھی اکثر اُن کی نبض ڈوب جایا کرتی تھی۔ سینے میں تکلیف ہوتی تھی اور وہ ہر مرتبہ کپڑے جھٹک کر اُٹھ کھڑے ہوتے۔ بیوی بچوں سے ہنستے بولتے۔ دوستوں کا دل بہلاتے۔ وہی شام کے وقت روزانہ یا ایک دو دن کے ناغے سے مکتبہ جامعہ پر آتے، ایک دو گھنٹے بیٹھتے، ساتھ بیٹھنے والوں کی اچھی بری سنتے، انھیں چائے پلاتے اور گھر واپس آجاتے۔ یہ ان کا نظام العمل تھا۔ اس نظام العمل میں نظام اور عمل دونوں کی تعداد مساوی تھی۔ اُن کے مزاج میں ٹیڑھ نہیں تھی اس لیے ان کی زندگی بھی ایک سیدھی لکیر کی طرح تھی۔ انہوں نے اپنے معمول میں آخر تک فرق نہیں آنے دیا۔ مکتبہ جامعہ پر وہ آخری مرتبہ ۲۲۔ فروری کو آئے اور جب گھر واپس ہوئے تو ۳ دن بعد ان کی کفن پوش نعش ہی گھر سے نکلی۔ ۲۵۔ فروری کو شام کے ساڑھے سات تک وہ اچھے خاصے تھے۔ ساڑھے سات بجے

کے قریب ان کی طبیعت یکایک بگڑی اور آدھ گھنٹے کے اندر اندر انھوں نے اپنی زندگی کا سارا سفر مکمل کر لیا۔ موت کے ساتھ بھی انھوں نے اپنی بردباری برتی جس کے وہ زندگی بھر عادی رہے کسی سے مت لڑو۔ اُن کا شیوہ تھا۔ وہ موت سے بھی نہیں لڑے۔ مرنے کے بعد بھی انھوں نے دوستوں کو کوئی تکلیف نہیں دی۔ اسی رات ڈیڑھ دو بجے تک تو ان کی تجہیز و تکفین بھی ہو گئی۔ لوگوں کو تو بعد میں پتہ چلا کہ ان کی مٹی بھی ٹھکانے لگ گئی۔ تصدیق بھائی ایسے ہی خاموش آدمی تھے ہنگاموں میں رہ کر بھی ہنگاموں سے دور رہتے تھے۔ تصدیق بھائی کے مزاج کا یہ پہلو بڑا روشن تھا کہ وہ کسی کا دل نہیں دکھاتے تھے۔ اس معاملے میں اُن سے کبھی غفلت نہیں ہوئی۔ وہ پانی کی طرح ہر چھوٹے بڑے سانچے میں ڈھل جاتے تھے۔ عمر، سماجی مرتبہ، ادبی حیثیت، یہ چیزیں اُن کی دوستی کی راہ میں مائل نہیں ہوئیں۔

جتنے قریبی دوست وہ مولانا شہاب جیسے بزرگ کے تھے اتنے ہی عزیز دوست وہ انور خاں اور رزاق بن سلام جیسے نوجوانوں کے بھی تھے۔ ذی مرتبہ لوگوں سے بھی ان کا یارانہ تھا۔ اور مکتبہ جامعہ کے رامچندر سے بھی ان کی گاڑھی چھنتی تھی۔ کم سخن لوگ بھی انھیں پسند تھے اور کسی کی یاوہ گوئی سے بھی وہ مکدّر نہیں ہوتے تھے۔ دوستوں کی محفل میں وہ چہکتے نہیں تھے۔ قہقہے نہیں لگاتے تھے اونچی آواز سے بحث نہیں کرتے تھے۔ لیکن ان کے وجود کی خوشبو محفل میں بکھری رہتی تھی۔ چہکنے اور مہکنے میں یہی فرق ہے۔ اس لیے بھائی کا لفظ ان کے ساتھ مصنوعی نہیں لگتا تھا۔ انھوں نے بہت کم لوگوں سے اپنی بات کہی ہو گی ورنہ ملنے والے تو ہمیشہ انھیں دوسروں کی بات سنتے دیکھا ہے۔ بہت کم لوگوں نے انھیں اپنا کام کرتے دیکھا ہو گا۔ لیکن دوسروں کا کام کرتے سبھوں نے انھیں دیکھا ہے۔ اپنے کام انھوں نے ہمیشہ ٹالے اور دوسروں کے مسائل سلجھائے۔ لوگوں میں کوئی شخص 'دوسرا' بھی ہو سکتا ہے ان کے ذہن میں کبھی نہیں آیا۔ اُن کے سب ملنے جلنے والے ملکہ ۹ ان کے

شناسا بھی ان کے لیے اپنے تھے۔ کسی کے لیے کاغذ جمع کرنا، کسی کی کتابت کروانا، کسی کے پوسٹر چھپوانا۔ کسی کے کہنے پر رسالہ شایع کرنا، یہ سب ان کے بیٹھولا کام تھے۔ وہ اپنی انھیں غیر ضروری مصروفیات کے سہارے زندہ تھے۔ ہلال پریس کے وہ مالک تھے اور وہ چاہتے تو خالص بیوپاری اور بڑے کاروباری بن کر اس ہلال کو ماہ کامل بنا سکتے تھے۔ لیکن ان کی طبیعت اس طرف نہیں آئی۔ ایسا ادب آمیز کاروبار بہت کم لوگوں نے کیا ہوگا۔ ان کا کاروبار ادب آمیز بھی تھا اور ادب آموز بھی۔ وہ خود دلچسپ خاصے مترجم، افسانہ نگار اور تبصرہ نگار رہے۔ افسانہ نگاری انھوں نے اس وقت کی ہوگی جب وہ آتش کی طرح جوان تھے۔ ترجمہ کرنا عرصے تک ان کا پیشہ رہا۔ صحافت میں وہ اس وقت آئے جب انھوں نے ایک معقول مشاہرے کی ملازمت چھوڑ دی۔ غالباً وہ کسی شکر مل میں آڈیٹر تھے لیکن ان کے مزاج کی شیرینی شکر سازی کے کارخانے کی دین نہ تھی۔ یہ ان کی اپنی ذاتی چیز تھی۔ آڈیٹر سے وہ ایڈیٹر بنے۔ اس میں انھوں نے کیا کھویا کیا پایا اس کا حساب انھوں نے کبھی بھی نہیں رکھا۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ ان کے چاہنے والے تعداد میں گھٹے نہیں، بڑھتے ہی گئے۔ سارے نقاد، ادیب، شاعر اُن کے عقیدت مند تھے اور اپنی تصنیفات بڑے شوق کے ساتھ انھیں بھیجتے اور منتظر رہتے کہ تصدیق سیوہاروی ان کے بارے میں اپنی رائے دیں۔ انتقال سے چند ہی دن پہلے، انھیں شمس الرحمٰن فاروقی اور صلاح الدین پرویز کی کتابیں وصول ہوئی تھیں ان کی رسید بھیجنے کا تو شاید موقع ہی نہ مل سکا۔ ۲۵۔ فروری کو شام میں آخری چیز انھوں نے جو لکھی وہ ہلال پریس کے مزدوروں کا حساب تھا۔ یہ سب حساب وہ بیباق کر گئے۔ خود ان کی کتاب "افسانہ" ان کے مرنے سے چند ہی دن پہلے چھپ کر آئی وہ اپنے دوستوں میں تقسیم نہ کرنے پائے تھے کہ مقسوم کا لکھا پورا ہو گیا۔ اُن کی ایک کتاب 'بحث و تکرار' کا مسودہ کتابت شدہ حالت میں

رکھا ہوا ہے۔ اور تصدیق بھائی کا خیال تھا کہ کاغذ کی قیمت کم ہو گی تو کتاب چھپوائیں گے۔ معلوم نہیں انھیں یہ خوش فہمی کیسے ہو گئی کہ بڑھی ہوئی قیمتیں، گھٹ بھی سکتی ہیں۔

کہتے ہیں دنیا سے جاتے وقت آدمی کو کچھ زادِ راہ ساتھ لے جانا چاہیے۔ تصدیق بھائی بھی خالی ہاتھ نہیں گئے۔ جاتے وقت وہ اپنے ملنے جلنے والوں شناساؤں اور دوستوں کی یہ تصدیق تو ساتھ لے گئے کہ انھوں نے یہاں کبھی کسی کو ناراض نہیں کیا، یہ کوئی معمولی زادِ راہ نہیں۔ میر کہتے ہیں۔

بارے دنیا میں رہو غم زدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

فارم ۱۷ حسب قاعدہ
بابت "کتاب نما" نئی دہلی

(۱) مقامِ اشاعت: جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
(۲) وقفۂ اشاعت: ماہنامہ
(۳) پرنٹر کا نام: سیّد احمد ولی۔ ہندوستانی۔ پتہ: جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵
(۴) پبلشر کا نام: " " " " "
(۵) اڈیٹر کا نام: " " " " " "

مالکان کے نام اور پتے: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی
چیرمین: پروفیسر محمد مجیب جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
ڈائرکٹرز: سید مجتبیٰ حسن زیدی۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
(۲) ڈاکٹر عبد العلیم ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
(۳) نواب اقبال محمد خاں۔ کف پریڈ کولابہ بمبئی ۵
(۴) کرنل بشیر حسین زیدی جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
(۵) ضیاء الحسن فاروقی۔ پرنسپل جامعہ کالج جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
(۶) مالک رام بوہجہ ۲۹۶ ڈفنس کالونی نئی دہلی ۳
(۷) کمپنی کے سرمایہ کے ایک فی صد سے زیادہ کے حصے دار جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔ اسلامک چیمبر فانہ کنیڈی، اسی فیس بمبئی۔

میں سیّد احمد ولی تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا اطلاعات میرے علم و یقین کے مطابق درست ہیں۔

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی اہم مطبوعات

آب حیات	محمد حسین آزاد	تلخیص :	پروفیسر احتشام حسین	۶/۷۵
منتخب نظمیں	مختلف شعراء	مرتبہ :	علی سردار جعفری	۴/۰
چار دیواروں میں	ایم۔ ٹی واسدیون نائر	مترجم :	ظفر ادیب	۷/۷۵
فاطمہ کی بکری اور بچپن کا ساتھی	ویکم محمد بشیر	" :	اطہر پرویز	۵/۷۵
گنگا چیل کے پنکھ	لکشمی نندن بورا	" :	رضیہ سجاد ظہیر	۶/۷۵
برہمن لڑکی	شری دھر وینکٹس کیتکر	" :	اگر سین نارنگ	۷/۰
ملیالم افسانے	مرتبہ : اوم چیری این این پلّے	" :	" "	۸/۷۵
تامل افسانے	" : چی۔ پال سوم سندرم	" :	حسرت سہروردی	۸/۰
ہندی افسانے	" : ڈاکٹر نامور سنگھ	" :	اگر سین نارنگ	۹/۰
پنجابی افسانے	" : ہربھجن سنگھ	" :	مخمور جالندھری	۷/۰

ذاکر حسین سیریز کی کتابیں

ابو خاں کی بکری	ڈاکٹر ذاکر حسین	۳/۰
انوکھی دکان	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰
گلابو چوہیا اور پری زاد	" " "	۲/۵۰
دنیا کے جانور	" " "	۲/۵۰
راجہ رام موہن رائے	عرش ملسیانی	۴/۵۰
خواجہ الطاف حسین حالی	صالحہ عابد حسین	۶/۵۰
سلطان زین العابدین (بڈشاہ)	رضیہ سجاد ظہیر	۶/۵۰
ذاکر صاحب کی کہانی	سعید خورشید عالم	۶/۵۰

تقسیم کار : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر دلی ۲۵ ۔ دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی	مصنفہ: ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ: مخمور جالندھری	۲/۲۵
اکبر	" : لارنس بینس	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	" : ڈی۔ آر۔ اٹھاولے	" : ش۔ قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	" : ڈکنیکڈ	" : ڈاکٹر پرتھا سرن	۶/۲۵
قاضی نذرالاسلام	" : بسودھا چکرورتی	" : عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	" : ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	" : ایم کے دُرانی	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	" : ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا جلد ۱/- مجلد	۲/۰
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت		مرتبہ: نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی	۲/۲۵
گرونانک	" : گوپال سنگھ	ترجمہ: مخمور جالندھری	۳/۲۵
عشق بنتی تصویریں	" : بھگوتی چرن ورما	" : رضیہ سجاد ظہیر	۵/۲۵
تاش کے محل (ناول)	" : بمیال رنگنایکما	" : زینت ساجدہ	۵/۵۰
سفید خون (")	" : نانک سنگھ	" : رتن سنگھ	۸/۰
گرو گوبند سنگھ	" : ڈاکٹر تاموڑ سنگھ	" : مخمور جالندھری	۳/۰
زندگی ایک ناٹک (ناول)	" : پنا لال پٹیل	" : کشور سلطانہ	۱۰/-
رنجیت سنگھ	مصنفہ : ڈی آر سود	" : مخمور جالندھری	۲/۷۵
جدوجہد آزادی	" : بپن چندر	" : غلام ربانی تاباں	۹/۵۰
بنگر واڑی	" : ڈنکیش ماڈگول گولکر	" : عرش ملسیانی	۵/۲۵
شاعر	" : تارا شنکر بندوپادھیائے	" : پرمیش کمار کھے	۸/۷۵

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر دلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لئے انتہائی خوبصورت کتابیں

کتاب	مصنف	مترجم	قیمت
باپو (حصہ اوّل دوم)	مصنف: ایف سی فرنیاس	مترجم: صالحہ عابد حسین	۳/-
کشمیر	": مالا سنگھ تصاویر پرماند	": خدیجہ عظیم	۱/۵۰
پرندوں کی دنیا	": جمال آرا	": محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰
ہماری ندیوں کی کہانی	": لیلا مجمدار	": رضیہ سجاد ظہیر	۱/۵۰
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	": لیلاوتی بھاگوت	" : " " "	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	": منوج داس	": صغرا مہدی	۱/۵۰
آزادی کی کہانی (اوّل دوم)	": وشنو پربھاکر	": انور کمال حسینی	۳/-
ہماری ریلیں	": جگجیت سنگھ	": عرش ملسیانی	۱/۵۰
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	": کے سی کھنہ　تصاویر: کرشن کھنہ		۱/۵۰
آؤ ناٹک کھیلیں	": اوماآنند	مترجم: رفیعہ منظور الامین	۱/۵۰
بہت دن ہوئے (اوّل دوم)	": ایم چوکسی و پی ایم جوشی	": رضیہ سجاد ظہیر	۳/-
بہادروں کی کہانیاں	": راجندر اوستھی	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
روہنت و نندیا	": کرشن چیتنیہ	" : " " "	۱/۵۰
سدا بہار کہانیاں	": شانتا رنگا چاری	" : " " "	۱/۵۰
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اوّل دوم)	": میر نجابت علی	": سید احسان	۳/-
بڑا پانی	": لیلا مجمدار	": صالحہ عابد حسین	۱/۵۰
مورا	": سرد یندر سنیال	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
ہاکی کا کھیل	": منوہر داس چترویدی	": پرتیم لال	۱/۵۰
خالہ بلی کا خاندان	": " "	ترجمہ: محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	": بریگیڈیر گیان سنگھ	": محمد ذاکر	۱/۵۰
پھول اور شہد کی مکھی	": اشوک داور	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
سب کا ساتھی سب کا دوست	": اوما شنکر	" : " " "	۱/۵۰
سونا کی سیر	": تارا پٹواری	" : " " "	۱/۵۰
ہندوستان نے آزادی کیسے حاصل کی	": کرشن چیتنیہ	ترجمہ: " " "	۱/۵۰

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی تازہ مطبوعات

موت کے بعد شیوارام کارنت مترجم: محمود سروش

زندگی کا حاصل صرف چند یادیں ہی تو نہیں تو پھر انسانی زندگی کا حاصل ہے کیا؟ اس ناول میں ایسی جستجو کا ایک رُخ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قیمت: 8/75

اُردو افسانے مرتبہ: رضیہ سجاد ظہیر

اُردو افسانہ آج رنگارنگ اور زندگی سے لبریز تخلیقات سے مالا مال ہے۔ ایک طرف تو وہ اپنے تمام پڑھنے والوں میں ہر دل عزیز ہے اور دوسری طرف وہ دنیا کی کسی بھی زبان کے افسانوں کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔ اس مجموعہ میں اُردو کے ۲۴ بلند پایہ افسانے شامل ہیں۔ قیمت 10/50

میں ہری نرائن آپٹے مترجم: کشور جہاں

مراٹھی ناولوں میں نئے خیالات کا دور شروع کرنے کا سہرا ہری نرائن آپٹے کے سر ہے۔ ان کے یہاں نئی سمت کا اشارہ ملتا ہے۔ اس ناول میں بھی ہری نرائن نے تبدیلیِ حالات، زندگی کے نئے روپ اور اس کے مسائل پیش کیے ہیں۔

قیمت: 9/-

آدمی کے رُوپ یش پال مترجم: سہیل عظیم آبادی

زیرِ نظر ناول میں ایک پہاڑی بیوہ نوجوان عورت سوما کے ذریعے مختلف حالات اور سماج کے مختلف طبقات میں آدمی کے بہت سے روپوں کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ قیمت: 12/-

علیم جہانگیر

عوامی اور ٹکسالی زبان

زبان کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے بول چال کی زبان وجود میں آئی۔ تحریری کام پہلے نظم میں ہوتا ہے اور اُس کے بعد نثر میں اس کی وجہ یہ ہے کہ نظم اظہارِ جذبات کا موثر ذریعہ ہے۔

زبان کا سماج سے تعلق ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہے یہ سماج ہی کے زیر اثر رہنے کا نتیجہ ہے کہ زبانیں اپنی وقتی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے اندر نت نئے گوشے پیدا کرتی رہتی ہیں جیسے کہ ادبی زبان میں فلسفہ، ہندسہ، تاریخ وجغرافیہ، معاشیات، نباتیات، نفسیات وغیرہ مضامین میں بھی شاخیں نکلتی ہیں جیسے ادب میں ناول، کہانیاں، منظوم، ڈرامے، سوانح، مذہب، تنقید و تبصرہ وغیرہ پھر ان میں بھی اندر ہی اندر شاخیں پھوٹتی ہیں جیسے ناول میں تاریخی، جاسوسی، سماجی، معاشرتی اور جنسیاتی، منظومات میں غزل، نظم، قصیدہ، رباعی اور مرثیہ اسی طرح ادب کے بنانے اور بگاڑنے میں سماج کا زبردست ہاتھ ہوتا ہے۔ الفاظ بھی زمانے کے ساتھ بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں۔ لفظوں میں بھی زمان و مکان کے ساتھ تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور بعض لفظ اپنے صوتی تغیرات کی وجہ سے عجیب و غریب شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ لب و لہجہ کے سمجھنے اور سننے میں تلفظ ٹھیک سے ادا نہیں

ہوتے جیسے بازار کو بزار یا بجار، اسکول کو سکول، اسٹیشن کو ٹیشن یا سٹیشن، وقت کو وکھت یا وخت وغیرہ

مختلف ملکوں کی آب و ہوا، رہن سہن، صورت، عادت و اطوار، تہذیب و تمدن اور طبیعت مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح ان کے حلق، جبڑے، تالو اور زبان کے سوچ میں بھی نمایاں فرق ہوتا ہے، ہر ملک کے لوگ اپنے اصلی حرف بے تکلف ادا کر لیتے ہیں۔ اور وہی اس کی معیاری آواز ہوتی ہے۔ لیکن جب دوسرے ملک کے لوگ یہی حرف ٹھیک سے ادا نہیں کر پاتے تو آواز اس کے معیار سے گر جاتی ہے مثلاً عرب اور ایرانی ٹٹو کو "تتو"، "لڈو" کو "لدو"، بمبئی کو "بم بائی" لکھنؤ کو "لکھنا ہو" انگریز لکھنؤ کو "لکناؤ" اور کشمیری لوگ "لکونو" کہتے ہیں۔ زبان کی اس تبدیلی کا دار و مدار اکثر بول چال یعنی صوتی تشکیل و سماجی حالت پر ہوتا ہے اس طرح زمان و مکان کے ساتھ ساتھ زبان پر سماجی اثرات پڑتے رہتے ہیں۔ مختلف النوع قسم کے تہذیب و تمدن کی تراش و خراش میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ پنڈتوں، عالموں مقرروں، تاجروں، ادیبوں، شہریوں، دہقانوں، دیہاتیوں اور زنانہ مردانہ کی زبان میں اچھا خاصا فرق ہوتا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زبان ہمہ وقت سماج کے بننے میں گھری رہتی ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں جو الفاظ بکثرت بولے جاتے ہیں وہ ابتداء میں بازاری یا عوامی الفاظ کہے جاتے ہیں۔ لیکن کثرتِ استعمال سے وہی الفاظ پھر افادیت کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

ٹکسالی زبان سے مراد وہ زبان ہے جو اہلِ زبان کی تسلیم کردہ زبان ہو۔ بازاری اور ٹکسالی زبان میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ بازاری زبان سے مراد وہ زبان ہے جسے عوام عام طور پر استعمال کرتے ہیں اور تحریر کی صورت ہو تو کچھ بدل کر لکھا کرتے ہیں۔ اور خواص تحریر و تقریر دونوں صورتوں میں اس کے برخلاف صحیح اردو بولتے اور لکھتے ہیں جو ٹکسالی کہلاتی ہے۔ بہرحال موجودہ زمانہ میں پریس کی سہولت، اخبارات، رسائل، ناولوں اور ادبی کتابوں کی کثرت، ریڈیو

اور نظموں کی نہایت مقبولیت سے اب ٹکسالی زبان عام ہو چکی ہے جو کسی وقت دہلی اور لکھنو میں مقید تھی۔

تحریری اعتبار سے ٹکسالی زبان کا فرق تو مٹ چکا ہے مگر اس سے قطع نظر ہم اگر بازاری زبان کے بارے میں غور کریں تو یہ بات عجیب سی دکھائی دیتی ہے کہ ٹکسالی زبان کا رواج ہندوستان بھر میں بہ نسبت پہلے کہ اب بہت کم پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ اردو زبان پر ہر صوبے کی مقامی زبان کے اثرات پائے جاتے ہیں جس کا پرتو ہمیں ناولوں، ڈراموں اور افسانوں میں ملتا ہے۔ سعادت حسن منٹو، کرشن چندر۔ خواجہ احمد عباس اور عصمت چغتائی نے بمبئی کی بازاری زبان کے نمونے اپنے افسانوں میں پیش کیے۔ واجدہ تبسم کے افسانوں سے حیدرآباد کی بازاری زبان سرچشم بنتی ہے۔ راجندر سنگھ بیدی نے بھی اپنے افسانوں اور ناولوں میں پنجابی اُردو کی عکاسی کی ہے اترپردیش میں اُردو پر پوربی زبان کا غلبہ ہے میرٹھ اور اس کے اطراف واکناف میں "وہ آیا" (وہ آگیا) "بھاگ کے جاؤ" (بھاگ جاؤ، دوڑ جاؤ) الہ آباد میں "جلسہ کی کارروائی شروع ہونے جا رہی ہے" (ہونے والی ہے) رائے بریلی اور اس کے نواح میں "یہ کو، وہ کو" (اس کو، اُس کو) میسور میں افعال مختصر کر کے بولے جاتے ہیں مثلاً جاتوں (جاتا ہوں) "آتوں" (آتا ہوں) "وہ آتیں" (وہ آتے ہیں) ضمیروں کا بھی یہی حال ہے جیسے "اُنّے" (اس نے) "نے" (اس نے) "منجے" (مجھے) "ہمنا" (ہمکو، ہمیں) "تمنا (تم کو، تمھیں) وغیرہ ہر خاص و عام کی زبان پر ہے۔ اس کے برعکس اورنگ آباد کی اپنی کوئی ایسی زبان نہیں۔ یہاں پر صرف اُردو اور مرہٹی زبانوں کا چلن ہے اور مرہٹی زبان فارسی زبان سے متاثر ہے۔

اورنگ آباد تحریری و تقریری ہر دو اعتبار سے "دبستانِ دہلی" کی ٹکسالی زبان کی تقلید کرتا ہے جو یہاں کی عام بول چال کی زبان میں شامل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اورنگ زیب کی فوج جب دکن پہنچی تو نتیجہ میں دکن کی زبان متاثر ہوئی

اور خاص طور پر اورنگ آباد اس لیے بھی زیادہ متاثر ہوا کہ اورنگ زیب نے اپنے تخت نشین ہونے سے پہلے ہی اورنگ آباد کو اپنا مستقر بنا لیا تھا اور اس طرح اورنگ آباد اور دہلی کے میل جول سے یہاں پر دہلی کی ٹکسالی زبان کو فروغ ہوا۔

اورنگ آباد میں اُردو کے کئی قابل قدر نثر نگار شاعر اور نقاد موجود ہیں جن میں چند خاص طرز کے موجد بھی ہیں جن کی بول چال کی زبان کے علاوہ ادبی زبان بھی خاص ٹکسالی ہے :

مختصر یہ کہ وہ فرق جو حیدرآباد، بمبئی، میسور، مدراس اور بھوپال وغیرہ کی ادبی اور بازاری زبان میں پایا جاتا ہے اور جو قابل لحاظ بھی ہے اورنگ آباد میں تقریباً ناپید ہے۔ اگر آپ اورنگ آباد کے بازاروں میں بولی جانے والی زبان اُردو کو ضبط تحریر میں لائیں تو یہ زبان ٹکسالی زبان سے بہت قریب ہوگی اور غالباً یہ امتیاز ہندوستان میں اورنگ آباد کے علاوہ کسی اور شہر کو حاصل نہیں۔

آج سے ۵۳ سال پہلے مکتبہ جامعہ ایک معمولی دکان کی حیثیت سے قائم کیا گیا تھا۔ لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ آج یہ اردو کا ایک بڑا اشاعتی مرکز ہے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔

اس ۵۳ سال کے طویل عرصے میں مکتبہ نے دنیا کے سرد و گرم کا مقابلہ کیا اور ہر عہد و زمانہ میں ادب کی شمع کو نہ صرف فروزاں رکھا بلکہ اس کو مشعلِ راہ بھی بنایا۔ اردو زبان کی خدمت اور ملک کو آنے والی ضرورتوں کے مطابق بنانے کے ساتھ ساتھ ایک مستقل احساس کی بیداری ہمارا نصب العین رہا ہے اور ہمیں اس منزل تک پہنچنے کے لیے دشوار گزار راہوں سے گزرنا پڑا ہے۔ ہم نے اب تک ۲ ہزار سے زیادہ کتابیں شائع کی ہیں جو ہر طبقے میں شوق سے پڑھی جاتی ہیں

آج جب کہ علمی اور ادبی کاموں کی راہ میں دشواریاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ مکتبہ نے ایک نئی قوت اور تازہ عزم سے کام شروع کیا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ جس طرح پہلے بھی ہم نے مشکلات کا صرف سامنا ہی نہیں کیا ان کے درمیان راہیں ڈھونڈ نکالیں اسی طرح آج بھی ان چٹانوں پر تیشہ زنی کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے ہمیں یقین ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں گے اور پہلے کی طرح ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔

(ادارہ)

یادداشت

● براہ کرم خط و کتابت کرتے وقت اپنا نام اور پتہ صاف صاف تحریر فرمائیے۔ ڈاکخانے اور مقام کا نام انگریزی میں لکھ سکیں تو اور بھی اچھا ہے۔

● اپنے آرڈر کے ساتھ کم از کم چوتھائی رقم پیشگی ضرور بھجوائیے۔ آرڈر کی تعمیل کرتے وقت یہ رقم بل میں سے کم کر دی جائے گی۔

● اس مختصر فہرست کتب میں اگر آپ کی مطلوبہ کتاب موجود نہ ہو تب بھی براہ کرم آپ ہمیں خط ضرور بھیجیے۔ ہم مطلوبہ کتاب فراہم کرنے کی حتی الامکان کوشش کریں گے۔

● مصارف ڈاک و ریل وغیرہ حسب قاعدہ خریدار کو ادا کرنے ہوتے ہیں۔ اس لیے اپنی سہولت کے پیش نظر آرڈر میں اس کی وضاحت ضرور کر دیجیے کہ کتابیں ڈاک سے بھیجی جائیں یا ریل سے۔

● کتابیں بذریعہ سواری گاڑی منگوانے کی صورت میں قریبی ریلوے اسٹیشن کا نام ضرور لکھ دیجیے۔

مارچ ۱۹۷۵ء

فہرست کتب

مطبوعات

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

قدیم دلّی کالج مرتبہ : مالک رام

اردو ادب کی تاریخ میں 'دلی کالج' سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یوں تو یہ ایک تعلیمی ادارہ ہی تھا۔ لیکن یہی ادارہ اردو نثر کا مرکز و منبع اور اردو کے مستقبل کے لیے ضمانت بھی تھا۔

'قدیم دلی کالج' کی تاریخ مولوی عبدالحق مرحوم نے لکھی تھی۔ اسی تاریخ کو مالک رام نے حواشی اور طویل مقدمے کے ساتھ نئے انداز میں پیش کر کے ایک اہم ضرورت پوری کر دی ہے جسے بجا طور پر شاندار کام کہا جا سکتا ہے۔ قیمت : 4/50

مذہب اور جدید ذہن ڈاکٹر بشیر الحق

ایک جدید ذہن جس انداز سے آج مذہب کا مطالعہ کرتا ہے، اس کی ایک ہلکی سی جھلک آپ کو اس کتاب میں نظر آئے گی۔ مصنف نے جن نظریات کو پیش کیا ہے ہو سکتا ہے کہیں کہیں آپ کو ان سے اختلاف ہو۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اکثر جگہ یہ آپ کو اپنے دل کی بات نظر آئیں گے۔ جنھیں کسی وجہ سے آپ تک منہ پہ نہ لا سکے تھے۔ قیمت 4/50

نگارشات — **پروفیسر محمد مجیب**

پروفیسر محمد مجیب کی اُردو نگارشات تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں اور اُن کے موضوعات کا میدان اتنا ہی وسیع ہے جتنی کہ خود زندگی۔ یہ مجیب صاحب کے اُن مضامین کا انتخاب ہے جو آپ نے ۱۹۲۷ء سے ۱۹۷۰ء تک رسالہ "جامعہ" کے لیے لکھے تھے۔ مجیب صاحب کی ادبی خدمات کا اعتراف اُردو کے تمام حلقوں نے کیا ہے۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ بھی اس پُرخلوص اعتراف میں شریک ہے اور اسی کے ایک ادنیٰ اظہار کے طور پر یہ مجموعۂ مضامین اُن کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

قیمت: ۱۶/۰

بیاضِ مریم (شعری مجموعہ) — **سکینہ رضا وجد**

کلامِ وجد شرابِ دو آتشہ کی خوش گواری، دل رس پختگی اور دیرپا کیف رکھتا ہے۔ نظموں میں فکر و فن کا حسین امتزاج، تنوع اور تاثیر ہے تو غزلوں میں کلاسیکی رنگ و آہنگ کی دل کشی اور تازگی۔ وجد کی تحریروں اور حسین کی تصویروں سے "بیاضِ مریم" ایک ایسا نادر و نشاط انگیز گل دستہ بن گیا جو اُردو شاعری کے اعلیٰ معیاری سرمائے میں ہمیشہ تازہ اور معطر رہے گا۔

قیمت: ۱۲/۰

مسرت سے بصیرت تک — **آل احمد سرور**

شاعری کی مسرت اور اس کے نتیجے میں بصیرت، بڑا مرتب ذہن، بڑی غائر نظر اور بڑا صحیح مزاج چاہتی ہے۔ نادان لوگ کلیوں پر قناعت کر لیتے ہیں۔ حالاں کہ گلشن میں تنگیِ داماں کا علاج بھی ہے۔ اگر ہم اپنے پورے شعری سرمائے پر غور سے نظر ڈالیں تو ہمیں اس کے رنگا رنگ حسن، اس کی گہرائی اور اس کے بدلتے رہنے کے باوجود اپنے منصب سے وفادار رہنے کا احساس ہو جائے گا اور یہ ہمیشہ مسرت بھی رہے گی اور بصیرت بھی۔ یہ مجموعۂ مضامین اسی مسرت اور بصیرت کی طرف متوجہ کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔

قیمت: ۱۲/۵۰

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے (افسانے) — **راجندر سنگھ بیدی**

راجندر سنگھ بیدی اُردو کے ممتاز ادیب ہیں۔ انھوں نے زندگی کا جو شعور حاصل کیا ہے۔ اس کو فنی

میں منتقل کردیا ہے۔ اسی لیے ان کی تخلیقی تحریروں میں ایک طرف وہ جمالیاتی کیفیت ہے جو فن کو حسین اور دل کش بناتی ہے اور دوسری طرف وہ معنویت ہے جو اس کو عظمت اور ابدیت سے ہمکنار کرتی ہے۔ افسانوی ادب میں ایک اہم اضافہ۔

قیمت: ۱۰/۰

وہ صورتیں الٰہی

مالک رام

اس مجموعے میں غالب، سائل دہلوی، صدر یار جنگ، سید سلیمان ندوی، بیخود موہانی، وحشی کیفی دہلوی، یگانہ چنگیزی، جگر مرادآبادی، نیاز (دو مضامین) نیاز فتحپوری، اور غلام رسول مہر کی زندگی کے وہ نقوش اور کردار کے وہ پہلو محفوظ کر دیے گئے ہیں جن تک اُن کے سوانح نگار کی آسانی سے دسترس نہیں ہو سکتی۔ ان مضامین سے مندرجہ بالا اصحاب کے کردار کی تشکیل و تکمیل میں یقیناً بہت مدد ملے گی۔

قیمت: ۱۰/-

جانے والوں کی یاد آتی ہے

صالحہ عابد حسین

اس کتاب میں بزرگ ہستیوں پر بھی مضامین ہیں اور محبوب دوستوں پر بھی۔ ان میں مولانا حالی، خواجہ سجاد حسین، مولانا اسلم جیراج پوری، جواہر لعل نہرو، ڈاکٹر ذاکر حسین، خواجہ غلام السیدین، شفیق قدوائی جیسی مشہور و معروف شخصیتیں بھی ہیں اور مشتاق فاطمہ، عزیز سیدین اور قدسیہ زیدی جیسی محبوب ہستیاں بھی۔

صالحہ عابد حسین صاحبہ کے جادو نگار قلم نے بڑے ہی دل کش انداز میں ان حضرات کی سیرت اور شخصیت کو اُجاگر کیا ہے۔ ایک گراں قدر تحفہ۔

قیمت: ۱۸/۰

تعلیم، فلسفہ اور سماج

ڈاکٹر سلامت اللہ

تعلیم کیا ہے؟ تعلیم کس لیے دی جاتی ہے؟ یہ اور ایسے ہی بہت سے سوالات ہیں جن کا تعلق ایک طرف حیات انسانی کے تصور سے ہے اور دوسری طرف کائنات میں انسان کے مقام اور اس کی تقدیر سے۔ اس قسم کے اہم سوالات کا جواب آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔ یہ مجموعہ اساتذہ اور خاص کر زیر تربیت اساتذہ کے لیے نہایت مفید ہے۔ اس کے پڑھنے سے تعلیم کے موضوع کو سمجھنے اور اس کے بعض اہم مسائل پر سوچنے میں مدد ملے گی۔

قیمت: ۱۲/۵۰

ہوا کے دوش پر — ریڈیائی تقریریں — [illegible]

یہ کتاب جناب تاباں کی ان ریڈیائی تقریروں اور خاکوں پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً ریڈیو اسٹیشن سے ان پرانے شاعروں اور ادیبوں کی یاد تازہ کرتی ہیں جن کو لوگ بھولتے جا رہے تھے۔ طالب علموں کے لیے نہایت کارآمد کتاب۔ قیمت: ۵/۰۰

یادوں کے سائے — عقیلہ احمد صدیقی

خود نوشت بھی ہے اور سفرنامہ بھی۔ رپورتاژ بھی ہے اور بیتی یادوں کا تاریخی تجزیہ بھی۔ اس کتاب کا تانا بانا تو ہندوستان کی چوتھائی پہلے کی سیاسی تاریخ نے فراہم کیا ہے۔ لیکن اسٹیج بنت اسماعیل کا قلب، قاہرہ ہے۔ اور فلسطین، ارض لبنان اور دیار شام بھی۔ بغداد اور تہران بھی ہیں۔ جہاں اس ہندوستانی ڈرامے کے پردے اٹھتے اور گرتے ہیں۔ عام سماج و سیاسی رجحانات اور پھر جگہ جگہ ہلکے پھلکے اشارات میں رومانی حادثات، ان سب حقائق کے امتزاج نے اس تاریخی دستاویز میں ایک تنوع پیدا کر کے اسے اور بھی دلچسپ بنا دیا ہے۔ قیمت: [illegible]

غالب اور شاہانِ تیموریہ — ڈاکٹر خلیق انجم

اردو کے مشہور نوجوان محقق ڈاکٹر خلیق انجم نے اکبر شاہ ثانی، بہادر شاہ ظفر، شہزادگانِ تیموریہ، نواب زینت محل اور ذوق سے غالب کے تعلقات کا تاریخی شواہد کی روشنی میں مطالعہ کیا ہے۔ اس مطالعے سے غالب کی شخصیت اور سیرت کے وہ اہم پہلو اجاگر ہوتے ہیں جو ان کے فن کو سمجھنے کے لئے بہت ضروری ہیں۔ قیمت: ۹/۵۰

تلاشِ میر — نثار احمد فاروقی

ان مضامین میں میر کے آرٹ کی بنیادی خوبیوں پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اور ان کی تصانیف کا گہرا تنقیدی و تحقیقی مطالعہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ بعض مضامین سے میر اور ان کے معاصرین کے تعلقات پر بالکل نئی روشنی پڑتی ہے۔ وسیع مطالعہ اور تحقیق کے نتائج اگر شگفتہ اسلوب اور مدلل انداز میں دیکھنا ہوں تو یہ کتاب ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت: ۱۱/۰۰

آوارہ سجدے (شعری مجموعہ) — کیفی اعظمی

یہ نیا شعری مجموعہ ہے جس کا انتظار آپ کو پچھلے پچیس برسوں سے تھا۔ یہ آپ

شاعر کا شعری مجموعہ ہے جس کا ایک ایک شعر دل ہلا دیتا ہے۔ یہ اُسی شاعر کا شعری مجموعہ ہے جسے سُننے کے لیے ہزاروں لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یہ اُسی شاعر کا شعری مجموعہ ہے جسے آپ بھی پسند کرتے ہیں۔ آپ بھی اور .... آپ بھی۔

قیمت: ۶/-

(جدید ترکی ادب کے) ارکانِ ثلاثہ — ضیاء الحسن فاروقی

اس کتاب میں ترکی زبان کو نیا اسلوب اور حرارت بخشنے والے قومی ادب کے "ارکانِ ثلاثہ" ابراہیم شناسی، کمال محمد نامق اور ضیا پاشا کے حالات اور اُن کے فن پر سیر حاصل تبصرہ ہے۔ انھیں حضرات نے ترکی ادب کو نیا ذہن بنایا کہ اس کے ذریعے مغرب کے جدید خیالات [illegible]

قیمت: [illegible]

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں (خود نوشت سوانح) — خواجہ غلام السیدین

اس میں سیدین صاحب نے اپنی زندگی کے ابتدائی چالیس سال کی کہانی بڑے دل کش، پُر اثر انداز میں بیان کی ہے۔ اس میں زورِ قلم بھی ہے، خیالات کی گہرائی بھی، تعلیمی اور علمی تجربات کا نچوڑ بھی، زبان و بیان کی شگفتگی و سادگی بھی۔ لیکن یہ خود نوشت نامکمل رہ گئی تھی۔ اس نامکمل سوانح کو "ذکرِ جمیل" کے نام سے صالحہ عابد حسین صاحبہ نے مکمل کیا ہے۔

قیمت: ۳۰/-

مشاہیر کے خطوط اور ان کے مختصر حالات — مرتبہ: عبداللطیف اعظمی

بابائے اردو مولوی عبدالحق کی سترھویں سالگرہ (۱۹۴۰ء) کے موقع پر ملک کے گیارہ مشاہیر نے مرتب کو جو پیغامات بھیجے تھے اور اردو کے ۲۳ ممتاز مرحوم ادیبوں نے وقتاً فوقتاً جو خطوط لکھے تھے، انھیں مفید حاشیوں اور ان خطوط نگاروں کے مختصر حالاتِ زندگی کے ساتھ اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔

قیمت: ۸/-

ہمارے ذاکر صاحب (اضافے کے ساتھ) — رشید احمد صدیقی

رشید احمد صدیقی صاحب کی مشہور کتاب جس میں ذاکر صاحب (سابق صدر جمہوریہ ہند) کی سوانح، شخصیت اور دیگر پہلوؤں کو اپنے مخصوص انداز میں قلم بند کیا گیا ہے۔ کتاب میں ایک مضمون ایسا بھی ہے جو ذاکر صاحب کے انتقال کے بعد لکھا گیا تھا۔

قیمت: ۹/۰

ہندوستانی مفسرین اور اُن کی عربی تفسیریں — ڈاکٹر سالم قدوائی

اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں اُن تفسیروں کا ذکر ہے جو مکمل ہو گئی ہیں۔ دوسرے حصے میں اجزائے قرآن کی تفسیریں ہیں۔ تیسرے میں قرآن کی تفسیروں کے حواشی اور شرحوں کا ذکر ہے اور چوتھے میں متعلقات قرآن مجید کا ذکر ہے یعنی اُن کتابوں کا جو قرآن مجید سے متعلق ہیں۔ اس مقالے پر سالم صاحب کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری تفویض کی۔

قیمت: [illegible]

نظر اور نظریے — آل احمد سرور

"نظر اور نظریے" آل احمد سرور کے تیرہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ [illegible] صاحب ادب کے طالب علموں کے لیے ادب، فن کے اہم اصناف، اس کی قدر و ... ان سب کی نئی بصیرت کے متعلق غور و فکر کا خاصا سامان فراہم کرتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ طرف داری کے بجائے سخن فہمی کی کوشش کی جائے۔ اس کتاب پر سرور صاحب کو ساہتیہ اکیڈمی سے انعام ملا ہے۔

قیمت: ۲۰/۵۰

دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر — مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

اس مقالے میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے استادِ تاریخ پروفیسر محمد اسلم کی کتاب "دینِ الٰہی" پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں بدایونی کے بیانات، اکبر، شیخ مبارک، فیضی اور ابو الفضل کے بعض خیالات اور حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے موقف پر بڑی صراحت سے لکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ اس لحاظ سے بھی قابلِ مطالعہ ہے کہ اس میں جدید تحقیقی خصوصیت کے ساتھ سچے مذہبی رجحان کی ترجمانی بھی ہے۔

قیمت: ۴/-

نئی نظم کا سفر، مرتبہ: ڈاکٹر خلیل الرحمن اعظمی   صلاح کار: ڈاکٹر منیب الرحمن   ڈاکٹر وحید اختر

اس انتخاب میں مرتب کے پیش نظر جو بات رہی ہے وہ یہ کہ ۱۹۳۶ء کے بعد کے شعرا کا مطالعہ اس زاویے سے کیا جائے کہ اقبال اور جوش کے عہد تک کی نظم جس منزل پر پہنچ گئی تھی اس کے بعد انحرافِ انقطاع کی جو صورتیں کسی نہ کسی نہج سے ابھری ہیں وہ پورے طور پر گرفت میں آسکیں۔ یہ انتخاب آپ کو نئی نظم کے خد و خال کو پہچاننے میں مدد دے گا۔

قیمت: مجلد ۱۲/۵۰ غیر مجلد ۶/۵۰

مسلمان اور عصری مسائل   ڈاکٹر سید عابد حسین

ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب کے بلند پایہ مقالات کا مجموعہ جس میں آج کے ایسے اہم ترین مسائل پر بحث کی گئی ہے جن کا تعلق براہ راست مسلمانوں سے ہے۔ یہ دراصل وہ اداریے ہیں جو ڈاکٹر صاحب موصوف نے سہ ماہی رسالے "اسلام اور عصر جدید" کے لیے لکھے تھے۔ ملک کے مایۂ ناز مفکر، فلسفی، معلم اخلاق کے زریں خیالات کا مجموعہ، جس کا پڑھنا ہر سنجیدہ مسلمان کے لیے ضروری ہے۔   قیمت: ۶/۵۰

تذکرۂ معاصرین   مالک رام

اس کتاب میں لگ بھگ پچھتر ادیبوں اور شاعروں کے مستند ترین حالاتِ زندگی درج ہیں۔ ساتھ ہی نمونۂ کلام بھی ہے۔ یہ کتاب مالک رام صاحب کی مسلسل [illegible] سال کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔   قیمت: ۱۶/۰

داستانِ اشک و خوں   خواجہ غلام السیدین مرحوم   مقدمہ: کرنل سید بشیر حسین زیدی

خواجہ صاحب سیاست داں نہیں تھے۔ لیکن اُن کے پہلو میں حساس دل ضرور تھا۔ [illegible] ۱۹۷۱ء کے بعد بنگلہ دیش میں جو دردناک واقعات رونما ہوئے تھے اُن سے انھیں سخت دکھ پہنچا تھا۔ خواجہ صاحب نے اپنے اسی دلی کرب و اضطراب کو چند تقریروں اور مضامین میں ظاہر کیا تھا۔ یہ کتاب اُنھیں تقریروں اور مضامین کا مجموعہ ہے۔

قیمت: ۱/۵۰

طنزیات و مضحکات — رشید احمد صدیقی

طنزیات و مضحکات کے فن پر اردو میں پہلی اور اہم کتاب جو عرصے سے نایاب تھی اب نئے اہتمام سے شائع کی گئی ہے۔ اس مقالے کی ترتیب مقدمے میں جس اصول کو مدِ نظر رکھا گیا وہ یہ تھا "نئی دنیا کی فضا پیش کی جائے نہ یہ کہ کو ملبس کیا تھے، کون تھے اور کیا ہوئے۔"

قیمت: ۱۰/۵۰

اشخاص و افکار — پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی

پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی کے گراں قدر مضامین کا مجموعہ، جس میں جمال الدین افغانی، علامہ شبلی، سر سید احمد خان، شیخ محمد عبدہٗ، رشید رضا، ضیا گوکلپ، لطفی السیّد، اور اقبال کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

قیمت: ۶/۵۰

تجزیے — ڈاکٹر گیان چند جین

ڈاکٹر گیان چند جین اردو دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ "تجزیے" آپ کے ادبی، تنقیدی اور تحقیقی مضامین کا ایسا مجموعہ ہے جو ہر اعتبار سے اردو ادب میں ایک اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔

قیمت: ۱۴/۰

اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ — ڈاکٹر محمود الٰہی

یہ ڈاکٹر محمود الٰہی کا تحقیقی مقالہ ہے جس پر موصوف کو ڈاکٹریٹ عطا کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا یہ مقالہ، طلبہ اور اردو داں حلقے میں یقیناً قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

قیمت: ۱۳/۰

خواتینِ کربلا (کلامِ انیس کے آئینے میں) — صالحہ عابد حسین

صالحہ عابد حسین کے پُر سوز قلم نے خدائے سخن میر انیس کی زبانی اُن محترم و مقدس خواتین کے کارناموں کو اس کتاب میں پیش کیا ہے جنھوں نے حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں اور کربلا کے بعد کوفہ و دمشق میں کلمۂ حق بلند کیا۔

اس کا مطالعہ یقیناً خواتینِ ملت کے دل میں حق پرستی اور اصولِ اسلام کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کا جذبہ پروان چڑھاتا رہے گا۔

قیمت: [illegible]

نئی دُنیا کو سلام   اور جعفری   علی سردار جعفری

یہ منظوم تمثیل نہیں بلکہ تمثیلی نظم ہے۔ اس کے کردار کردار نہیں۔ علامتیں ہیں۔ کہانی، پلاٹ نہیں، مبہم سا خاکہ ہے۔ واقعات کی بجائے واقعات سے پیدا ہونے والے جذبات، تاثرات اور احساسات پیش کئے گئے ہیں۔ اس نظم کا موضوع بھی نیا ہے اور تکنیک بھی نئی، اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی پہلی طویل نظم جو کئی یونی ورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہے۔

قیمت: ۸/۰

دنیا اسلام سے پہلے اسلام کے بعد   (مولانا) عبدالسلام قدوائی ندوی

زیرِ نظر کتاب میں مولانا موصوف نے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کی آمد سے قبل دنیا میں مذہب کا کیا تصور تھا، سماجی اور معاشی حالت کیسی تھی؟ پھر اسلام نے اِن میں کیا کیا نمایاں تبدیلیاں کیں؟ تاریخِ اسلام سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک انمول تحفہ۔

قیمت: غیر مجلّد ۲/۰   مجلّد: ۲/۷۵

امریکہ کے کالے مسلمان   ڈاکٹر مشیر الحق

امریکہ کے تقریباً دو کروڑ حبشیوں میں عیسائیوں اور یہودیوں کے علاوہ ایک خاصی بڑی تعداد مسلمانوں کی بھی ہے۔ اِن مسلمانوں میں ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو نسبتاً سب سے بڑا اور سب سے زیادہ منظم ہے۔ یہ لوگ "کالے مسلمان" کہے جاتے ہیں۔ اِن کے یہاں رنگ و نسل پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ امریکہ کی ایک ایسی مذہبی جماعت اور سیاسی و سماجی تحریک جس سے ہر مسلمان کا واقف ہونا ضروری ہے۔

قیمت: غیر مجلّد ۲/۵۰   مجلّد: ۳/۵۰

اکابرِ تعلیم
سعید انصاری

اِس کتاب میں اُن اکابرِ تعلیم کے حالات درج ہیں جنھوں نے جدید تعلیم سے متعلق افکار و خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یا تعلیم کے عملی پہلوؤں سے بحث کی ہے اور انھیں تجربے کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

قیمت

کتاب وسنت کے جواہر پارے — [illegible] — [illegible]

جو لوگ کامل ایمان اور رضائے حق کے طالب ہیں ان کے لئے قرآن و سنت پر عمل کئے بغیر دنیا و آخرت کی سلامتی اور کفر و فسق سے نجات ناممکن ہے۔ اسی لئے اس کتاب میں قرآن و حدیث کے کچھ حصے نہایت آسان اور عام فہم زبان میں پیش کئے گئے ہیں تاکہ عام مسلمان اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

قیمت: ۲/۲۵

اسلام کی اخلاقی تعلیمات — امام غزالیؒ — (مترجم) رشید الوحیدی

کسی عالم دینیات کے خیالات کو مسلمانوں میں اتنی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی کہ اس کے فرمودات کو اچھی اور نیک زندگی گزارنے کا ایک وسیلہ تصور کر لیں۔ یہ مقبولیت اہمیت صرف امام غزالیؒ ہی کو حاصل ہے۔ یہ کتاب جو در اصل ' احیاء علوم الدین ' کا خلاصہ ہے۔ اس کی ایک اچھی مثال کہی جا سکتی ہے۔ اخلاقی تعلیمات پر ایک بہترین کتاب۔

قیمت: ۹/۵۰

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ — (پروفیسر) طاہر محمود انڈین انسٹی ٹیوٹ [illegible]

اس مختصر کتابچے کی تصنیف کا مقصد یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کی اردو داں اکثریت کا ہر فرد زیر بحث نازک مسئلے کے تمام پہلوؤں اور اس کی نوعیت کو سمجھ لے۔

قیمت: ۲/۰

مسلمان اور سیکولر ہندوستان — ڈاکٹر مشیر الحق

اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے۔ جس میں مسلمانوں کی موجودہ مذہبی تعلیم، مذہبی رہنمائی، عائلی قانون اور سیکولر نظریۂ حیات ایسے موضوعات کا پوری دیانت کے ساتھ غیر جانب دارانہ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

قیمت:

اسلامی عقائد و مسائل مذہب — [illegible]

یہ کمی ایسی کتابوں کی بے حد کمی ہے جو عام مسلمانوں کو عقائد اور [illegible]

عقائد کی تشریح اور نماز روزہ اور زکوٰۃ کے مسائل و احکام کی تفصیل سلیس اور عام فہم انداز میں بیان کی گئی ہے۔
قیمت: ۱/۲۵

آذر کا خواب (ڈرامہ) **قدسیہ زیدی**

اُردو ڈرامے کے موجودہ دور میں قدسیہ زیدی اب کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اُن کے ڈراموں نے اُردو ادب میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا ہے "آذر کا خواب" اُن کا ایک ایسا ڈرامہ ہے جسے یقیناً ہر طبقۂ خیال کے لوگ پسند کریں گے۔ لطیف مزاح اور چست مکالمے ڈرامے کی جان ہیں۔ یہ ڈرامہ بآسانی اسٹیج کیا جا سکتا ہے۔
قیمت: ۲/۵۰

آلپس کے گیت (ناولٹ) مصنف: واسل بائیکوف مترجم: قمر امین حیدر

"آلپس کے گیت" واسل بائیکوف کے ہیجان انگیز جوش اور ولولہ خیز طرزِ بیان میں ایک ایسا ناولٹ ہے جو دوسری جنگِ عظیم کا بھیانک اور الم ناک بوجھ اُٹھانے والے انسانوں کا ترجمان ہے۔
قیمت: ۳/۰

بڑی حویلی (مضامین) **مرزا محمود بیگ**

ہمارے دیکھتے دیکھتے دلّی بدلی، دلّی کی تہذیب بدلی، دلّی والوں کا مذاق بدلا، وضع بدلی، طور طریق بدلے ــــ بدلتی ہوئی اِس دلّی کا حال بیگ صاحب نے دلّی کی نکھری ستھری زبان میں لکھا ہے۔ اتنے پیارے اور فن کارانہ انداز میں لکھا ہے کہ بدلتی ہوئی دلّی کا ہو بہو نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔
قیمت: ۲/۵۰

غالبؔ اُردو کلام کا انتخاب
پروفیسر محمد مجیب

مرزا غالبؔ کا دیوان اپنی جگہ خود انتخاب ہے۔ پھر اِس انتخاب کا انتخاب۔ ایک ایسا لاجواب انتخاب کہ جس کے مطالعے سے مرزا غالبؔ اپنے پورے فضل و کمال کے ساتھ سامنے آ جاتے ہیں۔ مجیب صاحب کا مبسوط مقدمہ خوشا ہکار کی حیثیت

رکھتا ہے۔ اس [illegible]

قیمت ۵/۵۰

کتاب کی کہانی (معلومات) سید حامد حسین ندوی

انسان نے کب اور کیسے لکھنا پڑھنا سیکھا؟ کتاب کی ابتدا کیسے ہوئی۔ کتاب کو موجودہ صورت تک پہنچنے میں کن کن منزلوں سے گزرنا پڑا؟ یہ سب جاننے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کیجیے۔

قیمت: ۱/۵۰

پچھلی رات فراق گورکھپوری

کلامِ فراق کے شائقین کے لیے ایک انمول تحفہ۔ فراق کی غزلوں کا وہ انتخاب جسے خود فراق نے ترتیب دیا ہے۔ دیدہ زیب کتابت اور روشن طباعت نے اس مجموعے کے حسن کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

قیمت: ۸/۰

ڈاکٹر ذاکر حسین (سیرت و شخصیت) مرتب: عبداللطیف اعظمی

۱۹۶۶ء سے قبل ذاکر صاحب پر جتنے اہم اور قابلِ ذکر مضامین لکھے گئے وہ سب کے سب اس مجموعے میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ ذاکر صاحب کی زندگی، ان کی شخصیت، اُن کے کردار، اُن کی صفات اور اُن کی قومی و تعلیمی خدمات سے واقف ہونے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔

قیمت: ۶/۵۰

شہر آشوب ڈاکٹر نعیم احمد

اردو کلاسیکی صنفِ سخن ''شہر آشوب'' کے تحت جو نظمیں کہی گئی ہیں وہ محض خیال آرائی یا مضمون آفرینی کا نتیجہ نہیں بلکہ اپنے اپنے عصر کے حالات کی تخلیق ہیں۔ اسی لیے یہ صنفِ سخن زندگی پر بے لاگ تبصرہ بھی ہے اور تنقید بھی۔

قیمت: ۸/۵۰

پیار کا موسم

پیار کا موسم، محبت اور محبت کی رنگینیوں سے بھرپور ایک ایسا ناول ہے جسے رومانی ناولوں سے دلچسپی رکھنے والے حضرات نے بے حد پسند کیا ہے۔

قیمت: ۴/۵۰

دلّی کی شام　　مصنف: احمد علی　　مترجم: بلقیس جہاں

دلّی کی شام ایک اجتماعی ناول ہے جس کا ہیرو نہ صرف دلّی شہر ہے جس میں مسلمانوں کی مٹتی ہوئی تہذیب کے خصوصی دور کی کہانی، روزمرہ کی زندگی کے آئینے میں پیش کی گئی ہے بلکہ عام انسانی زندگی کی ایک نہایت دلچسپ کہانی بھی ہے۔

قیمت: ۸/۰

بکھرے ورق　مصنف: ڈاکٹر سونیتی کمار چٹرجی　　مترجم: شانتی رنجن بھٹاچاریہ

پروفیسر ڈاکٹر سونیتی کمار چٹرجی بین الاقوامی شہرت یافتہ ماہر لسانیات اور بنگلہ زبان کے مشہور و معروف ادیب ہیں۔ "بکھرے ورق" اُن کے سات ایسے مضامین کا مجموعہ ہے جن کا تعلق خاص طور پر اسلامی علوم اور تہذیب و تمدّن سے ہے۔

قیمت: -/۴

شراب کہنہ　　(تعارف و تذکرہ)　　رشید نعمانی

کسی زبان کے مطالعے کے لیے اُس کے شاعروں اور ادیبوں کے حالات جاننا بہت ضروری ہے۔ رشید نعمانی صاحب نے چار سال کی مسلسل عرق ریزی کے بعد اس تذکرے میں اُردو کے ۵۰ شاعروں (قلی قطب شاہ تا حالیؔ) کے مختصر مگر صحیح حالات مع سنین پیدائش و انتقال جمع کر دیے ہیں ساتھ ہی ہر شخص کا نمونۂ کلام بھی پیش کر دیا ہے۔ طلبا کے لیے یہ تذکرے خاص طور پر مفید ثابت ہوئے ہیں۔

قیمت: -/۴

پاکستان (اس کا قیام اور ابتدائی حالات) مصنف سری پرکاش　مترجم: محمد حمایت الحسن

سری پرکاش صاحب پہلے ہندوستانی ہائی کمشنر ہیں، جن کا تقرر پاکستان میں ہوا

تھا، اُنہیں پاکستان کے [illegible] دنوں کو قریب سے دیکھنے [illegible] اور
پاکستان کے ابتدائی حالات کا جائزہ لینے کا بہترین موقع میسر آیا۔ اُن کی یہ تصنیف اُس
زمانے کے حالات کی حقیقی روداد ہے اور اسے نہایت ایمان داری اور صداقت دلی کے
ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔ قیمت: ۴/-

پریم چند کے خطوط مرتبہ: مدن گوپال

کسی بھی شخص کے خطوط اُس کی سیرت، کردار اور شخصیت کا حقیقی آئینہ ہوتے ہیں۔ اُردو کے مایۂ ناز منفرد افسانہ نگار اور ناول نویس، منشی پریم چند کے ۲۲۳ خطوط کو مدن گوپال صاحب نے پچیس برس کی مسلسل جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔ ان نجی اور کاروباری خطوط کے مطالعے کے بعد منشی پریم چند کی سیرت و شخصیت کو سمجھنے کے لئے مزید کسی حوالے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ قیمت: ۷/۵۰

صلاح الدین ایوبی (ناولٹ) قاضی عبدالستار

صلاح الدین ایوبی، اسلام کے مایۂ ناز سپوت، ہمت و شجاعت کے پُتلے اور بے مثال جنرل تھے۔ وہ آندھی کی طرح اُٹھے اور فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ قاضی عبدالستار نے اس بے مثال جنرل کی کہانی تاریخی حقائق کے پس منظر میں بیان کی ہے اور ان کے مخصوص اور پُر شکوہ اندازِ بیان نے اس ناول کو انتہائی پُر اثر بنا دیا ہے۔ قیمت ۳/۵۰

چنار کا پتا (ناولٹ) مصنفہ: سلطانہ آصف فیضی

اس چھوٹے سے ناول میں کشمیر کی سچی تصویر پیش کی گئی ہے۔ جس میں آپ کشمیر کے معصوم بچپن سے لے کر مجبور بڑھاپے تک، اس کی مسلسل اور مختلف کیفیتوں کو درجہ بہ درجہ بڑھتے اور پروان چڑھتے دیکھ سکیں گے۔ قیمت: ۳/۰

آتشِ گل (شعری مجموعہ) (نیا اڈیشن) جگر مرادآبادی

رئیس المتغزلین حضرت جگر مرادآبادی کا یہ دیوان پُر کیف اور بہار آفریں غزلوں کا مجموعہ ہے جس کا نام شعری ادب میں سرِ فہرست آتا ہے۔ ایک ایسا مجموعۂ کلام جو اپنے

[illegible] جس کی ہر غزل [illegible]
اندر بے پناہ رنگینیاں اور بہاریں سمیٹے ہوئے ہے۔ جس کی ہر غزل
لبوں پر آجاتا ہے۔ اس کتاب پر جگر کو ساہتیہ اکاڈمی سے انعام عطا ہوا تھا۔

قیمت: -/۰

یادگار شخصیتیں مرتب: جواہر لال نہرو مترجم: رفیق محمد شاستری

اس کتاب میں مہاویر گوتم بدھ سے لے کر مصطفیٰ کمال پاشا تک کے زمانے کی اہم مقتدر ہستیوں کا ذکر ہے۔ ان ہستیوں میں اوتار بھی ہیں پیغمبر بھی، مفکر بھی ہیں، حکمران بھی۔ سیاست داں بھی ہیں اور دانش ور بھی، مصلح قوم بھی ہیں اور عالم بھی۔ بڑی بات یہ ہے کہ ان کے ذکر میں کسی روایتی عقیدے یا جذباتی لگاؤ کو دخل نہیں ہے۔ صرف تاریخی پس منظر میں پوری دیانت داری کے ساتھ انھیں دیکھنے اور پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قیمت: -/۷

کچھ پرانے خط (حصہ دوم) مرتب: پنڈت جواہر لعل نہرو مترجم: مولانا عبد المجید الحریری

پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام ملکی اور غیر ملکی سرکردہ ہستیوں کے ۲۰۰ خطوط کا بیش بہا مجموعہ یہ خطوط ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک کے زمانے کی نہ صرف سچی تاریخ پیش کرتے ہیں بلکہ ان کے ذریعے بہت سے ایسے اہم واقعات بھی معلوم ہو جاتے ہیں جن سے ہم آپ اب تک ناواقف رہے ہیں۔

قیمت: -/۱۰

حسرت کی شاعری (تحقیق و تنقید) (ریپائزڈ ایڈیشن) ڈاکٹر یوسف حسین خاں

حسرت کے شاعرانہ اوصاف اور ان کی شخصیت کی عظمتیں بہت وسیع اور ہمہ جہت ہیں اور ڈاکٹر یوسف حسین صاحب نے انھیں نہایت معقولیت اور جامعیت کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ ترمیم اور اضافے کے بعد۔

قیمت: -/۲

قلم کا مزدور۔ پریم چند (سوانح) مدن گوپال

یہ کتاب منشی پریم چند کی داستانِ حیات ہے۔ جس کو مدن گوپال صاحب نے کئی برس کی طویل محنت کے بعد پریم چند کے خطوط، ان کی تحریروں اور ان کی شریکِ حیات کی لکھی ہوئی یادداشتوں کی مدد سے مرتب کیا ہے۔ کتاب کی سب سے بڑی خوبی

ہے کہ تمام حاشیہ میں ہر حکایات کی ماخذ کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔

قیمت : ۸/-

گنجہائے گراں مایہ (تیسرا ایڈیشن) **پروفیسر رشید احمد صدیقی**

یہ کتاب اُن پندرہ عظیم المرتبت شخصیتوں کی زندگی سے متعلق بیتی بسری یادوں کا عکس ہے جو اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ ان شخصیتوں میں مفکر بھی ہیں اور عالم بھی سیاست داں بھی اور مصلح قوم بھی، شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی۔ رشید صاحب کے مخصوص و منفرد انداز میں لکھی ہوئی اس کتاب کو جب آپ پڑھیں گے تو کبھی آپ مسکرانے پر مجبور ہوں گے اور کبھی آہِ سرد کھینچنے پر۔

قیمت : ۶/-

آشفتہ بیانی میری (چوتھا ایڈیشن) **پروفیسر رشید احمد صدیقی**

رشید صاحب نے علی گڑھ کو نصف صدی تک دیکھا اور برتا ہے۔ اُن کو علی گڑھ سے لگاؤ نہیں عشق ہے۔ اس کتاب میں رشید صاحب نے اپنے ذاتی خیالات اور تاثرات اپنے مخصوص رنگ میں پیش کئے ہیں۔ ان کے والہانہ لگاؤ نے کتاب میں ایک خاص رنگ پیدا کر دیا ہے۔ جس کا اندازہ کتاب کو پڑھنے ہی سے ہو سکتا ہے۔

قیمت : ۵/-

پردیسی کے خطوط **مجنوں گورکھپوری کے خطوط کا مجموعہ**

مکتوبات، روزناموں اور مکالمات کی صورت میں زندگی اور زندگی کے مختلف شعبوں کے رموز و نکات اور مسائل و معاملات زیادہ دل نشینی کے ساتھ سمجھائے جا سکتے ہیں اپنے اس خیال کے پیش نظر مجنوں صاحب نے یہ خطوط سپردِ قلم کئے ہیں جن میں چند اہم موضوعات پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ خطوط تنقید و تفتیش اور مشرقی حکمت کا بہترین نمونہ ہیں۔

قیمت : ۲/۷۵

اُردو انشائیہ (تیسرا ایڈیشن) **سید محمد حسنین**

انگریزی میں (ESSAY) ایک مخصوص ہیئت اور اسلوب کے مقالے کو کہتے ہیں ایسے مقالے ایک خاص قسم کے فکر و تصور کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جن میں تجزیہ جذب انشا

مطالعہ، منطقی استدلال، فلسفیانہ تفکر، اور انشائے عالیہ کا اسلوب بہت ہی پایا جاتا ہے
"اُردو ایسّیز" میں مقالہ نویسی کی اس صنف پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ نمونے کے طور پر مختلف ادوار کے ایسّیز (مقالے) بھی شامل کئے گئے ہیں۔ قیمت ۵/۵۰

زندگی کی سہر   ساڈمنگ   ترجمہ: محمد خلیق

جب غلامی کی زنجیریں ٹوٹتی ہیں تو اس کی جھنکار کے ساتھ قوم کی زندگی میں ایک برقی لہر دوڑ جاتی ہے۔ یہ ناول قومی زندگی کے اس نئے رخ کو پوری آب و تاب کے ساتھ بے نقاب کرتا ہے۔ قیمت: ۴/۵۰

کاروانِ فکر   (اخلاقیات)   ڈاکٹر یوسف حسین خاں

یوسف صاحب کے بصیرت افروز مقالات کا مجموعہ جس میں اخلاقی قدروں کو خاص طور پر اہمیت دی گئی ہے۔ فاضل مصنف نے ہر گتھی کو بڑے واضح اور مدلل انداز سے سلجھا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ بالآخر نیکی ہی بدی پر غالب آتی ہے اور عمل ہی سے تقدیریں بنا کرتی ہیں۔ موصوف کے اندازِ فکر میں گہرائی ہے، معنویت ہے اور پھر زبان کا حسن ہے۔ جو دوسروں کے ہاں بہت کم ملتا ہے۔ قیمت: ۳/۷۵

باغ و بہار   میر امن دہلوی   مرتبہ: رشید حسن خاں

"کم یاب معیاری کتابیں انتہائی صحتِ متن، ضروری اعراب اور فرہنگ کے ساتھ شائع کی جائیں تاکہ عوام اور خاص طور سے طلبہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں" یہی اس کتاب کی اشاعت کا مقصد ہے۔
قیمت ۶/۵۰

تنقید کیا ہے؟   (نظرِ ثانی و اضافے کے بعد)   آل احمد سرور

سرور صاحب کے یہاں انشاء پردازی اور ادبی چاشنی کا وہ عنصر پایا جاتا ہے جو اعلیٰ تنقید کی ایک مستحسن خصوصیت ہے۔ یہ کتاب تنقیدی مضامین کا ایسا مجموعہ ہے جس میں تنقید کے اصولوں پر بحث بھی ہے اور پوری کتاب اس کا جواب بھی۔ قیمت: ۶/۷۵

اردو مرثیہ (تاریخ و تنقید) سید صفدر حسین

اردو مرثیے کی یہ تاریخ جو بڑی کاوش سے مرتب کی گئی ہے دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں دکن کی مرثیہ گوئی کی ابتدا سے لے کر اس کے عروج تک کی داستان ہے اور پھر دوسرے حصے میں شمالی ہند میں اس کے نئے انداز سے آغاز و ارتقا کا تمام حال مکمل اور مفصل حوالوں اور نمونوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ قیمت: ۶/۰

موجودہ تعلیمی مسائل (نیا اڈیشن) عبداللہ ولی بخش قادری

قادری صاحب تعلیمی نفسیات کے تجربہ کار اور بالغ نظر استاد ہیں۔ یہ کتاب ان کے ۲۲ مضامین کا مجموعہ ہے۔ جن میں تعلیم و تربیت کے متعدد پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

قیمت: ۴/۵۰

جامعہ کا طریقہ عبدالغفار مدہولی

"جامعہ کا طریقہ" مدہولی صاحب کے تیس پینتیس سال کے ان تجربوں کا نچوڑ ہے جو آپ نے ابتدائی تعلیم کے میدان میں دن رات لگ کر حاصل کئے ہیں۔ یہ کتاب زیر تربیت استادوں ہی کے لیے نہیں، ان استادوں کے لیے بھی مفید ہوگی جو مبتدی بچوں یا بڑوں کو اردو یا ہندی پڑھنا لکھنا سکھاتے ہیں۔ قیمت: ۲/۵۰

تاریخ الامت (تاریخ اسلام) مولانا اسلم جیراجپوری

روایات و واقعات کا سلسلۂ اسناد کہیں سے بھی منقطع نہ ہونے پائے۔ یہ امتیاز صرف تاریخ اسلام ہی کو حاصل ہو سکا ہے۔ اسی لیے امت محمدی کی تاریخ جوں کی توں محفوظ چلی آ رہی ہے۔

مولانا اسلم جیراجپوری مرحوم نے اسلامی تاریخ کی مستند و قدیم کتابوں کو سامنے رکھ کر بڑی چھان بین اور تحقیق کے بعد تاریخ اسلام کا یہ سلسلہ مرتب فرمایا تھا۔ امت محمدیؐ کی یہ تاریخ اپنی گوناگوں خوبیوں اور صحت واقعات کے سبب قومی نصاب میں شامل اور ملک و بیرون ملک میں مقبول ہو چکی ہے۔

تاریخ الامت (حصہ اول) سیرت رسولؐ (گیارھواں اڈیشن) قیمت: ۳/-

" " (" دوم) خلافت راشدہ (آٹھواں ") " ۵/-

تاریخ الامت (حصہ سوم)	خلافت بنی امیہ (چوتھا اڈیشن) قیمت	۴/۲۵
" " (" چہارم)	" عباسیہ (" چوتھا ") "	۴/۲۵
" " (" پنجم)	عباسیہ بغداد (" ") "	۴/۲۵
" " (" ششم)	عباسیہ مصر (تیسرا ") "	۴/۲۵
" " (" ہفتم)	آل عثمان (دوسرا ") "	-/۳
" " (" ہشتم)	تاریخ اسلام اور قرآن (" ") "	۴/۲۵

آزمائش (چوتھا اڈیشن) (ڈراما) — پروفیسر محمد مجیب

۱۸۵۷ء کی ملک گیر عوامی تحریک کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا۔ پر یہ غدر نہیں تھا۔ بلکہ حصولِ آزادی کی تحریک کی طرف پہلا قدم تھا۔ بہت موثر قدم۔

"آزمائش" اسی پہلی جنگِ آزادی سے متعلق ایک دلچسپ ڈراما ہے۔ ڈرامے میں اصل واقعات کو مستند تاریخی پس منظر میں پیش کیا گیا ہے۔

قیمت: -/۲

انجام (ڈراما) — پروفیسر محمد مجیب

مجیب صاحب کا ایک بہت ہی خوبصورت اور دلچسپ ڈراما جس کے متعدد اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ڈراما مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ آسانی سے اسٹیج بھی کیا جا سکتا ہے۔

قیمت: ۱/۵۰

کھیتی (ڈراما) — پروفیسر محمد مجیب

اس ڈرامے میں نام نہاد قومی رہ نماؤں کے ہتھکنڈوں کا پردہ نہایت خوبی اور دلکش انداز سے چاک کیا گیا ہے۔ موجودہ حالات میں جب کہ کہیں کہیں لیڈری محض آمدنی اور نام آوری کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ اور بھی ضروری ہے۔

قیمت: ۱/۵۰

کیمیاگر (افسانے) — پروفیسر محمد مجیب

مجیب صاحب نے بہت کم افسانے لکھے ہیں وہ اپنی جگہ ایک رنگ میں کیفیت رکھتا تھا۔ ان افسانوں میں مجیب صاحب نے عام [illegible] کیا

ہے اور دوسرے فنکار زندگی کی جھلکیاں بڑے خوبصورت انداز میں پیش کی گئی ہیں۔
قیمت ۲/۵۰

خانہ جنگی (ڈراما) پروفیسر مجیب

دارا شکوہ، اورنگ زیب اور مراد کے باہمی اختلافات سلطنتِ مغلیہ کے زوال کا سبب بنے۔ حکومت کا شیرازہ بکھر گیا اور ایک ملک گیر انتشار برپا ہو گیا۔ اس ڈرامے میں اسی دور کی سچی عکاسی انتہائی دل چسپ انداز میں کی گئی ہے۔ یہ ڈراما اسٹیج بھی کیا جا سکتا ہے۔
قیمت: ۲/۲۵

پردۂ غفلت (ڈراما) (نیا اڈیشن) ڈاکٹر سید عابد حسین

یہ ڈراما ہماری تہذیب و تمدن کی نہ صرف عکاسی کرتا ہے۔ بلکہ ان نقوش میں دل کش رنگ آمیزی بھی کرتا ہے جن سے بچے اور بوڑھے دونوں لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔
قیمت: ۲/۲۵

میدانِ عمل (ناول) منشی پریم چند

"میدانِ عمل" منشی پریم چند کا وہ مشہور ناول ہے۔ جو اردو کا سب سے اچھا ناول تسلیم کیا جا چکا ہے۔ اس کا یہ چھٹا اڈیشن حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ مجلد مع خوب صورت گرد پوش۔
قیمت: ۹/۵۰

گئودان (ناول) (ساتواں اڈیشن) منشی پریم چند

"گئودان" اردو کے بہترین ناولوں میں ممتاز جگہ کا مستحق ہے۔ اس میں کسان اور زمین دار، مزدور اور سرمایہ دار، شہری اور دیہاتی، جنتا اور لیڈر اور اسی طرح کے متعدد ٹکرانے والے کرداروں کی زندہ اور جان دار تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ ہندوستانی سماج، اس کے روزمرہ کے مسائل کے تمام نقوش ابھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔
قیمت: ۱۲/-

بیوہ ناول (چھٹا اڈیشن) منشی پریم چند

اس دردناک ناول میں منشی پریم چند نے سماج کی ٹھکرائی ہوئی ایک بے کس

[illegible] بیان کی ہے۔ یہ ایک ایسا ناول ہے جسے آپ
بلا رکے پڑھنے پر مجبور ہوں گے۔ (زیر طبع)

واردات (افسانے) منشی پریم چند

منشی پریم چند کے تیرہ افسانوں کا مجموعہ جس کا ہر افسانہ اپنا ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ یہ افسانے اُس زمانے کے لکھے ہوئے ہیں جب منشی جی کا فن انتہائی عروج پر تھا۔ ادبی حسن و جمال اور فنی چابک دستی اِن افسانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔
قیمت: ۵/۵۰

کیا خوب آدمی تھا مرتبہ: ڈاکٹر عابد حسین

اس کتاب میں ایسی شخصیتوں کا تذکرہ ہے جنھوں نے اپنے جامد ماحول میں کسی نہ کسی قسم کی حرکت پیدا کی یا شاعر کی زبان میں "بزمِ عیشِ جہاں" کو کسی نہ کسی حد تک برہم۔ بڑی بات یہ ہے کہ تذکرہ نویس ان عظیم شخصیتوں کے قریبی دوست، جاننے والے اور ملک کے نامور اہلِ قلم ہیں۔
قیمت: ۲/۵۰

پت جھڑ کی آواز (دوسرا اڈیشن) قرۃ العین حیدر

"آگ کا دریا" جیسے مشہور ناول کی مصنفہ محترمہ قرۃ العین حیدر کے آٹھ منتخب افسانوں کا مجموعہ۔ مصنفہ کو اِس مجموعے پر ساہتیہ اکیڈمی آوارڈ ملا ہے۔ (زیر طبع)

ماں کی کھیتی (ناولٹ) مصنفہ: چنگیز اعتماتوف مترجمہ: قرۃ العین حیدر

دھرتی ماں کی گود کے ایک دُور افتادہ چھوٹے سے گوشے میں کھیلی جانے والی کہانی جس میں نہایت سادگی کے ساتھ انقلابی حادثات، اَن جانے مصائب، خاموش لگن اور انسان کے پُرعزم حوصلوں اور جد و جہد کی ایک دل چسپ اور صحیح کہانی پیش کی گئی ہے۔
قیمت: ۲/۵۰

آدمی کا مقدر (ناولٹ) مصنف: میخائیل شولوخوف مترجمہ: قرۃ العین حیدر

میخائیل کا شمار اِس صدی کے عظیم مصنفین میں کیا جاتا ہے۔ اُنھوں نے اِس ناولٹ کا تانا بانا دوسری جنگِ عظیم کے تلخ اور کرب ناک تجربوں کی روشنی میں بُنا ہے۔ اور آدمی کے مقدر کی تحقیق کی ہے۔ "آدمی کا مقدر" میخائیل کی بہترین تخلیق قرار دی گئی ہے۔ قیمت: ۱/۵۰

دروازے کھول — **کرشن چندر**

یہ ڈراما متعصبوں اور تنگ نظروں کے لیے ایک تازیانہ ہے
قومی یک جہتی کے اس نمائندہ ڈرامے نے کتنے ہی زنگ خوردہ دریچے
کھول دیے ہیں
قیمت ۳/-

ڈنگو (ناولٹ) مصنفہ آر فریمین ترجمہ : قرۃ العین حیدر

ہماری زندگی ایک رفیع الشان بڑھتا اور پھولتا ہوا درخت ہے۔ اسے دکھاوے کے زیوروں سے سجانا بے کار ہے۔ اس مختصر اور سیدھے سادے لیکن دل کش ناول پر یہ الفاظ پوری طرح صادق آتے ہیں۔
قیمت : ۳/-

پودوکیہ (ناولٹ) ویرا پانووا مترجمہ :- قرۃ العین حیدر

ایک ایسی ماں کی کہانی ہے جو یا پانچ یتیم بچوں پر اپنی ماتا نچھاور کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا ناول ہے جو پڑھنے والوں کے دلوں میں اتر جائے گا۔
قیمت : ۲/-

سات سال مصنف : ملک راج آنند مترجم : رضیہ سجاد ظہیر

سات سال، ملک راج آنند کے مشہور انگریزی ناول "سیون سمرز" کا اردو ترجمہ ہے۔
یہ ایک عام ہندوستانی بچے کی معصوم شوخیوں اور بھولی شرارتوں سے بھرپور داستان ہے۔
اندازِ بیان کی سادگی نے ناول کو اتنا دلچسپ بنا دیا ہے کہ شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر قرار نہیں آتا۔
قیمت : ۶/-

دلدل مصنف : بھبھانی بھٹا چاریہ مترجم : رضیہ سجاد ظہیر

یہ ایک دلچسپ سوشل ناول ہے۔ ناول کے ہیرو کالو اور اس کی بیٹی چندریکھا کی ہنگامہ خیز داستان پُرلطف اور پُراثر انداز میں بیان کی گئی ہے
قیمت : ۵/۵۰

عروسِ نیل (سفرنامہ) سلطانہ آصف فیضی

بیگم فیضی نے اپنے قیام مصر کے تاثرات اس کتاب میں بہت ہی دلچسپ انداز میں پیش کئے ہیں۔ ترمیم و اضافے کے بعد نیا اڈیشن
(زیرِ طبع)

کرتار سنگھ دگل

اوپر کی منزل (ڈرامے)

ڈراما نگاری میں کرتار سنگھ دگل کا اپنا ایک مقام ہے۔ اِن کے ڈراموں میں توازن، معقولیت اور معتدل قسم کی رومانیت ہوتی ہے۔ "اوپر کی منزل" اُن کے ایک ایکٹ کے دس ڈراموں کا مجموعہ ہے۔ ٹیکنک کے لحاظ سے ہر ڈراما مکمل ہے۔

قیمت: -/۵

شکستِ ناتمام (ناول) مصنّف: اسٹین بیک — مترجم: زہرہ سیّدین

اسٹین بیک امریکہ کے صاحبِ طرز ادیب اور مشہور ناول نگار ہیں۔ اُن کے ناول اپنے اچھوتے پلاٹ اور اعلیٰ کردار نگاری کے لحاظ سے نمایاں انفرادیت کے حامل ہوتے ہیں۔ "دی مون از ڈاؤن" اِن کا وہ شاہکار ناول ہے جس میں مذکورہ دونوں خوبیاں بہ درجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔

قیمت: -/۲

آئینۂ ایام (ڈرامے) مصنّف: جے بی پریسٹلے — مترجم: خلیق احمد

انگریزی کے ادیبوں میں پریسٹلے بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اُن کے تین شہرۂ آفاق ڈراموں کا ترجمہ ہے۔ یہ ڈرامے اُردو دنیا میں بڑی قدر اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گئے ہیں۔

قیمت: ۴/۵۰

چراغوں کا سفر (افسانے) — رام لعل

رام لعل کا تعلق اُردو افسانہ نگاروں میں اُس نسل سے ہے جو کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی اور سعادت حسن منٹو کے سامنے آئی ہے۔ اُن کی کئی کتابوں پر حکومت اترپردیش سے انعامات بھی مل چکے ہیں۔ "چراغوں کا سفر" آپ کے ۱۶ مختصر مگر کامیاب ترین افسانوں کا مجموعہ ہے۔

قیمت: -/۴

باپ بیٹے (ناول) مصنّف: ترگنیف — ترجمہ: انور عظیم

روسی مصنّف ترگنیف کی مشہور تخلیق "فادر اینڈ سنز" کا ترجمہ۔ اِس ناول کو حقیقت پسندی کی ایک زندۂ جاوید روایت کا درجہ حاصل ہے اور پوری داستان اپنے اندر بڑی کشش اور بے باکی رکھتی ہے۔

قیمت: -/۶

ایک سی انیتا   ناول   مصنف: امرتا پریتم   [illegible]

"امرتا پریتم کا نام ملک کی اُن لکھنے والیوں میں ہوتا ہے جو اب کسی تعارف کی محتاج نہیں۔" "ایک سی انیتا" پنجابی زبان میں کافی مقبولیت حاصل کرچکی ہے اور اپنے طرز کے انوکھے اور چونکا دینے والے اس ناول کا اُردو ترجمہ پہلی بار شائع ہوا ہے۔

قیمت: ۳/-

سراج الدولہ (ڈراما)   مصنف: سچین سین گپتا   مترجم: اشفاق حسین

نواب سراج الدولہ کی حُبّ الوطنی، میر جعفر کی غداری اور انگریزوں کی شرم ناک چالوں پر مبنی ایک انتہائی سبق آموز اور پُر حقیقت ڈراما۔ زوردار اور دل پر اثر کرنے والے مکالمے اس ڈرامے کی جان ہیں۔ یہ ڈراما آسانی سے کھیلا جا سکتا ہے۔

قیمت: ۲/-

نقشِ آخر   (ڈراما)   اشتیاق حسین قریشی

۱۸ ویں صدی کے وسط میں کچھ ایسے تغیرات رُونما ہوئے جنھوں نے ہماری بہت سی خصوصیات کو مٹا دیا۔ اس تاریکی میں جب کسی طرف کوئی شعاع امید نظر نہ آتی تھی۔ ایک نیا ستارہ چمکا جس نے ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا۔ یہ ڈراما اسی انقلاب کی کہانی ہے بارہا کامیابی کے ساتھ اسٹیج بھی کیا جا چکا ہے۔

قیمت: ۲/-

ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظرِ ثانی کی ضرورت   آصف بن علی اصغر فیضی

اس کتاب میں مصنف نے ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی مذہبی پالیسی کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ سے لے کر اب تک اس ملک میں جو مسلمان مفکر اور مشاہیر علما پیدا ہوئے ہیں ان کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ مفکرین اسلام کا طریق فکر بھی بدل رہا ہے۔

قیمت: ۵/-

[illegible]

تعلیمی خطبات (دنیا ایڈیشن)

ماہرِ تعلیم محترم ذاکر صاحب مرحوم نے یہ خطبات مختلف موقعوں کے لیے مختلف لوگوں کے اصرار پر لکھے تھے۔ اِن میں سے ہر خطبے کا موضوع یا تعلیم کا کوئی خاص بنیادی مسئلہ ہے یا کوئی اور اہم پہلو۔ ان میں مروجہ طریقۂ تعلیم کے نقائص، جدید تعلیمی رجحانات اور تعلیم و تربیت کے لیے نئے اصولوں پر عالمانہ اور محققانہ بحث کی گئی ہے۔ اِن کا حل تلاش کیا گیا ہے۔ ان خطبوں کا مقصد آپ کو سچی تعلیم اور تعلیم کے صحیح مقصد سے روشناس کرانا ہے۔ درس و تدریس کا کام کرنے والوں کے لیے یہ کتاب بلا خوفِ تردید مشعلِ راہ ہے۔

قیمت: ۸/-

بُنیادی استاد کے لیے (دنیا ایڈیشن) ڈاکٹر سلامت اللہ

یہ کتاب ڈاکٹر سلامت اللہ صاحب کے ان تجربوں اور مشاہدوں کا نچوڑ ہے جو انھوں نے پندرہ بیس سال میں بُنیادی تعلیم کے ماحول میں حاصل کیے ہیں۔ بُنیادی اسکولوں میں کام کرنے والے استادوں اور بُنیادی ٹریننگ اسکولوں اور کالجوں میں تربیت حاصل کرنے والے طالب علموں کے لیے یہ کتاب بڑی مددگار ثابت ہوگی۔

قیمت: ۸/۵۰

ہم کیسے پڑھائیں؟ (دنیا ایڈیشن) ڈاکٹر سلامت اللہ

تعلیم اور طریقۂ تعلیم پر یہ بہت ہی اہم اور مقبول ترین تصنیف ہے۔ کتاب کے شروع میں تعلیمی مواد کے انتخاب، ترتیب اور باہمی ربط کے اصولوں پر بحث کی گئی ہے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ بچوں کے ذہن کو اِن معلومات کو قبول کرنے کے لیے کس طرح تیار کرنا چاہیے۔ اس کے بعد پڑھانے کے مختلف طریقوں کا مقابلہ کیا گیا ہے اور آخر میں درس و تدریس کے عملی مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

قیمت: ۷/۵۰

دُنیا کی کہانی (تاریخ) (دنیا ایڈیشن) پروفیسر محمد مجیب

مجیب صاحب بیک وقت مورخ بھی ہیں معلم بھی، ڈراما نگار بھی ہیں، افسانہ نگار بھی تاہم تو جیسے آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

اس نظر [illegible]

آج تک کی دنیا کی تاریخ کا جائزہ بڑے مدلل انداز میں لیا ہے۔ مذہب کیا تھا، انسانی تہذیب اور مختلف تحریکوں کے تقابلی مطالعے کے سلسلے میں یہ کتاب کیا طالب علم کیا استاد دونوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوئی ہے۔ قیمت: ۵/-

اپنے دُکھ مجھے دے دو (افسانے نیا اڈیشن) راجندر سنگھ بیدی

بیدی صاحب اُن افسانہ نگاروں میں ہیں جو کم لکھتے ہیں مگر جب لکھتے ہیں تو لکھنا حق ادا کر دیتے ہیں۔ زبان کی سادگی، ماحول کی خوب تر منظر کشی اور کرداروں کو اُن کے فطری رنگ میں پیش کرنا بیدی صاحب کا طرۂ امتیاز ہے۔ "اپنے دُکھ مجھے دے دو" بیدی صاحب کے ایسے ہی خوش منتخب افسانوں کا مجموعہ ہے۔

قیمت: ۴/-

تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد مرتبہ: مالک رام

"تذکرہ" الہلالی دَور کی تصنیف ہے۔ اِس میں بھی وہی بات سے بات پیدا کرنے کا رجحان، جولانیٔ طبع، خطابت اور دعوت و تبلیغ کا انداز ملتا ہے۔ جو الہلال اور البلاغ کا طرّۂ افتخار تھا۔ بلکہ یہاں وہ مے دو آتشہ ہو گئی ہے۔ قیمت: ۱۲/-

مطبوعات مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

معیاری ادب کا سلسلہ

انتہائی صحتِ متن اور ضروری اعراب و فرہنگ کے ساتھ فوٹو آفسیٹ کے ذریعے چھپی ہوئی معیاری ادب کی اہم اور نادر کتابیں۔ اِن کتابوں کو مکتبہ جامعہ نے حکومت جموں و کشمیر کے گراں قدر تعاون سے از سرِ نو مرتب کرنے اور کم سے کم قیمت پر فراہم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ محققین اور طلبہ پورے اعتماد کے ساتھ اِن کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

نام کتاب	مرتب	لائبریری ایڈیشن	طلبہ ایڈیشن
مقدمہ شعر و شاعری	رشید حسن خاں	۵/۰	۴/۰
انتخاب سراج اورنگ آبادی	ڈاکٹر محمد حسن	۲/۷۰	۱/۷۰
موازنۂ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۶/۰	۵/۰
انتخاب مراثی (انیس و دبیر)	رشید حسن خاں	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب نظیر اکبرآبادی	رشید حسن خاں	۶/۰	۵/۰
نیرنگِ خیال	مالک رام	۳/۳۰	۲/۳۰
فسانۂ آزاد (تلخیص)	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۹/۵۰	۸/۵۰
فردوسِ بریں	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۳/۷۰	۲/۷۰
شریف زادہ	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۴/۳۰	۳/۳۰
حیاتِ سعدی	رشید حسن خاں	۵/۳۰	۴/۳۰
انتخاب اکبر الٰہ آبادی	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	۴/۷۰	۳/۷۰
انتخاب میر	(ڈاکٹر) محمد حسن	۶/۰	۵/۰

نام کتاب	مرتب	مجلد	غیر مجلد
دیوانِ درد	رشید حسن خاں	۴/۳۰	۳/۳۰
مجالس النساء	صالحہ عابد حسین	۴/۳۰	۳/۳۰
انتخابِ مضامینِ شبلی	رشید حسن خاں	۱۱/۰	۱۰/۰
امراؤ جان ادا	ڈاکٹر محمد حسن	۸/۵۰	۷/۵۰
یادگارِ غالب (حصۂ اردو)	مالک رام	۸/۰	۷/۰
یادگارِ غالب (حصۂ فارسی)	مالک رام	۱۰/۰	۹/۰
مثنوی گلزارِ نسیم	رشید حسن خاں	۴/۰	۳/۰
گزشتہ لکھنؤ	رشید حسن خاں	۱۲/۵۰	۱۱/۵۰
فسانۂ مبتلا	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	۷/۵۰	۵/۵۰
انتخابِ علی	ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰	۳/۵۰
افاداتِ سلیم	ڈاکٹر خلیق انجم	۷/۵۰	۶/۵۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۶/۵۰	۵/۵۰
قصۂ حاتم طائی	اطہر پرویز	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخابِ ناسخ	رشید حسن خاں	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخابِ سودا	رشید حسن خاں	۱۴/۵۰	۱۳/۰
انتخابِ محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۷/۰	۶/۰
انتخابِ ذوق	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخابِ مضامینِ سرسید	انور صدیقی	۵/۰	۴/۰

املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی) مرتبہ: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

مولانا عبدالماجد دریا بادی کے لفظوں میں "بڑے کام کی کتاب۔ بڑے بڑے فاضلوں کے لیے علم آموز، فارسی سیکھنے والوں کے لیے [illegible]، بہت آسانی کی چیز ہو رہی [illegible] کے لیے [illegible] اسی طرح اردو پڑھنے لکھنے والوں کے لیے [illegible] کی چیز ہے۔"

قیمت: ایک روپیہ

بچوں کی کتابیں

مذہب

ارکانِ اسلام	مولانا اسلم جیراجپوری	۰/۶۰
عقائدِ اسلام	" "	۰/۶۰
رسولِ پاکؐ	عبدالواحد سندھی	۲/۰
چار یار	الیاس مجیبی	۲/۵۰
آں حضرتؐ	" " (اردو)	۰/۸۰
" "	" (ہندی)	۰/۶۰
پاک کہانیاں دو حصوں میں	مقبول احمد سیوہاروی	۳/۰
خلفائے اربعہ	خواجہ عبدالحئی فاروقی	۳/۰
نبیوں کے قصے	" "	۱/۵۰
ہمارے رسولؐ	" "	۲/۴۰
مسلمان بیبیاں	اعجاز الحق قدوسی	۱/۰
ہمارے نبیؐ	سید نواب علی رضوی (اردو)	۱/۲۰
" "	" (ہندی)	۰/۴۰
سرکارِ دو عالمؐ	محمد حسین حسان	۳/۰
سبیل الرشاد	" "	۱/۵۰

معلومات

آدمی کی کہانی	مشتاق احمد اعظمی	۲/۰
دنیا کے بچے	محمد حسین حسان	۱/۷۵

[illegible] کامل	[illegible] احمد خاں	۲/۰
بچوں کی کہانی	محمد عبدالغفار	۱/۵۰
نانا دادا کی کہانی	"	۰/۸۰
مفید معلومات دوم، سوم، چہارم	"	۳/۵۰
" پنجم	"	۱/۵۰
خبر رسانی کے طریقے	رفیعہ منظور الامین	۱/۰
مقناطیس کی کہانی		۰/۵۰
دہلی	ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی	۲/۰
تاریخ ہند کی کہانیاں (اول)	خجستہ سلطان	۱/۰
" " (دوم)	ضیاء الرحمٰن	۱/۲۰
" " (سوم)	مشتاق احمد اعظمی	۱/۰
" " (چہارم)	" "	۱/۲۵
رابندر ناتھ ٹیگور	صفدر حسین	۱/۲۵
سماجی زندگی (اول)	احمد خلیل و غلام ابرار	۱/۰
" (دوم)	" "	۱/۲۵
" (سوم)	" "	۱/۴۰
" (چہارم)	" "	۱/۲۵
سمندر کے کنارے	سلطانہ آصف فیضی	۱/۵۰
" " پنجم	" "	۳/۵۰
قدرت کے کرشمے	ادارہ	۰/۸۰

[illegible]

پانی کا کیڑا [illegible] / بھالو رام ناچا	عبدالواحد سندھی	۰/۹۰
پکڑو کالا کو	" " "	۰/۹۰
مدرسا نا پرولیسا چلا	" " "	۰/۹۰
اپنا چچا	" " "	۰/۹۰
انا کا مقابلہ	محمد حسین حسان ندوی	۱/۰
دوست کا چھکا	" " "	۰/۷۰
جیت کس کی	" " "	۱/۰
انصاف کا تخت	ابرار محسن	۰/۶۵
چینی کی گڑیا	محمد حسین حسان ندوی	۰/۵۰
بہادر سپاہی	" " "	۰/۹۵
چچا غالب	مرتبہ " "	۲/۰
تابنیل خان	" " "	۰/۵۰
شیر خان	ترجمہ قرۃ العین حیدر	۰/۵۰
بھیڑیے کے بچے	" " "	۰/۵۰
ہرن کے بچے	" " "	۰/۵۰
پینگوئن کے بچے	" " "	۰/۵۰
لومڑی کے بچے	" " "	۰/۵۰
بہادر	" " "	۰/۶۵
سونے کا پنجرہ	احسان الحق	۰/۶۵
بدنصیب شہزادہ	ابرار محسن	/۰
عقل کا سودا	" "	/۶۰

جنگل کا سپاہی	" "	۱/۰
چمن عبداللطیف / دوستی	ابن ملک	۱/۰
چھوٹوں کی جیت	عبدالستار [illegible]	۰/۹۰
بچوں کا ناول	" "	۰/۵۰
فیروز سلطان کا	" "	۰/۵۹
چاندنی کی کہانی	محمد امین	۲/۰
بندر کا گھر	خضر برنی	۰/۴۵
دکھ دور ہے	مجیب احمد خان	۰/۵۰
کوے والا	ترجمہ " " "	۲/۰
جیب والا	آصف مجیب	۱/۶۵
تین کوڑیاں	اقبال احمد [illegible]	۱/۴۰
پریم کی جیت	اسعد اللہ کاظمی	۰/۳۶
بزرگوں کی کہانیاں مرتبہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ		۰/۵۵
مزہ چکھائیں گے	" "	۰/۴۵
چھوٹا فاولیئن	مشتاق احمد	۰/۴۵
چٹاق کی ڈبیا	برکت علی فراق	۰/۴۰
تیلی ماما کا تھپڑ	ایم نعیم	۱/۶۵
[illegible]	[illegible]	[illegible]
ستاروں کی سیر	[illegible]	[illegible]
ڈاکو کی گرفتاری	ایم نعیم	[illegible]
[illegible]	عبدالواحد [illegible]	[illegible]
[illegible]	عصمت [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	

دریا کی سہیلیاں محمود علی خاں ۰/۶۵ چنبیلی محمد حسین حسان ۰/۲۰
ننھا منّو خورشید سلطان ۰/۳۰ شہد لا پروفیسر محمد مجیب ۰/۵۰

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

پیشے

بڑھئی مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۰/۳۱
احمد خاں دوکاندار 〃 〃 〃 ۰/۳۱
بہشتی 〃 〃 〃 ۰/۳۱
پیارے جان درزی 〃 〃 〃 ۰/۳۱
تانگے والا 〃 〃 〃 ۰/۳۱
حفیظ خانساماں 〃 〃 〃 ۰/۳۱
کلو حلوائی 〃 〃 〃 ۰/۳۱
عبدالرحمن راج 〃 〃 〃 ۰/۳۱
مرغی پالئے 〃 〃 〃 ۰/۵۰
نصیب خاں حجام 〃 〃 〃 ۰/۳۱

تمدن و معاشیات

چناؤ کے بھید مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۰/۳۱
کلکٹری محکموں کا راز 〃 〃 〃 ۰/۳۱
ضلع کی سرکار 〃 〃 〃 ۰/۳۱
کارخانوں کے قانون 〃 〃 〃 ۰/۳۱

جھلکیاں

احمد علی مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۰/۳۱
سید سلیمان 〃 〃 〃 ۰/۳۱
احمد ندیم مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۰/۳۱
اکبر الہ آبادی 〃 〃 〃 ۰/۳۱
حیات اللہ انصاری 〃 〃 〃 ۰/۳۱
سہیل عظیم آبادی 〃 〃 〃 ۰/۳۱
عبدالحق 〃 〃 〃 ۰/۳۱
میر امن 〃 〃 〃 ۰/۳۱
نذیر احمد 〃 〃 〃 ۰/۳۱

حفظان صحت

دق اور اس کا علاج مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۰/۳۱
زچہ بچہ 〃 〃 〃 ۰/۳۱
طاعون اور چیچک 〃 〃 〃 ۰/۳۱
فوری علاج دم گھٹنا 〃 〃 〃 ۰/۳۱
〃 〃 (حادثہ) 〃 〃 〃 ۰/۳۱
〃 〃 ہڈی کا ٹوٹنا 〃 〃 〃 ۰/۳۱

ڈرامہ اور سوانح

استری دمن مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۰/۳۱
ٹھیک بات چیت کی بات 〃 〃 〃 ۰/۳۱
اجمیری خواجہ 〃 〃 〃 ۰/۳۱
امیر خسرو 〃 〃 〃 ۰/۳۱

سوامی دیانند مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۰/۳۱
غوث پاکؒ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
گاندھی جی (اول) ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
؍؍ (دوم) ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
گرونانک ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
مصطفےٰ کمال (دوم) ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
نظام الدین اولیاؒ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
کرشن کنہیا ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱

کہانیاں

کہانیاں (اول) مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۰/۳۱
؍؍ (دوم) ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
پنچ تنتر (۱) ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
؍؍ (سوم) ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱

کھیتی باڑی

آم کے باغ لگاؤ مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۰/۳۷
اپنے کھیتوں کو ایک چک کرو ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
پپیتے کے باغ لگاؤ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
پھولوں کی کاشت ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
ہیروں کا جھامط ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
[illegible] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
[illegible] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
[illegible] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
[illegible] ؍؍ ؍؍ [illegible]

بیوپار مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۰/۳۱
مقدمے کی بات ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
تندرستی ہزار نعمت ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱

مذہب

ابو داؤد شریف مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۰/۳۱
ابن ماجہ شریف ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
نسائی شریف ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
کفن دفن ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱

معلومات

چاند تارے مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۰/۳۱
دن رات (اول) ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
؍؍ ؍؍ (دوم) ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
جیون بچاؤ (حصہ دوم) ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
فٹ بال ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
ہلکے پھلکے کھیل ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
متفرق ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱
پنجابی لوک گیت ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۰/۳۱

تعلیم بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

آئینہ کا سانپ محمد حسین حسان ۰/۵۰
[illegible] ؍؍ ؍؍ ۰/۵۰
برف کا گھر ؍؍ ؍؍ ۰/۵۰
تاڑ کے کا پرش ؍؍ ؍؍ ۰/۵۰
ماہ نو ؍؍ ؍؍ [illegible]

ریک محمد حسین حسان ۰/۸۲

کتنی زمین " " ۰/۶۲

بادشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ ۰/۵۰

بچے کی بری عادتیں ڈاکٹر پی راج موگا ۰/۵۰

بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں " " ۰/۵۰

بے گناہ مجرم شفیق الرحمٰن قدوائی ۰/۵۰

تین سوال عبداللطیف اعظمی ۰/۵۰

چوٹی کی چوٹ معین الدین ۰/۷۵

چیچک مشتاق احمد ۰/۶۲

موسم کے بارے میں سو سوال محمد امین ۰/۸۷

ہماری درسی کتابیں

اردو

اردو قاعدہ ۰/۵۰

" " رنگین ۰/۶۵

اردو کی پہلی کتاب ۰/۶۵

" " دوسری کتاب ۱/۳۵

" " تیسری کتاب ۲/۰

" " چوتھی کتاب ۲/۲۵

" " پانچویں کتاب ۲/۵۰

" " چھٹی کتاب ۲/۷۰

اردو کی ساتویں کتاب ۲/۷۰

" " آٹھویں کتاب ۲/۷۰

ہندی

سرل ہندی پرائمر ۰/۲۵

ہندی پرائمر (اول) ۰/۴۸

" " (دوم) ۱/۰

بال پریم (اول) ۰/۸۸

" " (دوم) ۱/۸۲

" " (سوم) ۱/۲۵

" " (چہارم) ۱/۲۵

نو پربھات ۱/۶۲

حساب

جدید حساب (درجہ دوم) ترجمہ یاور حسین ۲/۴۵

" " (" سوم) " محمد یونس ۲/۷۰

" " (" چہارم) " ملکہ بیگم قزلباش ۳/۵۰

" " (" پنجم) " محمد یونس ۳/۳۰

طالبات کے لیے

گھریلو سائنس (درجہ سوم) ترجمہ محمود سروش ۳/۴۵

" " (" چہارم) " " ۳/۱۵

" " (" پنجم) " دینا ناتھ گردھر ۴/۴۰

ہماری ادبی (درجہ سوم) " " ۴/۵۰

خط کتابت اردو کورس

پہلی کتاب ۱/۵۰

دوسری " ۱/۵۰

تیسری " ۱/۰۰

"ناولستان" نئی دہلی کے نئے ناول

دُھند
صغرا مہدی

ایک مخلص قوم پرست لڑکی کی داستان جس کے خلوص کی پذیرائی بھی ہوتی ہے۔ اور مخالفت بھی۔ ایک ایسی لڑکی کی کہانی جو اپنی منزل کی تلاش میں اُلجھتی اور بھٹکتی رہتی ہے اور دوسروں سے محبت کرنے والا بے قرار دل خود اُسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔

سیدھی سادی عام بول چال اور محاورے والی زبان میں لکھا ہوا ایک انتہائی دل چسپ ناول جو قدیم روایتوں اور جدید تقاضوں میں باہمی کشمکش کی سچّی اور صحیح عکاسی کرتا ہے۔

قیمت: ۸/۰

خاکِ تمنّا
سراج انور

زیرِ نظر ناول "خاکِ تمنّا" اپنے واقعات، کردار اور پلاٹ کے لحاظ سے ایک جیتی جاگتی چلتی پھرتی اور زندگی کی حقیقتوں کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ ایک نہایت دل چسپ ناول جسے ایک بار پڑھنے کے بعد بھی بار بار پڑھنے کو دل چاہے گا۔ قیمت: ۱۱/۵۰

دھوپ چھاؤں
مسرور جہاں

مسرور جہاں آپ کی جانی پہچانی ناول نگار ہیں۔ زیرِ نظر ناول آپ کا تازہ ترین ناول ہے جو سماجی ناولوں میں یقیناً نمایاں مقام حاصل کرے گا۔

قیمت: ۱۱/۵۰

منزلیں پیار کی (نفسیاتی ناول)
(ڈاکٹر) سیفی پریمی

ہمارے سماج میں کئی جزیرے ہیں۔ جن میں لڑکیاں پھسل کر پہنچ جاتی ہیں۔ [illegible] پھر وہ نفسیاتی اُلجھن کا شکار بن جاتی ہیں۔ صرف سماج کا دیا ہوا پیسہ [illegible] شرافت کا معیار بن کر رہ جاتا ہے۔ "عورت" فنا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر سیفی [illegible] ناول "منزلیں پیار کی" میں نوعمری اور دولت کے جزیروں میں [illegible]

رہائی کی داستان پیش کی ہے۔ قیمت: ۶/-

جلیس (ناول) انور کمال حسینی

زمانہ بدل گیا، زندگی کی قدروں میں تبدیلی آگئی، لیکن آج بھی انسان بہت سے معاملات میں روایتوں کا شکار اور رسموں کا غلام ہے۔

آہوں، کراہوں اور گھٹنوں میں ڈوبی ہوئی یہ داستان صرف جلیس نامی طوائف ہی کی نہیں بلکہ ایک پورے معاشرے کا آپریشن ہے۔ انسانی تہذیب کی عکاسی ہے۔ قیمت: ۵/-

اللہ میگھ دے (ناول) رضیہ سجاد ظہیر

قدیم و جدید نظریات کا ٹکراؤ۔ محبت کی کسک، قدیم روایتوں اور قدروں کا احترام، بے لوث خدمت کا جذبہ اور دوسری طرف خود غرض سیاست اور ناکارہ سیاسی مشینری کی حقیقتیں اِس ناول میں اِس خوبی سے پیش کی گئی ہیں کہ اس کے ذریعے آج کے لکھنؤ کی قلمی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اور بے ساختہ کلمۂ تحسین منہ پر آجاتا ہے۔

قیمت: ۷/۵۰

اُلجھی ڈور (ناول) صالحہ عابد حسین

آج کی نوجوان لڑکیاں کن کن اُلجھنوں کا شکار ہیں۔ اِن کے ذہنوں میں کس قسم کے خیالات پرورش پا رہے ہیں۔ وہ مستقبل کو کس زاویے سے دیکھتی ہیں؟ یہ ناول اسی کشمکش کو پیش کرتا ہے۔ قیمت: ۵/۵۰

پا بہ جولاں (ناول) صغرا مہدی

یہ ناول نئے دور کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے مسائل، اُن کی مشکلات اور اُن کی ذہنی کیفیات کو پیش کرتا ہے۔ کردار نگاری اور جذبات کا بہترین شاہکار۔

قیمت: ۶/-

دوسرے کنارے تک (ناول) عزیز قیسی

یہ کہانی ایک لڑکی کی ہے جو ہندوستان کے کسی بھی کونے میں آپ کو مل سکتی ہے گھر کے اندھیرے میں جہاں ماں باپ سے کھنچی کھنچی، اپنے آپ سے گھبرائی ہوئی لڑکی [illegible]

[illegible]		۰/۸۲
گشتی زمین	،، ،،	۰/۶۲
بادشاہ کے کپڑے	مشیر فاطمہ	۰/۵۰
بچے کی بُری عادتیں	ڈاکٹر پی راج موگا	۰/۵۰
بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں	،، ،،	۰/۵۰
بے گناہ مجرم	شفیق الرحمٰن قدوائی	۰/۵۰
تین سوال	عبداللطیف اعظمی	۰/۵۰
چوٹی کی چوٹ	معین الدین	۰/۷۵
چیچک	مشتاق احمد	۰/۶۲
موسم کے بارے میں سو سوال	محمد امین	۰/۸۷

ہماری درسی کتابیں

اُردو

اُردو قاعدہ	۰/۵۰
،، ،، رنگین	۰/۶۵
اُردو کی پہلی کتاب	۰/۶۵
،، ،، دوسری کتاب	۱/۳۵
،، ،، تیسری کتاب	۲/۰
،، ،، چوتھی کتاب	۲/۲۵
،، ،، پانچویں کتاب	۲/۵۰
،، ،، چھٹی کتاب	۲/۹۰
،، ،، ساتویں کتاب	۲/۷۰
،، ،، آٹھویں کتاب	۲/۷۰

ہندی

سرل ہندی پرائمر	۰/۲۵
ہندی پرائمر (اول)	۰/۴۸
،، ،، (دوم)	۱/۰
بال پریم (اوّل)	۰/۸۸
،، ،، (دوم)	۱/۸۲
،، ،، (سوم)	۱/۲۵
،، ،، (چہارم)	۱/۲۵
نو پربھات	۱/۶۲

حساب

جدید حساب (درجہ دوم) ترجمہ یاور حسین	۲/۴۵
،، ،، (،، سوم) ،، محمد یونس	۲/۷۰
،، ،، (،، چہارم) ،، ملکہ بیگم قزلباش	۳/۵۰
،، ،، (،، پنجم) ،، محمد یونس	۳/۳۰

طالبات کے لیے

گھریلو سائنس (درجہ سوم) ترجمہ محمود سروش	۳/۲۵
،، ،، (،، چہارم) ،، ،،	۳/۱۵
،، ،، (،، پنجم) ،، ویشنا ناتھ گردھر	۳/۴۰
ہماری ادبی (درجہ سوم) ،، ،، ،،	۳/۵۰

خطِ کتابت اُردو کورس

پہلی کتاب	۱/۵۰
دوسری ،،	۱/۵۰
تیسری ،،	۱/۰

"ناولستان" نئی دہلی کے نئے ناول

دھند — صغرا مہدی

ایک مخلص قوم پرست لڑکی کی داستان جس کے خلوص کی پذیرائی بھی ہوتی ہے۔ اور رسوائی بھی۔ ایک ایسی لڑکی کی کہانی جو اپنی منزل کی تلاش میں اُلجھتی اور بھٹکتی رہتی ہے اور دوسروں سے محبت کرنے والا بے قرار دل خود اُسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔

سیدھی سادی عام بول چال اور محاورے والی زبان میں لکھا ہوا ایک انتہائی دل چسپ ناول جو قدیم روایتوں اور جدید تقاضوں میں باہمی کشمکش کی سچی اور صحیح عکاسی کرتا ہے۔

قیمت: ۸/۰

خاک تمنا — سراج انور

زیر نظر ناول "خاک تمنا" اپنے واقعات، کردار اور پلاٹ کے لحاظ سے ایک جیتی جاگتی چلتی پھرتی اور زندگی کی حقیقتوں کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ ایک نہایت دل چسپ ناول جسے ایک بار پڑھنے کے بعد بھی بار بار پڑھنے کو دل چاہے گا۔ قیمت: ۱۱/۵۰

دھوپ چھاؤں — مسرور جہاں

مسرور جہاں آپ کی جانی پہچانی ناول نگار ہیں۔ زیر نظر ناول آپ کا تازہ ترین ناول ہے جو سماجی ناولوں میں یقیناً نمایاں مقام حاصل کرے گا۔

قیمت: ۱۱/۵۰

منزلیں پیار کی (نفسیاتی ناول) — ڈاکٹر سیفی پریمی

ہمارے سماج میں کئی جزیرے ہیں۔ جن میں لڑکیاں پھسل کر پہنچ جاتی ہیں۔ کچھ وہاں پھر وہ نفسیاتی اُلجھن کا شکار بن جاتی ہیں۔ صرف سماج کا دیا ہوا سپردگی کا جذبہ ہی ان کی محبت کا معیار بن کر رہ جاتا ہے۔ "عورت" فنا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر سیفی پریمی نے اپنے ناول "منزلیں پیار کی" میں نوعمری اور دولت کے جزیروں میں دھنسی لڑکیوں کی نفسیات کا ادبی

رہائی کی داستان پیش کی ہے۔ قیمت: ۸/۰

جلیس (ناول) انور کمال حسینی

زمانہ بدل گیا، زندگی کی قدروں میں تبدیلی آگئی، لیکن آج بھی انسان بہت سے معاملوں میں روایتوں کا شکار اور رسموں کا غلام ہے۔

آہوں، کراہوں اور تلخیوں میں ڈوبی ہوئی یہ داستان صرف جلیس نامی طوائف ہی کی نہیں بلکہ ایک پورے معاشرے کا آپریشن ہے۔ انسانی تہذیب کی عکاسی ہے۔ قیمت: ۵/۰

اللہ میگھ دے (ناول) رضیہ سجاد ظہیر

قدیم و جدید نظریات کا ٹکراؤ۔ محبت کی کسک، قدیم روایتوں اور قدروں کا احترام، بے لوث خدمت کا جذبہ اور دوسری طرف خود غرض سیاست اور ناکارہ سیاسی مشینری کی حماقتیں اس ناول میں اس خوبی سے پیش کی گئی ہیں کہ اس کے ذریعے آج کے لکھنؤ کی قلمی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اور بے ساختہ کلمۂ تحسین منہ پر آجاتا ہے۔

قیمت: ۷/۵۰

اُلجھی ڈور (ناول) صالحہ عابد حسین

آج کی نوجوان لڑکیاں کن کن اُلجھنوں کا شکار ہیں۔ ان کے ذہنوں میں کس قسم کے خیالات پرورش پا رہے ہیں۔ وہ مستقبل کو کس زاویے سے دیکھتی ہیں؟ یہ ناول اسی کش مکش کو پیش کرتا ہے۔ قیمت: ۵/۵۰

پا بہ جولاں (ناول) صغرا مہدی

یہ ناول نئے دور کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے مسائل، اُن کی مشکلات اور اُن کی ذہنی کیفیات کو پیش کرتا ہے۔ کردار نگاری اور جذبات کا بہترین شاہ کار۔

قیمت: ۶/۰۰

دوسرے کنارے تک (ناول) عزیز قیسی

یہ کہانی ایک لڑکی کی ہے جو ہندوستان کے کسی بھی کونے میں آپ کو مل سکتی ہے گھر کے اندھیرے میں بند، ماں باپ سے کھنچی کھنچی، اپنے آپ سے گھبرائی ہوئی لڑکی جس کا

میں ایک نہیں ہزاروں افسانے ہیں۔ ہزاروں، لیکن پھر بھی زبان خاموش ہے۔ بالکل خاموش۔

قیمت : ۱۴/۵۰

اپنی اپنی صلیب (ناول) صالحہ عابد حسین

دنیا کی اس چہل پہل میں ہر انسان اپنے دکھ درد کا بوجھ، اپنی اپنی صلیب اپنے کندھوں پر اٹھائے چلا جا رہا ہے۔ ایک دوسرے کی تکلیفوں اور مصیبتوں پہ بے دردی سے ہنستا ہے یا ہمدردی سے کڑھتا ہے۔ مگر کوئی کسی کا غم بانٹ نہیں سکتا۔ اسی کا نام زندگی ہے اور اسی زندگی کی جیتی جاگتی اور دلچسپ تصویر صالحہ عابد حسین نے اپنے جادو نگار قلم سے اس خوب صورت ادب پارے میں کھینچی ہے۔ قیمت : ۹/۰

کالا شہر گورے لوگ (ناول) احسان الحق

"کالا شہر گورے لوگ" ایک بین الاقوامی ناول ہے۔ جس کا میدانِ عمل ملکی سرحدوں، مذہبی دیواروں اور رنگ و نسل کی تفریق سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ یہ آج کا ناول ہے، مستقبل کا ناول ہے۔ گزشتہ کل سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

قیمت : ۶/۰

"نئی آواز" نئی دلی کی اہم مطبوعات : ــــــــــــ

جہاں آرا رفعت سروش

شاہ جہاں کی چہیتی بیٹی جہاں آرا، حسن و حیا اور شرافت و محبت کا عجیب و غریب سنگم۔ تین ایکٹ کا روح پرور اوپیرا، رفعت سروش کے شاعرانہ تخیل کی تخلیق، شہزادی کی اختلافی شخصیت، اور اوپیرا کی اہمیت پر ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا فکر انگیز مقدمہ۔

قیمت : ۵/۵۰

تنہائی ساگر سرحدی

ساگر سرحدی کے اس ڈرامے میں تین ایکٹ ہیں اور سات کردار۔ کہانی ویسے اپنی جگہ فکر انگیز بھی ہے اور عبرت خیز بھی لیکن اس کو مناظر، مکالمات اور ڈرامائی انکشافات کے ذریعے پوری جاذبیت سے مزید نمایاں کیا گیا ہے۔

قیمت : ۴/۰۰

مطبوعات ساہتیہ اکیڈمی

اپنی کہانی	ڈاکٹر راجندر پرشاد	۱۲/۵۰	گرل	نرؤونور	۴/۰
اکیس کہانیاں	ٹیگور	۸/۰	گھوچا	ٹیگور	۷/۵۰
اوتھیلو	شیکسپیئر	۵/۰	کمال اور زوال	تھیو بیڈ انڈرز	۳۰/۰
ایک سو ایک نظمیں	ٹیگور	۷/۵۰	کنگ لیئر	شیکسپیئر	۵/۰
بھگوان بدھ	دھرمانند کوسمبی	۷/۰	گنجی کی کہانی	موراساکی شکیبو	۹/۵۰
تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد	مرتبہ مالک رام	۱۵/۰	گورا	ٹیگور	۱۰/۰
			گیلیلو	رضیہ سجاد ظہیر	۵/۰
ترجمان القرآن دوم	ابوالکلام آزاد	۲۲/۰	مٹی کا پتلا	کے. سی. پانیگراہی	۲/۰
″ ″ سوم	″ ″	۲۲/۰	مٹی کی مورتیں	آر بینی پوری	۱/۵۰
″ ″ چہارم	″ ″	۲۲/۰	ملفوظات کنگ فوزی	کنفیوشس	۳/۵۰
تین ناٹک	ٹیگور	۷/۰	والڈن	ایچ ڈی تھورو	۹/۵۰
خطبات آزاد	مولانا ابوالکلام آزاد	۱۸/۰	وطن کے رنگ		۰/۲۰
دو سیر دھان	ٹی ایس پلائی	۲/۵۰	ولہیم مائسٹر اوّل	گوئٹے	۹/۵۰
ریاست	ڈاکٹر ذاکر حسین	۱۵/۰	″ دوم	″	۹/۰
سب انسان بھائی بھائی	مہاتما گاندھی	۶/۰	″ سوم	″	۷/۵۰
			وویکانند	رومان رولاں	۴/۵۰
سمندری لٹیرے	السن	۲/۵۰	ہمارا شاعر	لیلا مجمدار	۰/۵۰
سمن زار	مینا بدایونی	۱۲/۰	ہمارے وویکانند		۰/۶۰
سنوگی	ٹیگور	۷/۰			
عورت	سیارام سرن گپتا	۴/۰			
کاندید	والٹیر	۲/۰			

انجمن ترقی اردو کی پرانی مطبوعات

ادب:-

الف لیلیٰ سوم	غیر مجلد	۴/۰
" چہارم	مجلد	۵/۰
" پنجم	غیر مجلد	۴/۵۰
" ششم	"	۴/۵۰
" ہفتم	"	۳/۲۵
ادب الجاہلی	مجلد	۶/۰
آرائشِ محفل	"	۶/۰
جامع الحکایات	اوّل	۴/۰
جوامع الحکایات دوم	مجلد	۲/۲۵
جائزۂ زبان اردو	"	۲/۵۰
حکایاتِ آغانی	"	۵/۰
خمسۂ کیفی	غیر مجلد	۵/۲۵
دخترِ فرعون دوم	"	۲/۰
فنِ صحافت	غیر مجلد	۲/۲۵
معیارِ ظلم		۱/۲۵
ہمارا رسم الخط		۰/۲۵
ہماری قومی زبان	غیر مجلد	۰/۵۰

نظم:-

انتخابِ وحید	مجلد	۲/۰
" داغ		۱/۷۵
انتخابِ ذوق و ظفر	مجلد	۳/۰
جگ بیتی	غیر مجلد	۰/۵۰
حفظ اللسان خالق باری	"	۱/۲۵
دیوانِ فائز	"	۳/۵۰
" تاباں	"	۳/۰
" جوشش	"	۱/۱۲
" بہرام	مجلد	۲/۲۵
دستۂ نظم ہاشمی	غیر مجلد	۰/۲۵

تاریخِ ادب:-

ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ	غیر مجلد	۴/۰
ترکوں کی اسلامی خدمات / ایران کی زبان و ادبیات	غیر مجلد	۱/۵۰
مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر	"	۰/۵۰

تنقید:-

پرتھوی راج راسا	مجلد	۴/۷۵
خطباتِ عبدالحق دوم	غیر مجلد	۱/۵۰

تذکرے:-

رندِ پارسا	غیر مجلد	۵/۲۵
گلِ عجائب	"	۲/۱۲

تاریخ و سیاسیات:-

اخبار محمودہ	مجلد	۳/۷۵
تاریخ اخلاق یورپ اوّل	غیر مجلد	۲/۵۰
" " دوم	"	۲/۰
تاریخ مگدھ		۲/۷۵
تاریخ سلاطین بہمنیہ منظوم	مجلد	۱/۳۷
" " "	غیر مجلد	۱/۰
سفرنامہ حکیم ناصر خسرو	مجلد	۳/۷۵
" "	غیر مجلد	۳/۰
سراج الدولہ		۲/۰
علم الاقوال اول		۳/۲۵
" " دوم		۲/۲۵
کتاب الہند البیرونی دوم		۳/۰
گوتم بدھ اور اس کی امت	غیر مجلد	۱/۵۰
ملک محمد جائسی	مجلد	۲/۰
مشاہیر یونان و روما اول	مجلد	۲/۵۰
" " " دوم	"	۵/۲۵
" " " سوم	غیر مجلد	۲/۵۰
" " " چہارم	"	۲/۵۰
مانڈو شادی آباد	مجلد	۲/۰
مرحوم دلی کالج	"	۲/۵۰
نسل اور سلطنت	"	۲/۰

تنقید [illegible]	مجلد	۴/۰
"	غیر مجلد	۴/۰
داستان دانش	مجلد	۴/۰

صرف و نحو:-

اسباق النحو اوّل	غیر مجلد	۰/۳۷
" دوم		۰/۲۵

تعلیم:-

نظریۂ تعلیم دوم	غیر مجلد	۳/۰

سائنس:-

آدمی اور مشین	غیر مجلد	۵/۰
پودے اور ان کی زندگی	"	۱/۷۵
داستانِ ریاضی	غیر مجلد	۲/۵۰
معدنی دباغت	مجلد	۲/۰

معاشیات:-

ہمارے بینک	۱/۰
ہمارے مزدور	۰/۵۶
معاشیات کی ماہیت اور اہمیت	۳/۰

مذہب:-

تہذیب اسلامی	غیر مجلد	۱/۷۵
حقیقت اسلام	"	۰/۷۵

لغات:-

فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں ہفتم	۱/۷۵
" " " ہشتم	۲/۵۰

انجمن ترقیِ اُردو (ہند) دہلی کی مطبوعات

اُردو غزل	یوسف حسین خاں	۲۰/۰
انتخاب جدید	آل احمد سرور	(زیر طبع)
انگریزی ادب کی مختصر تاریخ	ڈاکٹر محمد یٰسین	۱۰/۵۵
اُردو صرف و نحو	مولوی عبدالحق	۱/۹۵
اُردو ہندی ڈکشنری	مرتبہ انجمن ترقی اردو	۲۰/۰
اخلاقی سماجیات	ڈاکٹر جعفر حسین	۴/۵۰
اسلامی فنِ تعمیر	مبارزالدین رفعت	۶/۰
ادبی قومی تذکرے دوم	پنڈت کشن پرشاد کول	۴/۵۰
اردو ساہتیہ کا اتہاس (ہندی)	سیّد احتشام حسین	۷/۲۵
اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک	خلیل الرحمٰن اعظمی	(زیر طبع)
اُردو مثنوی شمالی ہند میں	ڈاکٹر گیان چند	〃
ایک مشرقی کتب خانہ	مبارزالدین رفعت	۳/۰
اسلام کے علاوہ مذاہب میں اُردو کا حصّہ	محمد عزیر	۵/۵۰
انواعِ فلسفہ	ظفر حسین خاں	۵/۵۰
انتخابِ کلام میر	مولوی عبدالحق	۳/۰
آئینۂ حقیقت	پنڈت حبیب الرحمٰن شاستری	۲/۰
انتخاب شرح دیوان مومن	حامد حسن قادری	۵/۰
الایام	ڈاکٹر طٰہٰ حسین	۴/۰
انجم کدہ	عزیز لکھنوی	۲/۵۰
باپو کے قدموں میں	ڈاکٹر راجندر پرشاد	۱۵/۰
بازدید	منیب الرحمٰن	۳/۵۰
بچّوں کے ادب کی خصوصیت	مشیر فاطمہ	۱/۰
بھگوت گیتا	محمد اجمل خاں	۲/۵۰
پرچھائیں	آصف علی	۴/۰
تذکرہ شعرائے جے پور	اخترام الدین شاغل	۶/۵۰
تلمیحات و اشاراتِ اقبال	ڈاکٹر اکبر حسین قریشی	۱۲/۵۰
تذکرۂ گلشنِ سخن	مسعود حسین رضوی	۶/۰
تاریخ جمالیات	مجنوں گورکھپوری	۲/۵۰
تین مغربی ڈرامے	〃 〃 〃	۶/۰
تنقیدیں	ڈاکٹر خورشید الاسلام	(زیر طبع)
جگر بریلوی ۔ ایک تعارف	سید لطیف الرحمٰن	۴/۵۰
چند ہم عصر	مولوی عبدالحق	(زیر طبع)
حالی کی ایک جھلک	صالحہ عابد حسین	/۵۰
خواجہ میر درد ۔ تصوّف اور شاعری	ڈاکٹر وحید اختر	۱۵/۰
خواب شیریں	جے کرشن چودھری	۲/۰
خطوطِ غالب	مالک رام	(زیر طبع)
دو تاریخی ڈرامے	فضل الرحمٰن	۷/۵۰
دمید	منوّر لکھنوی	۳/۰
دیمک کی کہانی	عبدالبصیر خاں	۴/۰

روزگار شریعتِ سود و زر ابو سالم ۸/۵۰
زبان زندگی اور تعلیم خواجہ غلام السیدین ۳/۰
سیاسیات کے اصول مکمل ہارون خاں شیروانی ۵/۰
سب رس ملا وجہی (زیر طبع)
سن ستاون پنڈت سندر لال ۲/۰
سخنِ مختصر جذبی ۲/۰
سوگواریاد مترجم رحم علی الہاشمی ۲/۲۵
سیرِ افلاک حکیم احمد ۵/۰
شاد کی کہانی شاد کی زبانی محمد مسلم ۵/۰
شوپن ہار مجنوں گورکھپوری ۲/۰
شکنتلا (اردو) قدسیہ زیدی ۲/۰
صحیفۂ خوش نویسان احترام الدین شاغل ۶/۰
صوبۂ شمال مغربی کے اخبارات محمد عتیق صدیقی ۹/۰
ظاہر و باطن محمد فضل الرحمٰن ۱/۲۵
غزل اور درسِ غزل اختر انصاری (زیر طبع)
فرانسیسی ادب ڈاکٹر یوسف حسین خاں ۱۲/۰
فنِ تحریر کی تاریخ محمد اسحٰق صدیقی ۷/۵۰
فائز دہلوی اور دیوانِ فائز مسعود حسین ادیب ۵/۵۰
قواعدِ اردو مولوی عبدالحق (زیر طبع)
کلیاتِ شاہی سید مبارز الدین رفعت ۳/۰
کلامِ سودا خورشید الاسلام ۶/۰
کاروانِ معیشت نجم الدین شکیب ۶/۵۰
کچھ زندگی کی بابت ابو سالم ۲/۵۰

کچھ ذرے کچھ تارے آنند نرائن ملا ۲/۵۰
گاندھی اور نہرو کی تعلیم ڈاکٹر سید عابد حسین ۵/۰
گلکرسٹ اور اس کا عہد محمد عتیق صدیقی ۶/۰
مالویکاگنی مترم منور لکھنوی ۴/۰
مسائلِ تصوف میکش اکبرآبادی ۹/۰
مذہب اور دھرم مہاتما گاندھی ۴/۰
محاسنِ کلامِ غالب عبدالرحمٰن بجنوری ۱/۰
مرقعِ افغان ابرار حسین فاروقی ۳/۲۵
مطالعۂ حضرت غمگین محمد یونس خالدی ۳/۰
مضامینِ رشید رشید احمد صدیقی (زیر طبع)
مرزا محمد رفیع سودا خلیق انجم ۱۰/۵۰
مقالاتِ حالی اوّل حالی ۴/۵۰
مدارِ کشش منور لکھنوی ۳/۵۰
مشترکہ زبان مہاتما گاندھی ۴/۵۰
مختصر تاریخ بنگلہ اوّل شانتی رنجن بھٹاچاریہ ۳/۰
〃 〃 دوم 〃 〃 〃 ۴/۰
نسیمِ مغرب اے۔ سی۔ بہار ۲/۵۰
نسلیات اور جنسی انتخاب محشر عابدی ۴/۵۰
نوائے ظفر خلیل الرحمٰن اعظمی (زیر طبع)
نئے ڈرامے مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن (زیر طبع)
نئی روشنی (ڈراما) فضل الرحمٰن ۱/۲۵
نفسیاتِ افواہ ولی الرحمٰن ۱/۲۵
ہندستانی اخبار نویسی محمد عتیق صدیقی ۱۲/۰

ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی اصول	ڈاکٹر ایشور ٹوپا	۲/۲۵
یادگارِ رضا کی	صالحہ عابد حسین	۱/
یادگار نظم	مرتب: جگر بریلوی	۲/۰

اُردو شعراء کا انتخابی سلسلہ

فی کتاب ۱/۷۵

احمد ندیم قاسمی	آنند نرائن مُلّا	سلام مچھلی شہری	شاد عارفی
اصغر گونڈوی	اَلم مظفر نگری	شمیم کرہانی	شفیق جونپوری
اختر انصاری	آثر لکھنوی	شاد عظیم آبادی	عرش ملسیانی
اسرار الحق مجاز	اختر شیرانی	علی جواد زیدی	غلام ربانی تاباں
بلراج کومل	تلوک چند محروم	عمیق حنفی	کمال احمد صدیقی
جمیل مظہری	جگر بریلوی	فیض احمد فیض	فراق گورکھپوری
جذبی	حبیب احمد صدیقی	کیفی چریا کوٹی	مخدوم محی الدین
ریاض خیرآبادی	سکندر علی وجد	نشور واحدی	جگن ناتھ آزاد

جوہر نظامی — فانی بدایونی

تعلیمی تاش

بچوں کے لئے ایک کھیل، اس کے کھیلنے سے وقت ضائع نہیں ہوتا۔ قابلیت بڑھتی ہے

تعلیمی تاش	اُردو (گلیز)	۳/۳۰
"	اُردو (عام)	۲/۵۰
"	اُردو انگریزی	۳/۰
"	انگریزی	۲/۱۰
"	ہندی	۲/۵۰

دیگر اداروں کی مطبوعات

ادبی ـ تنقید اور انشاء

ادراک	شمیم احمد	۱۲/۰
ارمغانِ ملک کامل	گوپی چند نارنگ	۲۰/۰
افکارِ محروم	مرتبہ ملک رام	۵/۰
آثارِ محروم	گوپی چند نارنگ	۵/۰
ارسطو	سید عبداللہ	۴/۵۰
ادب اور زندگی	مجنوں گورکھپوری	۷/۰
انشائے بے خبر	سید مرتضیٰ حسین بلگرامی	۱/۰
اردو کے اخبار نویس	مولانا امداد صابری	۱۰/۰
اردو املا	رشید حسن خاں	۳۷/۰
اقبال کا تصورِ عشق	ڈاکٹر غلام عمر خاں	۴/۰
امیر خسرو	عرش ملسیانی	۱۰/۰
اردو کے ہندو شعراء	[illegible]	۳۰/۰
اقبال اور انسان	اشتیاق حسین	۸/۰
[illegible]	[illegible]	۴/۵۰
آئینے کے سامنے	[illegible]	۷/۰
اردو شاعری کا مزاج	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	۱۲/۰
[illegible]	[illegible]	۷/۰
[illegible] / [illegible]	[illegible]	۶/۰

ارمغانِ [illegible]	خلیق احمد نظامی	۲۰/۰
اردو شاعری پر ایک نظر	کلیم الدین احمد	۶/۰
املا نامہ	ڈاکٹر گوپی چند نارنگ	۱/۰
ادبی شاہکار	مرتبہ [illegible]	۴/۲۵
اردو ادب کی تاریخ	مرتبہ عظیم الحق	۷/۵۰
اردو کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر طلحہ رضوی برق	۵/۰
اردو شاعری میں قنوطیت	[illegible]	۶/۲۵
اس کو غزل کہتے ہیں	سعادت نظیر	۷/۰
اردو کا المیہ	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۶/۰
آبِ حیات کے لطیفے	مولانا محمد حسین آزاد	۵/۰
[illegible]	[illegible]	۷/۵۰
" " دوم " "	"	۱۸/۰
" " سوم " "	"	۱۸/۰
" " چہارم " "	"	۱۸/۰
اردو [illegible] / ضربِ [illegible]	[illegible]	۶/۰
[illegible]	[illegible]	۱۸/۰
[illegible]	[illegible]	[illegible]
افکار [illegible]	[illegible]	۷/۰
[illegible]	[illegible]	۷/۰

اُردو ادب کی ایک صدی — ڈاکٹر سید عبداللہ — ۷/۰

انشائے اُردو — خواجہ احمد فاروقی — ۵/۰

ادب کا تنقیدی مطالعہ — ڈاکٹر سلام سندیلوی — ۱۲/۰

ارشاد نامہ (قدیم اُردو) مرتبہ: اکبر الدین صدیقی — ۱۰/۰

ایک شہر پانچ مشاہیر — عبدالقوی دسنوی — ۳/۰

اُردو ادب آزادی کے بعد مرتبہ ڈاکٹر خورشید الاسلام — ۶/۵۰

اوراقِ مصوّر — نظام خطبات دہلی یونیورسٹی — ۵/۰

اُردو انشائیہ — سید صفی مرتضیٰ — ۳/۵۰

اُردو شاعری میں نرگسیت — ڈاکٹر سلام سندیلوی — ۲۵/۰

اُردو الفاظ شماری — حسن الدین احمد — ۸۵/۰

الہلال کا تنقیدی مطالعہ — ملک شاہدہ منظور احمد — ۴/۰

اردو مرثیے کی روایت — ڈاکٹر مسیح الزماں — ۷/۰

اردو ڈراما (روایت اور تجربہ) — ڈاکٹر عطیہ نشاط — ۱۵/۰

اردو مثنوی کا ارتقاء — ڈاکٹر سیدہ جعفر — ۱۲/۰

اردو میں لسانیاتی تحقیق مرتبہ ڈاکٹر عبدالستار دلوی — ۱۵/۰

اقبال ادیبوں کی نظر میں — ظفر اقبال — ۵/۰

اقبال کا فلسفۂ حیات و شاعری — قاضی محمد عدیل عباسی — ۶/۰

اردو تنقید نگاری — عبادت بریلوی — ۷/۵۰

انیسویں صدی میں بنگال کا اردو ادب — پروفیسر جاوید نہال — ۱۵/۰

ادبی تنقید کے اصول — ترجمہ اشفاق محمد خاں — ۳/۵۰

اردو میں وہابی ادب — خواجہ احمد فاروقی — ۲/۰

ادبی مضامین مرتبہ ڈاکٹر مبارز الدین رفعت — ۳/۵۰

اردو کے ادبی معرکے — امیر حسن نورانی — ۲/۵۰

اقبال کے ابتدائی افکار — عبدالحق — ۱۰/۰

ادب اور تنقید — اسلوب احمد انصاری — ۱۰/۰

اردو شاعری میں منظر نگاری — ڈاکٹر سلام سندیلوی — ۱۲/۰

آدابِ زندگی — محمد یوسف اصلاحی — ۵/۵۰

ادبی اقدار — دور آفریدی — ۳/۰

انیس نما — عبدالقوی دسنوی — ۳/۰

اردو ناول نگاری — سہیل بخاری — ۷/۰

اردوئے معلیٰ قدیم اردو نمبر — خواجہ احمد فاروقی — ۶/۰

اردو غزل کے پچاس سال — عبدالاحد خلیل خاں — ۹/۰

اردو میں تنقید نگاری — ابو محمد سحر — ۷/۰

اردو نثر میں ادب لطیف — ڈاکٹر عبدالودود — ۱۰/۰

اردو کا پہلا ناول خط تقدیر — ڈاکٹر محمود الٰہی — ۳/۰

انشائے ماجد (دوم) — عبدالماجد دریابادی — ۵/۵۰

آئینۂ سخن فہمی — مسعود حسین رضوی — ۳/۰

آبِ حیات — محمد حسین آزاد — ۱۵/۰

اردو کی دو قدیم مثنویاں — نائب حسین نقوی — ۹/۰

اردو شاعری کی ہندوستانی روح — زرینہ ثانی — ۲/۰

اردو میں تنقید کی اہمیت — قیوم احمد صادقی — ۵/۰

اسلافِ میر انیس — سید مسعود حسن رضوی ادیب — ۶/۰

اردو مثنوی کا ارتقاء — عبدالقادر سروری — ۶/۰

ادب کیا ہے — ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی — ۳/۰

آئینہ نثر اردو — سعادت علی صدیقی — ۲/۵۰

۱۸ویں صدی میں ہندوستانی معاشرت (عالمگیر کا عہد)	ڈاکٹر محمد عمر	۳/۰
اٹھارہ سو ستاون اخبار اور دستاویزیں	مرتبہ عتیق صدیقی	۲۰/۰
اردو ادب میں لکھنؤ کا حصہ	امام مرتضیٰ نقوی	۱۵/۰
اردو زبان و ادب	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۷/۵۰
آئینۂ عقل	نکہت شاہجہانپوری	۲/۵۰
ادبی تاثرات	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	۵/۰
اردو انشاء پردازی	امیر حسن نورانی	۰/۵۰
امیر خسرو داستان کی ہندی شاعری	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	۳/۵۰
افکار میر	حبیب احمد خاں	۹/۰
ادب اور نفسیات	دیویندر اسر	۳/۵۰
اردوئے قدیم	سید شمس القادری	۳/۵۰
اردو	جگن ناتھ آزاد	۱/۲۵
ادب کا مقصد	ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی	۲/۰
اردو میں تنقید	ڈاکٹر محمد احسن فاروقی	۵/۵۰
اردو مرثیے کا ارتقاء	ڈاکٹر مسیح الزماں	۲۰/۰
ایشیائی بیداری اور اردو شعراء	اسلام بیگ چنگیزی	۲/۰
آپ سے ملیے	علی جواد زیدی	۳/۰
اردو تذکروں میں نکات الشعراء کی اہمیت	ایم کے فاطمی	۲/۰
اعتبار نظر	سید احتشام حسین	۳/۵۰
اردو انشائیہ	آدم شیخ	۲/۵۰
اردو تنقید میں نفسیاتی عناصر	سید محمد الحسن	۱۵/۰
ادبی اشارے	ڈاکٹر اسلام سندیلوی	۹/۰
آب حیات کا تنقیدی مطالعہ	مسعود حسین رضوی	۴/۰
آثار الصنادید	سر سید احمد خان	۲۵/۰
اردو زبان اور اس کا رسم الخط	سید مسعود حسن رضوی ادیب	۲/۵۰
انشاء اللہ خان انشاء	اسلم پرویز	۲/۰
اردو ناول کی تنقیدی تاریخ	محمد احسن فاروقی	۵/۵۰
اندر سبھا بحیثیت ڈرامہ	مسعود حسین رضوی	۲/۵۰
ادب اور نظریہ	آل احمد سرور	۷/۵۰
اردو تنقید پر ایک نظر	کلیم الدین احمد	۷/۵۰
امیر خسرو بحیثیت ہندی شاعر	ڈاکٹر صفدر آہ	۲/۰
اردو زبان اور فن داستان گوئی	کلیم الدین احمد	۹/۰
اردو ادب میں طنز و مزاح	غلام احمد فرقت کاکوروی	۱۶/۰
ادبی تنقید	ڈاکٹر محمد حسن	۶/۵۰
ارمغان آصف	مرتبہ خواجہ احمد فاروقی	۵/۵۰
آئینۂ تنقید	محبوب احمد صدیقی	۲/۰
اردوئے معلی قائم نمبر	مرتبہ: خواجہ احمد فاروقی	۵/۰
اردو تنقید کا ارتقاء	عبادت بریلوی	۱۰/۰
اندر سبھا	مرتبہ: مسعود حسین رضوی	۱/۲۵
اندر سبھا	" " مسیح الزماں	۷/۵۰
بھوجپوری ادب کا [illegible]	ڈاکٹر فضل امام	۳/۰

بیسویں صدی میں مغربی بنگال میں اُردو شعراء	مشتاق احمد	۳/۰
باغ و بہار کا تنقیدی مطالعہ	امام مرتضٰی	۳/۰
بحث و تکرار	تصدیق سہاروی	۶/۰
ببلوگرافیا اردو ڈراما اوّل	ڈاکٹر عبدالعلیم نامی	۱۴/۰
" " " دوم	"	
بمبئی میں اُردو	ڈاکٹر میمونہ دلوی	۱۲/۵۰
بیسویں صدی میں اُردو ناول	ڈاکٹر یوسف سرمست	۱۵/۰
برگِ آوارہ جاقی لمبر	مرتبہ محمود خاور	۴/۰
بابا فرید گنج شکر	گوربچن سنگھ طالب	۲/۰
بیگمات اودھ	شیخ تصدق حسین	۲/۵۰
بنگلہ دیش میں بارہ دن	عتیق صدیقی	۴/۰
بانیٔ جامعہ	سیّد محمد ٹونکی	۱/۰
بازیافت	ڈاکٹر محمود الٰہی	۴/۰
بکٹ کہانی	مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۳/۰
بات بات	سیّد اقبال احمد	۱/۵۰
۴۴ نظمیں ایک روایت ایک بغاوت	سید محمد صدرالدین	۲/۵۰
بوستان مترجم	سعدی شیرازی	۵/۵۰
بابائے اردو عبدالحق	عبداللطیف اعظمی	۶/۰
پاجا سراغ زندگی	سید ابوالحسن ندوی	۴/۰
[illegible]	[illegible]	۵/۰

پطرس کے مضامین	پطرس بخاری	۳/۵۰
۲۵ نظمیں ایک نظریہ ایک تجزیہ	محمد صدرالدین	۳/۵۰
پیغمبرانِ سخن	سردار جعفری	۵/۰
پنجاب میں اُردو	محمود شیرانی	۵/۵۰
پیامِ اقبال	عبدالرحمٰن طارق	۸/۰
تنقیدی تجربے	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۱۵/۰
تصوراتِ اقبال	مولانا صلاح الدین احمد	۱۲/۵۰
تشنۂ نظر	ابوالفیض سحر	۸/۰
تنقید سے تحقیق تک	ڈاکٹر عنوان چشتی	۱۵/۰
تاریخ ادبِ اردو	اشفاق محمد خاں	(زیرِ طبع)
تحقیقی مطالعہ حالی	ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی	۱/۵۰
تحقیقی مطالعۂ انیس	" "	۱/۵۰
تاریخ مرثیہ گوئی	حامد حسن قادری	۴/۵۰
تنقیدی نقوش	ڈاکٹر عبدالقیوم	۵/۰
تنقید کے اصول و نظریات	احتشام احمد ندوی	۶/۰
تنقیدی تجزیے	کاظم علی خاں	۴/۰
تنقیدی انشائیے	[illegible]	۲/۰
تنقیدی زاویے	عبادت بریلوی	۱۰/۰
تنقیدی شعور	اختر تلہری	۳/۰
تنقیدی جائزے	سید احتشام حسین	[illegible]
تنقید اور انداز نظر	ڈاکٹر [illegible]	[illegible]

نالش و توازن	قمر رئیس	6/50
تلمیحات	محمود نیازی	9/0
ترقی پسند ادب ایک جائزہ	ہنس راج رہبر	6/0
تنقید اور تنقیدی شعور	ناظر کاکوروی	3/50
تاریخ نظم و نثر	آغا محمد باقر	6/0
تنقیدی مطالعے	انور سدیدی	3/0
تاریخ ادب اردو	رام بابو سکسینہ	12/0
تنقیدی اشارے	آل احمد سرور	5/-
تنقید و تحلیل	سید شبیہ حسن	4/0
تحقیق و تنقید	ارمان فتحپوری	9/50
ترقی پسند ادب	عزیز احمد	5/0
تاثرات	عبدالرزاق قریشی	3/0
تاریخ و تنقید	حامد حسن قادری	3/50
تقابلی مطالعے	عطا کاکوی	3/0
تحقیقی مطالعے	"	3/0
تنقید و تشخیص	ارشد کاکوی	5/50
تحقیقی جائزے	ڈاکٹر اکبر حیدری	12/50
تین تذکرے	نثار احمد فاروقی	
تذکرہ (مولانا آزاد)	مرتبہ مالک رام	15/0
تذکرہ اشارات بینش (فارسی)	مؤلفہ سید مرتضیٰ بینش	8/0
تذکرہ نکات الشعراء	مرتبہ: محمود الٰہی	7/0
تذکرہ شعرائے حجاز (اردو)	امداد صابری	12/0
تذکرہ میر	ایم کے فاطمی	4/0

نکات الشعراء	مرتبہ مسعود حسن رضوی ادیب	3/0
تذکرہ گلشن گفتار	ایم کے فاطمی	3/0
تذکرہ مسرت افزا	مترجم مجیب عزیزی	5/0
تذکرہ سراپا سخن (تلخیص)	ڈاکٹر سید سلیمان حسن	4/0
تذکرہ خوش معرکہ زیبا	شمیم انہونوی	15/0
تذکرہ صبح گلشن	سید علی حسن خان	2/50
نتائج الافکار	قدرت اللہ	2/50
تذکرہ عقد ثریا	غلام ہمدانی مصحفی	2/0
تذکرہ مسرت افزا	ابوالحسن امیرالدین	2/0
تذکرہ بزم سخن	حسن علی خان	3/0
تذکرہ چمنستان شعراء	لچھمی نرائن شفیق	2/0
تذکرہ گلشن گلزار	مبتلا و خلیل	3/0
تذکرہ شمع انجمن	نواب صدیق حسن خان	1/50
تذکرہ بے نظیر	سید عبدالوہاب افتخار	1/50
" روز روشن	مظفر حسین صبا	2/75
" خوش معرکہ زیبا	سعادت خان ناصر	5/0
تین تذکرے	مرتبہ: عطا کاکوی	3/0
تذکرہ بہار بے خزاں	" حفیظ عباسی	4/0
" " "	ڈاکٹر نعیم احمد	5/0
تذکرہ حسنی	" حسن ثانی نظامی	1/50
تنقید کا سرمایہ	" عبدالشکور	3/50
تنقید شعر	ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید	4/0

تنقیدی سرمایہ دوم — عبدالشکور — ۵/۵۰
تنقید کے بنیادی مسائل مرتبہ آل احمد سرور — ۷/۵۰
تمدنِ ہند — سیّد علی بلگرامی — ۲۰/۰
تنقید و تجزیہ — ابو محمد سحر — ۴/۵۰

تعارف تاریخ اردو — ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی — ۵/۰
تنقید و عملی تنقید — سیّد احتشام حسین — ۶/۰
ترجمہ حدائق البلاغت — مولوی امام بخش — ۱/۰
تنقیدی نظریات کامل — احتشام حسین — ۱۵/۰
ٹیگور — نادم سیتاپوری — ۲/۰
جستجو — سیّد مجاہد حسین حسینی — ۲/۰
جگن ناتھ آزاد اور اسکی شاعری مرتبہ حمیدہ سلطان — ۵/۰
جوہر آئینہ — طالب کاشمیری — ۱۲/۰
جدید اُردو لسانیات — ڈاکٹر امیر اللہ خان شاہین — ۵/۵۰
جدید شاعری — ڈاکٹر عبادت بریلوی — ۲۵/۰
جادۂ اعتدال — عبدالمغنی — ۱۰/۰

جلوۂ احسن (سوانح و کلام) — احسن مارہروی — ۲/۵۰

جگر بریلوی شخصیت اور فن — مالک رام و سکینہ بریلی — ۶/۰

جواہر پارے (اقوال) — ضیا جعفر — ۱/۵۰
جدید اُردو شاعری — عبدالقادر سروری — ۸/۵۰
جدیدیت اور ادب — آل احمد سرور — ۹/۰
جدید اُردو تنقید اصول اور نظریات — شارب ردولوی (زیر طبع)

چٹان اسپاٹ — فضیل جعفری — ۶/۰
چند مشاہدات — عبدالاحد ملیح آبادی — ۲/۰
چاندنی اور انگارے — اسلام رونی — ۲/۰
چند تصویر بتاں — سیّد مبارز الدین رفعت — ۳/۵۰
چند ممتاز شعراء — سیّد صفی مرتضیٰ — ۲/۲۵

حیاتِ آصف — محمد محبوب جنیدی — ۱۰/۰
حالی بحیثیت شاعر — ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی — ۱۵/۰
حیاتِ سرمد — مولانا ابوالکلام آزاد — ۰/۵۰
حدیثِ خودی — جگر بریلوی — ۲/۰
حیاتِ ذاکر حسین — خورشید مصطفیٰ — ۱۰/۰
حیات علامہ فضل حق خیر آبادی — مفتی انتظام اللہ شہابی — ۱/۲۵
حسرت موہانی — عبدالشکور — ۴/۵۰
حسرت موہانی حیات اور کارنامے — ڈاکٹر احمد لاری — ۲۰/۰
خانوادۂ قاضی — محمد یوسف کوکن عمری — ۸/۵۰
خیر المجالس — مولانا احمد علی مرحوم — ۶/۰
خطوط مشاہیر — عبدالماجد دریابادی — ۵/۰
خبر و نظر — سیّد علی حمید — ۱/۵۰
دکنی کلچر — ہارون خان شیروانی — ۲/۰
دبستانِ عشق کی مرثیہ گوئی — ڈاکٹر جعفر رضا — ۲۰/۰
دہلی اُردو اخبار — خواجہ احمد فاروقی — ۳/۰
دکنی غالب ملا وجہی مرتبہ: قیوم صادق — ۵/۰
داستانے جنہ — راز چاندپوری — ۲/۰
داستانِ عہد گل — " " — ۲/۵۰
دیدۂ بینا — کوثر چاندپوری — ۵/۰

دکن میں اردو	نصیر الدین ہاشمی	۱۵/۰
دوشِ فردا	مجنوں گورکھپوری	۵/۵۰
دبستانِ دبیر	ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی	۱۲/۰
داستان سے افسانے تک	وقار عظیم	۱۲/۰
دکنی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر غلام محی الدین قادری زور	۴/۰
دعوتِ حق	ابوالکلام آزاد	۱/۵۰
دلی کا دبستانِ شاعری	ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی	۱۵/۰
دربار دربار	مرزا تصدق حسین	۴/۰
دیوار ہے	یوسف ناظم	۳/۰
دو ادبی اسکول	علی جواد زیدی	۷/۰
دکنی کی ابتدا	ڈاکٹر آمنہ خاتون	۲/۰
دکن میں مرثیہ اور عزاداری	ڈاکٹر رشید موسوی	۱۰/۰
ذکرِ یار	سعادت علی خاں	۵/۰
ذکر و مطالعہ	ذکی احمد	۲/۷۵
ذوق و جستجو	خواجہ احمد فاروقی	۱۴/۰
ذوقِ ادب و شعور	احتشام حسین	۵/۵۰
ریختی کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر خلیق احمد صدیقی	۲۰/۰
رانی کیتکی کی کہانی	مرتبہ ڈاکٹر عبد الستار دلوی	۷/۵۰
رابندر ناتھ ٹیگور کا رومانی ذہن	مرتبہ تشکیل الرحمٰن	۲/۵۰
ربط و ضبط	مرزا عباس حسن ہوش	۵/۰
رہبرِ مضمون نویسی	شجاعت علی صدیقی	۲/۵۰
روپ رس	مرتبہ جاوید وششٹ	۵/۰
رجب علی بیگ سرور	نیر مسعود رضوی	۱۲/۰

رواداری ہندستانی سماج میں	ابوالفہیم سعید علی خاں	۳/۰
رزم نامۂ دبیر	مسعود حسن رضوی ادیب	۵/۵۰
رہنمائے شاعری دوم	افقر موہانی	۱/۰
ریاست میسور میں اردو کا نشو و نما	ڈاکٹر حبیب النساء	۲/۰
رباعیات عمر خیام پر ایک تحقیقی نظر	مولانا عبد الباری آسی	۳/۵۰
روایت اور بغاوت	احتشام حسین	۶/۰
رسالۂ تذکرات	مولفہ گارساں دتاسی	۵/۰
زاویے	اقبال بلگرامی	۵/۰
زبانِ داغ (خطوط)	داغ دہلوی	۴/۵۰
زیرِ لب (")	صفیہ اختر	۱۲/۰
سرسید۔ ایک تعارف	خلیق احمد نظامی	۱/۲۵
سب رس کا قصۂ حسن و دل	جاوید وششٹ	۴/۰
سب رس پر ایک نظر	ڈاکٹر سہیل بخاری	۴/۰
سب رس کا تنقیدی مطالعہ	احسان الحق نقوی	۲/۵۰
سیرتِ اقبال	محمد طاہر فاروقی	۱۲/۰
سودا	شیخ چاند	۸/۰
سرور جہان آبادی	ڈاکٹر حکم چند نیر	۷/۰
سخنورانِ ساحل	جابر فیروزپوری	۵/۰
سلیمان خطیب اور ان کا کلام	سید مبارز الدین رفعت	۳/۵۰
سلکِ گہر	احتشام حسین	۳/۰
سوانح مولانا روم	شبلی نعمانی	۹/۰

۱۸۵۷ء کے مجاہد شعراء	امداد صابری	۶/۹۴
〃 غدار شعراء	〃 〃	۲/۵۰
سرقہ اور توارد	نریش کمار شاد	۴/۰
سخنہائے گفتنی	کلیم الدین احمد	۸/۰
سرکش روحیں	خلیل جبران	۳/۰
ساگر سنگیت	مترجم منور لکھنوی	۱/۵۰
سیاسی نظریے	ضیاء الحسن فاروقی	۴/۰
سرسید سیاسی و تاریخی آئینے میں	ڈاکٹر شان محمد	۴/۵۰
سب رس	ملا وجہی	۸/۰
سمن زار	ترجمہ ضیاء احمد بدایونی	۱۲/۰
شاعر قومی یکجہتی نمبر	اعجاز صدیقی	۱۰/۰
شعر اور شاعر	ضیا فتح آبادی	۵/۰
شوارع ادب	شرافت حسین مرزا	۳/۷۵
شاد عظیم آبادی		۱۰/۰
شاد عارفی کی غزل	مظفر حنفی	۹/۰
شوخیٔ تحریر	〃 〃	۳/۰
شیرازۂ ادب	نشتر سلونوی	۱/۰
شعر و زبان	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۵/۰
شعرائے اردو کے تذکرے	ڈاکٹر عبداللہ	۴/۰
شرح بانگ درا	یوسف سلیم چشتی	۱۴/۰
〃 ضرب کلیم	〃 〃	۱۲/۰
〃 بال جبریل	〃 〃	۱۴/۰

شرح جاوید نامہ اول	یوسف سلیم چشتی	۳۰/۰
〃 〃 دوم	〃 〃	۴۰/۰
شعر و ادب	سید اعجاز علی ظہری	۳/۰
شرح ضرب کلیم	عارف بٹالوی	۵/۰
شاد عظیم آبادی	مرتبہ نقی احمد ارشاد	۸/۰
شاد اور ان کی شاعری	پورن کمار ہوش	۳/۰
صلیبیں میرے دریچے کی	فیض احمد فیض	۱۵/۰
صحیفۂ بشارت	مبشر علی صدیقی	۴/۰
صنف انشائیہ اور انشائیے	ڈاکٹر محمد حسنین	۴/۵۰
صحبت با اہل دل	ابوالحسن میاں	۵/۵۰
صحیفۂ محبت	ڈاکٹر محمود الٰہی	۵/۰
عکس و شخص	عنوان چشتی	۵/۰
علی گڑھ ماضی و حال	رشید احمد صدیقی	۳/۰
عظیم و لازوال	عابد رضا بیدار	۵/۰
علامہ اقبال بھوپال میں	عبدالقوی دسنوی	۱/۲۵
عربی شاعری کے ادبی اشارات	ڈاکٹر سید احتشام ندوی	۳/۰
عکس اور آئینے	احتشام حسین	۵/۵۰
عبدالباری آسی	وصی احمد	۲/۵۰
غزل انسائیکلوپیڈیا	ذکی کاکوروی	۵/۰
غزل اور مطالعۂ غزل	عبادت بریلوی	۲۰/۰
غبار خاطر کا تنقیدی مطالعہ	ملک زادہ منظور احمد	۴/۰

غزل اور متغزلین	ابو اللیث صدیقی	۸/۰
فسانۂ عجائب کا بنیادی متن	ڈاکٹر محمود الٰہی	۴/۰
فکر [illegible]	ڈاکٹر عصمت جاوید	۱۲/۰
فنِ سوانح نگاری	امیر اللہ شاہین	۴/۷۵
فکری زاویے	ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی	۴/۵۰
فانی کی شاعری	" "	۶/۵۰
فاروقی کے تبصرے	شمس الرحمٰن فاروقی	۳/۰
فلسفہ اور ادبی تنقید	ڈاکٹر وحید اختر	۱۵/۰
غریب القرآن	اکرام اللہ	۱۰/۰
فانی	پروفیسر عبد الشکور	۲/۰
فنِ جوڈو	مصنف اطہر حسین رانچی	۱۰/۰
فروق	طاہر محسن علوی کاکوروی	۵/۰
فکر و نظر	اختر بھارتی	۱/۵۰
فراق گورکھپوری	کامل قریشی	۴/۰
فکرِ انسانی کا سفرِ ارتقاء	خواجہ غلام السیدین	۳/۰
فارسی ادب بعہد اورنگ زیب	ڈاکٹر نور الحسن	۱۶/۰
فنِ افسانہ نگاری	وقار عظیم	۶/۵۰
فیضِ میر	مرتبہ مسعود حسن ادیب	۲/۰
فسانۂ عبرت	مسعود حسین رضوی	۴/۵۰
فلسفۂ نفس	ضامن نقوی	۲/۰
فردوسِ ہند	ڈاکٹر صفدر آہ	۳/۰
فن اور تنقید	انور کمال حسینی	۱۴/۰

فسانۂ عجائب	مرزا رجب علی بیگ سرور	۴/۵۰
فسانۂ عجائب	مرتبہ اطہر پرویز	۱۵/۵۰
فکرِ بلیغ	نقی ارشاد	
فانی بدایونی حیات، شخصیت اور شاعری	ڈاکٹر مغنی تبسم	۱۵/۰
فلسفۂ اقبال	عبد القوی دریابادی	۳/۵۰
قدیم اردو تنقید	وہاب اشرفی	۴/۰
قیمتِ عرضِ ہنر	خورشید احمد جامی	۵/۰
قصۂ مہر افروز و دلبر	مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۲۳/۰
قطب شاہی دور کا فارسی ادب	اختر حسین	۱۵/۰
قواعدِ اردو	مولوی عبد الحق	۱۰/۰
قولِ فیصل	ابو الکلام آزاد	۲/۵۰
قصیدۂ عطار	سراج الحق	۱/۵۰
قدرِ نظر	اختر اورینوی	۳/۵۰
قدیم اردو اوّل	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۱۵/۰
" دوم	" "	۱۳/۰
" سوم (ابراہیم نامہ)	" "	۱۰/۰
" چہارم (دانشور نامہ)	" "	۱۰/۰
کربل کتھا	مرتبہ مالک رام	۱۲/۵۰
کربل کتھا کا لسانی مطالعہ	گوپی چند نارنگ	۴/۰
کارواں ہمارا	کوثر چاند پوری	۳/۳۰
گہرے کا چاند	ڈاکٹر محمد حسین	۳/۰
کعبہ میں صنم خانہ	سلام سندیلوی	۴/۰
گلشنِ ہند	سید حیدر بخش حیدری	۵/۰

گنجینۂ معنی	ڈاکٹر جعفر رضا	۴/۰
گفت و شنید	ظفر ادیب	۶/۰
گنجِ خوبی	میر امن دہلوی	۱۵/۰
گل و صنوبر	مرتبہ : رفیق مارہروی	۱/۵۰
لاہور کا جو ذکر کیا	گوپال متل	۶/۰
لکھنؤ کا دبستانِ شاعری	ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی	۲۵/۰
لفظ و معنی	شمس الرحمٰن فاروقی	۶/۵۰
لسانیات اور اردو	سید محمود الحسن رضوی	۴/۵۰
لوک گیت	اظہر علی فاروقی	۱/۵۰
لکھنؤ کا شاہی اسٹیج	سید مسعود الحسن رضوی	۸/۰
〃 عوامی 〃	〃 〃	۴/۰
〃 کی زبان	باقر شمس لکھنوی	۶/۰
مبادیاتِ تحقیق	عبدالرزاق قریشی	۴/۵۰
مضامینِ عابد	ڈاکٹر سید عابد حسین	۴/۰
ملاحظاتِ نفسی	ل۔ احمد	۲/۵۰
مرحوم دلی کی ایک جھلک	مرتبہ شمیم احمد	۲/۵۰
میر انیس	سید سفارش حسین	۲/۵۰
منشی نول کشور اور ان کا عہد	امیر حسن نورانی	۴/۰
مجموعۂ نغز	مرتبہ محمود شیرانی	۵۰/۰
مغربی ادب کے معمار	اے محمد ابراہیم	۱۲/۰
مومن شخصیت اور فن	ظہیر الدین صدیقی	۳۳/۰
میر اور میریات	ڈاکٹر صفدر آہ	۱۵/۰
میر و میر	اکبر حیدر کاشمیری	۸/۰

مطالعۂ ولی	شارب ردولوی	۴/۰
ملا وجہی کے انشائیے	جاوید وششٹ	۸/۰
مولانا آزاد الہلال کے آئینے میں	کمال اور منظور احمد	۴/۰
منٹو کے ادبی مضامین	منٹو	۷/۰
محمد قاسم سے حملۂ بابر تک	نیاز فتح پوری	۲/۰
مطالعۂ میر نظام الدین ممنون	ڈاکٹر [illegible] الرحمٰن	۱۴/۰
میرے اسٹیج ڈرامے	ڈاکٹر محمد حسن	۴/۵۰
مطالعۂ میر	ایم حبیب خاں	۳/۵۰
مطالعہ	ذکی کاکوروی	۴/۰
میر حسن، حیات اور ادبی خدمات	ڈاکٹر فضل حق	۱۵/۰
متنی تنقید	انور کمال حسینی	۴/۵۰
مضامینِ فرحت اوّل	فرحت اللہ بیگ	۴/۵۰
〃 〃 دوم	〃 〃	۴/۵۰
منشورات	برج موہن دتاتریہ کیفی	۶/۰
مباحث	ڈاکٹر سید عبداللہ	۲۰/۰
مطالعۂ امیر مینائی	مرتبہ : ابو محمد سحر	۸/۰
مثنوی خنجرِ عشق	مرتبہ : ڈاکٹر فضل امام	۶/۰
معادن	یوسف ندیم نیازی	۱/۵۰
مطالعۂ سر سید احمد خاں	عبدالحق	۵/۰
مضامینِ ہفت رنگ	ڈاکٹر آفتاب اختر	۳/۵۰
مقالاتِ تلہری	اختر علی تلہری	۳/۵۰

مکاتیب امیر مینائی	مرتبہ احسن اللہ ثاقب	۹/۸
مضامین شرر	محمد سلیم خرم	۵/۵۰
مآثر محمود شاہی	ڈاکٹر نورالحسن	۶/۵۰
مصحفی اور ان کا کلام	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	۶/۰
من سمجھاون	ڈاکٹر عبدالستار دلوی	۲/۲۵
مباحث و مسائل	ضیاء احمد بدایونی	۴/۰
مقالات الشعراء	حسرت اکبرآبادی	۵/۰
مطالعۂ زور	ڈاکٹر اکبر حیدری	۵/۰
مختصر تاریخ ادب اردو	ڈاکٹر اعجاز حسین	۱۲/۰
مجاز حیات اور شاعری	منظر سلیم	۴/۵۰
مقدمہ تاریخ زبان اردو	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۱۰/۰
مجاز کچھ یادیں	مرتبہ احمد ابراہیم علوی	۱/۰
مرزا رسوا حیات اور ناول نگاری	آدم شیخ	۷/۰
مرثیہ نگاری اور میر انیس	ڈاکٹر محمد احسن فاروقی	۴/۵۰
مراثی انیس میں جذباتی تاویل	ڈاکٹر سلام سندیلوی	۵/۰
ملاقاتیں	ندا فاضلی	۳/۹۵
مغل تہذیب	محبوب اللہ مجیب	۴/۰
مضامین لسان الصدق	عبدالقوی دسنوی	۲/۵۰
مطالعۂ سودا	ڈاکٹر محمد حسن	۲/۵۰
منیر شکوہ آبادی	ڈاکٹر زہرہ بیگم	۶/۰
مطالعۂ انیس	ناظر کاکوروی	۳/۰
مطالعۂ مثنوی گلزار نسیم	مظفر احمد لاری	۳/۵۰
مطالعۂ حسرت	عطا کاکوی	۳/۰

مطالعۂ شاد	عطا کاکوی	۳/۸
مجاز کا المیہ	سلامت اللہ خاں	۴/۰
مطالعۂ حالی	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	۵/۵۰
مکاتیب حالی	محمد اسمٰعیل	۲/۰
مرزا رسوا کے تنقیدی مراسلے	ڈاکٹر محمد حسن	۳/۵۰
مولوی نذیر احمد کی کہانی	فرحت اللہ بیگ	۱/۲۰
مومن	احسان دانش	۳/۵۰
معرکۂ چکبست و شرر	مرتبہ امیر حسن نورانی	۶/۷۵
مرثیۂ انیس کی ڈرامائی	شارب ردولوی	۳/۰
مطالعے	نریش کمار شاد	۳/۵۰
منتخب سوانح اور خاکے	مرتبہ سید نجم الدین نقوی	۳/۰
مطالعہ و تنقید	اختر انصاری	۴/۵۰
میر تقی میر کے ادبی معرکے	محمد یعقوب	۵/۰
مقالات	مرتبہ انجمن اساتذہ جامعات	۲/۰
مولانا آزاد فکر و فن	ملک زادہ منظور احمد	۱۰/۰
میرامن سے عبدالحق تک	سید عبداللہ	۱۰/۰
منور لکھنوی شخصیت اور شاعری	راج نرائن راز	۲/۵۰
مطالعۂ امیر		۱۰/۰
نامے جو میرے نام آئے	ڈاکٹر شاہ حسن عظیم آبادی	۳/۰
ناول کی تاریخ و تنقید	علی عباس حسینی	۹/۰

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
نذرِ عابد اردو	مرتبہ مالک رام	۲۵/۰
" " انگریزی	" "	۲۵/۰
نذرِ ذاکر	" "	۴۰/۰
نذرِ عرشی	" "	۴۰/۰
نذیر احمد شخصیت اور کارنامے	اشفاق احمد اعظمی	۲۵/۰
نئے کلاسیک	مرتبہ آر پی۔ ناطق	۱۲/۰
نذرِ مسعود	مرتبہ محمود خاور	۵/۰
نیا افسانہ	وقار عظیم	۹/۰
نثر و غزل دستہ	مرتبہ: مظفر حنفی	۸/۰
نکاتِ مجنوں	مجنوں گورکھپوری	۷/۵۰
ناول کیا ہے	نور الحسن ہاشمی	۴/۵۰
نقدِ میر	سید عبداللہ	۱۰/۰
نکاتِ ادب	محمد مظفر حسین	۵/۵۰
نقوشِ اقبال	ابوالحسن علی ندوی	۵/۵۰
نقوشِ فانی	کبیر احمد جائسی	۲/۰
نیا ادب	مرتبہ خواجہ احمد عباس	۱/۰
نقد و انتقاد	اعجاز احمد معجز	۲/۰
نقطۂ نظر	عبدالمغنی	۵/۷۵
نئے پرانے چراغ	آل احمد سرور	۸/۵۰
نگارشاتِ ادیب	مسعود حسین رضوی ادیب	۶/۵۰
وحید الدین سلیم پانی پتی افادی خدمات	ڈاکٹر منظر عباسی	۱۰/۰
ولی گجراتی	ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی	۱۰/۰
واقعات دار الحکومت دہلی	بشیر الدین احمد دہلوی	۱۰۰/۰
ہندوستان کے مشرقی کتب خانے	مرتبہ مرکزی لغویات و تحقیقات	۹/۵۰
ہماری تہذیبی میراث	سید سفارش حسین	۷/۰
ہندی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر محمد حسن	۱۸/۰
ہندوستان آج اور کل	محمد ذاکر	۰/۷۵
ہماری شاعری	مسعود حسین رضوی ادیب	۵/۰
ہماری داستانیں	وقار عظیم	۱۰/۰
ہندوستانی کلچر کا ارتقاء	ڈاکٹر تارا چند	۳/۵۰
ہندوستانی موسیقی	مفتی فخر الاسلام	۲/۵۰
ہفت تماشا	مرزا محمد قتیل	۷/۰
ہندوستانی لسانیات کا خاکہ	احتشام حسین	۴/۰
ہم کیوں بھولتے ہیں	سید احمد صدیقی	۳/۵۰
ہندوستانی لسانیات	ڈاکٹر زور	۴/۵۰
ہمارے نثر نگار	سید صفی مرتضیٰ	۲/۲۵
یادگارِ ابلیس	امیر احمد علوی	۴/۰
یادوں کی برات	جوش ملیح آبادی	۲۰/۰
یادِ ایام	ضیاء الحسن علوی	۱/۵۰

شعری مجموعے

ایک سو غزلیں	عتیق اللہ	۱۰/۰
ابتدا	جگن ناتھ آزاد	۰/۷۵
اردو	" "	۱/۲۵
انتخاب کلام چاندپوری مرتبہ عابد رضا بیدار		۱/۰
اندازِ بیان	راجہ مہدی علی خاں	۵/۰
آئینۂ اقبال	منشاء الرحمٰن منشاء	۴/۰
آثارِ منصور	مولوی سید منصور علی	۱۲/۵۰
اوراقِ زندگی	بسمل سعیدی	۱۵/۰
امیج	بشیر بدر	۵/۰
اکائی	" "	۵/۰
ارمغانِ نعت	والی آسی	۶/۰
آوارہ جبیں	مغموم کلکتوی	۲/۰
انوارِ سحر	ڈاکٹر انوار الحسن	۴/۰
آتشِ سیال	ساجدہ زیدی	۸/۰
ایک خواب اور	علی سردار جعفری	۷/۰
آواز کا جسم	مخمور سعیدی	۱۰/۰
انتخابِ کلام مومن مرتبہ عبدالودود خاں		۲/۲۵
اعراف	عبدالرحیم نشتر	۴/۵۰
انتخابِ چکبست	ڈاکٹر عطیہ نشاط	۱/۲۵
آؤ کہ کوئی خواب بنیں	ساحر لدھیانوی	۸/۰
اردو شاعری میں آنکھ بامحل مرتبہ شجاع خاور		۱/۷۵
آتشِ تر	خار بارہ بنکوی	۲/۰
آوازِ سحر	انوار اعظمی	۵/۰
انداز	مہیش چندر نقش	۲/۰
انوارِ نظر	نظر لکھنوی	۲/۲۵
آتشیں	نسیم آروی	۳/۵۰
آخری حرف کی تلاش	محمد علوی	۲/۲۵
آوازِ اقبال	نریش کمار شاد	۰/۵۰
اشعارِ میر	عبدالمنان صاحب بیدل	۰/۷۵
آبگینہ	حفیظ مانیکانوی	۲/۵۰
انتخابِ سودا	ثاقب کانپوری	۳/۰
آئینہ در آئینہ	عزیز قیسی	۴/۰
انتخابِ نظم اردو	نسیم قریشی	۱/۵۰
ارتعاش	شمیم گوہر	۳/۷۵
انتظار کی رات	کمار پاشی	۶/۰
انتخاب قصائد و غزلیات	ادارہ فروغ اردو	۳/۰
انتخابِ کلامِ آتش	ڈاکٹر اعجاز حسین	۳/۵۰
اشعار	حسن نعیم	۸/۰
آہنگِ جذب	جذب عالم پوری	۴/۰
انجمن آرزو	اختر اورینوی	۴/۰

آوازیں	پدم کمار جوش	۳/۰
آغوشِ شب	کیفی اعظمی	۴/۰
اوراقِ مصوّر	سکندر علی وجد	۶/۰
انتخابِ کلامِ شیفتہ	مرتبہ خواجہ ذکی احمد	۱/۵۰
ادھورے خاکے	شرف کمالی	۳/۰
ادائے کفر	منور لکھنوی	۱/۵۰
انتخابِ کلامِ جرأت	مرتبہ ایم حبیب خاں	۱/۲۵
ارمغانِ حرم	" افتخار اعظمی	۵/۰
انتخابِ چکبست	" ڈاکٹر عبد الستار دلوی	۲/۵۰
آغوشِ خیال	آزاد گلاٹی	۳/۰
اجنبی	وشوا ناتھ درد	۵/۰
آئینۂ اخلاق	خواجہ دل محمد	۲/۲۵
آئینۂ حیرت	حیرت شملوی	۳/۰
افکارِ خوشتر	ممتاز خوشتر کھنڈوی	۲/۵۰
اسلام نامہ	سلیم الحریری	۵/۰
افکارِ عشق	مرتبہ : مہذب لکھنوی	۲/۰
آثارِ عشق	" : " "	۲/۰
اسرارِ حسن	" : " "	۲/۰
افکارِ حسن	" : " "	۲/۰
الہام و افکار	جوش ملیح آبادی	۹/۰
اوراقِ زندگی	بسمل سعیدی	۱۵/۰
بہشتِ نظر	رتن	۱۲/۰
بادۂ عرفان	حفظ بنارسی	۵/۰

بوئے گل نالۂ دل	عشرت سہروردی	۴/۵۰
بچوں کی دنیا (منظوم روسی ادب)	سمن سرحدی	۳/۰
بیاض	بدیع الزماں خاور	۴/۰
برگِ آوارہ	خورشید احمد جامی	۵/۰
بھگوت گیتا (منظوم)	منور جامی	۴/۸
بانگِ درا	ڈاکٹر محمد اقبال	۶/۰
بالِ جبریل	" "	۵/۵۰
بوئے گل	مرتبہ : نظر برنی	۴/۰
بزمِ خیال	سیدہ فرحت	۱/۰
۲۹ نظمیں	کلیم الدین احمد	۵/۷۵
بچوں کی دنیا	تلوک چند محروم	۳/۰
بنتِ لمحات	اختر الایمان	۸/۰
باقیاتِ فانی	فانی بدایونی	۴/۰
بیداریٔ وطن	بادا کرشن گوپال مغموم	۱۰/۰
باقیاتِ اقبال	ڈاکٹر اقبال	۲/۵۰
بیکراں	جگن ناتھ آزاد	۴/۵۰
بہارِ مودب	مرتبہ : مہذب لکھنوی	۴/۵۰
بازارِ سخن	" : " "	۱/۵۰
بڑھے چلو	ڈاکٹر خلیق انجم	۱/۵۰
بہارِ نغمہ	دیپک پوری	۴/۰
بھرتری ہری	جے کرشن چودھری	۲/۰
بادہ و جام	شارق میرٹھی	۱/۵۰

پہلا پتھر	قیصر تلہری	۶/۰
پیاسے لفظ	راجی پرتاب گوڈسی	۳/۰
پیکرِ خیال	اختر بستوی	۲/۰
پتھروں کا مغنی	وحید اختر	۶/۰
پنکھڑی گلاب کی	تبسم سحر	۲/۵۰
پراگندہ	صفی اورنگ آبادی	۳/۵۰
پریم وانی	مرتبہ: سردار جعفری	۳۰/۰
پرانے موسموں کی آواز	کمار پاشی	۲/۵۰
پاک زمین ناپاک قدم	عشرت کرتپوری	۰/۶۵
پرطاؤس	اختر انصاری دہلوی	۳/۰
تحفۃ الصغر (فارسی کلام) حضرت امیر خسرو		۴۵/۰
تنبیر الجمہ		۶/۰
تجلیات شعر و شاعری	سید لطف الرحمن	۸/۰
تنہا چاند	مینا کماری ناز	۱۰/۰
تلخیِ حیات	جے چند پریم	۱/۵۰
ترانہائے خیام	آغائی سید غیب حسین	۲/۵۰
تابوت	صفدر حسین	۵/۰
تلخیاں (دیناگری لپی)	ساحر لدھیانوی	۱۲/۰
تبرکاتِ اقبال	محمد بشیر الحق دیسنوی	۳/۰
تراشیدہ	شاذ تمکنت	۵/۰
تلاشِ منزل	کرشن سوخی نشا	۴/۰
تمنا کا دوسرا قدم	صہبا وحید	۵/۰
ترنگیں	رانا پرتاپ سنگھ رانا گنوری	۲/۰
تسکون کا کرب	آزاد گلاٹی	۶/۰
تیکھی غزلیں	مظفر حنفی	۴/۰
[illegible]	باقر مہدی	۱۴/۰
جلتے کنول	شمس فرخ آبادی	۲/۰
جانِ بہادر	تسنیم کرمانی	۱/۵۰
جوہرِ شخصیت	محمد مونس	۱/۵۰
جمالِ مصطفیٰ	درد قریشی	۱/۰
جلال و جمال	جلال ملیح آبادی	۱۲/۰
جام و سندان	بیدن سنگھ ہنر	۵/۰
جنبشِ لب	ایاز بلگرامی	۵/۰
جسموں کا بن باس	آزاد گلاٹی	۸/۰
جامِ صد رنگ	ن۔ن بخمی	۴/۰
جذباتِ رضا	مرتبہ: ڈاکٹر ظہیر صدیقی	۱/۵۰
جذبات و احساسات	حیدر دہلوی	۳/۰
جمالِ غزل	عطا کاکوی	۴/۰
جام سہ آتشہ	پروفیسر پریم رنگپوری	۳/۰
جواہراتِ اسمٰعیل	شجاعت علی سندیلوی	۱/۰
جامِ جم	محمد ذوالنورین	۳/۰
جادۂ منزل	جیمنی سرشار	۲/۵۰
جذبۂ آواز	من موہن تلخ	۴/۵۰
جواہراتِ انیس	ترتیب: میرزا امیر علی	۹/۰
جلوۂ صد رنگ	شمس عظیم آبادی	۴/۰
چراغاں	فراق گورکھپوری	۵/۲۵
چنار کے پھول	جگدیش مہتہ درد	۵/۰
چنگاری	سید معصوم حنفی اجمیری	۲/۰

چراغِ حرم	کشفی شاہ لکھنوی	۱/۰
چاند کے پتھر	سیّد جعفر رضا	۵/۰
چاندنی اساڑھ کی	راجا نرائن راز	۳/۰
چلہ نامہ	محمد یوسف پاپا	۲/۰
چین چلو	مرتبہ: شاہد کبیر	۱/۰
حیاتِ کائنات (مثنوی)	عبدالمجید	۳/۰
حدیثِ دل	غلام ربانی تاباں	۲/۲۵
حرمِ نبوی ﷺ	سیفی سیوہاروی	۳/۰
حروفِ نیم شب	تسنیم کرہانی	۶/۰
حروفِ شوق	محمد منظور احمد	۳/۵۰
حدیثِ عشق	جعفر برقی	۱/۲۵
حرفِ معتبر	باقی	۱۰/۰
حدِ ناتک	فیض سرحدی	۱۵/۰
حریمِ نور	صادق دہلوی	۲/۵۰
خاکِ دل	جاں نثار اختر	۲۰/۰
خواب زار	شاداں رامپوری	۱۰/۰
خواب زار	حسنیٰ مسرور	۴/۵۰
خوشبو	بدیع الزماں خاور	۴/۰
خرابہ	من موہن تلخ	۱۰/۰
خواب نے	ظفر ادیب	۶/۰
خونِ جگر	عاقل لاہوری	۴/۵۰
خطِ رہگزر	اکبر حیدرآبادی	۸/۰
خالی مکاں	محمد علوی	۴/۰

خطۂ گلاب	مرتبہ: رضیہ سجاد	۳/۰
خوابِ زلیخا	حکیم یوسف حسین خاں	۲/۲۵
خرمن	شفیق جونپوری	۳/۰
خلش	سیفی پریمی	۲/۰
خوابِ تماشا	کمار پاشی	۴/۰
خشتِ دیوار	زبیر رضوی	۴/۰
خوابوں کا مسیحا	اعجاز صدیقی	۲/۵۰
دہلی کی جامع مسجد	جگن ناتھ آزاد	۰/۳۵
دستۂ گل	بزم شنکر شاد	۲/۰
دیوانِ صد غزل	حسین علی ناسخ	۱۲/۰
دریافت	کرشن کمار طور	۵/۰
دستِ صبا	فیض احمد فیض	۲/۵۰
دستِ تہِ سنگ	" "	۲/۵۰
دیواریں	مہیش چندر نقش	۵/۰
دیوانِ نامی	اکبر حیدرآبادی	۸/۰
دو قدم ایک منزل	شاداں قدوائی	۵/۰
دیوانِ حافظ (مترجم)	حافظ شیرازی	۲۰/۰
دیوانِ مصحفی اوّل	مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن نقوی	۱۰/۰
" دوم "	" "	۱۰/۰
" سوم "	" "	۱۰/۰
" چہارم "	" "	۱۰/۰
" پنجم "	" "	۱۰/۰
دردآشنا	عبداللہ ساجد	۳/۵۰

دھرماکنیں	ذکی کاکوروی	۲/۵۰
دھرتی کی کروٹ	فراق گورکھپوری	۶/۰
دکنی رباعیاں	ڈاکٹر سیدہ جعفر	۶/۰
دنیا کہیں جسے	ڈاکٹر مغرے انور	۵/۰
دائرہ	عابد عالمی	۵/۰
دیوان شاہ نیاز بریلوی	مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن	۳/۲۵
دیوان امیر خسرو	″ ″	۲۸/۰
″ غنی	ملا محمد طاہر غنی کاشمیری	۸/۰
″ ناشاد	این۔ بی۔ سین ناشاد	۱۰/۰
دہانِ زخم	اختر انصاری	۱۵/۰
دل مگر اکیلا ہے	مرتبہ وشنو ناتھ	۴/۰
دیوانِ فائز	″ خواجہ فضل امام	۵/۰
دیوانِ بیانؔ	ثاقب رضوی	۵/۵۰
″ فصاحت	فصاحت لکھنوی	۲/۵۰
″ بقا اکبرآبادی	مرتبہ: خواجہ احمد فاروقی	۲/۵۰
″ درد	″ ڈاکٹر ظہیرالدین صدیقی	۵/۰
دیدۂ بینا	کوثر چاندپوری	۵/۰
دیوانِ انجم	مرزا اسحاق جاہ انجم	۲/۰
″ غزلیات	مرتبہ عبدالرزاق قریشی	۱۰/۰
ذوقِ سفر	غلام ربانی تاباں	۵/۰
ذوقِ جمال	عنوان چشتی	۳/۰
ذوقِ جنوں	آل احمد سرور	۵/۰
رباعیاتِ سرمد	حضرت صوفی سرمد	۳/۵۰
رفیع احمد سکندرپوری	مجنوں نامۂ آزاد	۰/۷۵
روشنی کے دریچے	سید احتشام حسین، مرتبہ: جعفر عسکری	۲/۰
رالکہ	احتشام اختر	۶/۰
رشتہ گونگے سفر کا	مظہر امام	۱۰/۰
روشنی کا سفر	رفعت سروش	۵/۰
رخسارِ سحر	خورشید احمد جامی	۲/۷۵
رباعیات دبیر	خبیر لکھنوی	۱/۲۵
روپ رس	قلی قطب شاہ	۵/۰
رنگ گل	عظمت عبدالقیوم خاں	۶/۰
راہگزر	دل ایوبی	۴/۰
ربابِ زیست	مرتبہ ساغر وسلمان	۳/۰
رمز و کنایات	فراق گورکھپوری	۳/۵۰
رزم نامہ دبیر	دبیر لکھنوی	۴/۵۰
رطب و یابس	ظفر اقبال	۴/۰
رہبرِ ایشیا	ساجد صدیقی وآئی آسی	۳/۵۰
رقصِ دوام	صغیر احمد صوفی	۱/۷۵
ریت کے پھول	آدم نصرت	۲/۵۰
رخصتی کے پھول	ایم اے خان	۴/۰
رقصِ خیال	ظفر مہدی	۲/۵۰
روحِ سخن	نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل	۴/۰
رازِ یزدانی (انتخاب)	راز یزدانی	۲/۵۰
رعنائیاں	شکیل بدایونی	۵/۰

رنگینیاں	شکیل بدایونی	۲/۰
رحلِ نظر	مہدی نظمی	۲/۵۰
رزم نامۂ انیس	سید مسعود حسین ادیب	۳/۵۰
روحِ انیس	" "	۷/۰
زخمِ صدا	اعزاز افضل	۷/۵۰
زخموں کے گلاب	صلاح الدین نیر	۲/۵۰
زہرِ حیات	زاہدہ زیدی	۵/۰
تاثر	صلاح الدین پرویز	۳/۰
سیاہی کی ایک بوند	آنند نرائن ملا	۱۲/۰
سلگتے پھول / دہکتے آنسو	ڈاکٹر مایا کھنہ راج بریلوی	۱۰/۰
سو شعر مصحفی، درد، حسرت، فانی دور متوسطین اور متقدمین		۰/۵۶
سحر ہونے تک	فرید عشرتی	۶/۰
سورج کے تماشائی	ابراہیم اشک	۱۰/۰
سرِ وادیٔ سینا	فیض احمد فیض	۲/۵۰
سرودِ زندگی	اصغر گونڈوی	۳/۰
سماج واد کی آواز	دلکش بدایونی	۲/۵۰
سفینۂ زرگل	فضا ابن فیضی	۱۲/۰
سوز و ساز	بشیر احمد طاہر	۲/۲۵
۱۹۷۱ء کی منتخب شاعری	کمار پاشی	۴/۰
سونی مٹی کی خوشبو	خورشید افسر	۲/۰

سنگریزے	عشرت گورکھی	۳/۵۰
سفینۂ شفیق	شفیق جونپوری	۲/۰
سرودِ نو	اختر قادری	۳/۵۰
سفینہ	سہیل مالیگانوی	۲/۰
ساتواں در	شہریار	۳/۷۵
سرابوں کے سفیر	مرتبہ: عقیل شاداب	۳/۰
۱۹۷۰ء کی شاعری	کمار پاشی	۲/۰
سازِ حیات	پریم شنکر گوکل فرحت	۶/۰
سازِ بیخودی	عمر انصاری	۶/۰
سورج کا شہر	شہاب جعفری	۸/۰
سوادِ منزل	نشور واحدی	۲/۵۰
سبیلِ استاد	محمد نیاز	۲/۰
سحرِ حلال	ساحر بھوپالی	۵/۵۰
سرورِ سرمدی	ناشاد کانپوری	۲/۵۰
سیہ بر سفید	مخمور سعیدی	۴/۵۰
سحرِ نغمہ	ساحر ہوشیارپوری	۱۰/۰
سوزِ حیات	یحییٰ عبدن والا	۱۲/۵۰
سفر مدام سفر	ہنسراج کومل	۴/۰
سرورِ جاوداں	بیکل اتساہی	۲/۷۵
سفینہ	موہن سنگھ دیوانہ	۵/۰
شہپر	حرمت الاکرام	۸/۰
شیشے	ارشاد کاشف	۳/۰
شعلہ و شبنم	جوش ملیح آبادی	۱۲/۰

شاعروں کی صلیب	کرامت علی کرامت	۷/۰
شیرازہ	مرتبہ محمود سعید	۱۲/۰
شہر خوشبو	نور تقی نور	۵/۰
شہ پارے	نواب معظم شاہ بہادر	۶/۵۰
شعر و نغمات	فیاض احمد خان فیاض	۸/۰
شام شفق	"	۲/۵۰
شیرازۂ مژگاں	کرشن موہن	۱۰/۰
شش جہت	ساحل مانکپوری	۳/۰
شاخ گل	کالی داس گپتا رضا	۵/۰
شبستان	فراق گورکھپوری	۶/۵۰
شہرستان	"	۶/۰
شورش پنہاں	کالی داس گپتا رضا	۴/۰
شعلۂ خاموش	"	۵/۰
شعلۂ تشنگی	جاوید وششٹ	۶/۰
شب گشت	عمیق حنفی	۶/۰
شبستاں	شکیل بدایونی	۴/۰
شاد عارفی	(انتخاب غزل)	۰/۵۰
شعلہ زار	دوارکا داس شعلہ	۶/۰
شہر انقلاب	سیماب اکبرآبادی	۴/۰
شاہنامہ اسلام کامل ۴ حصے	حفیظ جالندھری	۲۰/۰
شمشیر و سناں	مرتبہ: ساحر لکھنوی	۲/۰

شمیم گل	عابد مناوری	۴/۰
شعلۂ رنگیں	جرم محمد آبادی	۴/۰
شعلۂ طور	جگر مراد آبادی	۶/۰
شانہ	شفیق جونپوری	۲/۷۵
شب چراغ	خاور نوری	۱/۵۰
شاہکار سخن	مرتبہ: مہذب لکھنوی	۲/۰
صنم کدہ	عمر انصاری	۱۲/۵
صبح فاراں	شمیم کرہانی	۳/۰
صبح کا سورج	فیض الحسن خیال	۲/۵۰
صریر خامہ	مظفر حنفی	۶/۰
صدائے تیشہ	راشد آذر	۶/۰
صحرا کا سفر	راہی قریشی	۳/۵۰
صحرا کی پیاس	شباب للت	۶/۰
صحرا صحرا	صبا جائسی (علیگ)	۳/۷۰
صہبائے حرم	ساجد صدیقی لکھنوی	۱/۵۰
صنم و حرم	شکیل بدایونی	۴/۰
صحرا میں اذان	گوپال متل	۶/۰
صبوحی	مہر چند کوثر	۲/۵۰
صدائے دل	ساحر بھوپالی	۲/۰
ضرب کلیم	علامہ اقبال	۴/۵۰
طوفان غم	سلطانہ ناشاد	۱/۵۰
عکس ریز	مظفر حنفی	۴/۰
عالم آشوب	سیماب اکبرآبادی	۴/۰

عطرِ گل	خضر برنی	۵/۰
عظمتِ وطن		۳/۵۰
عرفانِ حافظ	پنڈت شیاما چرن داس	۱/۰
غزالِ رعنا	جاوید وششٹ	۶/۰
عزم	کامل چاندپوری	۵/۰
غبارِ رنگ	اندر سروپ دت ناداں	۳/۰
غزل انسائیکلوپیڈیا	ذکی کاکوروی	۶/۰
فیضِ میر	مسعود حسین ادیب	۲/۵۰
فکر و نشاط	جوش ملیح آبادی	۵/۰
فروغِ جام	نشور واحدی	۴/۵۰
فردوسِ گوش	جوش ملسیانی	۶/۰
فاصلے	مدہوش بلگرامی	۲/۵۰
قدمچے	فرقت کاکوروی	۵/۰
کبیر بانی	مرتبہ: سردار جعفری	۲۰/۰
کلیاتِ شکیل	شکیل بدایونی	۸/۰
کڑوے بادام	منشی منقچ	۵/۰
کلیاتِ جرأت	نورالحسن نقوی	۳/۰
کلامِ اصغر	اصغر گونڈوی	۳/۵۰
کفِ سیلاب	وقار واثقی	۴/۰
کلامِ ظفر	بہادر شاہ ظفر	۲/۰
کلیاتِ انور	حافظ انور کاکوروی	۲/۵۰
کیف و اضطراب	سید لطف الرحمٰن	۲/۷۵
کلیاتِ اقبال (فارسی)	علامہ اقبال	۲۰/۰

کلام نرم و نازک	رضا نقوی واہی	۵/۰
کاروانِ خیال کے	نوبہار صابر	۶/۰
کالے کاغذ کی نظمیں	باقر مہدی	۴/۵۰
کلیاتِ میر اوّل	مرتبہ ظل عباس عباسی	۲۵/۰
〃 اقبال اردو	〃 علامہ اقبال	۹/۰
〃 اختر شیرانی	گوپال متل	۶/۰
〃 جگر	جگر مرادآبادی	۹/۰
کچھ ورق	ظفر الاسلام ظفر	۲/۰
کلام لق لق	حاجی لق لق	۲/۵۰
کلیاتِ نسیم میسوی	مرتبہ میر محمود حسین	۳/۵۰
〃 اکبر الہ آبادی	اکبر الہ آبادی	۱۳/۰
کاسۂ روح	عباس زیدی	۵/۰
کائناتِ دل	منور لکھنوی	۱/۵۰
کرنیں	جگدیش مہتہ درد	۳/۲۵
کارِ امروز	سیماب اکبرآبادی	۶/۰
کلیم عجم	〃	۶/۰
گلِ رعنا	مرتبہ مالک رام	۱۰/۰
گلدستۂ آل انڈیا مشاعرہ و یادگار بزم (احسان بیگ)	مرتبہ شفقت علاؤالدین	۱/۰
گاتا جائے بنجارا	ساحر لدھیانوی	۱۲/۰
گمنام گوشے	دلکش ساگری	۳/۰
گنجِ رواں	علیق احمد علیق	۶/۰
گلزارِ داغ	داغ دہلوی	۶/۰

گنج سوختہ	شمس الرحمٰن فاروقی	۳/۰	لاریب	غلام مرتضیٰ راہی	۳/۰
گلستانِ تیموری	محمد یونس خالدی	۷/۰	لوک گیت	اطہر علی فاروقی	۱/۵۰
گرئ اندیشہ	صغیر احمد صوفی	۵/۰	لکیریں	نازش پرتاب گڑھی	۱/۵۰
گلوب	سید احمد شمیم	۶/۰	لمعاتِ افق مرتبہ	منور لکھنوی	۱۰/۰
گھر آنگن	جاں نثار اختر	۳/۰	لالہ زار	پیکاں چاندپوری	۲/۵۰
گلبانگ	سید محمود اعظم فہمی ترمذی	۰/۵۰	لعل و جواہر	ساجدہ صدیقی و ای آسی	۲/۵۰
گردِ کارواں	کیف احمد صدیقی	۳/۰	لمعاتِ شاد	شاد عظیم آبادی	۲/۰
گفتنی	مخمور سعیدی	۳/۰	لمعاتِ نور	سید انوار خاں انور	۹/۰
گلستانِ ہزار رنگ	سید بہاؤالدین	۲۰/۰	میرا وطن ہندوستان	بدیع الزماں خاور	۴/۰
گیت محل	تصدیق مظفر نگری	۲/۰	میری حدیثِ عمر گریزاں	آنند نرائن ملا	۱۰/۵۰
گردِ راہ	ضیا فتح آبادی	۳/۵۰	متاعِ کلیم	کلیم احمد آبادی	۴/۰
گیت گووند	منصور لکھنوی	۳/۰	منظومات میاں دلگیر	ڈاکٹر حیدری کاشمیری	۸/۰
گیتا (منظوم)	دل محمد	۶/-	موجِ صبا	صبا عظیم آبادی	۱/۲۵
گلزارِ نظیر	مرتبہ سلیم جعفر	۱۰/۰	مثنوی دریائے عشق مرتبہ	ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی	۰/۷۵
گل بارے	کاظم علی خاں	۴/۰	" " "	میر تقی میر	۰/۵۰
گلگشت گلشن	پریم پال اشک	۲/۲۵	مرکز	سہیل اعظمی	۲/۰
گلِ نو	واحد پریمی	۳/۰	میخانہ	کشن دت طوفان دہلوی	۲/۲۵
گل نغمہ	فراق گورکھپوری	۱۲/۰	ماہِ تمام	قمر مراد آبادی	۲/۰
گلبانگِ حرم	حمیدہ صدیقی	۵/۰	مزامیر دوم مرتبہ	آثر لکھنوی	۵/۵۰
گلبانگ	فراق گورکھپوری	۱۲/۵۰	ماتمِ بہزاد	جگن ناتھ آزاد	۰/۷۵
لفظوں کا سفر	جمیل کلیمی	۶/۰	ماتمِ سالک	" "	۰/۷۵
لا انسان	ن۔ م۔ راشد	۵/۰	میکدہ	میکش بدایونی	۵/۰
لامکاں	غلام مرتضیٰ راہی	۳/۰	متاعِ تسکین	تسکین قریشی	۳/۰

مضراب	فیضی نظام پوری	۴/۰
موجیں	قیصر حیدری	۵/۵۰
مثنوی آبِ سراب	جمیل مظہری	۲/۰
معیارِ کامل	مرتبہ: مہذب لکھنوی	۲/۰
مختار وحید	" "	۲/۰
مراثیِ تعشق	" "	۲/۵۰
مراثیِ مہذب	" "	۲/۵۰
مانجھی دھیرے چل	مقصود سبزواری	۴/۰
مراثیِ میر تقی میر	" "	۳/۰
مرثیۂ نفیس	" "	۲/۰
ماہ کامل	ڈاکٹر کامل قریشی	۸/۰
متاعِ نظر	نظر برنی	۳/۰
مثنوی گلزارِ نسیم	مرتبہ امیر حسن نورانی	۲/۵۰
" بوعلی شاہ قلندر	بوعلی شاہ قلندر	۱/۰
مناظرِ قدرت	محمد الیاس برنی	۱/۰
مثنوی زہرِ عشق	مرتبہ امیر حسن نورانی	۱/۲۵
" "	عطیہ پروین	۱/۰
منزل منزل	شباب للت	۴/۰
میراں کے گیت	جے کرشن چودھری	۲/۰
مراۃ الغیب	امیر مینائی	۵/۵۰
میں اور تو	مظفر احمد لاری	۳/۵۰
موجد و مفکر	جوش ملیح آبادی	۲/۰
مسدسِ حالی	مولانا حالی	۱/۵۰

موجِ نسیم	شبنم نکودری	۳/۰
مزاجِ آہنگ	حسن شہیر	۶/۰
نیگیٹیو	صلاح الدین پرویز	۵/۰
نذرِ رسالت	دل ایوبی	۵/۰
نسیمِ بہار (رباعیات)	اے۔ سی۔ بہار	۷/۷۵
نقشِ آذر	راشد آذر	۲/۰
نام بنام	رضا نقوی واہی	۶/۰
نیا جزیرہ	اسلم عمادی	۷/۰
نقوشِ زریں (منتخب اشعار)		۱۵/۰
معجونِ نشاط	نواب حیدر علی خان حشم	۸/۰
نیا دیش بنگلہ دیش	اندرجیت گاندھی	۳/۵۰
نسیمِ مغرب	امیر چند بہار	۲/۵۰
نوائے تیشہ	ظفر حمیدی	۳/۰
نغمۂ شب	اختر بستوی	۲/۰
نوائے عصر	یحییٰ اعظمی	۳/۰
نغمات	شہزادہ ناصر الدین محمد اسد الرحمٰن قدسی	۳/۰
نزہتِ دل	مہر مہسلائی	۴/۰
نویدِ عصر لینن	نیاز حیدر	۱/۰
نشاط النظر	ہدایت محسنی	۲/۲۵
نوائے راز	راز چاند پوری	۳/۰
نقوشِ پروانہ	پروانہ بی اے	۱/۵۰
نارسیدہ	وارث کرمانی	۳/۰
نغمۂ روح	صادق دہلوی	۳/۰

نغمۂ سرمد مترجم	جوش ملسیانی	۸/۰	وصالِ غزل	احسن رضوی	۳/۸
نغمۂ سروش	جوش ملسیانی	۵/۰	ولاس یاترا	کمار پاشی	۰/۸
نگارِ نفیس مرتبہ	مہذب لکھنوی	۲/۰	وجد و حال	بہزاد لکھنوی	۲/۰
نیرنگِ معانی	تلوک چند محروم	۵/۰	وادیٔ گل	انجم سہارنپوری	۴/۰
نادرِ نانک	مہدی نظمی	۵/۰	وادیٔ گل	رفعت سروش	۳/۰
نغمۂ دوش	علامہ محوی صدیقی	۱/۵۰	وجدانِ حافظ	منوّر لکھنوی	۳/۰
نقشِ کارواں	نہالؔ رضوی لکھنوی	۲/۰	ورق ورق	فیض احمد فیض	۷/۰
نذرِ وطن	دورؔ آفریدی	۱/۷۵	وقارِ انیس مرتبہ	مہذب لکھنوی	۲/۰
نوائے پریشاں	جگن ناتھ آزاد	۳/۵۰	وطن کے راگ	مظفر شاہ	۰/۳
نجات سے پہلے	قاضی سلیم	۴/۰	ویرانیاں	دورؔ آفریدی	۳/۰
نیم باز	عنوان چشتی	۴/۰	وطن میں اجنبی	جگن ناتھ آزاد	۳/۵۰
نئے نام مرتبہ	شمس الرحمٰن فاروقی	۴/۰	ہند نامہ	بلدیو راج سود	۲/۵۰
نقشِ قدم	علی احمد جلیلی	۲/۷۰	ہزار انجم	مسلم مالیگانوی	۸/۵۰
نظم انسائیکلوپیڈیا	ذکی کاکوروی	۹/۰	ہجویاتِ امیر	احمد جمال پاشا	۳/۵۰
نوائے سرور	سرورؔ جہاں آبادی	۶/۰	یہ قربتیں یہ دوریاں	خلش دہلوی	۱۰/۰
نورِ فردا	عتیق	۳/۰	یدِ بیضا	ساحر بھوپالی	۳/۰
نغمۂ نو	ڈاکٹر مسعود رآہ	۱/۷۵	یارانِ میکدہ مرتبہ	محمود علی صبا	۲/۰
نوائے کفر	منوّر لکھنوی	۲/۵۰	یادوں کی خوشبو	خورشید احمد جامی	۴/۰
نغماتِ ابد	سرمدؔ	۵/۲۵	یادگارِ آزادی مرتبہ	سلطان عباسی	۳/۰
نروان	فاروقی جنون	۲/۰	یادوں کے گلاب	"	۱۰/۰

فضیل جعفری
کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ

چٹان اور پانی

قیمت ۶/-

ناول، افسانے اور ڈرامے

آوازوں کی صلیب	کوثر چاند پوری	۱۲/۰	ایک کرن اجالے کی	ضیا عظیم آبادی	۵/۰
اروناً	نعیمہ ملک	۶/۵۰	آئینہ	بیگم واجد علی خاں	۹/۰
انتظار کا موسم	دیبا خانم	۱۰/۰	آشیانہ	مسرور جہاں	۹/-
آنچل	احمد ندیم قاسمی	۷/۰	اپیلا	رضیہ بٹ	۶/۵۰
اچانک	مسرور جہاں	۱۰/۰	احسان فراموش	محمد التفات گنگوہی	۴/۰
آذر	نعیمہ ملک	۱۲/۰	ایرانیوں کا مقدس ڈرامہ	مسعود حسین رضوی ادیب	۷/۵۰
آنگن کی چاندنی	عطیہ پروین	۱۰/۰	ایک محبت کی کہانی	غازی صلاح الدین	۳/۵۰
الیشہ ایلین	مظہر الحق علوی	۱۵/۰	اسیر حرص	آغا حشر	۱/۵۰
آخری شب	صنم آرا	۱۰/۰	اکھڑے ہوئے لوگ	رام لعل	۶/۰
الیشہ	مظہر الحق علوی	۱۵/۰	ابروئے دل	ملکہ معین	۱۱/۰
امید بہار	فرزانہ نصیر	۸/۰	آنکھ مچولی	شرف خانم اشرفی	۵/۵۰
آیا بسنت سکھی	واجدہ تبسم	۱۸/۰	انجان	ضیا عظیم آبادی	۴/۰
آہنگِ آزادی	مصطفیٰ حسین نیر	۲/۵۰	آہوں کے گیت	عفت موہانی	۹/۰
امانت	سلمیٰ کنول	۷/۵۰	آخری تحفہ	" "	۸/۰
ارمانوں کی بستی	رضیہ بٹ	۸/۰	امیر اندلس	علی اصغر چودھری	۴/۰
افسانہ اور افسانے	مرتبہ ڈاکٹر وہاب اشرفی	۳/۰	آخری تحفہ	منشی پریم چند	۶/۴۰
اصلی نقلی چہرے	ملک خاور	۳/۰	افیونی	علی احمد ارشاد	۲/۵۰
آئینے اکیلے ہیں	کرشن چندر	۵/۰	اس دیوانگی میں	سلمیٰ کنول	۸/۰
اداس نسلیں	عبداللہ حسین	۱۵/۰	ابابیل	مظہر الحق علوی	۱۲/۰
ایک گلاب دو بھونرے	اخلاق حسین عارف	۵/۰	آدم خور	"	۶/۵۰

آواز کے جنگل	منظر الحق علوی	۸/۰
آسمانی بلا	"	۲/۵۰
آفاق	نسیم انہونوی	۳/۰
اکبر اعظم	صادق حسین	۶/۰
آنچل دامن	ابن حیات	۸/۰
آنکھ سے آنسو ٹپکا	سعیدہ سلطانہ	۶/۰
ایک خواب ایک آرزو	آشوتی اہلووالیہ	۴/۰
اکیلی	شرت چندر	۶/۰
آدمی اور سکے	زلیخا حسین	۴/۲۵
ارمانوں کا خون	مسرور جہاں	۵/۰
انشاء اللہ	شوکت تھانوی	۵/۰
آوارہ	شرت چندر	۵/۰
اجنبی نگاہیں	سلطان سبحانی	۳/۰
اپنے پرائے	زلیخا حسین	۵/۲۵
ایک آنسو ایک پتھر	کرپا شنکر بھاردواج	۵/۵۰
آفتاب دمشق	راشد الخیری	۲/۰
الزہرا	"	۲/۰
اور خون بہتا رہا	اختر صدیقی	۵/۰
ایک خواب دو تعبیریں	نوشابہ سعید ناز	۳/۰
اختری بیگم	مرزا رسوا	۳/۵۰
آنسو بہی ملے	وسیم بانو قدوائی	۴/۰
ایثار	ابن حیات	۴/۰
امراؤ جان ادا	مرزا رسوا	۸/۵۰
مہندر کا بچہ	مہندناتھ	۹/۵۰
انکل	امتیاز علی تاج	۴/۰
آخری چٹان	نسیم حجازی	۸/۵۰
اور تلوار ٹوٹ گئی	"	۴/۰
ایک خواب ایک حقیقت	زلیخا حسین	۴/۲۵
ایک ناؤ کاغذ کی	صبح سوری	۴/۵۰
آندھیاں	انیس مرزا	۳/۵۰
ایک شمع آشنا	ضیا عظیم آبادی	۴/۰
بت شکن	دت بھارتی	۱۵/۰
باجی	رضیہ بٹ	۷/۵۰
بے جڑ کے پودے	سہیل عظیم آبادی	۲/۵۰
بھنور	گلشن نندہ	۷/۵۰
بہت دیر کردی	علیم مسرور	۸/۵۰
بٹوارا	کاوش	۷/۰
ببول کے سائے	ہاجرہ نازلی	۷/۵۰
بیگانہ	البرٹ کامو	۴/۰
بھگت کبیر	کشن چندر زیبا	۱/۷۵
بولان جیل کا قیدی	بدنام رضی	۴/۰
بوڑھی چڑیل	محمود جالندھری	۴/۵۰
بہار کا پہلا دن	علاؤ الدین آزاد	۴/۰
برات	مہندناتھ	۹/۰
بلندی کی طرف	ہربنس سنگھ دوست	۱/۰
بہادر گڑھ جنگ	کرشن چندر	۱۰/۰

بھوک	نشہ ہیمن	۳/۵۰	پانچ ہزار سال قبل	علامہ مجیب جلوزی	۳/۵۰
بے سہارا	ثریا بانو	۶/۵۰	پتھریلے راستے	ٹیگور	۴/۲۵
بہکی دھڑکن	سعید امرت	۲/۵۰	پیکر	مسرور جہاں	۸/۰
بہتا پانی دور کنارا	شرن	۴/۱	پیار کی خوشبو	،،	۸/۰
بال وپر	کنھیا لال کپور	۳/۰	پنگھٹ	ضیا عظیم آبادی	۴/۵۰
بات کی بات	ہنسراج رہبر	۳/۵۰	پیاسی دھرتی جلتے سائے	عارف نقوی	۴/۵۰
باغی	رئیس احمد جعفری	۵/۰	پرایا سپنا	عذرا ستار	۶/۰
بھونرے	ضیا عظیم آبادی	۴/۵۰	پٹھان کے بچے افغان	مائل ملیح آبادی	۱/۲۵
بھول ہی بھول (ڈراما)	اظہر افسر	۲/۰	پندار	عفت موہانی	۸/۰
بے بسی	ٹیگور	۴/۰	پیاسا ساون	گلشن نندہ	۵/۵۰
بھرم	شہرت کرت پوری	۴/۰	پتھر کا گلاب	کوثر چاند پوری	۷/۵۰
بھیڑیا	مظہر الحق علوی	۹/۰	پتوار	ضیاء عظیم آبادی	۴/۵۰
			پرچھائیوں کی وادی	انور عظیم	۵/۰
بارہ آنے	پرویز	۱/۰	پت جھڑ کی آواز	قرۃ العین حیدر	۷/۰
باون پتے	کرشن چندر	۶/۷۵	پانچ لوفر ایک ہیروئن	کرشن چندر	۳/۵۰
بانو	نسیم انہونوی	۹/۰	پریم پچیسی مکمل	پریم چند	۴/۵۰
پہچان	عفت موہانی	۱۲/۰	تلخیاں	رشید اختر ندوی	۳/۵۰
پلکوں تلے	عطیہ پروین	۷/۵۰	تحفہ	دت بھارتی	۸/۰
پیکر تصویر	فصیح احمد صدیقی	۸/۰	تبسم	مشرف تمیز	۱۲/۰
پتھر اور آئینے	ناز بریلوی	۸/۰	تلاشِ فن	سید رضا زیدی	۶/۰
پھول مسکرائے	نیلوفر تیموری	۱۵/۰	تخت باغ	مسز عبدالقادر	۸/۰
پہلے آسمان کا زوال	کمار پاشی	۴/۰	تیری آنکھوں کے دیئے	عطیہ پروین	۷/۰
پرایا دھن	نسیم انہونوی	۱۰/۰	تصویر	اے۔ آر خاتون	۸/۰

تھپیڑے	ٹیگور	۵/۵۰
تاریکیوں کے بعد	زلیخا حسین	۵/۷۵
تصویر بتاں	عصمت جمیل	۳/۰
تانے بانے	خزاں ہوشیارپوری	۲/۰
ترانہ	انجم ممتاز	۸/۸
ترنم	زبیدہ خاتون	۶/۰
تیرا غم ہی سہی	افتخار شعلہ	۲/۰
تنہائی	ساگر سرحدی	۴/۵۰
تیغ زن (اول ودوم)	مظہر الحق علوی	۲۰/۰
تیاگ	شرت چندر	۵/۵۰
تنہا تنہا	مہندر ناتھ	۶/۰
تین پیسے کی چھوکری	قاضی عبدالستار	۲/۰
ٹوٹے لمحوں کا کرب	جعفر عباسی	۵/۰
تہمینہ	فرزانہ نسرین	۶/۰
ٹھنڈی آگ	شرت چندر	۵/۲۵
جھیل اور کنول	اے حمید	۱۰/۰
جانباز	اختر حسین	۳/۰
جنت کا سودا	سید علی شاکر	۳/۵۰
جھوٹا پیار	تنویر زہرہ بخاری	۸/۵۰
جرم و سزا کامل	مظہر الحق علوی	۱۹/۰
جوش محبت	"	۴/۰
جہاں آرا (اوپیرا)	رفعت سروش	۵/۵۰
جرم و سزا	اخلاق حسین عارف	۵/۵۰
جلتی چٹان	گلشن نندہ	۶/۰
جنگ اسرائیل	نسیم حجازی	۴/۰

[illegible]	پریم چند	۴/۰
[illegible]	وسیم بانو قدوائی	۳/۰
جن بچے پلے ہوتے	کرتار سنگھ جاوڈلہ	۳/۵۰
جھیل کے اس پار	گلشن نندہ	۷/۵۰
جنگ اسرائیل و عرب	اختر صدیقی	۵/۵۰
جوہر	نجمہ سلطانہ	۲/۵۰
جمیلہ بوپاشا	ملام حلیمی	۹/۰
جزا	ابن حیات	۴/۰
جوہر قدامت	راشد الخیری	۲/۲۵
چارہ ساز	شہلا نرگس	۱۳/۵۰
چمک کا قلعہ	کرشن چندر	۲/۰
چنبل کی چنبیلی	"	۹/۰
چنگیز خان	رئیس احمد جعفری	۸/۰
چارہ گر	بشریٰ رحمٰن	۶/۰
چراغ چراغ اندھیرا		۵/۵۰
چشم پُرنم	بلقیس صادق علی	۵/۰
چشمہ	اے۔ آر۔ خاتون	۲۰/۰
چشم نم	عظمت رعنا	۳/۷۵
چراغوں کا سفر	رام لعل	۴/۰
چنار کے سائے	راج کنول	۲/۰
چناروں کے سائے میں	پریم بھنڈاری	۳/۵۰
چینی گاؤں ترجمہ	ظ۔ انصاری	۳/۷۵
چندا کی چاندنی	کرشن چندر	۶/۰

چندا	عطیہ پروین	۹/۰
چھوٹے سرکار	″	۴/۰
چنگاری	گلشن نندہ	۷/۵۰
چنگاری	رئیس احمد جعفری	۶/۰
چپکے سے بہار آجائے	سلمیٰ کنول	۸/۰
چنگاڑ	مخمور جالندھری	۳/۰
چھوٹی سرکار	مرتضیٰ زیدی	۵/۵۰
حسینہ	نسیم انہونوی	۵/۰
جمیرہ	صادق سردھنوی	۵/۰
خانقاہ	مظہر الحق علوی	۱۰/۰
خوابوں کے شکاری	″	۱۲/۰
خونِ تمنا کی بہار	محمد بیان تنویر	۵/
خورشیدی بیگم	انجم ممتاز	۱۰/[illegible]
خداؤں سے دور	مسرور جہاں	۸/۵۰
خونِ تمنا	عامر برنی اعظمی	۹/۰
خورشید (پارسی تھیٹر کا ڈرامہ)	مرتبہ مسیح الزماں	۵/۰
خونِ مسلم	نسیم حجازی	۸/۰
خوفناک دنیا	سید محمد علی شاہ	۴/۰
خطرات کا شکاری	اظہار اثر	۲/۰
خریدار	نامی کاشاقی	۳/۰
خواب وخیال	منشی پریم چند	۲/۵۰
خادمہ	مینا ناز	۸/۵۰
خالی پنجرے کی ہنسی	وسنت دیش مکھ	۲/۵۰
خوفناک پرچھائیں	مخمور جالندھری	۴/۰

خدا کی بستی	شوکت صدیقی	۲/۰
خورشید بہو	مرزا رسوا	۱/۷۵
خدانخواستہ	شوکت تھانوی	۳/۰
دھندلکے	عظمت رضا	۱۰/۰
دل نشین	مشرف تمیز	۱۶/۰
دل داغ داغ	فریدہ انیس	۱۲/۵۰
دل پارہ پارہ	دیبا خانم	۱۰/۰
دور افق پر	ذکیہ نازلی	[illegible]/۰
[illegible] کا رشتہ	نصرت آرا	
الجھن دامن	سلمیٰ کنول	۱۲/۰
[illegible]داستان میری اور تیرا	مہندر ناتھ	۷/۰
دل کی بازی	ذکی انور	۴/۰
دیوانی	ماہ جبیں	۸/۰
دل اور دریا	رشید پروین	۹/۰
دل کا شہر	جمیدہ جبیں	۱۰/۰
دکھ سکھ اپنے	رضیہ بٹ	۸/۵۰
داراشکوہ	قاضی عبدالستار	۴/۵۰
دیوتا اور کسان	کرشن چندر	۷/۵۰
دھڑکنیں	ایم احمد جاوید	۵/۵۰
درد کے فاصلے	انیس مرزا	۳/۵۰
درد کا رشتہ	مہندر ناتھ	۴/۵۰
درد کی تصویر	یوگیش گپت	۳/۰
دل سے قریب	افتخار حسین	۲/۲۵

دگپال	نسیم لدھیانوی	۴/۵۰
دل اور دریا	رشید پروین	۹/۰۰
دو بھیگے ہوئے لوگ	اقبال مجید	۵/۵۰
دلّی جو ایک شہر تھا	ترجمہ سلیم احمد	۶/۰
دلا کیا رنگ کردوں	ایم۔ احمد جاوید	۴/۵۰
دیدۂ حیراں	مظفر حنفی	۴/۰
داغ دل کے	حسرت موہانی	۶/۵۰
دھوپ	قیصر رامپوری	۳/۵۰
دادر پُل کے بچے	کرشن چندر	۷/۵۰
دیوانہ ہے دیوانہ	ترجمہ محمود جالندھری	۶/۵۰
دکھیاری	عارف مارہروی	۳/۵۰
دلہن کی سیج	خلیل جبران	۵/۰
دور ایک تارا	شیریں گل درانی	۱۲/۰
دروازہ	کرشن چندر	۳/۰
دل	رئیس احمد جعفری	۶/۰
دُرِ شہوار	راشد الخیری	۰/۷۵
دشمن	ریوتی شرن شرما	۵/۰
دیوِ استبداد	مظہر الحق علوی	۷/۰
دخترِ شب	"	۱۰/۰
دشتِ دل	"	۹/۰
ڈراکیولا	"	۱۱/۰
ڈراکیولا کی واپسی	"	۵/۰
ڈھل گئی رات	رضیہ بٹ	۸/۰
ڈرپوک	گلشن نندہ	۵/۲۵
ڈاکو سنگھ	رشید طبیب	۳/۵۰
ڈرشید کی ڈائری	کمار عطیا	۵/۰
ڈاکٹر جیکل	ترجمہ ڈاکٹر محمد حسن	۱/۰
ڈولی	انیس رضا	۵/۰
ڈوب گیا سفینہ دل کا	زبیدہ سلطانہ	۷/۰
رخسانہ	دانیال ڈیفو، مترجم الصدیق سہاروی	۳/۵۰
رانو	شیریں گل درانی	۱۵/۰
راکھی	عظمت رضا	۲/۰
رقاصہ	شرت چندر	۷/۰
رنگ جنوں	زبیدہ سلطانہ	۱۳/۰
روپا	مہندر ناتھ	۷/۰
رخشاں	مشرف تمیز	۱۰/۰
راز	عفت موہانی	۴/۰
رومہ	سرور جہاں	۵/۰
راشدہ	"	۵/۰
رحمت	نسیم انہونوی	۴/۰
زمانہ	اے۔ آر خاتون	۹/۵۰
زہراب	مظہر الحق علوی	۸/۰
زعفران کے پھول	خواجہ احمد عباس	۴/۰
زندگی مسکرائی	زلیخا حسین	۳/۰
سانپ کو آنچ	شوکت تھانوی	۲/۵۰

مہتاب	زبیدہ سلطانہ	۱/۰	رُوح کے زخم	عارف مارہروی	۵/۵۰
رستم و سہراب	آغا حشر کاشمیری	۱/۵۰	رُوحانی اشارے	بابو شیو برت لعل	۱/۵۰
رونق	قیسی رامپوری	۳/۵۰	روشنی کی کرن	رضاء الجبار	۴/۰
رانی	"	۵/۰	راجی	راحیلہ بٹ	۵/۰
راحت	جمیل الرحمٰن	۳/۰	زندگی کے کھیل	صالحہ عابد حسین	۲/۵۰
راستے بھی چلتے ہیں	سلطان سجانی	۲/۵۰	زندگی کے کھیل	ل۔ احمد	۲/۵۰
رنگین کانٹے	انور نزہت	۳/۵۰	اور دن رات		
راکھ اور انگارے	گلشن نندہ	۴/۵۰	زرد پھول	قیصر شاہین	۹/۰
راجپوت نندنی	شری متی رام جی	۱/۵۰	زیب	حمیدہ جبین	۸/۰
روح کے بندھن	زلیخا حسین	۵/۰	زرتاج	عطیہ پروین	۸/۰
رات کا کالا کفن	مظہر الحق علوی	۹/۰	زلزلہ	ایم۔ جے۔ عالم	۵/۰
رحمت	نسیم انہونوی	۳/۵۰	زین آبادی	سید نسیم	۳/۰
راہبہ	منیر عبدالقادر	۳/۰	زادِ راہ	پریم چند	۵/۵۰
روٹھی رانی	پریم چند	۲/۲۵	زمرد	سلامت علی	۷/۰
روحانی شادی	"	۱/۲۵	زرگاؤں کی رانی	کرشن چندر	۳/۵۰
راز دل	نواب زیدی	۷/۵۰	زوربا	مخمور جالندھری	۱۰/۰
رینو	شرف خانم اشرفی	۹/۰	زینوبیا	بلقیس ظفر	۶/۰
ریشم کے تار	عارف مارہروی	۶/۰	زرتاب	رضیہ بٹ	۵/۵۰

گاندھی جی کی انمول باتیں — محمود احمد ہنر

ہنر صاحب گاندھی جی کے ایک سکریٹری کی حیثیت سے اُن کے تاریخی پیدل دورے نواکھالی اور بہار میں ساتھ ساتھ رہے ہیں اس دوران انھیں جو تجربے ہوئے، گاندھی جی کی جن باتوں کا ان پر بڑا اثر پڑا ان میں سے اکثر اس کتاب میں لکھی گئی ہیں بظاہر یہ باتیں بہت معمولی ہیں لیکن درحقیقت بہت بڑی ہیں۔ قیمت

سرکنڈوں کے پیچھے	سعادت حسن منٹو	۳/۰
سحر ہونے تک	ریحانہ عبداللہ	۲۵/۰
سارے جہاں کا درد	رضیہ منظور الامین	۱۰/۰
سحر ہونے تک	فریدہ مشرقی	۶/۰
سنبل	زبیدہ سلطانہ	۱۲/۵۰
سنگِ گراں اور	مینا ناز	۹/۵۰
سویرے	عفت موہانی	۶/۷۵
سلمیٰ	بلقیس ظفر	۸/۰
سیما	حسنیٰ مسرور	۵/۰
سوزیہ	روبینہ نازلی	۱۰/۰
سیدانی	ڈاکٹرہ عابدی	۶/۰
سہاگ کی مہندی	احمد کمال	۵/۰
سبزۂ بیگانہ (مراٹھی افسانے)	نور پرکار	۹/۰
سات انگلیاں	انیس مرزا	۴/۰
سرفروش	شرت چندر	۵/۵۰
ستم کے سہارے	عفت موہانی	۹/۵۰
ساحرہ کا انجام	مجاہد لکھنوی	۴/۰
سفید کلیاں	فیروز شاہین	۶/۵۰
سفینہ	مسرور جہاں	۴/۵۰
سالارِ حجاز	نسیم حجازی	۱۵/۰
سفید جزیرہ	"	۶/۰
۱۹۵۸ء کے افسانے	مرتبہ ایم حبیب	۲/۵۰

سیاہ، سرخ، سفید	آمنہ ابوالحسن	۴/۰
سدھا	ہری گوپال شرما	۳/۰
سرخ جھنڈا	ریاض الحق بیگ	۷/۷۵
سوزِ ناتمام	میمونہ نسیم	۲/۰
ستونتی	راشد الخیری	۰/۷۵
سلگتی آرزو	یکتا بدایونی	۳/۰
سزا	دت بھارتی	۲/۰
سنگِ میل	اختر حسین رائپوری	۲/۰
سیمی	خدیجہ سلطانہ	۵/۰
سہانی آنچ	وسیم بانو قدوائی	۵/۰
سہاسنگم	"	۵/۰
سپنوں کی موت	توصیف چغتائی	۳/۰
سوکھے پیڑ سبز پتے	گلشن نندہ	۵/۲۵
سارا جہاں اُداس ہے	قمر تسکین	۴/۰
سوزِ شبِ غم	سلیم چودھری	۴/۰
ستاروں سے آگے	گلشن نندہ	۴/۰
سونا، ریت اور گناہ	مہندر ناتھ	۹/۰
سرابِ زندگی	نسیم انہونوی	۴/۵۰
سونا سمندر	مظہر الحق علوی	۸/۰
سورج کا لہو	"	۱۴/۰
سایۂ شیطان	"	۱۲/۰
سسرال	شوکت تھانوی	۲/۵۰
سنجوگ	رابندرناتھ ٹیگور	۴/۰

سمندری لٹیرے	ہزک المبن	۲/۵۰	شہید وفا	سائیلڈ ہیگرڈ	۸/۰
سنہرے سپنے	رنبیر سنگھ امر	۳/۵۰	شبینہ	ہاجرہ نازلی	۳/۵۰
ساقی	ضیا بدایونی	۴/۰	شکار بیتی	ریحان احمد عباسی	۳/۵۰
ستاروں کے کھیل	اوپیندر ناتھ اشک	۳/۰	شعلۂ وفا	مجاہد لکھنوی	۳/۵۰
شعلۂ شبنم	اسماء اعجاز	۱۲/۰	شمع فروزاں	اختر ملیح آبادی	
شبنو	عارفہ سلطانہ	۱۰/۵۰	شام ہی تو ہے	ثریا بانو	۸/۰
شمائل	کوثر صغیر	۱۵/۰	شیطان کے پجاری	مسعود	۱۳/۰
شعلۂ جوالہ	ڈاکٹر رشید جہاں	۶/۰	شبنو	رضیہ بٹ	۶/۰
غمزہ	کاملہ خاتون	۱۱/۰	شمع دو پروانہ ایک	قیسی رامپوری	۵/۰
شبنو	ثریا بانو	۶/۰	شکنتلا	کشن چند زیبا	۱/۵۰
شکوہ	مشرف خانم اشرفی	۷/۵۰	شکست ہی شکست	ذکی انور	۶/۰
شبیلہ	فرزانہ یاسمین	۹/۵۰	شازیہ	تنویر زہرہ بخاری	۷/۰
شادان	رضیہ بٹ	۱۰/۰	شوہر کا روگ	نسیم انہونوی	۱/۲۵
شرارہ	عظمت رضا	۹/۰	شبنم	"	۲/۵۰
شہپر	ہما اقبال	۱۸/۰	شگفتہ	"	۳/۰
شاخ بریدہ	حمیدہ جبیں	۹/۰	شبانہ	"	۸/۰
شہر سے دور	اختر بستوی	۴/۰	شہر خموشاں	مظہر الحق علوی	۶/۰
شہر ممنوع	واجدہ تبسم	۱۲/۰	شہر سلیمان	"	۲/۵۰
شمیمہ	فیروز جہاں	۸/۰	شادان	وحشی محمود آبادی	۳/۵۰
شیلا	عطیہ پروین	۷/۰	شہناز ترجمہ	حبیب اشعر	۳/۵۰
شہر آرزو	عصمت موہانی	۵/۵۰	شیشہ میں بال آگیا	ضیا عظیم آبادی	۹/۰
شہوار	مسرور جہاں	۶/۰	شریر بیوی	عظیم بیگ چغتائی	۳/۲۵
شگاف	"	۶/۰	شرمیلی	گلشن نندہ	۸/۵۰

شہر میں صحرا	شہلا شفیق علوی	۹/۰	طرزِ ستم	مینا ناز	۱۴/۰
شعلۂ اجل	جیکوز	۱/۷۵	طوبیہ	روبینہ نازلی	۸/۰
خمِ خرابات	خواجہ محمد شفیع	۵/۰	طاہرہ	مسعود جہاں	۵/۰
شہزادی ماہ رخ	اے۔آر۔خاتون	۱/۲۵	طرزِ زندگی	نسیم انہونوی	۲/۵۰
شرابِ زریں	سید محمد نبی	۳/۰	طاہرہ	عبدالحلیم شرر	۳/۰
شاہراہِ انسانیت	پریم ناتھ [illegible]	۱/۷۵	طوفانِ بہار	محمود جالندھری	۳/۰
شیکسپیر کی کہانیاں	قربان	۳/۰	طلعت	شاہدہ خاتون	۷/۰
شمس و قمر	رضیہ بٹ	۵/۵۰	ظالم محبت	حجاب امتیاز علی	۳/۰
شبنم	سراج انور	۴/۰	ظلِ ہما	مظہر الحق علوی	۱۵/۰
شاہدہ	ناہید انجم	۵/۰	عالمِ گم گشتہ	"	۴/۵۰
شاہین و دراج	راشد الخیری	۰/۷۵	عالمِ اسفل	"	۵/۰
شامِ زندگی	"	۲/۵۰	عروسہ	زبیدہ خاتون } بنت اے۔آر۔خاتون	۵/۰
شبِ زندگی	"	۳/۰			
صبحِ زندگی	"	۲/۵۰	عرشی	عابدہ نسرین	۱۵/۰
صندل	سیدہ ماجدہ خاتون	۷/۰	عاشی	رضیہ بٹ	۸/۰
صابرہ	روبینہ چودھری	۱۰/۰	عاشق	مترجم نور رحمانی	۷/۰
صیدِ ہوس	آغا حشر کاشمیری	۵/۰	عروسِ مشرق	راشد الخیری	۱/۰
صنم	عفت موہانی	۱۰/۰	عرب کا چاند	صادق صدیقی	۷/۰
صفیہ	سلمیٰ مجیب	۴/۰	عروسِ کربلا	راشد الخیری	۱/۰
صائمہ	حمیدہ جبیں	۵/۰	عذرا	صالحہ عابد حسین	۷/۵۰
صلیبی جہاد	صادق سردھنوی	۸/۰	غدار	بیگم رقیہ سلیم	۹/۷۵
ضدی لڑکی	دینا ناتھ شنکر بھاردواج	۵/۵۰	غدار	کرشن چندر	۳/۰
طوبیٰ	زبیدہ سلطانہ	۱۲/۰	غزل	خالدہ محمود	[illegible]

فشار	عفت صباحت	۵/۵۰	قاربہ	ماجدہ خاتون	۱۳/۵۰
فنار کے پیچھے	وسیم بانو قدوائی	۵/۰	فلمی قاعدہ	کرشن چندر	۴/۵۰
غم فرقت	ذکیہ بیگم	۱/۵۰	قصر ڈراکیولا	مظہر الحق	۶/۵۰
غم ہستی	شاعر بجنوری	۳/۷۵	قصہ رات کا	انور عظیم	۱۲/۰
غم دوراں	ماجدہ نازلی	۵/۵۰	قوس قزح	علامہ محمد سعیدی	۳/۰
فرینہ	راشدہ ناز	۱۰/۰	قاتل	پریم چند	۱/۵۰
فرحی	فرزانہ نصیر	۹/۰	قصص ابن اسمٰعیل	ترجمہ	۱/۵۰
فرناز	رابعہ خاتون	۱۴/۰			
فاختہ	مہرافروز	۶/۵۰	قندیل	طلعت فاطمہ	۵/۰
فوقیہ	فرحت یاسمین	۵/۵۰	قاتل کی ڈائری	شانتی نرائن	۱/۲۵
فریدہ بیگم	بدر انجم	۴/۵۰	قسمت	مضطر ہاشمی	۴/۰
فریب مسلسل	شفیق بانو	۲/۰	قفس	خورشید عالم زبیری	۴/۰
فلمی چہرے	عادل رشید	۴/۵۰	کاغذ کے پھول	مرتضیٰ زیدی	۸/۰
فوزیہ	محمد سلیمان تنویر	۶/۰	کعبہ میں صنم	ماہ جبیں	۱۲/۰
فانوس	خورشید عالم زبیری	۴/۰	کڑوی خوشبو	سلیمان ادیب	۳/۵۰
فریدہ	بیگم معشوق علی	۱۰/۰	کنیز	نسیم حجازی	۶/۰
فیروزہ	مرتضیٰ زیدی	۴/۰	کاشفہ	راشد قمر	۱۲/۰
			کھلی آنکھ کا سپنا	شاہد پرویز	۶/
فرزانہ	فاطمہ مبین	۷/۰	کھوئی ہوئی جنت	وسیم بانو قدوائی	۱/۲۵
فخر کی بات	گجندر سنگھ	۱/۷۵	کملا (چکبست)	مرتبہ عطیہ نشاط	۲/۵۰
فتح بصرہ	صادق سردھنوی	۴/۰	کس کا شکوہ	رضیہ صلاح الدین	۴/۰
فتح خیبر	"	۵/۰	کرن	زبیدہ خاتون بنت اے آر خاتون	۵/۵۰
فارینا	تنویر زہرہ بخاری	۵/۰	کوئی درد آشنا بھی نہیں	صغرا مہدی	۱/۵۰
فہمی	رئیس احمد فریدی	۱۲/۰	کاوس	مسعود جاوید	۱۴/۰
فرعون و کلیم	مظہر الحق علوی	۹/۰	کواٹرمین کے کارنامے	مظہر الحق علوی	۶/-

کاغذ کی ناؤ	کرشن چندر	۵/۲۵	گلکار	سلمیٰ کنول	۴/۰
کارنیوال	"	۵/۵۰	گناہگار رشتہ	مالک تار	۷/۰
کسک	عظمت رضا	۱۰/۰	گونگا ہے بھگوان	کوثر چاند پوری	۷/۵۰
کینسوارڈ اوّل ترجمہ	گوپال متل	۳/۰	گمنام	خدیجہ رحمٰن	۴/۰
" دوم "	"	۴/۰	گردشِ ایام	مسرور جہاں	۵/۰
کشمکش	سلمیٰ کنول	۵/۰	گودڑ کا لال	راشد الخیری	۱۲/۰
کُتیا	شوکت تھانوی	۵/۰	گمراہ	عارف مارہروی	۸/۰
کونپل	مائل ملیح آبادی	۵/۰	گلابی موت	اظہار اثر	۵/۰
کھوکھلے انبار	م۔م راجیندر	۲/۰	گناہ آدم	مظہر الحق علوی	۶/۰
کٹی پتنگ	گلشن نندہ	۶/۵۰	گردباد	"	۱۲/۰
کٹی پتنگ	شرن	۲/۵۰	گنجِ سلیمان	"	۳/۵۰
کہرے کا چاند	ڈاکٹر محمد حسن	۳/۰	گردشِ ایام	"	۹/۰
کلیاں	عصمت چغتائی	۵/۰	گلشن گلشن ڈھونڈا تجھکو	کرشن چندر	۳/۵۰
کھلاڑی	عظمت رضا	۸/۰			
کورا آنچل	ضیاء عظیم آبادی	۵/۵۰	گل و سنگ	سراج انور	۳/۵۰
کایا پلٹ	کشن چند زیبا	۲/۷۵	گرگٹ	شوکت تھانوی	۲/۰
کامیاب استانیاں	رضیہ فرحت	۲/۵۰	گدھے کی واپسی	کرشن چندر	۴/۵۰
کاجل	مائل ملیح آبادی	۳/۷۵	گورا	رابندر ناتھ ٹیگور	۴/۵۰
کوکا بیلی	شوکت صدیقی	۳/۵۰	گونگے معمار	خورشید عاطف رشید	۷/۰
کارواں ہمارا	کوثر چاند پوری	۳/۴۰	گیت یہ میرے	حمیدہ جبیں	۶/۵۰
کوئی شکایت نہیں	دت بھارتی	۸/۰	گیری بالڈی	لاجپت رائے	۶/۰
کھلونے	مسعود مفتی	۳/۰	گردشیں	جالار جہریو	۳/۵۰
گگونہ	قمر نقوی	۹/۵۰	گرد	نسیم انہونوی	۵/۰
کوگی چاہت	انیس مرزا	۶/۵۰	گمراہ	مائل ملیح آبادی	۴/۵۰

گھروندہ	انیس مرزا	۵/۵۰
گناہ	دت بھارتی	۲/۹۵
گھاٹ کا پتھر	گلشن نندہ	۵/۰
گیلارڈ	〃	۶/۰
گھر کا بھیدی	مظہر الحق علوی	۲/۵۰
گنہگار	عظمت رضا	۱۰/۰
لیلیٰ خالد	ناصر ادیب	۶/۰
لکیریں	سلمیٰ کنول	۱۸/۰
لال تاج	کرشن چندر	۲/۷۵
لغزش	رضیہ بٹ	۱۵/۰
لالۂ صحرا	مظہر الحق علوی	۹/۰
لہو کے پھول (۵ جلد)	حیات اللہ انصاری	۹۰/۰
لیلیٰ کے خطوط	قاضی عبدالغفار	۳/۰
لہروں کی دوڑ	تاجور سامری	۵/۰
لڑکی ایک دل کے ویرانے میں	رشیدہ رضویہ	۸/۰
لالہ زار (سفرنامہ)	اطہر شیر	۳/۰
لالہ رخ	ل احمد اکبرآبادی	۳/۵۰
لال حیدری	نسیم مینائی	۲/۵۰
لوٹ	گہر لدھیانوی	۵/۰
لاش	سرمیندر شرما	۲/۷۵
لاج	بلقیس صادق علی	۹/۰
لاشوں کا شہر	مسز عبدالقادر	۳/۰

ماہین	راحیلہ خاتون	۱۸/۰
ملیحہ	مشرف تمیز	۱۲/۰
مار آستین	زلیخا حسین	۷/۵۰
میں	کشور سلطان	۹/۰
مہارانی	دیوان جرمنی داس	۴/۰
میری فلمی سرگزشت	بلراج ساہنی	۵/۰
میرا دوست زلفی	پیلو مودی	۵/۰
مشکلیں اتنی پڑیں	جی۔ ایس عالم	۴/۰
مرجھائے پھول	حبیب عاصم	۴/۰
متاعِ درد	رضیہ فصیح احمد	۱۰/۰
مشو	زبیدہ سلطانہ	۱۴/۰
محبت کی راہیں	عفت موہانی	۵/۵۰
مداوا	〃	۸/۰
مذہبِ عشق	نہال چند لاہوری	۶/۰
میرے مہربان	احمد انجم	۱/۰
ماہ عرب	صادق سروصنوی	۶/۰
مہکتے زخم	جمیل انجم	۵/۵۰
میری یادوں کے چنار	کرشن چندر	۸/۰
ماہ لقا	زبیدہ سلطانہ	۲/۰
مقدس نیکلس } رائیڈر ہیگرڈ	مترجم کاظم علی خاں	۹/۰
میں گواہی دیتا ہوں	اناطولی مارچینکو	۴/۰
مونا	زرینہ ضمیر	۹/۰۰

میلا آنچل	[illegible]	[illegible]	مسلم ثقافت ہندوستان میں	ابراہیم علوی	[illegible]
مسیحا	عظمت رضا	۸/۰	مٹی کے صنم	کرشن چندر	۲/۵۰
میڈم	شرف خانم اشرف	۱۰/۰	مریم	رضیہ بٹ	۱۰/۰
منتخب افسانے مرتبہ	میر محمود حسین	۲/۵۰	میرے بہترین افسانے	منشی پریم چند	۲/۴۰
ملہار	انیس مرزا	۸/۰	مرجھائی کلیاں	کوثر چاندپوری	۳/۰
مقدس پھول	مظہر الحق علوی	۱۱/۰	معصوم تبسم	حسین فاطمہ	۵/۰
محبت نام ہے جس کا	عفت موہانی	۵/۵۰	ماہ رخ	زبیدہ سلطانہ	۸/۵۰
موت کے بعد	اظہار اثر	۳/۵۰	ماہ جبیں	راشد الخیری	۲/۰
مجنوں کی ڈائری	قاضی عبدالغفار	۲/۷۵	مجموعۂ خداوند	"	۱/۵۰
مغربی دوشیزہ	لوئی بل	۳/۰	معصوم گناہ	وسیم بانو قدوائی	۵/۰
میٹھا درد	فطرت چندر	۲/۵۰	مہارانی	کرشن چندر	۲/۰
مٹی کے اوراک	جوگیندر پال	۶/۰	منگنی	رمیش چندر جین	۲/۵۰
موت کے سائے	جمنا داس اختر	۲/۰	مہندی کا رنگ اداس	عذرا ستار	۲/۰
معرکۂ کربلا	صادق سردھنوی	۶/۰	مفلسی میں آٹا گیلا	عبدالمجیب سہالوی	۳/۰
مرجانہ	بلقیس ظفر	۲/۵۰	معصوم گناہ	مصطفیٰ ہاشمی	۲/۰
منظر اعلیٰ	نسیم حجازی	۱۰/۰	مشینوں کا شہر	کرشن چندر	۳/۰
منجو	عبدالقیوم	۳/۵۰	مرقع	عطیہ پروین	۲/۰
مسیحا	خدا اقبال	۶/۰	ناظمہ	"	۸/۰
مسرت	نسیم انہونوی	۲/۰	نورستہ	بلقیس ہاشمی	۱۲/۰
مہ پارا	"	۷/۰	نیا جزیرہ	اسلم جاوید	۶/۰
مہتابہ	"	۶/۰	نیند اور صورتیں بکھرے خواب	[illegible]	[illegible]
مشعلِ راہ	زہرہ جبیں	۴/۰	ندیا نیر بہائے	رشید عارف	[illegible]
[illegible]	عبدالحلیم شرر	۲/۵۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]	[illegible]	۷/۰	ناہید	[illegible]	[illegible]
محبت کی آنچ	نسیم بانو قدوائی	۵/۰	نمو	″	۴/۵۰
نئی صبح	مسرور جہاں	۷/۰	ندرت	ابن حیات	۳/۷۵
نغمے کی موت	مضطر ہاشمی	۲/۷۵	نئی سرحدیں	سالک موڈی	۱/۰
نرملا	پریم چند	۶/۰	نقش پائے صنم	کلیم عرفی	۳/۵۰
نشیمن	رضیہ بٹ	۵/۰	وفا کی ڈور	بیگم روحی	۵/۰
نروان	جیلانی بانو	(زیر طبع)	وفا	فرزانہ یاسین	۱۰/۰
نواب صاحب	ڈاکٹر ریاض الحسن	۲/۵۰	وارڈان	شرف خانم اشرف	۶/۵۰
نزہت	اسماء اعجاز	۷/۰	وفا	احمد کمال	۵/۲۵
نہ کلی نہ پھول	ریاض ارشد	۵/۲۵	وہ بہاریں یہ خزائیں	حجاب امتیاز علی	۱۲/۰
نازو	رئیس احمد جعفری	۶/۰	وقت گزر گیا	فاطمہ نفیس	۳/۰
ندائے روح	مظہر الحق علوی	۱۱/۰	وہ لڑکی	شیام سندر پرویز	۲/۰
نیل کی ساحرہ	″	۸/۰	وحشی	رضیہ بٹ	۱۰/۰
نقشوں کا راز	کمار جالندھری	۲/۰	وجیہہ	حمیدہ جبیں	۷/۰
نیلی آنکھیں	پریم ناتھ درد	۳/۵۰	وادیوں کی آہیں	سلمیٰ کنول	۸/۰
نواب حیدر علی	ڈاکٹر عبدالوحید	۲/۲۵	وادی قاف	مسز عبدالقادر	۳/۰
نو ڈرامے	احسان الحق	۴/۰	ویرانی نہیں جاتی	پروانہ ردولوی	۲/۵۰
نئے صنم نئے خواب	حمیدہ جبیں	۳/۷۵	وہ لوٹے گی	ڈاکٹر راست پرکاش سنگر	۲/۰
نزہت آرا بیگم	زبیدہ خاتون صدیقی	۴/۷۵	ہٹ دھرم	ملکہ معین	۱۲/۰
نقاب پوش پیغمبر	صادق سردھنوی	۴/۷۵	ہلچل	عارف مارہروی	۴/۲۰
نواب زادی	حمیدہ جبیں	۸/۰	ہم نشین	مسرور جہاں	۵/۵۰
ناز	عنایت اللہ	۸/۰	ہلاکِ فریب مترجم	اختر لکھنوی	۲/۲۵
نائلہ	رضیہ بٹ	۸/۰	ہم جنم جنم کے ساتھی	عاشق شاہ	۳/۰

ہمارا گھر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ہاتھ ہمارے قلم ہوئے	ساجدہ زیدی	۲/۰	پدم بھوشن کا شاہ	کرشن چندر	۴/۰
بچکولے	رئیس احمد جعفری	۳/۵۰	یہ من بنجارا چلا ہے	عطا کر پوٹھی	۴/۵۰
ہیرے کا جگر	زکیہ انصر	۴/۵۰	یاسمین شام	راشدہ تبریزی	۲/۵۰
ہماری سڑک مترجم	سید احتشام حسین	۵/۰	یلغار	نسیم حجازی	۴۵/۰
ہولولو کا راجکمار	کرشن چندر	۶/۰	یہ بستی یہ لوگ	عمر مجید	۴/۵۰
ہلاکو خان	یونس اختر	۱۰/۰	یادوں کی گھنیری	فاطمہ یزدانی	۶/۰
ہم کماری	صالحہ عابد حسین	۲/۰	چھاؤں تلے		

طنزیہ و مزاحیہ ادب

ایک ادبی حماقت	ضیا حسنی	۴/۰	پردے کے پیچھے	م۔ احمد	۵/۰
اکبر کے لطیفے	نادم سیتاپوری	۱/۵۰	پروفیسر بدھو	فکر تونسوی	۲/۷۵
آوارہ گرد کی ڈائری	ابن انشاء	۸/۰	پطرس کے مضامین	پطرس بخاری	۴/۵۰
الکشنیات	عبدالمجید سہالوی	۲/۰	تیر نیم کش	بھارت چند کھنہ	۵/۰
انتخاب فتنہ	نادم سیتاپوری	۳/۵۰	تبسم و قہقہے	ایم۔ اے خاں	۴/۰
			چھیڑ کچھا ملا	پرویز ید اللہ مہدی	۶/۰
آزاد غلام	ابراہیم جلیس	۲/۰	چوپٹ راجہ	فکر تونسوی	۶/۰
اوپر شیروانی اندر پریشانی	"	۵/۰	چراغ تلے	مشتاق احمد یوسفی	۶/۰
اردو ادب میں طنز و مزاح	غلام احمد فرقت	۱۵/۰	حماقتیں	شفیق الرحمٰن	۶/۷۵
بلا دیر	کنہیا لال کپور	۳/۰	خاکم بدہن	مشتاق احمد یوسفی	۷/۵۰
بڑی حویلی	مرزا محمود بیگ	۲/۰	دھوپ کی عینک	وجاہت علی سندیلوی	۴/۰
بات کا بتنگڑ	وجاہت علی سندیلوی	۳/۰	داد کی بیداد	عبدالمجیب سہالوی	۲/۲۵
پرواز	شفیق الرحمٰن	۴/۵۰	دیوار ہنسے	یوسف ناظم	۳/۰
پچھتاوے	"	۵/۰	ذرا مسکرا دو	ڈاکٹر طاہر قریشی	۵/۰

لغات

انگلش اردو ڈکشنری کلاں	مولوی عبدالحق	۵۰/۰
" " درمیانی	"	۲۵/۰
" " مختصر	"	۲۰/۰
" " پاپولر	"	۶/۵۰
اردو ہندی ڈکشنری	انجمن ترقی اردو	۳۰/۰
اردو ادبی لغت	نور محمد	۱۵/۰
عربی اردو		۱۵/۰
اردو عربی		۱۳/۰
انوار اللغات		۵/۰
اردو انگلش ڈکشنری ([illegible])		۱۸/۰
اردو ہندی لغت (پاکٹ)	تسکین	۲/۰
ہندی اردو لغت (")	"	۲/۰
اردو ہندی شبد کوش	محمد مصطفیٰ خاں مداح	۱۸/۰
اردو انگلش ڈکشنری	عبدالحق	۴۰/۰
اردو لغت جلد اوّل	حنیف عباسی	۲۵/۰
آکسفورڈ ڈکشنری	انگلش اردو	۶/۵۰
بیان اللسان	قاضی زین العابدین	۱۲/۰
دکنی اردو کی لغت	[illegible] مسعود حسین خاں	۱۲/۰
دکنی لغات	ہاشمی	۹/۰
ڈکشنری مضامین القرآن	[illegible]	۴/۵۰
فرہنگ آصفیہ [illegible]		[illegible]

نور اللغات کلاں	نیر [illegible]	۵۰/۰
" خورد	"	۱۸/۰
" جیبی سائز	"	۹/۰
فرہنگ ادبیات فارسی (ایران ایڈیشن)		۶/۰
فرہنگ عامرہ	عبداللہ خویشگی	۱۰/۰
کریم اللغات	کریم الدین	۴/۵۰
لغات المنورہ	مرتبہ تسکین	۲/۰
لغات کشوری	نول کشور	۳۲/۵۰
لغات القرآن	محمد عبدالرشید	۳۹/۵۰
ماڈرن پرشین ڈکشنری	ایس حیّم - [illegible]	۴۰/۰
مختصر فرہنگ [illegible]	[illegible]	۵/۰
مصباح اللغات		(زیر طبع)
مہذب اللغات (حصہ اوّل)	مہذب لکھنوی	۲۵/۰
" (دوم)	"	۲۵/۰
" (سوم)	"	۲۵/۰
" (چہارم)	"	۲۵/۰
" (پنجم)	"	۲۵/۰
" (ششم)	"	۲۵/۰
" (ہفتم)	"	۲۵/۰
" (ہشتم)	"	۲۵/۰
[illegible] اردو انگلش		۶/۵۰
ہندوستانی فرہنگ [illegible]	[illegible]	۵۰/۰
ہندی اردو ڈکشنری ([illegible])	ناظر حسین	[illegible]

خانہ داری

آمنہ نازلی — عصمتی دسترخوان — ۴/۵۰
رضیہ چمن — رضیہ کشیدہ کاری — ۴/۵۰
ادارہ حریم — حریمی دسترخوان — ۶/۰
زینت النور — دلہن کشیدہ کاری — ۵/۰
قدسیہ — قدسیہ کشیدہ کاری — ۶/۰
سعیدہ کشیدہ کاری — ۶/۰
رضیہ کا شاہکار دسترخوان — ۴/۵۰
زینت النور — حسین کشیدہ کاری — ۵/۰

شمیم آرا — بانو کشیدہ کاری — ۸/۰
رشیدہ خاتون — رشیدہ کشیدہ کاری — ۷/۵۰
فاطمہ احمد عثمانی — خانہ دار بیگم — ۱/۵۰
کرشنا کماری — بیسویں صدی کشیدہ کاری — ۵/۰
نسیم بک ڈپو — حریم کشیدہ کاری — ۶/۰
فرح نسرین — فرح کشیدہ کاری — ۱۰/۰
مسرت زمانی — علم امور خانہ داری — ۴/۷۵
کھانا پکانا — ۷/۰

تاریخ — تذکرہ — سوانح

ابوالحسن ہجویری — صباح الدین عبدالرحمٰن — ۳/۰
اسلامی ہند کی عظمت رفتہ } قاضی اطہر مبارکپوری — ۸/۷۵
الفاروق — شبلی نعمانی — ۹/۰
الغزالی — 〃 — ۷/۰
اسلامی سوانح عمریاں — شرر — ۲/۰
اسلام اور آزادی — مولانا آزاد — ۱/۵۰
اسباب بغاوت ہند — سرسید احمد خاں — ۴/۰
الکلام — شبلی نعمانی — ۷/۰
تذکرہ حضرت امام غزالی — اسلام الحق — ۲/۰

تاریخ ملت عربی — ۱۲/۰
تذکرہ خسروی — خواجہ حسن ثانی — ۱/۵۰
تذکرہ نظامی — حسن ثانی نظامی — ۱/۵۰
تاریخ اسلام ۳ جلدیں — مولانا اکبر شاہ خاں — ۴۰/۰
〃 ۴ 〃 — مولانا سلیمان ندوی — ۴۴/۵۰
تاریخ تہذیب عالم — اے اے ہاشمی — ۱۰/۰
تاریخ ہند پر نئی روشنی — خورشید احمد — ۹/۵۰
〃 گجرات — ابوظفر ندوی — ۱۲/۵۰
〃 سندھ — 〃 — ۶/۰
〃 دکن — ڈاکٹر مومن [illegible]

تاریخ اسلام حیرت انگیز لمحات	محمد عبداللہ عنان	۸/۰
تحریک آزادی	مولانا آزاد	۴/۰
جدوجہد آزادی میں مرکزی مجلس قانون ساز کا رول	خلیفہ ربانی تاباں	۹/۵۰
جوش ملیح آبادی شخصیت اور فن	مرتبہ مالک رام	۶/۰
جواہر لال نہرو	عبداللطیف اعظمی	۳/۷۵
جارج پنجم بادشاہ	ظ۔ انصاری	۴/۲۷
حکیم اجمل خاں	کوثر چاند پوری	۶/۰
حضرت نظام الدین اولیاء	پروفیسر محمد مجیب	۴/۰
حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی	خلیق احمد نظامی	۱۰/
حیدر علی	محمود بنگلوری	۵/۰
حیات شبلی	دارالمصنفین	۳/۵۰
حیات سلیمان	"	۲۲/۰
خواجہ معین الدین چشتی	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	۱/-
دلی کی یادگار ہستیاں	امداد صابری	۱۵/۰
ڈاکٹر ذاکر حسین	مسعود حسین	۶/۰
رحمۃ للعالمین کامل	قاضی محمد سلیمان	۳۶/۰
ڈاکٹر سید محمود	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	۳/۰
سیرۃ مبارکہ محمد رسول اللہ	مولانا محمد میاں	۲۰/۰
سیاسی نظریے	ضیاء الحق فاروقی	۴/۰

سرسید احمد خاں	[illegible]	۷/۰
سوویت وسط ایشیا کی جمہوریتیں	[illegible]	۴/۰
سیرۃ النبی کامل سات جلدوں میں	شبلی نعمانی	۲۲/۵۰
سیرت سید احمد شہید	ابوالحسن ندوی	۴/۰
سو بڑے آدمی	سالک	۵/۰
سوانح مولانا عبدالقادرؒ	ابوالحسن ندوی	۵/۰
۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ	خلیق احمد نظامی	۳/۵۰
سوویت روس	جواہر لال نہرو	۸/۰
سوامی ویویکانند	راما کرشن مشن	۱/۰
سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات	خلیق احمد نظامی	۱۲/۵۰
شہیدان آزادی	پی این چوپڑا	۲۴/۰
شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ حیات اور علمی کارنامے	اقبال حسن خاں	۳۷/۰
شری اروبندو	اشفاق حسین	۲/۵۰
شیخ عبدالحق ردولوی	شاہ مبین احمد فاروقی	۲/۰
شخصیتیں	دور آفریدی	۳/۰
شہید انسانیت	مولانا سید علی نقی	۲۰/۰
شیخ عبداللہ کشمیر اور ہم	عتیق احمد صدیقی	۹/۰
عندلیب [illegible]	مسعود حسن ادیب	۲/۵۰
غدر کے چند علماء	انتظام اللہ شہابی	۳/۰
فردوس میں غارتگری کشمیر پر کیا گزری		۲/۰
گاندھی جی کی آپ بیتی	اسرار احمد آزاد	۵/۰
قرون وسطیٰ کا [illegible]	خورشید احمد نظامی	۵/۰
[illegible] کی زندگی کے واقعات	عبداللطیف اعظمی	۵/۰
[illegible]	ناصر	[illegible]

[illegible]	خواجہ غلام السیدین	۳۰/.
[illegible]	شہاب الدین دسنوی	۵/.
[illegible]	ڈاکٹر احمد لاری	۵/.
مصائب غدر	مولوی نذیر احمد	۳/۵۰
مفتاح التواریخ	گوردیال سنگھ	۲/.
مختصر تاریخ گورکھپور	ڈاکٹر احمد لاری	۲/۵۰
نیل سے فرات تک	محمد اقبال	۳/.
نواب حیدر علی	ڈاکٹر عبدالوحید	۲/۲۵
نظر بند	جلیل عباس	۱/۵۰
ہندوستان کا تہذیبی ورثہ	ڈاکٹر سید محمد ضیاء الدین	۲/۹۴
ہندوستان کی فیصلہ کن جنگیں	محمود بنگلوری	۸/۵۰
ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں	کنور محمد اشرف	۱۸/۲۵

مکتبہ جامعہ کے دفاتر

صدر دفتر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ - جامعہ نگر - نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

تار: (ACADEMY) ٹیلیفون: ۶۳-۱۹۱

شاخ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ اردو بازار دہلی ۱۱۰۰۰۶

تار: ACADEMY ٹیلیفون: ۲۶۱۳۴۸

شاخ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نزد ڈاک خانہ جامعہ نگر نئی دہلی

شاخ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱

شاخ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نزد جے جے ہسپتال

پرنسس بلڈنگ — بمبئی ۴۰۰۰۰۳

مطبع: لبرٹی آرٹ پریس - ۱۵۲۸ - پٹوڈی ہاؤس - دریا گنج دہلی ۱۱۰۰۰۶

عروض و قواعد

اصنافِ سخن	علامہ اخلاق احمد دہلوی	۰/۶۲
ابتدائی علم العروض	سبحان انجم	۱/۰
اردو صرف و نحو	مولوی عبدالحق	۱/۹۵
رُوحِ بلاغت	علامہ اخلاق دہلوی	۱/۰
رہنمائے شاعری (دو حصے)	اختر موہانی	۱/۷۵
علم قافیہ	ممتاز الرشید	۰/۳۱
علم بدیع	رشید احمد	۰/۳۱
علاماتِ قرأت	سر سید احمد خاں	۰/۴۵
فنِ شاعری	علامہ اخلاق دہلوی	۳/۰
شمیم بلاغت	اخلاق دہلوی	۱/۰
قواعد اردو	مولوی عبدالحق	۱۰/۰
مبادیاتِ اردو صرف و نحو	ڈاکٹر انصار اللہ	۱/۵۰
مبادیاتِ اردو نحو	"	۱/۵۰
مضمون نگاری	علامہ اخلاق دہلوی	۳/۰
میزانِ سخن	"	۱/۰
نسیم البلاغت	جلال الدین احمد	۳/۰

اقتصادیات، معاشیات، فلسفہ

ابو سالم	[illegible] سود و زر	۸/۵۰
ضیاء الحسن فاروقی	سیاسی نظریے	۴/۰
ظفر حسین	انواعِ فلسفہ	۵/۵۰
"	مال و معیشت	۳/۵۰
ڈاکٹر ذاکر حسین	معاشیات: مقصد، منہاج	۱/۵۰
عبدالمعز منظر	اصولِ معاشیات	۵/۰
عبدالباری ندوی	فہم انسانی	۲/۵۰
نجم الدین	کاروانِ معیشت	۶/۵۰
ڈاکٹر محمد	اصولِ معاشیات	(زیرِ طبع)

مذہب اور تاریخ اسلام

اسرار کائنات و اشرف المخلوقات	ڈاکٹر اختر احمد	۳/۵۰
اسلامی تعلیمات	محمد سلیمان قاسمی	۳/۱۵
الدین الحنیف	حماد احمد صدیقی	۱۵/۰
اسلام کیا ہے	مولانا منظور نعمانی	۴/۵۰
اسلام اور حقوق انسانی	سید محمد اجتبا ندوی	۲/۰
اسلامی خطوط	رفیع الدین	۲/۵۰
اسلام اور اس کا آئین حکومت	غلام محمد	۲/۵۰
اسلام اور اسکا آئین جنگ	〃	۶/۰
اسلامی ہند کی عظمت رفتہ	قاضی اطہر مبارک پوری	۸/۷۵
اسلام دوراہے پر	محمد اسد	۲/۰
اسلام اور اشتراکیت	غلام محمد	۱/۵۰
اسلام میں عورتوں کا مقام	مولانا عبد العلی	۳/۰
اسلام اور خلافت	محمد قاسم صدیقی	۱/۲۵
آثار نبوت	مجاز الاعظمی	۲/۵۰
اچھا خاوند	وحید الزماں قاسمی	۱/۲۵
ایمان کی باتیں	حضرت مولانا عبد الصمد رحمانی	۱/۷۵
الہارون	عمر ابو النصر	۷/۵۰
اسلام اور اس کے مقاصد	حضرت مولانا اشرف شہید	۱/۲۵
آثار رحمت	مولانا امداد صابری	۱۰/۰

ابر نیساں کا موسم	فضل حبیب حسن	۲/۰
انوار ہدایت	ابو مسعود اشرف	۱/۵۰
اسلامی اخلاق	مولانا مصطفیٰ حسین	۱/۰
ایجادات کی حقیقت اور اس کی حیثیت	حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رح	۱/۵۰
امام اعظم ابو حنیفہ رح	مولانا مفتی عزیز الرحمن بجنوری	۸/۰
اسلام کے لیے صحابہ کرام کی جانبازی	محمد عاشق الٰہی	۰/۵۰
انسانیت کا پیغام	وحید الزماں قاسمی	۲/۵۰
ارکان اسلام	مولانا مولوی محمد احتشام الحسن	۲/۲۵
امت مسلمہ کی مائیں	مولانا عاشق الٰہی	۲/۲۵
اسلام کے مایۂ ناز سپہ سالار	شاہد القادری	۵/۵۰
اسلام ایک نظر میں	صدر الدین اصلاحی	۲/۵۰
الحسین	عمر ابو النصر	۴/۰
اسوۂ حسنہ	مولانا محمد ظفر الدین	۳/۷۵
اسلام اور عربی تمدن	شاہ معین الدین احمد ندوی	۴/۰
الفوز الکبیر	حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی	۲/۵۰
اسلام کا نظام مساجد	محمد ظفر الدین	۲/۲۵
آؤ دین سیکھیں	ابو سلیم محمد عبد الحی	۳/[illegible]
اسلام کا نظام عفت و عصمت	محمد ظفر الدین	[illegible]

اسلام و الحاد — عبدالمنان [illegible] آبادی — ۹/۲۵
اشاعتِ اسلام — مولانا حبیب الرحمٰن — ۶/۵۰
امام رازی — مرتبہ مولانا عبدالسلام ندوی — ۲/۰
اسلامی دنیا دسویں صدی عیسوی میں — خورشید احمد فارق — ۶/۲۵
اسوۂ صحابیاتؓ اول دوم — مولانا عبدالسلام ندوی — ۱۲/۵۰
بیماری اور اس کا روحانی علاج — ڈاکٹر میر ولی الدین — ۸/۷
پیغمبروں کی کہانیاں — شبنم قادری — ۳/۵۰
تمدنِ اسلام — عبدالماجد دریابادی
تاریخِ مصرِ قدیم — عبدالحلیم شرر — ۵/۵۰
تزکیۂ نفس — مولانا امین احسن اصلاحی — ۸/۵۰
تنبیہ الغافلین — علامہ ابن حجر عسقلانی — ۴/۵۰
تنقیحات — سید ابوالاعلیٰ مودودی — ۷/۱۲
تبلیغی باتیں — مفتی حفیظ الدین — ۲/۵۰
ترجمان السنہ اوّل تا چہارم — محمد بدر عالم — ۶۲/۵۰
تاریخ ردّہ — خورشید احمد فارق — ۵/۰
تاریخ اسلام پر ایک نظر — مولوی محمد [illegible] خان — ۱۲/۵۰
تدوین قرآن — مولوی غلام ربانی — ۲/۵۰
تصوفِ اسلام — مولانا عبدالماجد دریابادی — ۳/۵۰
تفسیر مظہری عربی مکمل — قاضی ثناء اللہ پانی پتی — ۱۳۰/۰
" " اردو " — ۱۹۰/۰
تعلیم اسلام حصہ دوم — عبدالسلام قدوائی — ۳/۲۵
تاریخ علم فقہ — [illegible] — ۲/۵۰

[illegible] — [illegible]
جہادِ اسلام — مولانا آزاد — [illegible]
جنت کی کنجی — مولانا احمد سعید — ۹/۰
چار سلسلے — مولانا چراغ حسن — ۳۸
حج کا سفر — محمد رضا انصاری — ۵/۵۰
حیاتِ صدیق اکبرؓ — ضیاء القادری بدایونی — ۴/۵۰
حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط — خورشید احمد فارق — ۱۱/۲۵
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور اُن کی فقہ — ڈاکٹر [illegible] — ۹/۷۵
حکمائے اسلام کامل اوّل دوم — مولانا عبدالسلام ندوی — [illegible]
حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ — خلیق احمد نظامی — ۱۰/۰
حیاتِ دستگیرؒ — مسلم احمد نظامی ایم اے — ۳/۰
حضرت عثمانؓ کے سرکاری خطوط — ۹/۲۵
حیاتِ طیبہ — ابو سلیم محمد عبدالحی — ۴/۰
حسینؓ اور یزید — امام ابن تیمیہ — ۰/۷۵
خواتین — مولانا اسلم جیراجپوری — ۴/۵۰
خطباتِ ماجدی — عبدالماجد دریابادی — ۷/۷۵
خلافتِ راشدہ اور ہندوستان — ۱۰/۰
خواجہ بندہ نواز کا تصوف و سلوک — ڈاکٹر میر ولی الدین — ۳/۷۵
خطباتِ مدراس — سید سلیمان ندوی — [illegible]
خیر المجالس — مولانا احمد علی — [illegible]

[illegible] احتشام الحسن ۲/۲۰
[illegible] احمد سعید باروی ۲/۰
بڑی ہونی قرآن کامل (تین حصے)
یوسف علی ۱۸۰/۰
[illegible] کا کھٹکا مولانا احمد سعید ۶/۰
دربار رسالت کے غزنوی مولانا مصطفےٰ حسین زیدی ۱/۲۰
دس بڑے مسلمان شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی ۸/۰
دنیا و آخرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ۱۰/۰
درس قرآن فروغ احمد لائل پوری ۲/۰
رُوحِ توحید ترجمہ سلیمان ندوی ۰/۷۰
رسولؐ کی باتیں مولانا احمد سعید ۲/۰
رمضان کی باتیں صادق علی بستوی ۱/۵۰
رسول خداؐ کی غریبوں سے محبت مولانا امداد صابری ۲/۰
" دشمنوں سے سلوک " " ۱/۵۰
رسول اللہؐ کا طریقۂ نماز محمد سلیمان قاسمی ۶/۲۰
رسول اللہؐ کی مقدس زندگی الحاج مولانا ابوالقادری ۲۵/۲
رہنمائے قرآن میر ولی الدین ۱/۰
رسائل ظہیر الحق [illegible] خورشید احمد فاروقی ۶/۲۵
سوویت یونین میں مسلمان اور اسلام } سلامت علی مہدی ۱/۵۰
سیرت نبویؐ نثار احمد فاروقی ۷/۵۰
سیر خلفائے راشدینؓ عبدالشکور ۲/۵۰
سیدہ کا لال راشد الخیری ۲/۰
سیرت صحابہؓ اسرار احمد آزاد ۴/۲۵
سیرت طیبہ قاضی زین العابدین ۶/۹۰

[illegible] ۲/۲۰
سیرۃ النعمان علامہ شبلی نعمانی ۵/۰
شہید اسلام مولانا صادق سردھنوی ۴/۰
صدیق اکبرؓ " ۱۱/۲۵
عورت حدیث اور شرکت جہاد مرتبہ مکتبہ تبلیغ الاسلام ۳/۰
ظالموں کا انجام مولانا اشرف علی تھانویؒ ۹/۰
عورت اور اسلامی تعلیم ملک رام ۳/۰
عرش بنیا مرتبہ محی الدین الوائی ۲/۵۰
عروج و زوال کا الٰہی نظام مولانا محمد تقی امینی ۳/۷۵
عرفانیات باقی سید نظام الدین احمد ۴/۵۰
غریب القرآن فی القرآن مرزا ابوالفضل ۱۸/۰
غلامانِ اسلام مولانا سعید احمد ایم اے ۲/۵۰
فضائل الایام والشہور مولانا عمر احمد تھانوی ۲/۲۵
قانونامہ نظامی سلیم احمد نظامی ایم اے ۲/۵۰
فتاویٰ فرنگی محل محمد رضا انصاری ۴/۲۵
فلسفہ کیا ہے ڈاکٹر میر ولی الدین ۲/۵۰
قرآنی دعائیں مفتی سید محمود شاہ ۰/۲۵
قرآن اور عورت انور دہلوی ۱/۲۵
قرآن کی باتیں محمد سعید ۲/۹۰
قرآن اور تعمیر سیرت ڈاکٹر میر ولی الدین ۴/۵۰
قصص القرآن کامل مولانا حفظ الرحمٰن ۲۴/۲۵
قرآن اور کا ایک مدبر خورشید احمد [illegible] ۴/۰
قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی خدمات } محمد عبدالرحمٰن خان [illegible]

قرآن اور [illegible]	[illegible]	[illegible]
کتاب حدیث	سید [illegible]	۷/۴۰
کربلا سے بالاکوٹ تک	محمد سلیمان قاسمی	۶/۰
کتاب الجہاد مشکوٰۃ	سید صلاح الدین احمد	۲/۶۰
کیا ہم مسلمان ہیں؟	شمس نوید عثمانی	۲/۷۵
واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر	مولانا محمد تقی امینی	۵/۸
مجموعہ سیرت رسولؐ	محمد اسلم قاسمی	۱۶/۰
مکاتیب مولانا مظہر الحق	مجلس احمد رسالدار بنگلہ	۳/۵۰
مناجات مقبول	حضرت تھانوی	۵/۰
مرنے کے بعد کیا ہوگا؟	مولانا عاشق الٰہی	۶/۷۵
موت کا جھٹکا	مولانا احمد سعید	۶/۰
مدنی زندگی اور غزوات اسلام	عبدالقیوم ندوی	۷/۲۵
میاں بیوی کے حقوق	مولانا تھانویؒ	۱/۰
مزارات اولیائے دہلی	مولوی محمد شاہ	۴/۰
مسلم معاشرت	سید ظہور احمد شاہجہانپوری	۵/۲۵
معارف السنہ	مولانا احتشام الحسن	۴/۵۰
مکاتیب شیخ الاسلام	سید فرید الوحیدی	۷/۷۵
مہاجرین کامل	مولانا معین الدین ندوی	۱۰/
مجاہد کی اذان	عنایت اللہ سبحانی	۱۰/
معارف الآثار	خواجہ عبدالرشید	۴/۰
مکتوبات [illegible]	[illegible]	۱۲/۵۰
مسلمان [illegible]	مولانا [illegible]	۴/۰
مسلمان [illegible]	مولانا [illegible]	[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible] میں	[illegible]	[illegible]
مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر	مولانا محمد تقی امینی	۲/۸
[illegible] قرآن	مولانا اسلم جیراجپوری	۲/۸
[illegible]	[illegible]	۲۳/۸
[illegible]	قاضی زین العابدین میرٹھی	۳/۱۲
نفاق کیا ہے	فاران	۰/۷۵
دلِ کامل	مفتی عزیز الرحمٰن	۹/۰
واقعات الصالحین	سید شاہد رضوی	۴/۰
وحی الٰہی	مولانا سعید احمد	۵/۰
ہدایت نامہ مسلمان خاوند	مجاز اعظمی	۷/۲۵
ہم مسلمان کیسے بنیں؟	مولانا محمد عارف [illegible]	۷/۲۵
ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں	مولانا قاضی اطہر مبارکپوری	۵/۷۵
[illegible]	شوکت علی فہمی	۴/۵۰
ہماری غلطی	مولانا عبدالشکور	۲/۲۵
ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت		۱۲/۵۰
ہندوستان [illegible]	[illegible]	۶/۰
ہندوستان [illegible]		۶/۰
ہفت تماشا	مرزا قتیل	۶/۰

غالبیات

دیوان:-

غالب کے کلام کا انتخاب مرتبہ محمد مجیب ۵/۵۰
غالب شناسی ظ انصاری ۲۰/۰
دیوان غالب (مصور) مرتبہ نورالدین آزاد ۳۰۰/۰
دیوان غالب مع شرح نرشن کمار شاد ۲/۰
دیوان غالب مرتبہ مالک رام ۶/۰
گل رعنا " " ۱۰/۰
دیوان غالب " احتشام حسین ۲/۵۰
رباعیات غالب (فارسی) مرتبہ امیر حسن نورانی ۳/۰
کلیات غالب (ر) " " ۱۵/۰
انتخاب کلام غالب (ر) ڈاکٹر ذاکر حسین ۳/۰

خطوط:-

اردوئے معلیٰ غالب نمبر سوم ۹/۰
عکس غالب آل احمد سرور ۸/۰
عود ہندی غالب ۴/۵۰
خطوط غالب مرتبہ مالک رام ۷/۵۰
ادبی خطوط غالب " محمد عسکری ۶/۰

سوانح:-

غالب مرتبہ غلام رسول مہر ۱۰/۰
دستنبو (فارسی) مرزا اسداللہ غالب ۴/۵۰

کہانی میری زبانی مرتبہ حنیف عباسی ۳/۵۰
یادگار غالب " مالک رام ۱۸/۰
غالب نامہ (آثار غالب) محمد اکرام ۴/۰
غالب کی زندگی امیر حسن نورانی ۷/۵۰
غالب کی کہانی محمد شفیع الدین نیر ۲/۰

تنقید:-

عرفان غالب مرتبہ آل احمد سرور ۸/۰
دیدار غالب عرش ملسیانی ۵/۰
شرح نظم طباطبائی اور تنقید کلام غالب } مسعود حسن رضوی ۲/۰
اطراف غالب ڈاکٹر سید عبداللہ ۱۵/۰
غالب ببلوگرافی محمد انصار اللہ ۱۶/۵۰
غالب کا فن اسلوب احمد انصاری ۲/۰
متاع غالب مرزا جعفر حسین ۶/۰
غالبیات کے چند مباحث ابو محمد سحر ۵/۰
غالب تحقیق کے آئینے میں } ہنس راج رہبر ۱۲/۰
تلمیحات غالب مرتبہ محمود نیازی ۶/۰
غالب اعزہ کا ضیاءالدین احمد شکیب ۹/۰
غالب کے ندماں عارف بٹالوی ۸/۰

غالب اسلام [illegible]
معترضین

غالب (تشریح و مطالعہ) نیر مسعود ۶/۰

نکاتِ غالب مرتبہ مولوی نظام الدین حسین نظامی ۲/۵۰

ہم عصروں پر غالب کا اثر ظفر ادیب ۲/۰

غالب اور مطالعۂ غالب ڈاکٹر عبادت بریلوی ۳۰/۰

تلاشِ غالب نثار احمد فاروقی ۱۰/۰

اظہار الغالب صاحبزادہ ناصر الدین احمد ۲/۰

غالب کا تنقیدی شعور مکتوبات کے آئینے میں } اخلاق حسین عارف ۳/۰

جلیسِ غالب سعادت علی صدیقی ۲/۵۰

معیارِ غالب مرتبہ مالک رام ۷/۷۰

غالب سرائی لطف الرحمٰن ۲/۰

پیکرِ غالب محمد عبداللطیف ۲/۷۵

غالب کی تخلیقی تخیل شہید صفی پوری ۷/۰

غالب اور آہنگِ غالب ڈاکٹر یوسف حسین خاں ۱۶/۰

غالب اور ابوالکلام عتیق صدیقی ۱۵/۰

غالب تصویر کا دوسرا رخ تجسس اعجازی ۳/۰

غالب اپنے آئینے میں اختر صدیقی ۹/۰

غالب کی شاعری کا نفسیاتی مطالعہ } ڈاکٹر سلام سندیلوی ۱۲/۰

غالب نما سید مرتضیٰ حسین بلگرامی ۲/۵۰

غالب نقش ہائے رنگ رنگ } عشرت کاکوری ۲/۰

[illegible] ۷/۰

[illegible] ۳/۵۰

غالب کا کلام ایہام الفاظ و عناصر } " " ۵/۰

منظوم ترجمۂ غالب پریم پال اشک ۹/۰

غالب ڈاکٹر ایس عبداللطیف ۳/۵۰

فنِ غالب وجاہت علی سندیلوی ۲/۵۰

حیاتِ غالب کوثر چاند پوری ۹/۰

غالبیات (ببلوگرافی) عبدالقوی دسنوی ۴/۰

بھوپال اور غالب " " ۲/۵۰

حیاتِ غالب شیخ محمد اکرام ۵/۰

ڈرامے :-

غالب کے ڈرامے شوکت تھانوی ۵/۰

مکالمۂ غالب سید مرتضیٰ حسین بلگرامی ۳/۰

تصویرِ خیال اسرار الرحمٰن قدوائی ۲/۰

شرحیں :-

تفسیرِ غالب ڈاکٹر گیان چند جین ۱۵/۸۰

علامتِ غالب نرش کمار شاد ۲/۰

اندازِ غالب " " ۲/۵۰

بیانِ غالب آغا محمد باقر ۱۵/۰

خزانۂ شرح دیوانِ غالب } غلام احمد فرقت کاکوروی ۵/۵۰

[illegible] ۵/۵۰ — [illegible] ۳/۰

شرح دیوان غالب — یوسف سلیم چشتی — ۲۲/۰ | [illegible] غالب [illegible] — ۳/۰

شرح دیوان غالب — حسرت موہانی — ۵/۰ | تصویریں —

کنز المطالب / شرح دیوان غالب } ناطق گلاؤٹھوی — ۲/۵۰ | رنگین غالب / نریم } — ۳/۵۰

تعلیم

اُردو ٹیچر	ریاض حسین جامی	۱/۰
اُردو کیسے پڑھائیں	مولانا عبداللہ	۵/۰
اُردو املا کا آسان طریقہ	عبدالغفار مدھولی	(زیر طبع)
ایک طالب علم کی کہانی	" "	۲/۰
بچوں کی تربیت	مسرت زمانی	۳/۷۵
بچوں کی نفسیات	عبدالرؤف	۷/۰
تعلیم کا مسئلہ	سید حامد علی	۰/۴۰
تعلیمی نفسیات کے نئے زاویے	مسرت زمانی	۸/۵۰
جامعہ کی کہانی	عبدالغفار مدھولی	(زیر طبع)
جدید تعلیمی نتائج	ڈاکٹر عبدالرؤف	۸/۰
جامعہ کا طریقہ	عبدالغفار مدھولی	۲/۵۰
فن تعلیم و تربیت	افضل حسین	۱۰/۰
فلسفۂ تعلیم و تربیت	رئیس احمد جعفری	۶/۰
کھیل کے ذریعے تعلیم اوّل	عبدالغفار مدھولی	۲/۷۵
" " " دوم	"	۱/۲۵
مدرّس کی ابتدائی کہانی	"	۲/۰
مشکلات تعلیم و طریقۂ تعلیم	مولانا محمد میاں	۲/۵۰
نظریۂ تعلیم دوم	قاضی عبدالحمید	۳/۱۲

متفرق

ہائر سیکنڈری بک کیپنگ اول و دوم	ڈاکٹر محمد عارف خاں	۴۰/۰
انڈین اکاؤنٹس	ڈاکٹر محمد عارف خاں	۴۵/۰
جدید طریقۂ تنظیم تجارت	"	۴۰/۰
حمائل قرآن	انگریزی ترجمہ یوسف علی / اُردو ترجمہ حضرت علی تھانوی	۱۰۵/۰

پرنٹر پبلشر سید احمد علی نے جمال پرنٹنگ پریس دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی [illegible] سے شائع کیا

[illegible]

ماہنامہ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی

ے بصیرت تک	آل احمد سرور	12/00
ز اور سماج	ڈاکٹر سلامت اللہ	12/50
ارے قلم ہوئے	راجندر سنگھ بیدی	10/00
صورتیں الٰہی	مالک رام	10/00
ین الٰہی اور اس کا پس منظر	مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی	4/00
اور نظریے	آل احمد سرور	10/50
ہارے ذاکر صاحب	رشید احمد صدیقی	8/00
طنزیات و مضحکات	رشید احمد صدیقی	9/00
ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں	ڈاکٹر سالم قدوائی	14/00
مسلمان اور سیکولر ہندوستان	ڈاکٹر مشیر الحق	6/50
اشخاص و افکار	ضیاء الحسن فاروقی	6/50
تجزیے	ڈاکٹر گیان چند جین	11/00
اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمود الٰہی	12/50
خواتینِ کربلا، کلام انیس کے آئینے میں	صالحہ عابد حسین	12/00
تذکرۂ معاصرین	مالک رام	15/00
اکابرِ تعلیم	سعید انصاری	12/00
دنیا اسلام سے پہلے، اسلام کے بعد	مولانا عبدالسلام قدوائی	2/75
اسلامی عقائد و مسائلِ مذہب	مولانا جمال الدین اعظمی	4/00
مسلمان اور عصری مسائل	ڈاکٹر عابد حسین	5/50
ی نظم کا سفر	(مرتبہ) خلیل الرحمٰن اعظمی	10/50
دنیا کو سلام	علی سردار جعفری	4/00
اسلام کی اخلاقی تعلیمات	امام غزالی	9/50

مطبوعہ: لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس۔ دریا گنج۔ دہلی ۶

مندرجہ بالا کتب کی قیمتوں میں کچھ اضافہ ہوا ہے براہ کرم تفصیلات کے لیے اندر کے صفحات ملاحظہ فرمائیں

مینیجنگ ایڈیٹر
شاہد علی خاں
ایڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما

نئی دہلی ۲۵

لائبریریوں کے لیے سالانہ دس روپے

اپریل [illegible]
جلد ۱۶
شمارہ ۴
سالانہ ۵ روپے
فی پرچہ ۵۰ پیسے

اشاریہ

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ۷۵ء کا آغاز جن الم ناک واقعات سے ہوا تھا، ان کا سلسلہ مسلسل جاری ہے۔ جنوری سے مارچ تک کوئی مہینہ ایسا نہیں گیا جس میں کسی نہ کسی ادیب کا ماتم نہ کیا گیا ہو۔ اس سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ اس مہینے میں بھی یہ ناخوشگوار فرض ادا کرنا پڑ رہا ہے۔

پچھلے مہینے ہم نے ڈاکٹر سید اعجاز حسین کے ایک محبوب اور لائق شاگرد، ڈاکٹر مسیح الزماں کی بے وقت موت پر آہ و بکا کی تھی، آج اس لائق شاگرد کے لائق ترین استاد ڈاکٹر سید اعجاز حسین کے انتقال پر ماتم کناں ہیں۔

اعجاز صاحب مرحوم نے ۲۲۔ فروری کو اپنے وطن سے دور صوبۂ بہار کے شہر مظفر پور میں دل کے دورے کی تاب نہ لا کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انتقال کے وقت مرحوم کی عمر ۷۶ سال کی تھی۔ اعجاز صاحب کم و بیش ۳۰ سال تک الہ آباد یونیورسٹی سے منسلک اور شعبۂ اردو کے صدر رہے۔ متعدد تصانیف اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ شہرت "مختصر تاریخ ادب اردو" نے پائی۔ مرحوم بڑی خوبیوں سے متصف تھے۔ شاگردوں کی کثیر تعداد ہندوستان اور پاکستان میں اوّل صف کے ادیبوں پر مشتمل ہے جو کسی نہ کسی نہج سے ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں

[illegible] اردو کے مشہور شاعر تھے۔ بدایوں کے [illegible] سے تعلق رکھتے تھے لیکن عمر کا بیشتر حصہ حیدرآباد میں گزارا جہاں ٨٠ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ مرحوم بڑے زندہ دل، خوش مزاج اور با اخلاق تھے۔ حلقۂ شعرا میں بڑی عزت کے ساتھ ان کا نام لیا جاتا تھا اور امید ہے کہ لیا جاتا رہے گا۔ ادارہ کتاب نما مرحوم کے لیے دعا گو ہے اور پس ماندگان کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

ملک الموت کا تیسرا شکار دہلی کے مشہور و مقبول شاعر شمیم کرہانی تھے جن کا انتقال ۱۹۔ مارچ کی صبح کو ۷ بجے ہوا۔ اسی دن شام کو جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قبرستان میں مرحوم کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ شمیم صاحب اپنی حب الوطنی، اعلیٰ غزل گوئی اور غزل خوانی کی بدولت بڑی عزت اور محبت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ مشاعروں میں جی کھول کر داد ملتی تھی۔ انتقال سے قبل مقامی خالصہ کالج کی کلچرل سوسائٹی کے مشاعرے میں ہی یکایک طبیعت خراب ہو گئی۔ وہیں سے انھیں ہسپتال لے جایا گیا جہاں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ادارہ کتاب نما مرحوم کے پسماندگان کے غم میں شریک ہے۔ اور مرحوم کے لیے دست بہ دعا۔

ادھر کچھ عرصے سے مکتبہ جامعہ سے تاریخ کی کوئی قابل ذکر کتاب نہیں شائع ہوئی تھی۔ ہمیں خوشی ہے کہ اب تعطل کا قفل ٹوٹ گیا ہے اور اس کی کلید دو نامور مورخوں کی نگارشات نے فراہم کی ہے۔ یہ شخصیتیں ہیں پروفیسر سید نور الحسن سابق وزیر تعلیم و سماجی بہبود حکومت ہند اور جناب رام شرن شرما۔ اول الذکر کتاب کا نام ہے "مغلیہ ہندوستان میں زرعی تعلقات" اور شرما صاحب کی تصنیف ہے "سماجی تبدیلیاں ازمنہ وسطیٰ کے ہندوستان میں" دونوں کتابیں آفسٹ پر شائع ہوئی ہیں اور معنوی کے ساتھ صوری خوبیوں کی بھی حامل ہیں۔

سید سفارش حسین رضوی صاحب کی "انتخاب حالی" جو عرصہ سے نایاب تھی اس کا نیا اڈیشن مولف کی نظر ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔

قارئین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ دہلی انتظامیہ کا سرسوتی پرسکار برائے [illegible] اردو، کے نامور محقق و ادیب جناب مالک رام کو ان کی اردو کی خدمت اعتراف میں ملا ہے۔ یہ انعام مشتمل ہے گیارہ سو روپیہ نقد، ایک شال اور سرسوتی (علم کی دیوی) کے مجسمہ پر۔ پچھلے سال ڈاکٹر سید عابد حسین کو بھی مل چکا ہے۔ ہم مالک رام صاحب کو [illegible]

مغلیہ ہندوستان میں زرعی تعلقات

(چند افکار)

مصنف

سید نور الحسن

مترجم

قیام الدین احمد

یہ مختصر سا کتابچہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کے سابق صدر اور انڈین ہسٹری کانگریس کے سابق سکریٹری سید نور الحسن صاحب، جو آج کل حکومت ہند میں تعلیم اور سماجی فلاح کے وزیر ہیں، کی اُن تقریروں پر مبنی ہے جو انھوں نے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے تحت تواریخ کے نیشنل لکچرر کی حیثیت سے اپریل ۱۹۷۱ میں پٹنہ یونیورسٹی میں کی تھیں۔ مغلیہ عہد میں زرعی تعلقات کے متعلق یہ لکچر، تاریخ کے طالب علموں کے لیے تو مفید ہوں گے ہی لیکن ایک عام قاری کے لیے بھی جو مغلیہ زمانے کے حالات جاننے کا شوق رکھتا ہو، اس کا مطالعہ کافی معلومات افزا ثابت ہوگا۔ قیمت: -/۴

(فوٹو آفسٹ کے ذریعے شائع ہوگی)

مبشر علی صدیقی

دلاور فگار کی مزاحیہ و طنزیہ شاعری

۱۹۴۰ء میں رسالہ "ادبی دنیا" لاہور کے اڈیٹر صلاح الدین احمد کی فرمائش پر میں نے ان کے رسالے کے لیے ایک طویل مضمون بعنوان "اردو مزاح نگاری کی مختصر تاریخ" لکھا تھا۔ مضمون جب شایع ہوا تو دوسرے رسائل نے بھی اس کو "ادبی دنیا" سے ماخوذ کر کے شایع کیا۔ اور میری پہلی کتاب "ادبی مقالات" ۱۹۴۳ء میں جب شایع ہوئی تو خفیف سی تبدیلیوں کے ساتھ یہ مضمون اس میں شامل کیا گیا۔ ۱۹۷۲ء میں جب "صحیفۂ بشارت" شایع ہوئی تو اس مضمون کو کافی ترمیم و تصحیح کے بعد پھر شامل کیا گیا اور موجودہ مزاح و طنز نگاروں کا بھی مختصر طور پر ذکر کیا گیا ہے ان میں ایک دلاور فگار بھی ہیں۔ مزاح، طنز، ہجو اور ظرافت میں جو فرق ہے اس مضمون میں اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔ نثر و نظم، دونوں میں مزاح و طنز کے تین دور قائم کیے گئے ہیں اور تیسرے دور یعنی دورِ جدید سے پہلے ایک عبوری دور قائم کیا گیا ہے۔ دورِ جدید کی نثر میں اہم مزاحیہ نگار رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری اور فرحت اللہ بیگ ہیں اور نظم میں ظریف لکھنوی۔ عبوری دور میں سلطان حیدر جوش، میر محفوظ علی اور ظفر علی خاں اہم ہیں۔ ان مزاح و طنز نگاروں کو اس مضمون میں [illegible] شخصیتیں قرار دیا گیا ہے اور اس دور کو مزاح نگاری کا زریں دور [illegible] تھی کہ مستقبل میں مزاح و طنز نگار کافی تعداد میں ہیں۔ لیکن [illegible] نہیں۔ رشید احمد صدیقی، پطرس، فرحت اللہ بیگ۔ ظریف [illegible] یہاں جو [illegible] ہے وہ ہمارے موجودہ مزاح و طنز نگاروں [illegible]

کم پائی جاتی ہے۔ موجودہ مزاحیہ و طنزیہ شاعروں میں سید محمد جعفری، رضا نقوی
واہی، اور دلاور فگار قابل توجہ ہیں اور انھوں نے اپنے لیے صفِ اول میں نہ
سہی، صفِ دوم میں ایک مقام پیدا کر لیا ہے۔ آج ہمیں دلاور فگار کی مزاحیہ
و طنزیہ شاعری کو تنقید کے آئینے کے سامنے لانا ہے اور دیکھنا ہے کہ طنز و
ظرافت کے موجودہ دور میں وہ کس منزل میں کھڑے ہیں۔ میرے سامنے اُن کے
بچپن کے حالات، تعلیمی حالات، ملازمت کے حالات اور اب کراچی میں مقیم ہوکر
وہاں کے مشاغل موجود ہیں .... ان کا کلام میرے سامنے اس وقت بھی تھا
جب وہ صرف غزل لکھتے تھے اور شاداب تخلص کرتے تھے اور گورنمنٹ ٹیچرس ٹریننگ
کالج بریلی میں سی۔ ٹی کے طالب علم تھے۔ ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد وہ اپنے مرحوم
والد کی جگہ پر مقامی اسلامیہ انٹر کالج میں۔ سی۔ ٹی۔ گریڈ میں ماسٹر ہو گئے۔ اس
ادارہ میں انھوں نے تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ پرائیویٹ طور پر ملازمت کے دوران
انھوں نے بی اے اور پھر معاشیات میں ایم اے کر لیا۔ ۱۹۶۶ء میں غالباً انھوں
نے آگرہ یونیورسٹی سے اردو میں فرسٹ کلاس ایم اے پاس کیا اور اس کے ڈیڑھ
سال بعد کراچی منتقل ہو گئے۔ اسی سال بدایوں میں ایک ڈگری کالج قائم
کیا گیا تھا اور وہ آرٹس کے شعبے کے بیشتر مضامین (سوائے اُردو کے) پڑھانے
کے لیے منتخب کیے گئے۔ اگر بی اے کے نصاب میں اس کالج میں اردو بھی شامل
کر لی جاتی اور دلاور فگار کا اس کے لیکچرار کی حیثیت سے تقرر کر دیا جاتا تو
حق بحق دار رسید، کے مطابق یہ کام بہت اچھا ہوتا۔ اور دلاور فگار پھر شاید
کراچی جانے کا نام نہ لیتے۔ "شامتِ اعمال" کے دیباچہ میں انھوں نے جامی بدایونی
سبطین احمد، اور آفتاب احمد جوہر کو جہاں تک اصلاح لینے کا تعلق ہے، اپنا استاد
تسلیم کیا ہے اور اپنے بیشتر معاصرین سے متاثر ہوئے ہیں۔ غزلیات کا ایک دیوان
"حادثے" کے نام سے عرصہ ہوا شائع ہوا تھا لیکن غزل کے میدان کو چھوڑ کر
وہ طنز و ظرافت کے بحرِ ذخار میں کود پڑے۔ شاید قدرت کو یہی منظور تھا اور

ان کی فطری ذہانت اور شوخیٔ طبع نے اس میدان میں وہ کمی ہونے نہ دی اور کچھ فنی خامیوں کے طنز و ظرافت میں اپنے لیے ایک مستقل جگہ پیدا کر لی۔ ہم ایک کامیاب طنز و ظرافت نگار سے کس معیار کی توقع رکھتے ہیں؟ اس کا جواب رشید احمد صدیقی کے الفاظ میں سنیے۔ "ہنسنے اور ہنسانے کے فن یا تفریح میں دھوکا یہ ہے کہ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہنس ہی نہیں سکتا بلکہ ہنسا بھی سکتا ہے حالانکہ یہ دونوں بعض ایسی اعلا صلاحیتوں کے طلب گار ہوتے ہیں جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ کس پر کب، اور کیسے ہنسنا یا ہنسانا برمحل ہوگا اس کا جاننا آسان نہیں ہے۔ طنز و ظرافت برمحل، بے لاگ اور حفظِ مراتب کے قرین نہ ہوں تو غالب خود اپنا شکار ہو جاتا ہے۔ اس میں سب سے عمدہ اور سخت شرط حفظِ مراتب کو ملحوظ رکھنا ہے، جس کی طرف فن کاروں کا ذہن بہت کم جاتا ہے۔ ایک ہی انداز اور لب و لہجہ سے معمولی، متوسط اور بڑی شخصیتوں کو طنز و ظرافت کا نشانہ بنانا بد مذاقی اور نارسائی کی علامت ہے۔ اعلا مقصد غیر معمولی ریاض و انتظار چاہتا ہے۔ طنز و ظرافت کا فن بڑا نازک اور سخت گیر ہے۔ اس کی ترغیب جتنی پرکشش اور قوی ہوتی ہے، اس سے کہیں زیادہ اس کے وہ مطالبے اور پابندیاں ہوتی ہیں جن کا ہم لحاظ نہیں رکھتے اور یہ فن اور فن کار دونوں کی محرومی کا باعث ہوتا ہے۔ طنز و ظرافت کی تیغِ بے زنہار یا پل صراط سے آسان یا محفوظ گزر جانا اردو کے بہت کم نگاروں کے حصہ میں آیا آیا ہے" (طنز و ظرافت کے آداب اور اکبر الہ آبادی۔ مضمون مطبوعہ، ضمیمہ قومی آواز، لکھنؤ۔ ۲۔ فروری [illegible]) دلاور فگار نے اپنی نظموں کا مواد زیادہ تر اسکول اور کالج کے ماحول سے لیا ہے کیونکہ ان کی عمر کا بیشتر حصہ معلمی کے پیشہ میں گزرا ہے۔ کئی قطعات طلبا اور مدرسین کے متعلق ہیں اور اپنی جگہ پر کامیاب ہیں۔ یہاں صرف دو قطعات پیش کیے جاتے ہیں۔ اور ان کا یہ رنگ ان کے تینوں مجموعوں یعنی ستم ظریفیاں، شامتِ اعمال اور آداب عرض میں نمایاں ہے۔

اک لطیفہ ہے کہ ایم۔ اے کے کوئی اسٹوڈنٹ
اک طوائف کے یہاں رکھے ہوئے تھے تشریف
دھر لیا ان کو پولیس نے تو وہ فرمانے لگے
ہم یہاں آئے تھے کرنے کو مقالہ تصنیف

(ستم ظریفیاں۔ صفحہ ۵۸)

ہم بارھویں کلاس میں جب اسٹوڈنٹ تھے
کمبخت تھا ایک روز کسی لیکچرار سا
وہ تو نوٹس بولتا تھا مگر ایک طالب
"افسانہ لکھ رہی تھی دل بیقرار کا"

(شامت اعمال صفحہ ۷۱)

اس سلسلے میں چار نظمیں اہم ہیں یعنی (۱) اسٹوڈنٹ کی دعا۔ (روح اقبال سے معذرت کے ساتھ) (۲) شکوہ (اقبال کی مشہور نظم شکوہ کی پیروڈی) (۳) عشق کا پرچہ اور (۴) آج کا اسٹوڈنٹ۔ کچھ اشعار ہر ایک نظم کے ملاحظہ فرمائیے۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی کھیل میں غارت ہو خدایا میری
قلم میں میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے
متوجہ میری جانب مدھو بالا ہو جائے
زندگی ہو مری نوشاد کی صورت یارب
فلم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب

(شامت اعمال صفحہ ۱۱۳)

تو ہی کہدے کہ کیا پوسٹ رجسٹر کس نے
معرکہ انویٹیشن کا کیا سر کس نے
امتحانوں میں بتا کر دیئے پیپر کس نے
دیے شاگردوں کو انصاف سے نمبر کس نے
کس کے ڈر سے طلبا سہمے ہوئے رہتے ہیں
درجے میں آتے ہی "سر آئی کم ان" کہتے ہیں

(شامت اعمال صفحہ ۹۹)

جن کی درخواست پہ کسی کی سالگرہ پہ
انڈیا کا ایک نقشہ اپنا کا بچہ بنا دو
ایک عاشق چاند بن کے چمکتا ہے انہیں میں

عشق کے پہرے سے کے ان ہاتھ چاہیے
اور پھر اس میں حدود کوچۂ جاناں رکھو
تین عاشق کتنے دن ایں جائیں گے از جیں میں

(شامت اعمال صفحہ ۴۵)

مرا دل تنگ ہے کیمسٹری کے فارمولوں سے
طبیعت بھر گئی ہے اس ٹیکنیک کے اصولوں سے
کہاں تک دل کو بہلاؤں ان کاغذ کے پھولوں سے
یہ ظالم لوگ بھی کچھ کم نہیں ہیں کچے بولوں سے
انہی کے جال میں بے سوچے سمجھے پھنس گیا ہوں میں
مجھے باہر نکالو، اک کنویں میں دھنس گیا ہوں میں
(آداب عرض۔ صفحہ ۳۹)

تعلیمی مشاغل کا ذکر تو صرف ان کی ظرافت کا ایک پہلو ہے۔ ورنہ ہر منظر حیات کو انھوں نے بڑے غور سے دیکھا ہے۔ ریل کے ڈبے میں کرایہ کا مکان، شکر کی قلت، کرکٹ میچ، چین کی کینٹ، خاندانی منصوبہ بندی۔ پرائیویٹ بس۔ چاند کا سفر، موسیقی اور علاج، پوسٹ مارٹم، یہ بمبئی ہے — ہندوستان کے دریا، ریڈیو انٹرویو وغیرہ ان کی دیگر نظموں کے عنوانات ہیں۔ دو نظمیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک "شاعر اعظم" اور دوسری "گدھے کا قتل"۔ ان کے تینوں مجموعوں میں دوسرا مجموعہ یعنی "شامت اعمال" سب سے بہتر ہے۔ اتر پردیش سرکار نے اس پر انعام بھی ان کو دیا تھا۔
دلاور فگار کے یہاں کہیں کہیں ابتذال نمایاں ہو گیا ہے۔ اس کی بہترین مثال نظم "مرغیوں کا شکوہ" ہے جو "آداب عرض" میں صفحہ ۷۲ تا ۷۷ درج ہے۔ یہ اشعار معیار ادب کا نہیں بلکہ معیار ظرافت سے بھی گرے ہوئے ہیں۔

نہیں گذری ہے شرافت سے کبھی چھوکر ساقی
تو بھی لوفر ہے، ترا باپ بھی لوفر ساقی

جوش صاحب ہی کو کیوں تو نے دیا ہے مینڈل
وہ تیرے باپ ہیں یا تیرے برادر ساقی

نظم "یہ بمبئی ہے" کے مندرجہ ذیل اشعار محل نظر ہیں۔

بمبئی میں عام ہے ہر جنس بہتر کا بلیک۔
آرزو کا وقت کا سنگم کا لیڈر کا بلیک
یاں شکیل و ساحر و مجروح و اختر کا بلیک
جعفری تو جعفری ٹھہرے، مظفر کا بلیک
دیکھ کر اس شہر کا نقشہ یہ دل حیران ہے
بمبئی کہنے کو ہے، پورا بلیکستان ہے

(آداب عرض صفحہ ۸۴)

دلاور فگار کے یہاں روانی، برجستگی، روزمرہ کا مناسب استعمال اعلیٰ درجے کا پایا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے ان کو مشاعروں میں کلام سناتے دیکھا ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بار بار اُن سے سنانے کی فرمائشیں کس طرح کی جاتی ہیں۔ غالباً فروری ۱۹۶۳ء کی بات ہے۔ بین پوری کی نمائش کے مشاعرے میں جب دلاور فگار نے اپنی نظمیں "کراچی کا قبرستان" اور "عشق کا پرچہ" سنائیں تو سامعین داد دینے کے لیے کھڑے ہوگئے اور ان کو واپس پر چاروں طرف سے گھیر لیا میں ان دنوں مین پوری میں تھا اور اس مشاعرے میں موجود تھا۔ فگار نے کئی قطعات سنا کر بہ مشکل تمام سامعین سے اپنا پیچھا چھڑایا۔ ضلع اور منطقائی ریلی (RALLY) میں مجلس شعرا میں طلبا ان کے لباس اور حرکات و سکنات کی نقل کرتے ہیں۔ کالی شیروانی، اگو پہرے کے بٹن کھلے ہوئے، سر کھلا ہوا اور بال بکھرے ہوئے اور چوڑی مہری کا پاجامہ پہنے ہوئے مصنوعی دلاور فگار اسٹیج پر براجمان ہوتے ہیں۔ اور کبھی نظم "شاعر اعظم" سناتے ہیں تو کبھی "ریڈیو انٹرویو" اور اکثر وہ بیشتر انعام پا جاتے ہیں۔

داور فگار کو ہندوستان سے اور اپنے وطن بدایوں سے جو محبت ہے اس کے اشارے ان کے نظموں میں جا بجا ملتے ہیں۔ ان کا کراچی جانا ان کی زندگی کا محض ایک حادثہ ہے۔ بدایوں کے متعلق ان کا ایک قطعہ سنیے۔

وہ چیزیں کہیں جن کو یو۔پی کا تحفہ
یہی چار چیزیں ہیں کمیاب و نادر
سندیلے کے لڈو، علی گڑھ کے تالے
بریلی کا سرمہ، بدایوں کے شاعر

(ستم ظریفیاں صفحہ ۴۸)

اب ذرا پیش لفظ اور مقدموں کے بارے میں بھی سن لیجیے۔ "ستم ظریفیاں" اس میں مقدمے کے ساتھ ۱۳ عدد وکالت نامے بھی درج ہیں جو شفق وا مدی، ساغر نظامی، شاد عارفی، گلزار دہلوی، خمار بارہ بنکوی، احمد جمال پاشا، انور صابری، وامق جونپوری اور فرقت کاکوروی وغیرہ کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ — "شامتِ اعمال" کا مقدمہ "بقلم خود" کے عنوان سے نظم میں ہے۔ "آداب عرض" کا مقدمہ "داور فگار کا تعارف" کے عنوان سے جناب عبداللہ ولی بخش قادری نے لکھا ہے۔

ہندوستان اور پاکستان میں ڈاک کا سلسلہ شروع ہوتے ہی داور فگار نے اپنی ایک مختصر نظم فوراً اڈیٹر "قومی آواز" لکھنؤ کے پاس اشاعت کے لیے بھیجی۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اور ان کے جوابات بھی۔

جی چاہتا ہے ہند کو پھر ڈاک بھیجیے

جی چاہتا ہے ہند کو پھر ڈاک بھیجیے　　پھر خط بطرزِ دوستی پاک بھیجیے
اس احتیاط سے کہ لفافہ نہ چاک ہو　　خط میں لپیٹ کر دلِ صد چاک بھیجیے
یہ دیکھ کر وزن میں کہیں اضافہ ہو نہ جائے　　شعروں کا چاہے کتنا ہی اسٹاک بھیجیے

[illegible] کے حل — [illegible] بھیجیے
[illegible] کے لیے [illegible] بیدی کے نام ہو — ہر خاکو بے تکلف و بے باک بھیجیے
شعر و ادب کے سیکھے ہیں اشفاق [illegible] جوش — ان کے لیے یہ ثروت کی خوراک بھیجیے
[illegible] کو خط نہ لکھیے، اسے چند روز بعد — بازار سے خرید کے پوشاک بھیجیے
ادرک کا کیا کریں گے بدایوں کے عشقیہ — ادراک کے جواب میں ادراک بھیجیے
اب کچھ نہ کچھ تو بھیجیے یاروں کو اے فگار — وہ دن گئے کہ کہتے تھے کیا خاک بھیجیے

قومی آواز لکھنؤ نومبر ۱۹۷۴ء

جواب از رضا نقوی واہی

شوق سے پھر ڈاک بھیجیے

"قومی آواز" کے ایک حالیہ شمارہ میں دلاور فگار کی نظم۔ ہند کو پھر ڈاک بھیجیے۔ نظر سے گذری اور بے حد پسند آئی۔ یہ ایک خوشگوار جذبات ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان مفاہمت کی راہ ہموار ہو رہی ہے اور اس سلسلے میں ڈاک و تار پر بندش ختم ہو چکی ہے۔ دلاور فگار کی نظم کی پیدا کردہ خوش گوار فضا کو برقرار رکھنے کے لیے میں نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جنھیں ناظرین "قومی آواز" کے لیے بھیج رہا ہوں۔ ممکن ہے اہل پاکستان تک یہ نظم بھی اسی طرح پہنچ جائے، جس طرح دلاور فگار کی نظم ہم تک پہنچی ہے۔ واہی

بھائی فگار شوق سے پھر ڈاک بھیجیے — جی کھول کے مزاح کا اسٹاک بھیجیے
ہڑتال کر رہے ہیں یہاں نرس و ڈاکٹر — ہرگز ابھی نہ سینۂ صد چاک بھیجیے
نزلے میں کیجیے نہ ہمیں خود کبھی مبتلا — بہر خدا نہ دیدۂ نمناک بھیجیے

لے آنند۔ جناب جگن ناتھ (۲) جناب کنور مہندر سنگھ بیدی (۳، ۴، ۵، ۶، ۷) بدایوں کے کچھ مقامی شعرا (۸) مراد بدایوں کے شعرا سے ہے۔

ہر تحفۂ خلوص ہمیں دل سے ہے قبول / گلشن کے پھول بھیجیے یا خاک بھیجیے
جب بھیجیے پہ آپ مصر ہیں تو مہرباں / انشائے درج ذیل بھی ناپاک بھیجیے
نذر پیش آج جن سے ہمارے بیان گراں / رستہ کھلے تو نعم کی مسواک بھیجیے
آزاد اور سحر کی جو خاطر عزیز ہے / ارض چمن سے ان کے لیے تاک بھیجیے
بیکل کو اب پسند نہیں دھن کمیش کی / مہدی کا صوت کانوں کے ادراک بھیجیے
اک دو مشاعروں کی قیادت بھی تجرتی کی / سود جنوں کے ہے تاک بھیجیے
فاروقی و شمیم سے کہا جائے گا وہ بات / نقاد ادھر سے لاکھ خطرناک بھیجیے
ساتھ اپنے کچھ مزاح نگاروں کو بھیجیے / چھت توڑ قہقہے سوئے افلاک بھیجیے
آنکھیں ترس رہی ہیں رسالوں کی دید کو / ارباب ذوق کے لیے خوراک بھیجیے
یعنی نقوش و ساقی و اوراق و سیپ کو / بوروں میں بھر کے شکل پرتپاک بھیجیے
سوفی صد آپ سے ہیں یہاں ہم بھی متفق / ایسی خبر نہ ہو جو المناک بھیجیے
واہی کی دست بستہ گزارش ہے آپ سے / "ادراک کے جواب میں ادراک بھیجیے"

جب دوستی کا ہاتھ بڑھا ہے تو اب نہ پھر
اس پیش رفت کو سوئے ڈیڈ لاک بھیجیے

(قومی آواز لکھنؤ۔ نومبر ۱۹۸۸ء)

جناب شفیع پیام گگرالوی

نذرِ نگار

خط بھیجیے نہ ان کو کوئی تار بھیجیے / اشعار کے جواب میں اشعار بھیجیے
پھولوں بھنوروں کے کچھ نکہت بھرے خطوط / آہ و حرام دل و پندار بھیجیے
تاکت کی سرزمیں کو جو شوق نے دیں سے / حسن کلام و نرمی گفتار بھیجیے
صحن چمن کا چہرۂ تاباں مٹا کے / شام اودھ کی زلف طرحدار بھیجیے
کیجیے طلب ادا نہ فراخ جھلک و شعلہ / تنگ دہن کی شوخی رفتار بھیجیے

لکھا تو ہے جناب کے ہم نے خلوص دل لیکن خلوص دل کے عبار بھیجیے
بیدی کے سر کے واسطے بھیجیے زرنگار تاج آزاد کے گلے کے لیے ہار بھیجیے
رفعت سروش ادھر سے چلیں اور ادھر سے فیض فگار کے جواب میں فنکار بھیجیے
شعر و ادب کے واقعی سمجھے ہیں جوش واقف قطعات جو ہوں آپ کے تیار بھیجیے
پوشاک اور حضرت رونق کے واسطے ان کے لیے تو جبہ و دستار بھیجیے
فوٹو ضرور آئے لفافہ میں آپ کا بوتل میں رکھ کے شربت دیدار بھیجیے
محصول ڈاک کا ہے زیادہ اگر پیام
یہ نظم بوسیلۂ اخبار بھیجیے

ہماری آواز ۔ بدایوں ۔ ۱۴ ۔ دسمبر ۷۲ء

ص ۳-۲-۱ بدایوں کے مقامی شعرا

ترقی اردو بورڈ مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

تاریخ فلسفۂ اسلام	ٹ۔ج۔ دو بوائر مترجم: ڈاکٹر سید عابد حسین	۴/۵۰
تاریخ تمدن ہند	پروفیسر محمد مجیب	۱۴/
ہمارا قدیم سماج	سید سخی حسن	۱۰/-
تاریخ فلسفۂ سیاسیات	پروفیسر محمد مجیب	۱۸/۰
تاریخ تعلیم ہند	سید نور اللہ اور جے، پی، نائک مترجم: مسعود الحق	۲۰/۰
انقلاب ۱۸۵۷ء	مرتبہ: پی، سی، جوشی	۱۴/۷۵
لسانی مطالعے	ڈاکٹر گیان چند	۱۲/۵۰

بچوں کے لیے غیر درسی کتابیں

چراغ کا سفر	سید محمد ٹونکی	۶/۵۰
چڑیاں	سلطانہ آصف فیضی	۴/-
پیسے کی کہانی	غلام حیدر	۳/-
خط کی کہانی	〃 〃	۳/۷۵

بچوں کے لیے درسی کتابیں

حساب و الجبرا حصہ اوّل، دوم، سوم
طبیعات (فزکس) (حصہ دوم)، اور گھریلو سائنس حصہ ششم، ہفتم، ہشتم جیومیٹری
ہر کتاب کی قیمت: ۲/-

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی ۲۵، دہلی ۶، بمبئی ۳، علی گڑھ ۲

مشیر جھنجھانوی

غزل

اب نور ہے سحر کا، نہ سائے ہیں پھول کے
گلدان میں سجائیے کانٹے ببول کے

ہر دور نے دیا ہے نیا رُخ، نئی نظر
اب سامنے ہیں سینکڑوں چہرے اصول کے

عریاں حقیقتوں کو چھپانے کے واسطے
پردے پڑے ہوئے ہیں شعور و عقول کے

صحرا کی وسعتوں پہ ذرا غور کیجیے
صحنِ چمن تک آ گئے کانٹے ببول کے

دامانِ وقت میں کوئی آندھی ضرور ہے
بادل بکھر گئے ہیں فضاؤں میں دھول کے

کچھ مشغلہ تو چاہیے عمرِ دراز کو
میں یاد کر رہا ہوں تجھے بھول بھول کے

اُس کو تو زندگی کے مسائل نے کھو دیا
الزام ہیں مشیر پہ بیکار و فضول کے

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

یادوں کے سائے

مصنف : عتیق صدیقی
پبلشر : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
قیمت : اٹھارہ روپے

عتیق صدیقی صاحب، اُردو کے ممتاز محقق، صحافی، اور ادیب ہیں۔۔۔۔ ہندوستانی صحافت کی تاریخ، جان گلکرسٹ، غالب اور ابوالکلام اور ۱۸۵۷ء اخبارات و دستاویزیں جیسی اہم تحقیقی تصانیف کے باعث وہ علمی دنیا سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ان کا شمار ان چند مخلص اور بے لوث اہل علم و دانش میں کیا جاتا ہے جنھوں نے کبھی کسی ادارے یا شخصیت کی سرپرستی یا دباؤ پسند نہیں کیا، علمی ادبی کام اپنے طبعی ذوق کے زیر اثر انجام دیتے رہے۔ شہرت کو ہمیشہ ضمنی و ثانوی حیثیت دی۔ حالانکہ موجودہ دور میں شخصیت پرستی کی وبا نے انا ؤں کو اس قدر ابھار دیا ہے کہ خود اہل قلم اپنے معمولی کاموں کو بھی غیر معمولی طور پر اچھالتے ہیں۔ اور اپنے حواریوں سے مدد لیتے ہیں۔

"یادوں کے سائے" میں عتیق صاحب کے نئے رخ کی جھلک نظر آتی ہے۔ ایک یہ کہ وہ اپنے دلکش انداز بیان، صاف ستھری اور شگفتہ زبان کے ہمارے کامیاب ناول نگار و افسانہ نویس ہوتے، اگر اس میدان میں قدم رکھتے تو امتیازی حیثیت حاصل کرنے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان کو اپنی ذہانت و صلاحیت کی بدولت ہندوستان کے ان سیاسی رہنماؤں

سے قریب تر ہونے کا موقع ملا جن کا شمار صفِ اول میں کیا جاتا ہے جیسا کہ کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوگا، عتیق صاحب کے لیے مشکل نہ تھا کہ وہ ادبی توجہ سے میدانِ سیاست میں خاص مقام حاصل کر لیتے، اور آج کسی بلند منصب پر فائز ہوتے۔ وہ اپنی افتادِ طبع و خودداری کے باعث اپنے کو اس سطح پر نہ لا سکے جس پر وزارت و مناصب کے لیے، ہندوستان کی موجودہ روایات کے مطابق اچھے اچھوں نے اپنے کو گرا لیا۔

"یادوں کے سائے" مشرقِ وسطیٰ کا سفرنامہ ہے اور عتیق صاحب کے دورِ شباب کی خود نوشت سرگزشت بھی۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران عتیق صاحب "ایک حادثے کے تحت" انڈین آرمی پبلک ریلیشنز سے وابستہ ہو گئے جس سے فیض احمد فیض۔ ن۔ م۔ راشد اور دوسرے شاعر ادیب وابستہ تھے۔ اسی سلسلے میں عتیق صاحب کو عراق، ایران اور مصر میں قیام کا موقع ملا۔ یہ کتاب اسی دور کی داستان ہے۔ یہ مشرقِ وسطیٰ کا سفرنامہ بھی ہے۔ اس میں ہندوستان کی تحریکِ آزادی کے متفرق حالات، ممتاز رہنماؤں سے ملاقاتوں کا تذکرہ اپنے سیاسی نظریات کا اظہار ہندوستانی سپاہیوں کے خیالات، ایران، عراق مصر کے سماجی و معاشرتی حالات کے مختلف گوشوں پر روشنی پڑتی ہے، اندازِ بیان نہایت دلچسپ واقعات کو افسانوی رنگ میں پیش کرنے کے باوجود مبالغہ آرائی سے گریز عتیق صاحب کے کمالِ فن کی واضح دلیل ہے۔

"یادوں کے سائے" کس فن کی کتاب ہے۔ اس کو سفرنامہ کہیں یا تاریخ افسانہ یا کچھ اور؟ اس کا جواب خود مصنف کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے

"یادوں کے سائے خود نوشت ہے یا سفرنامہ؟ رپورتاژ ہے یا تاریخی تجزیہ؟ ناول ہے یا افسانوں کا مجموعہ؟ کتابی دنیا کی کس صنف سے اس کا تعلق ہے؟ لیکن اس کتاب کے بارے [illegible] ناول [illegible] کتاب کا تانا بانا [illegible]

تو ہندوستان کی چار دہائی پہلے کی۔ سیاسی تاریخ نے فراہم کیا ہے، لیکن اس کا اسٹیج بنت النیل کا قلب — قاہرہ ہے اور ضمناً ارض لیلیٰ اور دیار شیریں، بغداد اور تہران بھی ہیں۔ جہاں اس ڈرامے کے پردے گرتے اور اٹھتے رہے۔ واقعات وہی ہیں جنہوں نے غیر منقسم برصغیر کی زلفوں کو سنوارا کم اُلجھایا زیادہ ہے اس وقت ہماری تاریخ عبوری دور سے گزر رہی تھی۔ ایک طرف دو صد سالہ برطانوی عہد دم توڑ رہا تھا دوسری طرف نیا ہندوستان جنم لینے کے لیے بے قرار تھا۔"

عتیق صاحب کے مذکورہ الفاظ میں کتاب کے موضوعات و عنوانات کا واضح عکس نظر آتا ہے۔ انھوں نے دیارِ لیلیٰ مجنوں، سرزمین شیریں و فرہاد اور ارضِ یوسف و زلیخا کو ایک محقق و صحافی نظر سے تو دیکھا ہی تھا۔ لیکن ایک امنگوں بھرے رنگین طبع نوجوان کی حیثیت میں ان رومان پرور فضاؤں نے انھیں مسحور کر دیا۔ اور جب دریائے نیل میں کشتی پر بیٹھے ہوئے انھوں نے قاہرہ کی سربفلک عمارتوں کی اوٹ سے چاند کو ابھرتے دیکھا تو اس کی کیفیت انھیں سے سنیے۔

"اس میں تو کسی بنت النیل کی اُٹھتی جوانی کا نکھار، کسی فرعون کی حسین ملکہ کے تاج کا وقار، کسی زلیخا کے جذبۂ کشش کی پاکیزگی اور کسی قلوپطرہ کے شباب کی رعنائیاں ہیں۔

موسم میں ہلکی ہلکی خنکی کے باوجود موسم نہایت خوشگوار تھا جسے نیل اور اس کے گرد و پیش کی فضا نے اور بھی نکھار دیا تھا۔ ابھرتے چاند کی سنہری کرنیں، نیل کی متحرک روپہلی سطح سے ہم آغوش ہو کر اس کی رواں، دواں لہروں کو گنگا جمنی بنا رہی تھیں اور اس نے ماحول کی رومان انگیزی میں چار چاند لگا دیے تھے۔"

اور پھر وادیٔ نیل کی پرکیف فضاؤں اور مصری حسن و جمال کی رنگین لہروں میں

اُبھر کر کہنا پڑا۔

ع دل میرود ز دستم صاحب دلاں خدا را

جب وہ کچھ مصری اور ترکی نوجوانوں اور مہ وشوں کے ساتھ دریائے نیل میں کشتی پر سیر کر رہے تھے تو اس وقت عالمِ کیف و سرور میں ان کے زخم خوردہ دل کی ترجمان ان ہی کے الفاظ ہیں۔

"ملاحوں نے ان بندھنوں کو کھول دیا جنھوں نے ہماری کشتیوں کے چھوٹے سے قافلہ کو پابندِ ساحل کر رکھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی کنارِ نیل کی شوخ و چنچل موجوں نے ہولے ہولے ان کا رُخ منجدھار کی طرف موڑ کر انھیں تیز رود دھاروں کے حوالے کر دیا۔ ملاحوں نے گنتی میں دس بارہ تھے نَے سے نَے ملا کر مدھم سروں میں کوئی طربیہ نغمہ چھیڑ دیا۔ جس نے سمجھ میں نہ آنے کے باوجود کان کی راہوں سے رُوح کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر کر دل و دماغ کی گذرگاہوں میں "چراغاں" کر دیا۔ جہاں تک مری ذات کا تعلق ہے سحرِ نغمہ سے زیادہ، شاید نوجوان ترک خاتون کے قرب کے اعجاز کو اس میں دخل تھا۔" غالب نے شاید کسی ایسے ہی ماحول سے دوچار ہو کر کہا تھا!

ساقی بہ جلوہ دشمنِ ایمان و آگہی
مطرب بہ نغمہ رہزنِ تمکین و ہوش ہے

"مصری دوستوں نے بھی نغمہ سرائی میں ملاحوں کے سُر سے سُر ملایا اور نَے نے بڑھتے بڑھتے کورس کی شکل اختیار کر لی۔ جس نے گرد و پیش کی فضا کو سرشاری و سرمستی سے شرابور کر دیا اور ایسا لگتا تھا کہ اس تختِ رواں کے پر لگ گئے ہیں اور اب یہ اڑنے ہی والا ہے۔"

"یادوں کے سائے" میں عتیق صاحب نے اپنے رومان کی آپ بیتی صفائی سے بیان کی ہے۔ مگر سنجیدگی کے ساتھ تہذیبی روایات اور اخلاقی قدروں کا لحاظ رکھ کر اپنے محققانہ اور ادیبانہ وقار کو قائم رکھا۔ کہیں بھی "یادوں کی برات" جیسی عریانی و فحاشی اور کم ظرفی کا شائبہ بھی نہیں۔

کتاب کا وہ حصہ خاص طور پر دلچسپ اور معلومات افزا ہے جس میں ہندوستانی لیڈروں سے ملاقاتوں اور گفتگو کا ذکر ہے۔ ہوا یہ کہ قاہرہ کے دوران قیام میں عتیق صاحب کو وہاں کے ممتاز رہنما عزام پاشا نے عرب لیگ کے ہندوستانی سکشن کے انچارج کا عہدہ پیش کیا اور عتیق صاحب نے برطانوی ملازمت سے استعفا دے کر یہ عہدہ قبول کر لیا جو یقیناً بہت اہم تھا اور ان کی صلاحیت کا اندازہ اور نظریات کی جانچ پڑتال کے بعد ہی ان کا انتخاب کیا گیا تھا۔ اس کے بعد جب بھی کوئی ہندوستانی لیڈر مصر گیا یا قاہرہ سے گذرا عتیق صاحب اس سے ملے جن سے پرانی واقفیت تھی ان سے اور کھل مل گئے، جن سے پہلی بار ملے ان کو بھی اپنے آزادانہ خیالات، سنجیدگی و متانت سے متاثر کیا۔

مسٹر جناح سے ان کی گفتگو مباحثانہ انداز میں ہوئی۔ پنڈت نہرو نے پورے اعتماد کے ساتھ ان کو صلاح و مشورہ میں بھی شریک کیا، سر آغا جیسی شخصیت نے اعتماد کے ساتھ اپنا پرائیویٹ اہم ترین خط نواب بھوپال کے نام عتیق صاحب کے ذریعہ ارسال کیا۔ نہرو، جناح ملاقاتیں ۱۹۴۶ء میں ہوئیں۔ جب لندن میں حکومت برطانیہ نے ایک کانفرنس بلائی تھی اس وقت ملک میں عبوری حکومت قائم تھی۔ نہرو، جناح، نواب زادہ لیاقت علی خاں۔ سر آغا خاں سر مہاراج سنگھ اور بہت سے دوسرے ممتاز رہنماؤں کے خیالات اور نظریات کے اتار چڑھاؤ کی کیفیت اور بعض ایسی معلومات کی طرف اشارہ ملتے ہیں جن سے واقفیت ہندوستانی سیاست اور تحریک جنگ آزادی پر لکھنے والوں یا اس سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم کے لیے نئی اور کار آمد ہونے میں کوئی شبہ

نہیں اگر صرف اسی پہلو سے دیکھا جائے تو کتاب کی افادیت مسلم ہے ۔

ادبی و تحقیقی عنوانات میں عتیقؔ صاحب کی وسعتِ مطالعہ، سلجھا ہوا اندازِ بیان، فکر کی گہرائی و گیرائی سے قطع نظر "یادوں کے سائے میں" موضوعات کا تنوع، شگفتگی سے لبریز افسانوی رنگ نظروں اور خشک موضوعات پر بھی زبان کی شگفتگی و تازگی کے غلبہ نے جاذبیت و دلکشی پیدا کردی ہے۔ ضمنی طور پر جا بجا بعض ادبی تحریکوں۔ ممتاز ادیبوں اور شاعروں کے ایسے حالات کا ذکر بھی ملتا ہے، جس سے عام طور پر کم لوگ واقف ہوں گے۔ بہر حال اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد پڑھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ "یادوں کے سائے" نے اس کے دل و دماغ پر اپنا عکس نہیں چھوڑا۔ امید ہے کہ اس کا دوسرا حصہ بھی جلد منظرِ عام پر آجائے گا۔

دیدہ زیب کتابت، حسنِ طباعت، نام کے مناسب حال سادہ و صوفیانہ سرورق کے لیے مکتبہ جامعہ نے جو معیاری روایت گزشتہ دو سال سے قائم کی ہے۔ اس کا اندازہ بھی "یادوں کے سائے" دیکھ کر ہو سکتا ہے۔ جس کے لیے مکتبہ یقیناً مستحق مبارکباد ہے۔

امیر حسن نورانی

جدید ترکی ادب کے ارکانِ ثلاثہ

مصنف: ضیاء الحسن فاروقی
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
قیمت: چار روپے

ہندوستان کی تہذیب، لباس اور کھانوں نے جن ممالک کا اثر قبول کیا ہے ان میں اگر سرِ فہرست نہیں تو دو ہی ایک ناموں کے بعد ترکی کا نام آتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اردو زبان اور اردو کے توسط سے ہندوستان کی دوسری زبانیں جس طرح ترکی زبان سے متاثر ہوئی ہیں اُن کے مظاہر آج بھی ہر ہر قدم پہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود جب ہم اردو کے علمی سرمایہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ وہ اردو زبان جس میں فرانسیسی ادب،

روسی ادب، انگریزی ادب، عربی ادب، فارسی ادب۔ ہندی ادب کی تاریخوں پر مستقل کتابیں ملتی ہیں۔ "ترکی ادب کی تاریخ" کے نام کی کسی کتاب تو کیا رسالہ سے بھی خالی ہے۔ صرف ڈاکٹر محمد عزیز کی "تاریخ دولتِ عثمانیہ" ڈاکٹر اکمل ایوبی کی کتاب "ترکی" انہی کے "اردو میں دخیل ترکی الفاظ" پر چند مقالے ڈاکٹر عنایت اللہ کا ایک مقالہ اور مولانا ریاست علی ندوی کا مقالہ "سرگذشتِ ادبِ ترکی" جو ایک عربی مقالہ کی تلخیص ہے اردو کے وسیع دامن میں جگہ پاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ ترکی افسانوں کے ترجمے بھی اردو میں ہوئے ہیں جن کے مترجم مشہور افسانہ نگار مرحوم سجاد حیدر یلدرم ہیں۔ تحریک خلافت کی یادگار کچھ رسالے ہیں جو خلافت اور ترکوں کے موضوع پر لکھے گئے ہیں جن میں سے دو رسالے خاصے اہم ہیں ایک مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کا نوشتہ ہے اور دوسرا مولوی ابوالحسنات ندوی مرحوم کا۔ ان متفرق کاموں کے علاوہ ترکی ادب پر ابھی تک اردو زبان میں کوئی قابلِ ذکر کام نہیں ہوا ہے اور اردو دنیا آج بھی ترکی کے قدیم وجدید شاعروں ادیبوں مفکروں اور دانشمندوں سے ناآشنا ہے۔ جن لوگوں سے واقفیت کے ہم مدعی ہیں ان کے بارے میں بھی ہمارا یہ حال ہے کہ ہماری معلومات تشنہ اور ناقص ہیں۔ مقام شکر ہے کہ اردو زبان کی اس کمی کو مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی نئی کتاب جدید ترکی ادب کے ارکانِ ثلاثہ بہت حد تک پورا کرتی ہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو امید ہے کہ جلد ہی ہماری زبان "ترکی ادب کی تاریخ" سے عزیز ہوگی۔

اس کتاب کے مصنف مشہور صاحب قلم، رسالہ جامعہ دہلی کے اڈیٹر جناب ضیاء الحسن فاروقی ہیں جو اسی طرح کے مفید علمی کاموں میں منہمک رہتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں فاروقی صاحب نے شناسی، نامق کمال اور ضیا پاشا کی حیات اور کارناموں سے اردو دنیا کو پہلی بار روشناس کرایا ہے۔ جدید ترکی ادب سے فاضل مصنف کی مراد آج کا ترکی ادب نہیں ہے بلکہ وہ ترکی ادب ہے جو سلطان عبدالمجید کے عہدِ حکومت میں رشید پاشا صدرِ اعظم کی پیہم

کوششوں کے بعد عالم وجود میں آیا۔ اس عہد میں یورپ کی بہترین نظموں کو ترکی قالب میں ڈھالنے کی کامیاب کوشش کی گئی جس کی وجہ سے ترکی ادبیات کا دامن نہ صرف وسیع ہوا بلکہ ترکی شاعروں کے سوچنے سمجھنے اور چیزوں کا تجزیہ کرنے کا انداز بھی بدلا اور ترکی شاعری ایک محدود دنیا سے نکل کر جہانِ بیکراں سے آشنا ہوئی۔

رشید پاشا کو سیاسی مشاغل گھیرے رہتے اس لیے انھوں نے ادبی انقلاب کی علم برداری عاکف پاشا کے سپرد کردی جنہوں نے اپنی انتھک محنت اور حسنِ تدبیر کی بدولت بہت جلد نوجوان ادیبوں اور شاعروں کا ایک ایسا گروہ تیار کرلیا جنہوں نے آگے چل کر ترکی ادبیات کی دنیا کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔

ان نوجوانوں میں سرِفہرست شناسی آفندی کا نام آتا ہے اور اس کتاب کا پہلا مقالہ انہی کے حیات اور کارناموں پر دلکش انداز میں روشنی ڈالتا ہے، شناسی شاعر بھی تھے اور ادیب بھی اور دو ذاتی اخبارات "احوال" اور "تصویرِ افکار" کے اڈیٹر بھی اسی کے ساتھ ساتھ وہ سیاسی مشاغل میں بھی منہمک رہتے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ وہ خود تو بہت اعلیٰ درجہ کا ادب نہ پیدا کرسکے لیکن اپنی تحریروں بالخصوص اپنے اخبارات کے ذریعہ ترکی ادب کی تطہیر کا فریضہ انجام دیتے رہے اور انہیں کی کوششوں کی وجہ سے ترکی زبان کو لفظی کرتب بازی اور دور از کار بدائع نگاری سے نجات ملی۔ فاضل مصنف نے ان کے حالات اور کارناموں کو اس فنکارانہ انداز سے قلم بند کیا ہے کہ مقالے کے آغاز سے اختتام تک قاری کی دلچسپی باقی رہتی ہے اور ان کی پوری کی پوری شخصیت نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔

" دوسرا مقالہ نامق کمال کی حیات اور کارناموں کا احاطہ کرتا ہے نامق کمال اگرچہ شناسی کے افکار سے بے حد متاثر ہیں لیکن شناسی کی سیاسی مشغولیات

کی وجہ سے ان کے ادب میں جو خامیاں رہ گئی تھیں۔ نامق کمال پر ان کا ہلکا سا بھی عکس نہیں پڑا۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یکسوئی کے ساتھ نظم و نثر میں ان خیالات و افکار کی عکاسی کرتے رہے جو شناسی کا منتہاد مقصود تھے۔ نامق کمال نے اپنی شاعری کی ابتدا کلاسیکی انداز سے کی تھی اور اس میں خاصی شہرت بھی حاصل کرلی تھی۔ مگر جب ان کی ملاقات شناسی سے ہوئی تو ان کا نقطۂ نگاہ بدل گیا۔ اور یورپین شاعری کی روح کو ترکی زبان کے قالب میں ڈھالنا شروع کیا اور بہت جلد اس باب خاص میں بھی انھوں نے مجتہد کا درجہ حاصل کرلیا۔ مگر اپنی سیماب افتاد طبع کی وجہ سے ارباب اقتدار سے ان کی بن نہ سکی، وہ بار بار جلا وطن کیے گئے۔ اس جلا وطنی کے زمانے میں بھی وہ جہاں رہے خدمت ادب سے غافل نہ رہے۔ اسی اثنا میں ان کو کئی بار ترکی آنے کا بھی موقع ملا مگر ارباب اقتدار سے ان کا اختلاف نہ ختم ہونا تھا نہ ہوا۔ بالآخر جلا وطنی ہی کے عالم میں انھوں نے اس جہانِ فانی کو خیر باد کہا۔ نامق کمال نے اپنے افکار و خیالات اور اچھوتے انداز بیان سے جس طرح جدید ترکی ادب کی آبیاری کی ہے وہ آج بھی لائق ستائش ہے اور جدید ترکی ادب آج بھی ان کے احسانات سے سبکدوش ہونے کی منزل میں نہیں آسکا ہے۔ جب تک نامق کمال کا تذکرہ نہ کیا جائے گا جدید ترکی ادب کی کوئی تاریخ مکمل نہ ہوگی۔

اس کتاب کا تیسرا اور آخری مقالہ ضیا پاشا کے سوانح اور کوائف سے بحث کرتا ہے ضیا پاشا کی شخصیت بڑی تہ در تہ تھی اور انھوں نے اپنی زندگی میں عروج و زوال دونوں ہی کا مشاہدہ کیا ان کا انتہائے عروج تو یہ تھا کہ انھوں نے محل سلطانی کے سکریٹری کے فرائض انجام دیے، اور وہیں رہکر فرانسیسی زبان سیکھی۔ لیکن جب ان کا ستارہ گردش میں آیا تو ان کو بھی جلاوطنی کی زندگی بسر کرنی پڑی اور اسی جلا وطنی کے زمانے میں وہ پیرس، لندن اور جنیوا کی خاک چھانتے رہے۔ اپنی آخری عمر میں ایک بار پھر ان کو حکومت

کی چاکری کرنی پڑی جبکہ ان کو شام کا گورنر بنا کر فذیرا اور پاشا کا مرتبہ دیا گیا۔ اپنے انتقال کے وقت ضیا پاشا اسی منصب پر فائز تھے۔ کہنے کو تو وہ دنیاوی اعزاز سے بہرہ مند تھے مگر ان کا ذہن ناآسودہ تھا کیونکہ ان کو جان بوجھ کر دارالحکومت کی علمی اور تہذیبی سرگرمیوں سے دور کر دیا گیا تھا۔ اسی ذہنی ناآسودگی کے عالم میں ان کا چراغ حیات چشم زدن میں گل ہو گیا۔

ضیا پاشا کے افکار اپنے تمام معاصرین کے افکار سے میل نہیں کھاتے کیونکہ ان کے یہاں ایک ایسا تضاد ملتا ہے جو غالباً بہت زیادہ سوچنے والوں کا خاصا ہے۔ ایک طرف تو وہ ترکوں کو جدید تر تہذیب سے آشنا کرا دینا چاہتے ہیں اور دوسری طرف وہ جب یہ دیکھتے ہیں کہ ترکوں کی تہذیب و تمدن پر فرانس کا اثر روز بڑھتا جا رہا ہے تو وہ کڑھتے بھی ہیں اور چاہتے ہیں کہ ترکوں کی اپنی جو انفرادیت رہی ہے وہ مجروح نہ ہونے پائے۔

ضیا پاشا کو نظم اور نثر دونوں پر قدرت حاصل تھی اور دونوں کے ذریعہ وہ زندگی بھر حریت اور آزادی رائے کے لیے لڑتے رہے۔ تبلیغی مزاج کے باوجود ان کے ادب میں جو توانائی اور دلکشی ہے اس نے ان کے نام کو ترکی ادبیات کی تاریخ میں زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔

ان تینوں مقالات کا انداز تحریر شبلی اسکول کے انداز تحریر سے بہت ملتا جلتا ہے جس میں نہ تو بیجا عبارت آرائی اور نہ ہی بے معنی رنگینی، بلکہ علمی وقار کے ساتھ صاف ستھری زبان اور دلکش انداز بیان میں اپنی پوری بات کہہ دی گئی ہے۔ انداز بیان کی یہی شگفتگی قاری کی دلچسپی کو شروع سے آخر تک برقرار رکھتی ہے۔ ان مقالات کے مطالعہ کے بعد جی چاہتا ہے کہ فاضل مصنف سے درخواست کی جائے کہ وہ "ترکی ادب کی تاریخ" لکھ ڈالیں تاکہ اردو دنیا اس ادب سے پوری طرح واقف ہو جائے جس کے بہت سے الفاظ ہماری زبان میں گھل مل کر اسی کا ایک جزو بن گئے ہیں۔

مکتبہ جامعہ نے اپنے روایتی انداز سے بڑی صاف ستھری کتاب شایع کی ہے کہیں کہیں پرسنین کی طباعت غلط ہوگئی ہے۔ جس کی اصلاح دوسرے اڈیشن میں ہوجانی چاہیے۔ موجودہ گرانی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب کی قیمت کم ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت پر مصنف اور ناشر دونوں مبارکباد کے مستحق ہیں۔

کبیر احمد جائسی

ایک معلم کی خودگذشت

مصنف: مبشر علی صدیقی

ملنے کا پتہ: مبشر علی صدیقی، گلی وحید بخش محلہ سوتھہ، بدایوں (یو پی)

قیمت: چھ روپے

مبشر علی صدیقی نے اپنی معلمانہ زندگی کے تجربات کو "ایک معلم کی خودگذشت" میں پیش کیا ہے۔ ویریندر پرشاد سکسینہ نے مصنف کے مختصر حالاتِ زندگی رقم کیے ہیں۔ معلم کے تجربات کی داستان، ہندوستان کے سامراجی نظام اور جمہوری نظام دونوں پر محیط ہے۔ سامراجی نظامِ تعلیم کی لعنت میں متعلم اور معلم دونوں گرفتار رہے ہیں۔ اساتذہ کے مشاہرہ کا تعین ان کی سندی لیاقت سے نہیں بلکہ گریڈ سے ہوتا ہے طلبہ کی تعلیمی زندگی کا فیصلہ تین گھنٹہ کے بوگس طریقۂ امتحان سے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سرکاری محکمۂ تعلیم میں ایم اے، بی ٹی اردو ٹیچر کو ۱۹۴۱ء میں چالیس روپے ماہانہ تنخواہ دی جاتی تھی مستزاد یہ کہ اردو ٹیچر اور ہندی ٹیچر کو ورناکیولر ٹیچر کہا جاتا تھا۔ شعبۂ تعلیم میں انگلش ٹیچر کو ان پر فوقیت حاصل تھی نیز محکمۂ تعلیم میں کرپشن بھی تھا۔

مصنف کو ۱۹۴۴ء میں جھانسی سے اپنا تبادلہ ہائی اسکول ہاتھرس کو دستِ غیب کے سہارے کرانا پڑا تھا۔ مصنف کی زندگی میں ایک خوبی یہ رہی کہ انھوں نے کبھی اپنی اقتصادی زندگی کو رشوت کی رقم سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔ اس کی تلافی خدمتِ زبان و ادب سے کی گئی مثلاً ۱۹۴۳ء میں "ادبی مقالات" کو شاہ اینڈ کمپنی آگرہ نے شایع کیا اور تین ماہ بعد پانسو روپے کی پہلی قسط مصنف کو ادا کر دی۔

مبشّر علی صدیقی نے ایک معلّم کی حیثیت سے اپنے دائرۂ عمل کو درس و تدریس تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ تیس برس میں تنظیمی، انتظامی اور نگرانی کی مختلف ذمہ داریوں کو سنبھالا اور محدود وسائل میں اپنی صلاحیت کار اور اثر و رسوخ سے کم وقت میں ایسے کام بھی سرانجام دیے جو دوسروں کے لیے نمونہ بن سکے۔ اسکولوں اور کالجوں میں کھیل اور ادبی سرگرمیوں کو منظّم طریقے پر چلایا مثلاً بیت بازی، انتاکشری، مباحثے، مشاعرے اور کوئی سمیلن وغیرہ۔ ان سرگرمیوں کی یادداشت بھی محفوظ رکھی چنانچہ اس کتاب میں مشاعروں اور کوئی سمیلن کا ذکر تفصیل کے ساتھ ملتا ہے۔ نمایندہ شاعروں کا انتخاب کلام بھی درج ہے۔ معلّم کو اس کارگزاری کا صلہ بھی ملا۔ طلبہ میں عظمت، ساتھیوں میں قدر، افسران میں نیک نامی اور پبلک میں معلّم کی سماجی اہمیت قائم رہی۔ انھوں نے درس و تدریس میں اشعار کی مدد سے کام لیا اور یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا۔ معلّم کی نظر اصولِ تعلیم اور طریقۂ تعلیم پر بھی مرکوز رہی وہ آگرے میں ریفریشر کورس کے انچارج بنائے گئے تو ساتھیوں کی بھل انگاری کے باوجود نصاب کی تدوین کی۔ بیسک ریڈروں کی ناکامی کا ذمہ دار دیہی اسکول کے اساتذہ کو قرار دیا اسی کے ساتھ اساتذہ کی اس حق تلفی کو بھی محسوس کیا کہ ان کو چپراسی سے بھی کم گریڈ ملتا تھا۔ میونسپل بورڈ اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے پرائمری اسکولوں میں تعلیمی معیار ۱۹۴۰ء سے ۱۹۷۳ء تک بتدریج روبزوال رہا۔

مصنّف نے بنیادی طریقۂ تعلیم، مدرسۂ عمل، جدید نظریۂ تعلیم جس میں بچّے کا نفسیاتی مطالعہ، بچّے کی شخصیت اور تجربہ کی کسوٹی وغیرہ امور شامل ہیں ان پر غور و فکر اور صفائی سے اظہارِ خیال کیا ہے۔

• موجودہ نصاب اردو پر تنقید کی ہے۔ نئے نصاب کا خاکہ پیش کیا ہے۔ انٹرمیڈیٹ تک تعلیم کی چاروں منزلوں کے لیے ایک مربوط نصاب کی سفارش کی ہے۔ اسی کے ساتھ اردو اساتذہ کی ٹریننگ اور ریفریشر کورس کا مشورہ دیا ہے۔

مبشّر علی صدیقی نے ایک کامیاب معلّم کی مصروف زندگی گزارتے ہوئے

بھی اخبار و رسائل میں مستقل طور پر مضامین لکھے۔ تعلیمی اور ادبی موضوعات پر کتابیں شائع کیں اور اب ملازمت کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے پر خدمتِ قلم کا فیض جاری ہے۔ مصنف کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ بدایوں کے اہلِ قلم کا ذکر اپنی تحریروں میں کرتے رہتے ہیں اس حوصلہ افزائی سے مصنف کی وسعتِ قلب اور بلندیِ ذہن کا سراغ بھی ملتا ہے۔

"ایک معلّم کی خود گذشت" نہ صرف معلّمین اور ادبا کے لیے کارآمد ہے بلکہ دوسرے اداروں کے ناسازگار حالات میں زندگی کو شاداب بنانے کے آرزومند افراد کے لیے بھی سبق آموز ہے۔ اس لیے کہ مصنّف نے یو پی گورنمنٹ کے محکمۂ تعلیم میں اردو ٹیچر کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کرکے انٹرمیڈیٹ کالج کے پرنسپل کا عہدہ پایا۔ یہ کامیابی نامساعد حالات میں جد و جہد کی مرہونِ منّت تھی۔

کتاب اچھی چھپی ہے۔ مصنّف کی عالیہ صحت مندی کی تصویر بھی شاملِ اشاعت ہے۔ (ڈاکٹر) سیفی پریمی

ہوا کے دوش پر

مصنّف: غلام ربانی تاباںؔ

پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

قیمت: پانچ روپے پچاس پیسے

تاباںؔ صاحب بلاشبہ ہمارے ایک نہایت مقبول و معروف شاعر ہیں۔ اُنھوں نے گیسوئے غزل سنوارنے میں اپنی اور غزل دونوں کی آبرو بڑھائی ہے "ہوا کے دوش پر" اُن ہی کی تخلیق ہے۔ لیکن وہ کوئی شعری مجموعہ نہیں ہے بلکہ اُن کی تحریروں پر مشتمل کتاب ہے۔ اُس میں میری پسندیدہ "غزل" کے زیرِ عنوان قلی قطب شاہ، سراجؔ اورنگ آبادی، مرزا رفیع سوداؔ، خواجہ میر دردؔ اور نواب مرزا خاں داغؔ کی ایک ایک غزل پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے "ہمارا کلاسیکی سرمایہ" کے تحت قصّۂ مہر افروز و دلبر، نو طرزِ مرصع، قصّۂ حاتم طائی، فسانۂ عجائب،

جو تقدیر پہ لکھاریوں اور محمد قلی قطب شاہ، ولی دکنی، میر تقی میر، غلام ہمدانی، مصحفی، مرزا اسد اللہ خاں غالب، خواجہ الطاف حسین حالی پر فیچر موجود ہیں۔ ان سب کے بارے میں انھوں نے اپنے مختصر پیش لفظ میں یوں کہا ہے۔

"یہ کتاب میری اُن ریڈیائی تقریروں اور خاکوں پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً دہلی اسٹیشن کی اُردو مجلس اور سروس سے نشر ہوتے رہے ہیں۔ مجھے اِن تحریروں کے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں۔ نہ انھیں تنقید کہا جا سکتا ہے نہ تحقیق۔ تقریر اور خاکے لکھتے وقت میرے پیش نظر عام ریڈیو سننے والے تھے۔"

اس طور اس کتاب کے نام کی معنویت بھی واضح ہو جاتی ہے اور یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ ایسی صورت میں لکھنے والے کو کس قدر پابند رہنا پڑا ہوگا۔ تاہم 'ہوا کے دوش پر' جو کچھ کہا گیا ہے، وہ ہوائی نہیں ہے۔ اس میں نہ ادعائی انداز ہے اور نہ عطائی پن بلکہ ثبوت، حوالے اور استدلال کی راہ اختیار کی گئی ہے نیز اس کے اندر لہجے کی متانت۔ عبارت کی سادگی اور خیال کی صفائی بھی موجود ہے۔ تاباںؔ صاحب کے فیچر نہ صرف اپنا الگ انداز رکھتے ہیں۔ بلکہ تقاریر کے مقابلہ میں انھیں یہاں قدرے تفصیل سے بات کہنے کا موقع بھی ملا ہے۔ مجھے مصحفیؔ پر اُن کا فیچر سب سے زیادہ پسند آیا اور غالبؔ کے بارے میں ان کا فیچر اپنے اختصار کی بنا پر بھرپور تاثر قائم کرنے میں کامیاب نظر آتا ہے۔

یہ بہت اچھا ہوا کہ جو کچھ ہوا کے دوش پر کہا گیا تھا وہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر محفوظ ہو گیا اور اس سے کماحقہ، استفادہ حاصل کیا جا سکے گا۔ کتاب کی کتابت و طباعت صاف ستھری ہے لیکن فہرست غائب ہے۔

میدانِ نثر میں تاباںؔ صاحب کی یہ پہلی کاوش نہیں ہے اِس زمانے میں انھوں نے کئی اہم کتابوں کا انگریزی سے اُردو میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ گویا مکتبہ جامعہ کے جنرل منیجر کے عہدے کی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہونے کے بعد انھوں نے صرف فراغت کے مزے نہیں اٹھائے ہیں بلکہ برابر قلم بدست ہیں۔ اگرچہ اِما

زمانے میں ان سے نہیں بلند پایہ غزلیں بھی مل جائیں۔ تاہم غزل کے شیدائیوں کی طرف سے ان کی خدمت میں اتنا کہنا ہے کہ آپ کی نثر نوازی بجا سہی۔ لیکن یہ مزید یاد رکھیں کہ " ہم جس پہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور"

عبداللہ ولی بخش قادری

مصنف: تصدیق سہاروی

بحث و تکرار

ملنے کا پتہ : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

قیمت :۔ چھ روپے

ذاتی چپقلشوں، معاصرانہ چشمکوں اور سطحی نظریاتی جنگوں سے قطع نظر ادبی مباحث کی افادیت مسلم ہے۔ جب مختلف مکاتب خیال کے ذہن ایک جگہ جمع ہوں اور سنجیدگی سے کسی مسئلہ پر بحث کریں تو یقیناً سوچ کی نئی نئی کھڑکیاں کھلنے لگتی ہیں۔

غالباً اس افادیت کے پیشِ نظر بعض ادب نواز حضرات نے یہ محسوس کیا ہوگا کہ ان ادبی مباحث کی مربوط رپورٹیں تیار کی جائیں اور انھیں شایع کروایا جائے۔ تاکہ اہلِ ذوق ان مباحث سے کچھ کام کی باتیں بھی اخذ کر سکیں۔

اب تو رپورتاژ ایک مستقل فن کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

'بحث و تکرار' بھی ایسے ہی رپورتاژوں کا ایک مجموعہ ہے۔ جس میں تصدیق سہاوری (مرحوم) کے نو رپورتاژ شامل ہیں۔ (دسواں اور آخری رپورتاژ خود مرحوم کے تعزیتی جلسے کی روداد ہے۔ جسے یعقوب راہی نے تحریر کیا ہے۔)

ارباب ذوق کا خیال ہے کہ بمبئی شہر کی فضا خالص ادبی سرگرمیوں کے لیے سخت مضر ہے۔ مگر ان رپورتاژوں کے مطالعے کے بعد اس خیال کی نفی ہو جاتی ہے کہ بمبئی جیسے میکانیکی اور کمرشلائزڈ شہر میں بھی کچھ ایسے اہلِ نظر موجود ہیں جنھوں نے ابھی اپنے متاعِ ذہن و دل کو اس کے مضرت رساں اثرات سے بچائے رکھا ہے۔

ان ادبی نشستوں کے مباحث سے ایسا نہیں لگتا کہ یہ کسی خاص مکتب فکر کی ترجمانی یا تبلیغ کے لیے منعقد کی جاتی رہی ہیں بلکہ ان کا انداز چند اہلِ ادب اور صاحب ذوق حضرات کے درمیان ایک 'بے تکلفانہ 'گفتگو کا سا ہے جس میں خالص ادبی موضوعات زیرِ بحث رہے ہیں۔ ان نشستوں کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ ان میں پروفیسر احتشام حسین (مرحوم) ڈاکٹر ظ۔ انصاری۔ ڈاکٹر اعجاز حسین، پروفیسر عالی جعفری۔ فضیل جعفری، اختر الایمان۔ جاں نثار اختر، عصمت چغتائی، قاضی سلیم، باقر مہدی، عزیز قیسی اور یوسف ناظم جیسے معتبر ادیبوں اور شاعروں نے شرکت کی۔ اور باہمی نظریاتی اختلاف یا اپنے اپنے ادبی مقام وعمر سے قطع نظر کھلے دل سے ان مباحث میں حصّہ لیا۔

ان نشستوں میں شریک ہونے والے ادیبوں اور شاعروں کی اکثریت ترقی پسند نظریئے کے ماننے والوں اور 'جدیدیت' کے ہمنواؤں پر مشتمل نظر آتی ہے۔ لہذا بیشتر نشستوں میں یہی دو موضوع بار بار زیرِ بحث آئے ہیں۔ تاہم تنقید، شاعری افسانہ اور سوانح عمری پر بھی کافی وقیع اور مبسوط باتیں کی گئی ہیں۔

ان نشستوں کا ایک کمزور پہلو یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر نشستیں 'ڈرائنگ روم' کی نشستیں ہیں۔ ڈرائنگ روم کی نشستیں کتنی ہی وقیع اور علمی کیوں نہ ہوں، ان کی کوئی 'عوامی حیثیت' نہیں ہوتی۔ کیوں کہ یہاں ادیب کا اپنے قاری یا سامع سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

کتاب کے مطالعے سے لگتا ہے۔ مرتب نے ایک خاص لگاؤ اور لگن سے ان مباحث کو ترتیب دیا ہے۔ ہر رپورتاژ میں نشستوں کی ادبی فضا کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے اور بحث کے ہر پہلو پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے چونکہ تصدیق سہاوری (مرحوم) ایک بہت اچھے صحافی بھی رہ چکے ہیں۔ اس لیے رپورٹنگ، ان کی ہابی بھی تھی اور پیشہ بھی۔ زیرِ نظر کتاب کے رپورتاژ

اُن کے قلم کی مشاقی کا بہترین نمونہ ہیں۔ اس کتاب کی افادیت اور بڑھ جاتی اگر ان تحلیقات کو بھی اس میں شامل کر دیا جاتا جن پر ان نشستوں پر بحث ہوئی۔ اس سے قاری کو بھی بحث کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں پر غور کرنے کا موقع مل سکتا تھا۔

کتابت عمدہ ہے۔ ٹائٹل بھی اچھا ہے۔ مگر طباعت اور صفائی پر مزید توجہ کی ضرورت تھی۔ ضخامت کے اعتبار سے چھ روپے قیمت زیادہ ہے۔ مگر کتاب کی ادبی افادیت و اہمیت کے پیش نظر قیمت ایسی زیادہ بھی نہیں لگتی

سلام بن رزاق

صالحہ عابد حسین بحیثیت ناول نگار

مصنف :۔ نزہت فاطمہ
ناشر :۔ مصنفہ ۲۳۔ فرنگی محل، لکھنؤ
قیمت :۔ پانچ روپے

صالحہ عابد حسین اُردو کی مشہور ادیبہ اور ممتاز ناول نگار ہیں۔ اس دور میں جن ادیبوں نے متوسط طبقے کی تہذیبی زندگی کی عکاسی کی ہے۔ ان میں صالحہ عابد حسین صاحبہ بھی شامل ہیں اور ان کی تحریریں اپنے دلکش اسلوب اور تعمیری و تہذیبی نقطۂ نظر کی حامل ہونے کی وجہ سے پہچانی جاتی ہیں۔ ان کی تحریروں میں ایک خاص قسم کی دردمندی اور تہذیبی فضا ملتی ہے۔ نزہت فاطمہ نے بیگم صالحہ عابد حسین صاحبہ کے ناولوں کا انتخاب کرکے اپنے مطالعہ کے نتائج کو اس کتاب میں پیش کر دیا ہے۔

اس کتاب میں مندرجہ ذیل ابواب ہیں (۱) سوانحی حالات، (۲) اُردو ناول نگاری کا جائزہ (۳) اردو ناول نگاری میں خواتین کا حصہ (۴) صالحہ عابد حسین بحیثیت ناول نگار (۵) صالحہ عابد حسین کا انداز بیان (۶) دیگر ادبی خدمات۔ میرے خیال میں دوسرا اور تیسرا باب غیر ضروری ہے ان کی جگہ صالحہ عابد حسین صاحب کی ناول نگاری کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کیا

جاتا تو بہتر تھا۔ چوتھے باب میں بیگم صالحہ عابد حسین صاحب کے ناولوں 'عذرا' (۱۹۴۰) اور میٔ ۱۹۴۶ء، آتش خاموش (فروری ۱۹۵۳ء) قطرے سے گہر ہونے تک (نومبر ۱۹۵۷ء) راہِ عمل (ستمبر ۱۹۶۳ء) یادوں کے چراغ (اگست ۱۹۶۶ء) پر جداگانہ بحث کی گئی ہے۔ "اپنی اپنی صلیب" اور الجھی ڈور کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب اگرچہ بیگم صالحہ عابد حسین صاحبہ کے ناولوں پر بھرپور کتاب نہیں ہے۔ پھر بھی اپنی بعض خوبیوں کی وجہ سے اس لائق ہے کہ اس کا مطالعہ کیا جائے۔ امید کہ آئندہ مصنّفہ اس کام کی تکمیل کے لیے وسیع پیمانے پر ادبی کام کریں گی۔ اور اپنے علمی مشاغل کو جاری رکھیں گی۔

(ڈاکٹر عنوان چشتی)

املا نامہ

مرتب: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی ۲۵

قیمت: ایک روپیہ

اردو ہر قوم اور ہر مذہب کی زبان ہے، ہندوستان کے ہر صوبے میں کم و بیش بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اس کا مقبولِ عوام ہونا اس کی زندگی کی ضمانت ہے۔ تاریخی حیثیت سے یہ محلوں اور خانقاہوں میں پروان چڑھنے والی زبان ہے۔ اسی نے دورِ غلامی میں ظلم و جور کی زنجیروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے استبداد کی سربفلک عمارتوں میں زلزلے پیدا کیے۔ اور ہر ظالم و جابر کے سر کو جھکا کر چھوڑا۔ انقلاب زندہ باد کا پرچم لیے ہوئے آگے بڑھی اور ملک کو شہنشاہیت کی مضبوط گرفت سے آزاد کرا دیا۔ مگر افسوس آزادی ملتے ہی لوگوں نے اس سے آنکھیں پھیر لیں اور اس کو مٹانے کے لیے دلفریب انداز اختیار کیے گئے۔ اس کی بنیادوں کو ختم کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔ اس کو اجاڑنے کی عجیب عجیب اسکیمیں سامنے آئیں اور اسے دفن کرنے کے لیے نئے نئے سامان پیدا کیے گئے۔ مگر وہ

مرزا کی لاڈلی، انیس و دبیر کی چہیتی۔ آزاد چکبست کی دلاری اپنی شیریں، لطافت و نزاکت اور جمال و کمال سے عوام کے دلوں میں اپنا گھر بنائے ہوئی اور یہ ثابت کر دیا کہ دلوں پر قبضہ کرنے کے بعد کوئی فنا نہیں ہو سکتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو برتاؤ اردو کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگر کسی دوسری زبان کے ساتھ اس کا آدھا سلوک کیا جاتا تو اتنے عرصے میں وہ کبھی کی ختم ہو چکی ہوتی اردو ہی وہ سخت جان زبان ہے۔ جس کے مٹانے والے خود مٹ گئے اور جو باقی ہیں وہ ناکامی کا منہ لیے بیٹھے ہیں۔

"ترقی اردو بورڈ" کا قیام اردو کے روشن مستقبل کی بشارت ہے۔ اس کے کارناموں کے پیش نظر یقین کیا جا سکتا ہے کہ اردو کو اس کا جائز مقام مل کر رہے گا۔ ترقی اردو بورڈ نے اردو کے سلسلے میں جو تعمیری اور ٹھوس اقدامات کیے ہیں۔ "املا کمیٹی" اسی کی ایک شاخ ہے۔ املا کمیٹی کی سفارشات املا نامہ کی صورت میں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ میں نے املا نامہ کو غور سے پڑھا ہے اور اصول سازی تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں جہاں مجھے اتفاق ہے اس حصہ کو چھوڑ دیا ہے لیکن جہاں مجھے اختلاف ہے یا کوئی بہتر صورت نظر آئی ہے اسے پیش کر رہا ہوں۔

الف

۱۔ اعلیٰ۔ ادنیٰ۔ اس قبیل کے الفاظ کے سلسلے میں املائی انتشار دور کرنے کے لیے جو تجویز سامنے آئی ہے کہ ان کو اصولی طور پر ایسے ہی لکھا جائے جیسے وہ بولے جاتے ہیں، بہتر ہے یہی اصول ہر جگہ ہونا چاہیے۔ رحمٰن، رحمان میں بھی اسی اصول پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

۲۔ دم بخود۔ شرمندۂ معنی۔ اب مندرجہ بالا اصول کے پیش نظر اس قسم

الفاظ کو ہم قافیہ نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن املا کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ "ان موقعوں پر اصول یہ ہونا چاہیئے کہ قافیے کی ضرورتوں کی پابندی کی جائے" ایسی صورت میں یہ اصول، اصول نمبر ۲ کو ختم کر رہا ہے، اور ایسا نہ ہونا چاہیئے لہٰذا شعرا کو چاہیئے کہ اِس اصول کو تسلیم کرتے ہوئے اس قسم کے قوافی کا استعمال نہ کریں۔ شعرائے سابق کے دور میں جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ کیونکہ اس وقت اِملا کے اصول مرتب نہیں ہوئے تھے اور اس دور میں املا کے اصول مرتب کیئے جا رہے ہیں۔

۴۔ "عیسیٰ۔ موسیٰ بطور نام مستعمل ہیں اصولاً ان کو بھی ایسے اور الفاظ کی طرح الف سے لکھنا چاہیئے۔ لیکن خاص نام ہونے کی بنا پر اگر ان کو قدیم چلن کی پیروی میں ی سے لکھا جائے تو اس کو بھی صحیح سمجھنا چاہیئے۔"

یہ بھی اصول شکنی کے مترادف ہے۔ جب اِس قبیل کے الفاظ کو جدید طریقے پر لکھنے کی سفارش کی جا رہی ہے تو پھر اگر کا کیا سوال؟ ان ناموں کو بھی نئے انداز سے لکھنا چاہیئے۔ اور اضافت میں بھی جدید طریقۂ نگارش کا عمل ہونا چاہیے۔ موسیٰ عمران۔ عیسیٰ دوراں کی جگہ موسائے عمراں اور عیسائے دوراں لکھنا چاہیے تاکہ اصول اصول رہے۔ ان ناموں کو بھی اسی طرح لکھنا چاہیے جس طرح وہ بولے جاتے ہیں۔ اگر قدیم چلن کی پیروی ی سے لکھا جائے اور اس کو صحیح سمجھا جائے تو وہی انتشار باقی رہے گا خصوصاً عربی کے اساتذہ اور طلاب ان الفاظ کو عادتاً ی سے لکھیں گے اور جب اردو کے اصول پر نظر جائے گی تو الف سے لکھیں گے، اور پھر یہ اصول کوئی اصول نہ رہے گا۔

۸، ۹ وہ الفاظ اور اسما جن کے درمیان الف مقصورہ آتا ہے ان کو الف ہی سے لکھنا بہتر ہے۔ رحمٰن، یٰسین۔ علیٰحدہ کو رحمان۔ یاسین۔ علاحدہ

لکھنا چاہیئے۔ اس طرح ایک مستحکم اصول متعین ہو جائے گا۔

"ز"

زرا۔ (تھوڑا اور قلیل) میرے خیال میں اس لفظ کو ذ سے لکھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ ذرّہ کی بگڑی ہوئی شکل معلوم ہوتی ہے۔

س ص

" س کے بعد جب ایک سے زیادہ حرف آئیں جن کو شوشے سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ دندانہ دار س کی بجائے کشش دار س بنایا جائے۔ یاسین سننا۔ کشمکش۔ شمس۔"

کشمکش۔ شمس۔ کشمش میں کوئی شوشے کا حرف نہیں ہے۔ اس لیے ان الفاظ کو کشمکش۔ شمش۔ کشمش لکھنے میں کیا قباحت ہے۔ دراصل اس قسم کے الفاظ میں حروف کا تعلق اِملا سے نہیں بلکہ حسنِ کتابت سے ہے۔ جس کو جو انداز پسند آتا ہے وہ لکھتا ہے۔

نون اور نون غنہ

"کسی لفظ میں نون ساکن کے بعد جب ب ہو تو نون کی آواز م سے بدل جاتی ہے۔ لکھنے میں نون ہی آتا ہے۔ لیکن پڑھا جاتا ہے جیسے گنبد۔ انبار۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اِس اصول کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ اگر عربی فارسی کا لفظ ہے تو اصل کی پیروی کی جائے اگر دیسی لفظ ہے تو م لکھا جائے۔"

یہاں بہتر یہ ہے کہ دیسی لفظ میں بھی عربی فارسی کے الفاظ کی تقلید کی جائے اور شہر انبالہ کو انبالہ لکھا جائے یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ ان الفاظ کو بھی ایسے ہی لکھا جائے جیسے وہ بولے جاتے ہیں۔ انبار کو امبار لکھا جائے۔ اس طرح ایک اصول قائم ہو جائے گا۔ میری نظر میں پہلی صورت بہتر ہے۔

نون غنہ

لفظ کے مادے یا مصدر میں جہاں نون غنہ ہے وہاں ماخوذ شکلوں میں کہیں تو نون غنہ لکھا جاتا ہے کہیں نہیں۔ مثلاً پھینکنا سے پھنکوانا میں تو نون غنہ ہے لیکن بانٹنا سے بٹنا یا بٹائی بغیر نون کے صحیح ہے۔ ایسی صورت میں اصول یہ ہونا چاہیے کہ معیاری تلفظ کی پیروی کی جائے یعنی ماخوذ لفظوں میں جہاں نون غنہ نہیں آیا وہاں تو نہ لکھا جائے۔ لیکن جہاں آتا ہے خواہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو وہاں ضرور لکھا جائے۔"

اس فرق کو ختم کرنے اور ایک اصول بنانے کے لیے بہتر یہ ہے کہ جہاں مصدر میں نون غنہ ہے لیکن ماخوذ شکلوں میں نون غنہ نہیں لکھا جاتا ہے وہاں مصدر سے نون غنہ کو ختم کر دیا جائے۔ اس طرح یکسانیت پیدا ہو جائے گی۔ میری نظر میں وہ مصادر جن کی ماخوذ شکلوں میں نون غنہ نہیں لکھا جاتا ان میں نون غنہ ہے ہی نہیں۔ بانٹنا۔ پونچھنا۔ جانچنا۔ چھانٹنا وغیرہ دراصل بغیر نون غنہ کے ہیں اور ان کو بغیر نون غنہ باٹنا۔ پوچھنا۔ جاچنا۔ چھاٹنا ہی لکھنا چاہیے۔

۷۔ مونچھ۔ میں مونچھ کو نون غنہ سے لکھنا بہتر سمجھتا ہوں۔ کیونکہ بنیادی لفظ میں نون غنہ موجود ہے۔ یہ لفظ منہ سے بنا ہے اور قدیم دور میں منہ کا املا واؤ کے ساتھ (موہنہ) ملتا ہے۔ چونکہ منہ میں نون غنہ ہے لہٰذا اس کو بھی نون غنہ سے لکھنا چاہیے۔

واؤ

۲۔ وہ الفاظ جن کی اصل میں واؤ موجود ہے جیسے لوہا۔ ان سے بننے والے لفظوں میں واؤ لکھنا چاہیے۔ لیکن وہ پڑھنے میں نہ آئے۔ یہ واؤ مثل واؤ معدولہ باقی رہنا چاہیے۔ لہٰذا لوہار لکھا جائے اور لہار پڑھا جائے۔

۳۔ نہ مال میں اصلاً واؤ موجود ہے اس لیے اس سے بننے والے لفظوں [redacted]

واؤ کا ہونا ضروری ہے۔ رومالی (رومال) لکھنا چاہیے۔

۴ - ہندوستان، ہندستان دونوں صحیح ہیں۔ عام تحریر میں "ہندستان" کو ترجیح دی جانی چاہیے۔"

بھی اصول ہے۔ یہ بھی صحیح وہ بھی صحیح...... ہندوستان میں اصلاً واؤ ہے اس کو ہندوستان ہی لکھنا چاہیے۔ اور اسی کو صحیح سمجھنا چاہیے۔

۶ - روپے۔ روپیا۔ اس لفظ کو اگر اصولاً روپا (واؤ معدولہ کے ساتھ) لکھا جائے تو دیگر شکلوں میں کوئی حرف تبدیل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی اور الجھن ختم ہو جائے گی۔

۷ - دوگانا۔ دگنا۔ گانہ فارسی میں عدد کے بعد تعین تعداد کے لیے لاتے ہیں اور گنا اردو میں عدد کے بعد تعین تعداد کے لیے لاتے ہیں۔ جیسے دوگنا۔ تین گنا چار گنا۔ لہذا اس کا املا دوگانہ اور دوگنا ہونا چاہیے۔ جس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ یہ بجائے خود ایک اصول ہے۔ دگنا دوگنا کا مخفف ہے۔ اسی طرح اس قسم کے اور الفاظ بھی بولے جاتے ہیں۔ جیسے اِگنا دگنا۔ تگنا۔ چوگنا وغیرہ۔

ہائے مختفی

دیسی الفاظ جو عربی فارسی کی تقلید میں ہ سے لکھے جاتے ہیں ان کو الف سے لکھنا (اگرچہ حسنِ کتابت ہ سے لکھنے میں ہے) بے شک درست ہے ان کو الف سے لکھنا چاہیے۔ مگر وہ الفاظ جن کے آخر میں ہ کی آواز پورے طور پر نمایاں ہے وہاں ہائے ملفوظی اور ہائے مختفی کی بحث بیکار ہے۔ یہ اعلانیہ طور پر ہائے ملفوظی ہے اور اس ہ کے نیچے شوشہ لگانے کی صورت نظر نہیں آتی۔ مثلاً میں شبہ اور قہقہہ میں ہائے ملفوظی اور ہائے مختفی کا اجتماع ہو گیا ہے۔ صرف اس قسم کے الفاظ میں شوشہ لگانا ضروری ہے۔

ہائے مخلوط

دیا جائے اور ان تمام لفظوں میں جہاں یہ آوازیں آئیں تلفظ کی پیروی میں ان کو ہائے مخلوط (یا ہائے دوچشمی) سے لکھنا چاہیے۔ جیسے گھر۔ بھول۔ مجھ۔ پڑھ۔ کھ۔
دہلی میں ہائے ملفوظی ہے اس کو ہائے دوچشمی سے (دھلی) لکھنا غلط ہے لیکن فیصلہ تو اس امر میں ہے کہ اس شہر کو دہلی لکھا جائے یا دلی میرے خیال میں دہلی لکھنا بہتر ہے۔

ہمزہ

۲۔ ہمزہ اور الف۔ "عربی کے متعدد مصادر معین اور مفرد الفاظ کے آخر میں اصلاً ہمزہ ہے۔ جیسے ابتداء حکماء۔ شعراء۔ علماء۔ فقراء وغیرہ اردو میں یہ لفظ الف سے بولے جاتے ہیں۔ لیکن ان کو ہمزہ ہی سے لکھنا چاہیے۔ تاکہ ان سے بنے ہوئے دیگر الفاظ میں الجھن پیدا نہ ہو اور قائم رہے۔

ابتداء سے ابتدائی تو صحیح ہے۔ لیکن ابتداء (بغیر ہمزہ) سے ابتدائی غلط ہو جائے گا۔ یا پھر اس کے لیے دوسرا اصول بنانا پڑے گا۔ جیسے آگے سفارش کی گئی ہے۔ "البتہ اگر ایسا لفظ ترکیب کا حصہ ہو تو ہمزہ کے ساتھ جوں کا توں لکھنا چاہیے" جیسے انشاء اللہ، ضیاء الدین، منشاء الرحمٰن وغیرہ

۳۔ عربی کے کئی الفاظ کے بیچ میں الف مفتوح ہے۔ عربی رسم کتابت کے برخلاف اردو میں ذیل کے الفاظ میں ہمزہ نہیں لکھا جائے گا:

جرات۔ تاثر۔ تاسف۔ متاثر۔ متاہل۔ تامل۔

یہی حال واؤ مفتوح کا ہے۔ ان الفاظ میں بھی ہمزہ نہیں لکھا جائے گا۔
مورخ۔ موثر۔ موذن۔ موکل۔ مونث

جہاں تک الف مفتوح کا تعلق ہے۔ ایک حد تک درست ہے کہ ہمزہ لکھی جائے۔ کیونکہ الف مفتوح کی آواز نمایاں ہے۔ اس لیے اس قسم کے الفاظ میں ہمزہ لکھنی چاہیے۔

ذیل کے الفاظ نون غنہ کے بعد واؤ ہے اس لیے ہمزہ نہیں لکھا جائے گا

پانو۔ چھانو۔ دانو۔ ٹھانو۔ مانو۔ گانو۔ (جمع گانوؤں)"

لیکن گانو کی جمع گانوؤں کیوں لکھی گئی ہے۔ یہ الفاظ جمع کی صورت میں بھی بغیر ہمزہ لکھنے چاہئیں

۷۔ ہمزہ اور ے " ذیل کے لفظ خفیف اعلان یا سے بولے جاتے ہیں یعنی ان میں ی کی حیثیت حرف کی نہیں بلکہ حرفِ صحیح کی سی ہے اس لیے ان کو بھی ہمزہ سے نہیں لکھنا چاہیے۔

پاے۔ چاے۔ گاے (جانور) راے۔ سراے۔ بجاے۔"

وہ الفاظ جن کے آخر میں ے آتی ہے (الف کے بعد) ان میں ے کی آواز کا اعلان ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہمزہ کا استعمال سکون کے ساتھ کیا جائے جب ہمزہ ساکن الف کے بعد آئے گی تب خفیف اعلانِ یا ہوگا۔ لہٰذا اس قسم کے الفاظ کو ہمزہ کے ساتھ لکھنا چاہیے۔

۸۔ آزمائش۔ آزمایش۔" فارسی کے وہ حاصلِ مصدر جن کے آخر میں ش ہوتا ہے۔ اگرچہ ان میں از روے اصل ی ہوتی ہے۔ لیکن تلفظ میں ی اور ہمزہ کی درمیانی آواز سنائی دیتی ہے۔ ان کو از روے اصل لکھا جائے تو ی سے صحیح ہیں لیکن از روئے تلفظ ہمزہ سے چنانچہ ایسے الفاظ کے دونوں اِملا کو صحیح مان لینا چاہیے۔"

جب ہر دو صورت میں اِس قسم کے الفاظ کو صحیح ماننے کی سفارش کی جارہی ہے تو پھر ان الفاظ کو از روے تلفظ ی سے کیوں لکھا جائے۔ تاکہ ایک اصول قائم ہو جائے۔ لہٰذا نمائش۔ آزمائش۔ نمائندگی لکھنا چاہیے اور یہی بہتر ہے۔

ہمزہ اور اضافت

"۲۔ اگر مضاف کے آخر میں الف یا واو ہے تو اضافت ے سے ظاہر کی جاتی ہے

ے ہمزہ کی قائم مقام ہے اس پر ہمزہ نہیں لگانا چاہیے۔
جیسے یہاں اختلاف ہے ہر جگہ ے کو ہمزہ کا قائم مقام سمجھنا غلطی ہے
دراصل ے ہمزہ کے اعلان کا ذریعہ ہے۔ ہمزہ اور ے کا استعمال اضافت کے لیے وہاں ضروری ہے جہاں واؤ سے ما قبل پیش ہو یا مضاف کے آخر میں الف ہو۔ ہمزہ اور ے دونوں کو لکھنا چاہیے۔

وہ الفاظ جن کے آخر میں واؤ ہے لیکن اس کے ما قبل زبر ہے وہاں اضافت حرف ے سے ظاہر کی جائے۔ جیسے پرتوے خیال وہ دو حرفی سے زیادہ الفاظ جن کے آخر میں واؤ ہے اور واؤ سے ما قبل کا حرف ساکن ہے۔ ان کی اضافت کسرے سے ظاہر ہونی چاہیے جیسے نحوِ تکلم، عضوِ بدن۔

اب اصول یہ ہوا کہ مضاف کے آخر میں اگر واؤ ہے تو اس کی ما قبل کی حرکت کو دیکھنا ہے۔ حرفِ ما قبل اگر مضموم ہے تو اضافت ہمزہ اور ے کے ساتھ آئے گی۔ گیسوئے دوست۔ اگر حرفِ ما قبل مفتوح ہے تو اضافت میں حرف ے کافی ہے۔ پرتوے خیال۔ اگر حرفِ ما قبل ساکن ہے تو زیر کے ساتھ اضافت کا اظہار ہونا چاہیے۔ جزوِ بیاں

۳۔ ۱۔ ہمزہ اور ے اضافت کے تحت سفارش ۲ کے اصول کے مطابق ۳ میں پرتوے خیال کا املا غلط ہو جا رہا ہے ۲ کے مطابق اس کو پرتوے خیال لکھنا چاہیے تھا۔

۲۔ ہمزہ اور الف کے تحت سفارش کی گئی ہے کہ جن اسماء اور مصادر کے آخر میں ہمزہ ہے وہاں ہمزہ نہ لکھنی چاہیے لیکن ۳ میں رعنائیِ خیال کے لیے لکھا ہے کہ اضافت تو کسرے سے ہوتی ہے۔ ہمزہ رعنائی میں پہلے سے موجود تھا۔ جب ہمزہ کو ختم کرنے کی سفارش کی گئی ہے تو ہمزہ یہاں بھی ختم ہونا چاہیے تھی۔ ایسی صورت میں رعنائی کو رعنائی لکھنا چاہیے تھا۔

۱۰ - ہمزہ اور واو عطف

"عطف کے واؤ پر کسی صورت میں ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے۔"

یہاں مجھے اختلاف ہے زندگی و موت اور گل و بلبل میں تو ہمزہ کا نہ ہونا درست اور صحیح ہے کیونکہ یہاں واؤ عطف اپنے ما قبل کے حرف سے ملا ہوا ہے لیکن دوسرے مقامات پر واؤ عطف کا اظہار کس طرح کیا جائے اور واؤ کو کیسے پڑھا جائے۔ آیا واؤ کا اعلان زبر سے ہو یا پیش سے دونوں صورتوں میں دونوں لفظ جدا ہو جاتے ہیں۔ (اس سے بہتر تو یہ ہے کہ واؤ کی جگہ اور لکھا جائے)

یہاں اصول یہ ہونا چاہیے کہ اگر واؤ عطف سے ما قبل ہائے ہوز یا ئے دراز الف ہو تو واؤ عطف پر ہمزہ لگانی چاہیے۔

لفظوں میں فاصلہ اور لفظوں کو ملا کر لکھنا

ج "مرکب لفظ جو دو یا زیادہ لفظوں سے بنے ہوں آپس میں ملا کر نہ لکھے جائیں۔" آگے ۲ میں تحریر ہے۔" وہ مرکبات جو مفرد لفظ کا درجہ حاصل کر چکے ہیں ان کو توڑ کر نہ لکھا جائے۔"

۵ ہمزہ کو ختم کرنے کی سفارش نہیں کی گئی (ادارہ)

دراصل ج اور ۲ کے الفاظ ایک ہی قسم کے ہیں۔ ج کے الفاظ (گل کاری آج کل، شاہ جہاں آباد۔ خوب صورت) بھی مفرد الفاظ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان کو بھی توڑ کر نہ لکھنا چاہیے۔ اس سلسلے میں اصول یہ ہونا چاہیے کہ فارسی مرکبات ملا کر لکھے جائیں اور اردو مرکبات توڑ کر لکھے جائیں۔ مثلاً فارسی مرکبات خوبصورت شاہجہاں آباد۔ گلکاری۔ ستمگر۔ ہمیشہ۔ ہر رنگ۔ گلبدن۔ گلدستہ اردو مرکبات۔ آج کل۔ دل لگی۔ پھل کاری۔ بے پر۔ ان جان۔ ان گھڑ۔ ان پڑھ

۶۔ انگریزی اور دوسری زبانوں کے الفاظ کے صوتی جوڑوں کو جہاں تک ہو سکے [illegible]

الگ لکھنا چاہیے۔ یونی ورسٹی۔ گل کرسٹ۔ کان فرنس۔ پارلی منٹ۔ انس ٹی ٹیوٹ۔ اِن نارمل۔ ٹیلی فون۔ اٹامک۔ البتہ جو رواج میں آچکے ہیں ان کو جوں کا توں لکھنا چاہیے۔

ریڈیو۔ انسپکٹر۔ ڈاکٹر۔ مسٹر۔ مسز۔ اسٹیشن :

مجھے سفارش ہا سے اختلاف ہے کہ انگریزی کے صوتی ٹکڑوں کو جہاں تک ہوسکے الگ الگ لکھنا چاہیے البتہ جو رواج میں آچکے ہیں ان کو جوں کا توں لکھنا چاہیے۔ کیا یونیورسٹی، کانفرنس، ٹیلیفون وغیرہ اردو میں مروّج نہیں ہیں بالفرض اگر آج مروّج نہیں ہیں تو کیا کل بھی ان کا رواج نہ ہوگا۔

میرے خیال میں ان الفاظ کو ملا کر لکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ مرکبات مفرد کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔

جرار چھولسی

زیرِ لب

مصنفہ: صفیہ اختر

ناشر: ادارہ ادب و زندگی بمبئی ۸

قیمت: چار روپے

"زیرِ لب" صفیہ اختر مرحومہ کے خطوط کا مجموعہ پہلی مرتبہ ۱۹۵۴ء میں ادارۂ ادب و زندگی، آرکیڈ ما بلڈنگ۔ بائیکلہ بمبئی ۸ نے شایع کیا تھا۔ کتاب مجلد ہے صفحات کی تعداد ۳۱۸ ہے اور ۱۹۵۴ء کے دیکھتے ہوئے اس کی قیمت چار روپے مناسب ہے۔

صفیہ اختر کے خطوط کا یہ مجموعہ ان خطوط پر مشتمل ہے جو انھوں نے اپنے شوہر جاں نثار اختر کے نام ۲۲۔ دسمبر ۱۹۴۹ء سے ۲۹۔ دسمبر ۱۹۵۲ء تک لکھے تھے۔ وہ بعد میں "حرفِ آشنا" کے نام سے شایع ہوئے "حرفِ آشنا" کا تعارف بیگم فاطمہ زبیر نے لکھا تھا اور "زیرِ لب" میں تعارف کے طور پر ابتدا

میں رضیہ سجاد ظہیر اور کرشن چندر کے خطوط شایع کیے گیے ہیں۔ "زیر لب" کے آخر میں کرشن چندر کے مشورہ کے مطابق جاں نثار اختر کی نظم "خاکِ دل" بھی شایع کی گئی ہے جو انھوں نے صفیہ کی موت پر لکھی تھی۔ اس کتاب پر متعدد رسائل میں تبصرے شایع ہو چکے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ "نقوشِ زنداں" کے بعد اس نوعیت کا اُردو میں یہ دوسرا مجموعہ ہے۔ ان خطوط کی تعداد ایک سو سے اوپر ہے اور یہ تین سال کے عرصہ میں لکھے گئے ہیں۔ ان خطوط کی حیثیت یوں تو نجی خطوط کی سی ہے۔ مگر اس دور کی ترقی پسند ادب کی تاریخ میں ان کی اہمیت ہے۔ اس عہد کے سماجی روابط کو سمجھنے میں اِن سے مدد ملتی ہے۔ ایک رواں دواں طرزِ تحریر کے علاوہ ان خطوط میں ہمیں اکثر جگہ چھپی ہوئی ادبی چنگاریاں مل جاتی ہیں۔ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۲ء تک کا زمانہ تعلیم کے بعد کا زمانہ ہے۔ جب نئی قدریں پرانی قدروں کی جگہ لے رہی تھیں۔ اور جاں نثار اختر گوالیار کی ملازمت ترک کرکے بھوپال کے حمیدیہ ڈگری کالج میں صدر شعبہ اُردو ہو گئے تھے اور صفیہ اختر اسی شعبہ میں لیکچرار تھیں۔ ریاستیں ختم کی جا رہی تھیں اور بھوپال کی تاریخ میں زلزلے کے سے جھٹکے محسوس ہو رہے تھے اقتصادی اور معاشی حیثیت سے بھی حالت کچھ بہتر نہ تھی۔ راشننگ اور کنٹرول کا دور دورہ تھا۔ جاں نثار اختر کو بعض سیاسی وجوہات کی بنا پر بہت جلد بھوپال چھوڑ دینا پڑا۔ اس مجموعہ میں کئی خط اس کے متعلق ہیں۔ چنانچہ پہلے ہی خط کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

"عزیز اختر — شدید انتظار کے بعد خط ملا۔ استعفیٰ میں آج پرنسپل کے پاس نہ پہونچا سکی۔ وہ جا چکے تھے۔ کل صبح لیجاؤں گی۔ تم نے استعفیٰ دیدیا، اچھا کیا۔ ایک طویل ذہنی کشمکش کا خاتمہ یونہی ممکن تھا۔ اگرچہ دوسری طرف بھوپال کی زندگی کی سہولتیں اور کالج کی ملازمت کشش انگیز تھی۔ میری طبیعت کی کمزوری سمجھو یا کچھ بھی، میرے لیے یہ فیصلہ مشکل

ہوتا۔ بہر حال تم نے اپنے عزم کا ثبوت دیا اور سچ جانو، میں تمھاری فوقیت کے احساس سے سر جھکا دینے پر تیار ہوں"۔ پرنسپل صاحب اس بات پر تیار نہیں ہیں کہ جاں نثار اختر کا استعفیٰ منظور کیا جائے۔ اس لئے دوسرے خط میں صفیہ لکھتی ہے " میں نے تمہارا استعفیٰ نوشہ علی صاحب (پروفیسر حمیدیہ کالج بھوپال) کو صبح ہی بلا کر دیا اور ان سے کہا کہ وہ اسے پرنسپل تک پہونچا دیں۔ میری ہمت کچھ ناکام سی ہوئی۔ حسب توقع پرنسپل نے مجھے بلایا اور ڈیڑھ گھنٹے تک سمجھاتا رہا۔ اس نے کہا کہ وہ کسی قیمت پر تمھیں ہاتھ سے دینے کو تیار نہیں ہے اور زبردستی اس نے مجھ سے انتیس تک کی چھٹی کی درخواست دلوا دی۔ اور استعفیٰ نوشہ صاحب ہی کے پاس رکھ دیا۔ مجھے ہدایت کی کہ میں ٹرنک کال کر دوں اور واپس آجانے کو کہوں بہر حال یہ تھی داستان' اب تم کیا سوچتے ہو اختر؟" لیکن آخر کار پرنسپل کو استعفیٰ منظور کرنا پڑا۔ اور جاں نثار اختر بمبئی میں مقیم ہو گئے۔ لیکن بھوپال کی انجمن ترقی پسند مصنفین کا خیال بار بار آتا رہا۔

صفیہ اس کے متعلق لکھتی رہی " انجمن کا الیکشن اکتیس پر ملتوی رہا۔ خود اپنی ہی انجمن سے صہبا، رشدی، وجدی سب نے استعفے پیش کر دیئے"۔ جاں نثار اختر کے یکایک بمبئی جانے سے کچھ اخباروں نے یہ خبر شہر کی کہ میاں بیوی کے درمیان تعلقات خراب ہو جانے کی وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہوئی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں صفیہ ایک خط میں لکھتی ہے " دوسری طرف سارے شہر میں اس خبر کی بڑی طرح رسوائی ہو چکی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ "ندیم" اس خبر کو دو بار مختلف طریقوں سے چھاپ چکا ہے بعض لوگ سوچتے ہیں کہ غالباً میرے تمھارے درمیان اَن بن ہو گئی ہے۔ غرضکہ جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ تمھاری ہنگامہ پسندی کی تسکین کا موقع ...

کیا ہو سکتا تھا۔ اختر تمہاری محبت کی آنچ مجھے تو کندن ہی بنا کر چھوڑے گی۔ کردار کی پختگی کے سبق مجھے ملتے رہنے دو۔"

صفیہ اور اختر کی محبت ان خطوط کے پڑھنے سے واضح ہوتی ہے کہ ( ) قسم کی ہے اور اس میں ٹھہراؤ نہیں۔ اگر صفیہ کچھ دنوں اور زندہ رہتی تو معلوم نہیں کہ نقطۂ عروج ( ) کہاں جا کر ہوتا۔ وہ اختر کی ہستی میں خود کو ضم کرنا چاہتی ہے۔ ایک اور خط میں لکھتی ہے: "تمہاری تصویر، تمہاری ادائیں، تمہارا انداز، تمہاری معصومیت، یہ سب میرا سرمایہ بن چکی ہیں دوست۔ تم خود کو مجھ سے بچا کر کیسے لے جاؤ گے؟ تمہاری زندہ، جیتی جاگتی، بڑھتی ہوئی تصویریں وہ جتنی تمہاری ہیں اسی قدر میری بھی ہیں۔ ہماری محبت میں جمود نہیں، تسلسل ہے رکاوٹ نہیں، حرکت ہے۔ وہ بڑھ رہی ہے اور بڑھے گی۔"

انگریزی کے مشہور شاعر ولیم کوپر ( ) نے اپنے ایک عزیز کے خط کے متعلق کہا تھا: "مجھے تمہارا خط جب ملتا ہے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں اور تم آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔" غالب نے اپنی خطوط نویسی کے متعلق کچھ اس قسم کا اظہار خیال کیا تھا۔ "میں نے مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے۔ ہزار کوس سے بزبانِ قلم باتیں کیا کرو۔ ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔" طرزِ نگارش کی خوبی کے علاوہ سماجی اور اقتصادی رجحانات ان خطوط میں اکثر جگہ ملتے ہیں۔ ایک ادبی شان شروع سے آخر تک قائم ہے۔ مزاح و طنز کے ہلکے ہلکے چھینٹوں سے یہ نقوش اور گہرے ہو گئے ہیں۔ دوستوں کی ہمدردی، سماج کی ناقدری اور ہار ہو جانے پر بھی ہار نہ ماننے کی کشمکش جگہ جگہ ان خطوط میں ملتی ہے۔ چنانچہ "زیرِ لب" کے گرد پوش کے صفحہ اوّل پر جو اقتباس درج ہے: "ہمیں معلوم تو ہے کہ ذمہ داری کس کی ہے

اپنے بس نہیں تو اپنے بچوں کے لیے اس دشمن کو ضرور راستے سے ہٹانا ہے
اس لڑائی سے کبھی دستبردار نہ ہوں گی، تم بھی اپنے راستے پر اٹل رہو،
ساتھی" اولیس اور جادو ان کے دو لڑکے ہیں۔ تقریباً ہر ایک خط میں ان کا کچھ
نہ کچھ ذکر ہے۔ اور ہونا بھی چاہیے تھا۔ ان کی باتیں، ان کی ضدیں، ان کی
بیماری، ان کے کھیل اور ان کا باپ کو یاد کرنا گویا ان خطوط کے بکھرے ہوئے
موتی ہیں۔ بچوں کی یہی بعض باتیں کتنی دلچسپ ہوتی ہیں۔ خط کا ایک ٹکڑا ملاحظہ
ہو:" جادو کی انقلاب پسندی اپنے عروج پر ہے۔ نوراللہ صاحب پرو وائس
چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے انھوں نے باقاعدہ ایشیا، روس اور اسٹالن
کی باتیں کر ڈالیں۔ چنانچہ نوراللہ صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ اسے انقلابی بچوں
کے ساتھ تو آپ کو بمبئی کو گورنمنٹ میں ملازمت ملنے کا کوئی امکان نہیں ہے"
صفیہ کے یہ تین سال مسلسل بیماری میں گذرے۔ یکم مئی ۱۹۵۲ء کو وہ ایسی
لکھنؤ آئی کہ پھر بھوپال جانا نہ ہو سکا۔ چنانچہ اس مجموعہ میں بھوپال سے لکھا ہوا
آخری خط ۲۶۔ اپریل ۱۹۵۲ء کا ہے انتہائی بیماری کی حالت میں بھی وہ اختر کو
خط لکھنا نہیں بھولتی کئی خطوں میں اس نے مضمون لکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ اختر کی
بھیجی ہوئی کتابوں کو ایک نادر تحفہ قرار دیا ہے۔ اپنی شادی کی تاریخ یاد کی ہے۔
اور اس کی سالگرہ منانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے

جاں نثار اختر کی مشہور نظم "۲۵۔ دسمبر —— یہ ترے پیار کی خوشبو
سے مہکتی ہوئی رات" اسی خواہش کی تعمیل ہے۔ صفیہ کے انتقال کے بعد
جو المیہ نظمیں انھوں نے لکھی ہیں ان میں دو بہت المناک ہیں۔ ایک "خاموش آواز"
اور دوسری "خاکِ دل" جو اس کتاب کے آخر میں درج ہے۔ جاں نثار اختر
کی رومانی نظموں کی آب و تاب بہت کچھ ان کی علی گڑھ کے قیام کی زندگی پر
منحصر ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کی بعض رومانی نظمیں مسلم کچھلی بہت

برسات اور بھولا فسانہ اس وقت لکھی گئی تھیں جب وہ علی گڑھ یونیورسٹی میں ایم۔ اے (اردو) فائنل کے طالبعلم تھے۔ میں بھی ایم۔ اے (اردو) پریویس کا طالبعلم تھا اور سیمنار لائبریری کا انچارج اکثر ان سے سیمنار میں ہی ملاقات ہوتی تھی۔ جب وہ کتابیں لینے آتے تھے اور اسی وقت نظم سننے کی فرمائش کردی جاتی تھی جو کچھ ردو قدح کے بعد پوری ہوتی تھی۔ جاں نثار اختر کی اس قسم کی نظمیں، عصمت چغتائی کے افسانے اور شاہد لطیف کے فسانے بڑے اہتمام سے "ساقی" دہلی میں شایع ہوئے تھے۔ علی گڑھ میگزین میں بھی ان کی نگارشات دیکھنے میں آتی تھیں۔ صفیہ بھی اس زمانہ میں علی گڑھ میں مقیم تھیں "زیرلب" کے اکثر خطوط میں عصمت، شاہد لطیف سالم اور مجاز کے متعلق اشارے ملتے ہیں۔

پروفیسر آل احمد سرور ان خطوط کو پڑھ کر لکھتے ہیں "ان خطوط کے پڑھنے سے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں نے مقدس آتش خانوں کی آگ کو چھولیا ہے۔ اور جان لیا ہے ان میں اصلی محبت کا جلال و جمال ہے جس کے احساس ہی سے انسان کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ مگر پھر جس کے سہارے بھی وہ زندگی کو کچھ دے سکتا ہے۔" فراق گورکھپوری "زیرلب" کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں "یہ خطوط ایک ایسا انسانی نوشتہ یا دستاویز ہیں جس کی مثال بعض اوقات اچھے اور کامیاب ادب میں بھی ہمیں نہیں ملتی۔ ان خطوط کی ادبیت اگر تابناک ہے تو ان کی انسانیت تابناک تر ہے۔ ہر خط میں ایک من موہنی شخصیت کا دل دھڑکتا ہوا سنائی اور دکھائی دیتا ہے۔ آپ بیتی اور جگ بیتی کا سنگم ہر خط میں آتا ہے۔ کاش اردو میں ایسی اور کتابیں دستیاب ہوتیں۔ لیکن ایسے دن ایسی کتابیں کہاں شایع ہوتی ہیں۔"

اور کرشن چندر لکھتے ہیں "ان خطوط کے اندر ہی اندر مجھے

کلچر کی وہی دھیمی روشنی ہوئی ملتی ہے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کالی داس کے میگھ دوت کا ہیرو اس کی تمنائے وصال اس کی محرومی اور تنہائی سیکڑوں برس کے بعد آج بھی زندہ ہے اور اسی طرح نازک دلوں کو رلاتی ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے جیسے یہ نازک نسائی تحریریں ڈاک سے نہیں بھیجی گئی ہیں۔ بادل کے ٹکڑوں پر اتاری گئی ہیں شفق کی مورتیں، برسات کی اداس ڈھلتی شام، آنسوؤں کی طرح چپ چاپ گرتی ہوئی بوندیاں اور محبوب کی یاد، صفیہ کے خطوں میں یہ محسوسات ہمارے پرانے کلچر کی حسین ترین یادگاروں کو تازہ کرتے ہیں۔"

غرضکہ یہ کتاب اردو خطوط نویسی کی تاریخ میں ایک اہم مقام کی حامل ہے۔

مبشر علی صدیقی

بقیہ اشاریہ ص۲ سے

ہماری مبارکباد کے مستحق ڈاکٹر عنوان چشتی صاحب بھی ہیں جن کا تقرر شعبۂ اردو میں ریڈر کی حیثیت سے عمل میں آیا ہے۔ عنوان صاحب کتاب نما کو برابر نوازتے رہتے ہیں ہمیں یقین ہے کہ ان کی نئی ذمہ داریاں انھیں کتاب نما سے دور نہ کرسکیں گی اور وہ ہمیشہ کی طرح اس سے دلچسپی لیتے رہیں گے۔

نئی مطبوعات

قدیم دہلی کالج		مالک رام	۴/۸۰
سماجی تبدیلیاں		رام شرن شرما	۲/-
مغلیہ ہندوستان میں زرعی تعلقات		سیّد نور الحسن	۴/-
نئی علامت نگاری		ڈاکٹر عقیل	۹/۵۰
ہمارا ہندوستان (اوّل، دوم)		جاں نثار اختر	۲۰/-
ہندوستانی معیشت		الک گھوش	۱۴/۲۵
جہان اور یادیں		فضل جعفری	۶/-
بارہ ماسہ		سیّد نور الحسن	۳/-
چراغ رہ گذر		خواجہ احمد فاروقی	۱۵/-
دنیا کی حکومتیں	(نیا ایڈیشن)	ڈاکٹر ہاشم قدوائی	۱۴/-
روشنی کا سفر		رفعت سروش	۱۰/-
سپردگی	(ناول)	غلام جیلانی	۴/۲۵
سوامی رام تیرتھ		مخمور جالندھری	۸/-
دہلی اردو اخبار		خواجہ احمد فاروقی	۱۶/-
کربل کتھا		" " "	۱۰/-
فرہنگ غدر		" " "	۱۰/-
بنجو دیوبانی حیات اور کارنامے		سکندر آغا	۱۰/-
صالحہ عابد حسین بحیثیت ناول نگار		نزہت فاطمہ	۵/-
ہم سے نجات		عبدالحق	۱۲/-
یادِ یارِ مہرباں		خواجہ احمد فاروقی	۱۲/-
[illegible]		شفیق حسین [illegible]	[illegible]
[illegible]		اختر [illegible]	[illegible]

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی قابل فخر پیشکش

نگارشات

پروفیسر محمد مجیب

پروفیسر محمد مجیب کی اردو نگارشات تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں اور ان موضوعات کا میدان اتنا ہی وسیع ہے جتنی کہ خود زندگی۔ یہ مجیب صاحب کے ان مضامین کا انتخاب ہے جو آپ نے ۱۹۲۷ء سے ۱۹۴۷ء تک رسالہ "جامعہ" کے لیے لکھے تھے۔ قیمت:- ۱۶/-

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعہ شایع کی گئی)

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی نئی کتاب

بیاض مریم

(شعری مجموعہ)

سکندر علی وجد

"بیاض مریم" سکندر علی وجد کا چوتھا شعری مجموعہ ہے۔ اس میں پچھلے دس برس کے غیر مطبوعہ کلام کے علاوہ ۱۹۵۲ء سے پہلے کا غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے۔ اس "بیاض" کو شروع سے آخر تک اہم بامعنی بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس "بیاض" کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تصاویر اور ٹائیٹل ملک کے مایۂ ناز آرٹسٹ حسین کی بنائی ہوئی ہیں۔ قیمت: ۱۲/-

ترقی اردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

جدید ہندوستان میں ذات پات ایم۔ این۔ سری نواس مترجم: شہباز حسین

اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید ہندوستان کے جمہوری طریقہ کار انتظامیہ اور تعلیمی میدان میں ذات پات نے کیا حصّہ لیا ہے۔ سیاسی میدان میں اس کو کس حد تک عمل دخل حاصل ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ قیمت: -/10

حیدر علی نریندر کرشن سنہا مترجم: اقتدار حسین صدیقی

یہ کتاب نہ صرف حیدر علی کی سوانح ہے بلکہ یہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارہویں صدی کی عجیب وغریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ ہے۔ اگرچہ اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظرانداز نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی زندگی سے متعلق ہے۔ قیمت: -/17

ہندوستانی معیشت الک گھوش مترجم: محمد خلیق

عام طور پر ان ملکوں کو کم ترقی یافتہ کہا جاتا ہے جن کا معیار زندگی کم ہو، جن کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہو اور جہاں صنعت و حرفت بہت کم ہو، ہندوستان کا حال بھی کچھ ایسا ہی رہا۔ تفصیلات اس کتاب میں ملیں گی۔ قیمت: 26/25

ہندوستانی معاشرہ عہدِ وسطیٰ میں کنور محمد اشرف مترجم: قمر الدین

"ہندوستان کے لوگوں کی زندگی اور معاشرت"، مرحوم ڈاکٹر اشرف کی لافانی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اس دور میں تصنیف ہوئی جب تاریخ کا مطالعہ محض حکمرانوں کی زندگیوں اور ان کے عسکری کارناموں تک ہی محدود تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے تاریخ کے مطالعہ کے لیے معاشرتی پہلو پر توجہ دے کر ایک قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔

I

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی تازہ مطبوعات

کتاب نما

موت کے بعد شیورام کارنت مترجم: محمود سروش

زندگی کا حاصل صرف چند یادیں ہی تو نہیں تو پھر انسانی زندگی کا حاصل ہے کیا؟ اس ناول میں ایسی جستجو کا ایک رخ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قیمت: 8/75

اُردو افسانے مرتبہ: سجاد ظہیر

اردو افسانہ آج بھی رنگارنگ اور زندگی سے لبریز تخلیقات سے مالا مال ہے۔ ایک طرف تو وہ اپنے تمام پڑھنے والوں میں ہر دلعزیز ہے اور دوسری طرف وہ دنیا کی کسی بھی زبان کے افسانوں کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے اس مجموعے میں اُردو کے ۲۴ بلند پایہ افسانے شامل ہیں۔ قیمت 10/50

میں ہری نرائن آپٹے مترجم: کشور سلطان

مراٹھی ناولوں میں نئے خیالات کا دور شروع کرنے کا سہرا ہری نرائن آپٹے کے سر ہے۔ ان کے یہاں نئی سمت کا اشارہ ملتا ہے۔ اس ناول میں بھی ہری نرائن نے تبدیلیٔ حالات، زندگی کے نئے رُوپ اور اس کے مسائل پیش کیے ہیں۔ قیمت: 9/-

آدمی کے رُوپ یش پال مترجم: سہیل عظیم آبادی

زیر نظر ناول میں ایک پہاڑی بیوہ نوجوان عورت سوما کے ذریعے مختلف طبقات میں آدمی کے بہت سے روپوں کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ قیمت: 9/-

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کیلئے انتہائی خوبصورت کتابیں

بالو (حصہ اوّل دوم) مصنف: ایف سی زنٹاس مترجم: صالحہ عابد حسین ۳/۰
کشمیر " : مالا سنگھ تصاویر پرماتند " : خدیجہ عظیم ۱/۵۰
پرندوں کی دنیا " : جمال آرا " : محمد شفیع الدین نیر ۱/۵۰
ہماری ندیوں کی کہانی " : لیلا مجمدار " : رضیہ سجاد ظہیر ۱/۵۰
جنّت کی سیر اور دوسری کہانیاں " : لیلاوتی بھاگوت " : " " " ۱/۵۰
رسیلی کہانیاں " : منوج داس " : صغرا مہدی ۱/۵۰
آزادی کی کہانی (اول. دوم) " : وشنو پربھاکر " : انور کمال حسینی ۳/۰
ہماری ریلیں " : جگجیت سنگھ " : عرش ملسیانی ۱/۵۰
ہندوستان میں غیر ملکی سیّاح " : کے سی کھنہ تصاویر: کرشن کھنہ ۱/۵۰
آؤ ناٹک کھیلیں " : اوما آنند مترجم: رفیعہ منظور الامین ۱/۵۰
بہت دن ہوئے (اوّل دوم) " : ایم چوکسی و پی ایم جوشی " : رضیہ سجاد ظہیر ۲/۰
بہادروں کی کہانیاں " : راجندر اوستھی " : انور کمال حسینی ۱/۵۰
روہنت و نندیا " : کرشن چیتنیہ " : " " " ۱/۵۰
سدا بہار کہانیاں " : شانتا رنگا چاری " : " " " ۱/۵۰
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اوّل دوم) مصنف: میر نجابت علی " : سید احسان ۳/۰
بڑا ہاتھی مصنف: لیلا مجمدار " : صالحہ عابد حسین ۱/۵۰
مورا " : ملک راج آنند " : انور کمال حسینی ۱/۵۰
ہاکی کا کھیل " : سرد یو سانیال " : پریتم لال ۱/۵۰
غالب کا خاندان " : منوہر داس چترویدی " : محمد شفیع الدین نیر ۱/۵۰
ہمالیہ کی چوٹیوں پر " : بریگیڈیر گیان سنگھ " : محمد ذاکر ۱/۵۰
پھول اور شہد کی مکھی " : اشوک ماور " : انور کمال حسینی ۱/۵۰
سب کا ساتھی سب کا دوست " : انکر " : " " " ۱/۵۰

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

خود نوشت سوانح

خواجہ غلام السیدین

اِس میں سیدین صاحب نے اپنی زندگی کے ابتدائی چالیس سال کی کہانی بڑے دل کش، پُر اثر انداز میں بیان کی ہے۔ اس میں تمدتِ فکر بھی ہے، خیالات کی گہرائی بھی۔ تعلیمی اور علمی تجربات کا نچوڑ بھی، زبان و بیان کی شگفتگی و سادگی بھی۔ لیکن یہ سوانح نامکمل رہ گئی تھی۔ اس نامکمل سوانح کو "ذکرِ جمیل" کے نام سے صالحہ عابد حسین صاحبہ نے مکمل کیا ہے۔ قیمت : -/۳۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اور اہم کتاب

جانے والوں کی یاد آتی ہے

صالحہ عابد حسین

اس کتاب میں بزرگ ہستیوں پر لکھی مضامین ہیں اور محبوب دوستوں پر بھی، ان میں مولانا حالی، مولانا اسلم جیراجپوری، ڈاکٹر ذاکر حسین، خواجہ غلام السیدین جیسی مشہور و معروف شخصیتیں بھی ہیں اور عزیز سیدین، قدسیہ زیدی، صدیقہ قدوائی جیسی محبوب ہستیاں بھی۔

صالحہ عابد حسین صاحبہ کے جادو نگار قلم نے بڑے ہی دل کش انداز میں ان حضرات کی سیرت اور شخصیت کو اجاگر کیا ہے۔ ایک گراں قدر تحفہ قیمت : [redacted]

[illegible] شاعری	رشید حسن خاں	۳/۴۰	[illegible]
انتخاب [illegible] اورنگ آبادی	(ڈاکٹر) محمد حسن	۱/۵۰	[illegible]
موازنۂ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۲/۲۵	[illegible]
انتخاب مراثی انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۲/۰۰	۳/۰۰
انتخاب نظیر اکبرآبادی	رشید حسن خاں	۲/۴۰	۳/۲۵
نیرنگ خیال	مالک رام	۲/۴۰	۴/۹۰
فسانۂ آزاد (تلخیص)	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۴/۵۰	۶/۴۰
فردوس بریں	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۲/۹۰	۳/۱۰
شریف زادہ	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۳/۰۰	۴/۵۰
حیات سعدی	رشید حسن خاں	۲/۰۰	۳/۲۵
انتخاب اکبر الہ آبادی	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	۲/۵۰	۳/۰۰
انتخاب میر	(ڈاکٹر) محمد حسن	۲/۵۰	۳/۹۰
دیوان درد	رشید حسن خاں	۲/۴۰	۲/۷۵
مجالس النسا	صالحہ عابد حسین	۲/۰۰	۳/۵۰
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۰/۵۰	۶/۰۰
امراؤ جان ادا	(ڈاکٹر) محمد حسن	۴/۵۰	۹/۰۰
یادگار غالب (حصۂ اردو)	مالک رام	۹/۵۰	۵/۵۰
یادگار غالب (حصۂ فارسی)	مالک رام	۸/۰۰	۹/۵۰
مثنوی گلزار نسیم	رشید حسن خاں	۲/۰۰	۳/۵۰
گزشتہ لکھنؤ	رشید حسن خاں	۱۰/۰۰	۸/۵۰
فسانۂ مبتلا	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	۹/۰۰	۵/۰۰
انتخاب ولی	(ڈاکٹر) سید ظہیر الدین مدنی	۳/۰۰	۳/۵۰
افادات سلیم	(ڈاکٹر) خلیق انجم	۹/۴۰	۵/۰۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۵/۵۰	۲/۵۰
قصۂ حاتم طائی	اطہر پرویز	۴/۰۰	۹/۰۰
انتخاب ناسخ	رشید حسن خاں	۴/۵۰	۷/۵۰
انتخاب سودا	رشید حسن خاں	۱/۵۰	[illegible]
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۵/۵۰	[illegible]
انتخاب ذوق	(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی	۲/۲۵	[illegible]
انتخاب مضامین سرسید	انور صدیقی	۳/۴۰	[illegible]

[illegible] میں کچھ اضافہ [illegible]

[illegible]

KITAB NUMA

NEW DELHI-110025.

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) ۵۲۸ پٹودی ہاؤس - دریا گنج - دہلی ۲

ماہنامہ

کتاب

مکتبہ جامعہ نئی دہلی



مینیجنگ ایڈیٹر
شاہد علی خاں
ایڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما
نئی دلّی ۲۵
لائبریریوں کے لیے سالانہ دو روپیے

مئی ۱۹۷۵ء
جلد ۱۶
شمارہ ۵
سالانہ ۵ روپے
فی پرچہ ۵۰ پیسے

اشاریہ

اپریل کے مہینے کی سب سے المناک خبر ڈاکٹر محمود حسین خاں صاحب کے انتقال کی ہے جو ۱۔ اپریل ۱۹۷۵ء کو کراچی میں ہوا۔ ڈاکٹر محمود حسین خاں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پرانے طالب علم تھے، مرحوم صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین کے سب سے چھوٹے بھائی اور موجودہ شیخ الجامعہ پروفیسر مسعود حسین خاں صاحب کے چچا تھے، اور علمی و تعلیمی دنیا کی ایک معروف و ممتاز شخصیت تھے۔ تقسیم ملک کے وقت آپ ڈھاکہ یونیورسٹی سے منسلک تھے۔ اسی بنا پر ۱۴۔ اگست ۴۷ء کو پاکستانی شہری بن گئے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد کچھ عرصہ وہاں کی مرکزی حکومت میں وزیر تعلیم رہے۔ آج کل کراچی یونیورسٹی کی وائس چانسلری کے عہدے پر متمکن تھے کہ فالج کا حملہ ہوا جس سے جانبر نہ ہو سکے۔

ہماری جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طرز پر کراچی میں بھی مجلس تعلیم ملّی کے نام سے ایک اعلیٰ تعلیمی ادارہ قائم ہے۔ محمود صاحب مرحوم اس کے بانیوں میں بھی تھے اور آخر وقت تک اس کی سرپرستی بھی فرماتے رہے۔ ذاکر صاحب مرحوم کے انتقال کے وقت جب آپ دلّی تشریف لائے تھے تو اس وقت بھی آپ پر دل کا دورہ پڑا تھا۔ فوری اور معقول طبی امداد سے جلد ہی شفا پائی تھی۔ اس مرتبہ [illegible]

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو توفیق صبر عطا فرمائے۔ [illegible] ہماری ہمدردیاں مرحوم کے [illegible]

ڈاکٹر یوسف حسین خاں ابھتیجے پروفیسر مسعود حسین خاں، خورشید عالم خاں ہسز سعیدہ خورشید عالم، غلام ربانی تاباں۔ قدوس عالم خاں اور سلطان عالم خاں صاحبان کے ساتھ ہیں۔ اور ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

اُردو ادب و شعر کو ایک اور نقصان مولانا عامر عثمانی مدیر "تجلی" کی اچانک وفات سے پہنچا۔ مولانا ایک مشاعرے میں شرکت کے لیے پونا تشریف لے گئے تھے۔ ۱۲۰ اپریل کو محفل مشاعرہ میں کلام سناتے سناتے قلب کا دورہ پڑا اور جان لے کر ٹلا۔

مولانا، علمی اور ادبی دنیا میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے اور خدمتِ قوم میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی آغوشِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

امسال بھی ۱۹۷۴ء کی مطبوعہ اردو کتب میں سے ۹۵ کتابوں پر اترپردیش اُردو اکاڈمی نے مجموعی طور پر ایک لاکھ پانچ ہزار روپے کے انعامات دیے ہیں۔ ان میں سے تین تین ہزار روپے کے انعام جن نو کتابوں پر ملے ان میں سے یہ چار کتابیں مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی مطبوعات ہیں۔ "نگارشات" (پروفیسر محمد مجیب) "وہ صورتیں الٰہی" (مالک رام) "آوارہ سجدے" (کیفی اعظمی) اور "ریاضِ مریم" (سکندر علی وجد)

دوسرا انعام دو ہزار روپے کا ہے۔ اس ذیل میں سات میں سے پانچ مکتبہ جامعہ کی شائع کردہ ہیں یعنی "مسرت سے بصیرت تک" (پروفیسر آل احمد سرور) "تلاش" (مسز انشا راحمد فاروقی) "یادوں کے سائے" (شفیق صدیقی) "غالب اور شاہانِ تیموریہ" (ڈاکٹر خلیق انجم) اور "تعلیم، فلسفہ اور سماج" (ڈاکٹر سلامت اللہ)

ایک ہزار کا انعام پانے والی کتابوں میں بیگم صالحہ عابد حسین کے علاوہ جن کی کتاب "جانے والوں کی یاد آتی ہے" مکتبہ جامعہ نے شائع کی ہے، جن احباب کو نوازا گیا ہے ان میں مجتبیٰ حسین، ڈاکٹر فضل امام، ڈاکٹر عنوان چشتی، محمود احمد ہنر اور ڈاکٹر تنویر احمد علوی کے نام خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ۵ سو روپے کے انعامات پانے والوں میں محمد حسین حسان مرحوم اور یوسف ناظم صاحب کی کتابیں، دعوت ملاحی اور پلک نہ مارو کے علاوہ غلام حیدر صاحب کی کتاب خلا کی کہانی بھی شامل ہیں۔ ہم ان تمام حضرات کو مبارک باد پیش کرتے ہیں جنھیں انعام ملے اور اردو اکیڈمی کو خصوصی طور پر مبارک باد دیتے ہیں کہ اس نے پروفیسر نورالحسن ہاشمی اور مرحوم ڈاکٹر مسیح الزماں کو پانچ پانچ ہزار کے خصوصی انعام عطا کیے ہیں۔

ندا فاضلی

سچائی کا مریض

کیا خوب آدمی تھا بلا کا ذہین تھا۔
کہتا تھا۔
ماں کی گود سے تاریک قبر تک
اک راستہ ہے
جس پہ چلے جا رہے ہیں سب
پہیئے پہ چڑھ چکے ہیں گھسے جا رہے ہیں سب
اُلجھا رہا وہ اپنے ہی اندر تمام عمر
ہر پل نیا سوال تھا
جینا وبال تھا
محدود ہو کے سوچنا اس کو محال تھا
لیڈر بنا
نہ چور
نہ روحانی پیشوا
افسوس جیسے آیا تھا ویسے ہی چل دیا
ہر بات جانتا تھا یہی اس کا عیب تھا۔
کمبخت کو یہ عیب چھپانا نہ آ سکا
لوگوں کو بے وقوف بنانا نہ آ سکا

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اور نئی کتاب

مغلیہ ہندوستان میں زرعی تعلقات

چند افکار

مصنف

سیّد نور الحسن

مترجم

قیام الدین احمد

یہ مختصر سا کتابچہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے سابق صدر اور انڈین ہسٹری کانگریس کے سابق سکریٹری سید نور الحسن صاحب، جو آج کل حکومت ہند میں تعلیم اور سماجی فلاح کے وزیر ہیں، کی اُن تقریروں پر مبنی ہے جو انھوں نے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے تحت تواریخ کے نیشنل لکچرر کی حیثیت سے اپریل ۱۹۷۰ء میں پٹنہ یونیورسٹی میں کی تھیں۔ مغلیہ عہد میں زرعی تعلقات کے متعلق یہ لکچر تاریخ کے طالب علموں کے لیے تو مفید ہوں گے ہی۔ لیکن ایک عام قاری کے لیے بھی جو پرانے زمانے کے حالات جاننے کا شوق رکھتا ہو، اس کا مطالعہ کافی معلومات افزا ثابت ہوگا۔

قیمت: ۲/۰۰

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کی گئی)

کتاب نما

مئی ۱۹۷۵ء

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اہم کتاب

پہلا دیوراج چانانا میموریل خطبہ ۱۹۶۹ء

سماجی تبدیلیاں

ازمنۂ وسطیٰ کے ہندوستان میں

(۵۰۰ سے ۱۲۰۰ سن عیسوی)

مصنف

رام شرن شرما

مترجم

قاضی عبید الرحمٰن

ازمنۂ وسطیٰ کے ہندوستان میں کون کون سی سماجی تبدیلیاں رونما ہوئیں اس زمانے میں ذات برادری کا کیا تصور تھا اور کیا عقائد و معاملات تھے، ان سب باتوں کا پورے پس منظر کے ساتھ بالتفصیل جائزہ لیا گیا ہے۔ پٹنہ یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کے صدر پروفیسر رام شرن شرما نے (۵۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک) ہندوستانی سماج کا جس طرح مدلل اور مفصل جائزہ پیش کیا ہے، وہ سماجی علوم اور تاریخ کے طالب علموں کے لیے خاص طور سے بڑا مفید اور معلومات افزا ثابت ہوگا۔ قیمت: -/۲

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شایع کی گئی)

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

تلاش میر

از: نثار احمد فاروقی
پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
قیمت: گیارہ روپے

اُردو میں تذکرہ نگاری اور سوانح نگاری کی واقعی ابتدا کب ہوئی اس کے بارے میں اب بھی قطعیت کے ساتھ کوئی بات نہیں کہی جا سکتی ہے۔ اسی طرح سوانحی خاکے ہمارے یہاں کب سے رائج ہیں، اس پر بھی حتمی طور پر کچھ کہنا آسان نہیں ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ مولوی عبدالحق مرحوم بابائے اُردو سے قبل سوانحی خاکے کی کوئی مطبوعہ شکل ہمارے سامنے نہیں آتی ہے۔ ان سوانحی خاکوں سے نہ صرف اشخاص کا ہمیں علم ہوتا ہے بلکہ ان کے کردار، افعال، اقدار اور وزن و وقار کا اندازہ کرنے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔

نثار احمد فاروقی، استاد دِلّی کالج کی زیرِ نظر کتاب "تلاش میر" کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں کئی جگہ ایسا احساس ہوا کہ اس کے مضامین میرؔ سے متعلق کم مگر دوسرے اشخاص (خواہ وہ مضمون سے ربط کی بنیاد پر متعلق ہی کیوں نہ ہوں) کے کہیں مکمل اور کہیں ناقص خاکے کے طور پر ضرور ملتے ہیں۔ نثار فاروقی کی نظر اور مطالعہ عمیق ہے۔ وہ ہاں کے اردو ادب کے طالب علم نہ ہوتے ہوئے بھی اُردو ادب پر بھرپور نظر رکھتے ہیں۔ ان کے یہاں فارسی اور عربی کے مطالعہ نے زبان و ادب کی چاشنی پیدا کر دی ہے۔ جس سے قاری کو لطف ملتا ہے۔ اگرچہ کہیں کہیں وہ اشکال سے بھی کام لیتے ہیں۔ لیکن اس کی وجہ

ان کا ابلاغ ہے زبان پر قادر ہونے کی وجہ سے وہ اکثر مقامات پر ایسے الفاظ بھی استعمال کر جاتے ہیں جو مناسب ہوں مگر برمحل ضرور ہوتے ہیں۔ مثلاً توفیق رفیق: میر اور میر بات سیر گی مطربی تشنیم رہ جاتے۔ خواہشوں کو جیتا گاڑا ہے۔ جو لوگ نثار فاروقی سے ملے ہیں وہ واقف ہیں کہ عام بول چال اور ملاقات میں بھی اُن کے مُنہ سے ایسے ہی الفاظ ادا ہوتے ہیں۔ بہرحال وسعت معلومات اور مطالعہ کے ذوق شوق نے ان سے اُردو کے لیے بہت سے کام کرائے ہیں۔ ان سے بعض مقامات پر تسامحات بھی ہوئے ہیں۔ مگر میر پر اُن کی نظر بہت گہری اور گیرائی سے پُر ہے ان کا شمار نوجوان محققوں میں ہے یہی سبب کہ ان کے مضامین میں واقعیت اور داخلی و خارجی شہادتوں کی اس قدر بہتات ہوتی ہے کہ نفسِ مضمون کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

تلاشِ میر — میں دس عنوانات پر قلم اُٹھایا گیا ہے ان میں "مطالعۂ میر کے امکانات" اور "نکات الشعراء کی ایک اور روایت" قدرِ اوّل کے مضمون ہیں میر اور یقین کا مضمون خاصا اہم اور بحث طلب ہے اگرچہ اس مضمون میں خود فاروقی نے اشکال اور ابہام کے دائرے کھینچ رکھے ہیں مثلاً یہ بات کہ یقین کے دادا نے میر کو "غالباً کھانے پر بھی مدعو کیا" اس ضمن میں فاروقی کا کہنا ہے کہ:۔

(۱) میر کی ولادت کا سنہ متفقہ طور پر ۱۷۲۲ء ہے اور وہ شاہ گل وحدت کی وفات سے کئی سال بعد عالم وجود آئے ہیں۔ تو آخر اُن سے ملاقات کیسے ہو گئی؟

(۲) واقعہ یہ ہے کہ میر نے وحدت کو قطعاً نہیں دیکھا تھا۔

(۳) پھر انھوں نے نکات الشعراء میں غلط بیانی کیوں کی؟

(۴) انھوں نے یقین کے دادا کے دھوکے میں کسی اور سے ملاقات کی ہو گی۔

(۵) ایسا بھی نہیں ہے۔

اس جملے کے ضمن میں فاروقی کا بیان ہے کہ

وہ یقین کے دادا سے ملے تھے۔ اور اس اجمال کی تفصیل کے تحت انھوں نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ: یہ شیخ عبد الاحد وحدت یقین کے دادا نہیں پردادا تھے، اور میر نے ان سے ہی ملاقات کرنے کا حال نکات میں لکھا ہے "

تاریخی طور پر میر کی ولادت ۱۱۳۵ھ ہے۔ اور یقین کے پردادا وحدت کی وفات کا سال ۱۱۲۶ھ ہے۔ تو پھر میر کی ملاقات ان سے کیوں کر ہو سکتی ہے! اس کے سوا محمد نقی جو یقین کے دادا تھے اُن کا انتقال کب ہوا؟ اس سوال کے جواب کے بعد ہی یہ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ میر نے یقین کے دادا سے ملاقات کی تھی یا پردادا سے یہ اشکال دور ہونا چاہیے۔

میر کی شیعیت پر جو کچھ بھی فاروقی صاحب نے اظہار خیال کیا ہے۔ اس میں بھی محض خیال آرائی کو دخل ہے، حقیقت یا قطعیت کا عمل دخل نہیں ہے۔ اور یہ بات تحقیقی مضامین کے وسعت کے خلاف ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس موضوع پر توجہ اور تحقیقی دلائل کے ساتھ قلم اٹھایا جائے۔ مثال کے طور پر اُن کا یہ باور کر لینا کسی طور پر مناسب نہیں ہے کہ — حافظ محمد حسن کا لفظ حافظ بتا رہا ہے کہ (یہ) شیعہ نہیں تھے — کیوں؟ اس کی وجہ فاروقی صاحب نے نہیں لکھی ہے مگر یقین ہے کہ ان کا ایمان عام اہل حل کی طرح یہ ہے کہ شیعوں میں "حافظ" نہیں ہوتے یہ محض گمان ہے۔ ورنہ حافظ عبد الجلیل بلگرامی ثم مارہروی جن کا مزار مارہرہ ضلع ایٹہ میں ہے۔ غالی شیعہ تھے۔ (ان ہی حافظ صاحب کے بیٹے سید محمد موسیٰ زیدی مارہروی نے اپنے باپ اور صاحب عالم رح کا کتب خانہ و نادر تحریرات کتب خانہ اٹاوہ کو دی تھیں۔ جس میں غالب مرحوم کی وہ نادر زمانہ آخری تصویر بھی تھی جو حضرت صاحب عالم صاحب مارہروی کو غالب نے ارسال کی تھی اور اب یہ تصویر آزاد لائبریری مسلم یونی ورسٹی کی زینت ہے) اور ان کے عہد کے بیشتر حفاظ

ان سے درس لینے آیا کرتے تھے۔ کچھ ایسے واقعات علی کبھی ان سے مروی ہیں، جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں ہے۔

حافظ مولانا فرمان علی مرحوم اور حافظ مولانا سیّد علی رضا امروہوی سے میں خود واقف ہوں۔ حافظ اشرف علی چھپولس ضلع بلند شہر سے آج بھی ملاقات کی جا سکتی ہے۔ ان کے سوا مندرجہ ذیل حفاظ کے نام مشہور ہیں جو فرقہ امامیہ سے متعلق ہیں۔ حافظ کفایت حسین مرحوم بلند شہر۔ حافظ سیّد امجد علی صاحب۔ محلہ جعفری۔ امروہہ۔ حافظ ظفر عباس صاحب خوجہ محلہ احمد آباد۔ حافظ سیّد ذوالفقار علی شاہ لاہور۔ قاری حافظ سیّد راحت حسین صاحب ساکن دہلی کھجور یلہ پہاڑی۔ حافظ سیّد محمد شفیع بازار ہفتہ نوگانواں سادات۔ لہٰذا یہ کہنا کہ شیعوں میں حافظ نہیں ہوتے، محض قیاس آرائی ہے محبتِ خیال سے اس کا کوئی واسطہ نہیں اور اگر کوئی مسلمان حافظ ہے تو وہ محض "سنّی" نہیں ہوتا۔ حافظ کا ہونا نہ ہونا اُسے دائرۂ اسلام سے نہ خارج کرتا ہے نہ ہی متعلق۔

بہر حال "تلاشِ میر" اُردو ادب کے ناقدوں کے لیے ایک ایسا ذخیرہ ہے جو بہت سی یادداشتوں اور مطالعہ کے دوران آئندہ کسی مضمون یا کتاب کی تیاری کے لیے کام آسکتا ہے۔

اس کتاب کے اوراق سے محقق طالب علم بہت استفادہ اٹھا سکتا ہے۔

تلاشِ میر — کی طباعت مکتبہ جامعہ دہلی کی رہینِ منت ہے۔ موجودہ گرانی کے دور میں کاغذ اور کتابت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں ہے۔ امید ہے کہ تحقیقی اور علمی دنیا میں اس سرمایہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا اور دوسرے اڈیشن میں فاروقی صاحب از خود نظرِ ثانی کر کے ابہام و اشکال کو دور کرنے کی سعی کریں گے خصوصی طور پر "میر کا آرٹ" پر ایک بار بھرپور نظر ڈالیں گے یہ مضمون اپنی افادیت کے اعتبار سے خاصے کی چیز ہے۔

سیّد مرتضیٰ حسین بلگرامی

امیر خسرو

از : عرشی ملسیانی

ناشر: مرکز تصنیف و تالیف نکودر

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

قیمت : دس روپے

فارسی زبان کی شیرینی، لذت اور لطافت کو عام اور بقائے دوام عطا کرنے والے تین شاعر سب سے زیادہ معروف و مشہور ہیں۔ سعدی، حافظ اور اپنے ہندوستان کے خسرو۔ سعدی نے عقل و دانش کے سدا بہار گل بوٹے سجائے۔ حافظ نے بادۂ عشق و عرفان کے جام چھلکائے۔ خسرو نے غزل سرائی اور قصیدہ خوانیوں کے علاوہ مثنویوں میں اپنی وطن دوستی اور حب الوطنی کے نغمے گائے۔

ہندوستان کے افراد اور شخصیتوں سے لے کر یہاں کے چرند پرند، شجر و حجر اور رسم و روایات تک سے ان کو انس و الفت تھی۔ اُن کے اِن اوصاف کا اعتراف تو سب کو ہے مگر اس کا اظہار جتنا چاہیے ہم نے اپنی زبان سے اور اپنی زبان (اردو) میں بہت کم کیا ہے۔

تذکرہ نگاروں اور خاص کر مولانا محمد حسین آزاد نے اپنے مخصوص روایتی انداز میں ان سے ہم کو متعارف ضرور کرادیا۔ پھر مولانا شبلی نے شعر العجم میں ایک مورخانہ اور مبصرانہ نظر سے جانچنے پرکھنے کی قابل لحاظ کوشش کی۔ ڈاکٹر وحید مرزا اور پروفیسر حبیب کے تحقیقی اور تنقیدی مقالے (وہ بھی انگریزی سے ترجمے کے ذریعے) بیشک ہمارے سامنے موجود ہیں لیکن ہندوستان کی زبان، اردو میں خسرو کے بارے میں کوئی جامع اور آسانی سے مل جانے والی کتاب نہیں ہے۔ خسرو کی شخصیت اور شاعری پر مختلف صاحبانِ قلم کے مضامین بھی کسی نے یک جا نہیں کیے۔ حالاں کہ اس کی بڑی ضرورت تھی اور ہے۔

اس ضرورت کو جناب عرشی نے محسوس کیا اور ایک ایسے مناسب وقت اور موقع پر اس کا احساس دلایا جب اس عظیم شاعر اور درویش کی ۷۰۰ سالہ تقریب دنیا کے ان تمام ملکوں اور حصّوں میں منائی جانے والی ہے جن کو فارسی زبان سے واسطہ اور تعلق رہا ہے۔ اپنا ملک بھی، جسے خوش قسمتی سے خسرو کی جنم بھومی ہونے کا فخر حاصل ہے، سنا جاتا ہے کہ حسب توفیق اس تاریخی جشن میں شامل اور شریک ہوگا۔ کتاب کا مقصد و ما حاصل تو ایک طرح سے شروع ہی میں "عظیم خسرو" کے عنوان سے لائق مؤلف نے نہایت خلوص اور عقیدت کے ساتھ تحریر کر دیا ہے۔ آگے ان اشاروں کی توضیح و تشریح کی گئی ہے جس کو پڑھ کر خسرو کے عہد، قومی یکجہتی کا جذبہ، پیرو مرشد حضرت نظام الدین اولیا سے بیعت عقیدت اور غیر معمولی محبت۔ شاعرانہ محاسن و کمالات، ہندی کلام سے متعلق متوازن تبصرہ اور آخر میں فن موسیقی سے جو شغف اور وابستگی تھی اس کا تذکرہ۔

آخری چونسٹھ صفحے پر مشتمل ہیں حمد و نعت، قصائد، رباعیات، مثنوی اور غزلیات متفرقات کے انتخاب پر۔

خسرو نے کبھی سپاہی اور کبھی درباری بن کر سات بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ دس مثنویاں اور پانچ دیوان جمع کیے، کچھ نہیں تو دو لاکھ شعر ضرور کہے۔ نثر میں تین کتابیں اور دواوین کے بڑے کارآمد دیباچے لکھے، اتنا ضخیم شعری سرمایہ ان کے متقدمین، معاصرین اور متاخرین میں کسی کا نہ ہوگا۔ ان سب کا ذکر اور جائزہ تاریخ تحقیق اور تنقید کے منظر اور پس منظر میں پیش کر دینا اور پھر اختصار کے ساتھ ایک ایسا ادبی اور مفید کام ہے جس کے لیے عرشی صاحب واقعی تعریف کے مستحق ہیں۔ ان کی اس کتاب سے عام اردو داں کو مسرت بھی ہوگی اور معلومات بھی۔

خسرو کے بارے میں کچھ لوگوں کا یہ الزام کہ انھوں نے ایک فرقے کے لیے نازیبا الفاظ استعمال کیے اس کا ایک نہایت مدلّل جواب دیا گیا ہے۔ حافظ محمود شیرانی اور

کہا اور لوگوں کا یہ کہنا کہ خسرو کے نام سے جو ہندی کلام رائج اور مشہور ہے۔ وہ اُن کا نہیں ہو سکتا۔ اس کی بھی چھان بین کر کے عرش صاحب وثوق اور اعتماد سے فرماتے ہیں کہ "یہ زیادتی نہیں ہٹ دھرمی ہے" اسی طرح اُن (خسرو) کو ستار کا موجد قرار دیا جانا بھی فاضل سوانح نگار کے نزدیک "قطعی غلط ہے"

ص ۱۳ پر ایک جگہ لکھا گیا ہے "مادرزاد" سپاہی۔ پیدائشی کے معنوں میں یہ لفظ غلط تو نہیں۔ مگر خسرو کے مرتبے اور احترام کے پیش نظر مناسب بھی نہیں کہا جا سکتا۔

وفات کب ہوئی۔ کہیں ذکر نہیں۔

اضافتوں کا التزام اور بہتر کتابت و طباعت نہ ہونے کی وجہ سے شعروں کو صحت و روانی سے پڑھنے میں دقت ہوتی ہے

قیمت مقرر کرتے وقت، طالب علم اور خرید کر کتاب پڑھنے والوں کی حالت اور حیثیت کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

رشید نعمانی

دھند
(ناول)

ناول نگار: صغرا مہدی

ناشر: ناولستان۔ جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی ۲۵

قیمت: آٹھ روپے

صغرا مہدی صاحبہ کی نئی کتاب "دھند" پڑھی۔ یہ مصنفہ کی دوسری ناول ہے۔ یہ ناول عام روش سے ہٹ کر ہے اس لیے پیش لفظ، عرض حال یا دیباچہ سے یکسر بے نیاز ہے۔ اس میں انھوں نے سوچوں ہی سوچوں میں پوری کہانی مرتب ہو جانے کی ٹکنیک اپنائی ہے۔ جس میں اکثر کٹے کٹے۔ ادھورے منتشر اور مختلف قسم کے خیالات کا ایک وقت میں ابھرنا اور گزر جانا بہت نیچرل ہے۔

اس ناول میں مصنفہ نے نوجوان ذہنوں کے رجحانات باہمی کشمکش ذہنی

الجھنوں، انتشار، نفسیاتی گتھیوں اور پیچیدگیوں کو بڑی کامیابی سے پیش کیا ہے۔ اور کچھ سیاسی مسئلوں سماجی اور معاشرتی خامیوں اور چند تلخ حقائق پر روشنی ڈالی ہے۔ اس ناول کی کچھ خصوصیات یہ ہیں کہ اس کے کرداروں اور پلاٹ میں محض تخیل کی رنگ آمیزی نہیں بلکہ اصلی زندگی کی جھلک ملتی ہے کہ جیسے اسی کی داستان معلوم ہو۔ دھند کے کردار اونچے آدرش رکھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ اسی دنیا کے باسی اور جیتے جاگتے انسان ہیں جن کے جذبات ہیں ضروریات ہیں اور فطری تقاضے ہیں۔ جن کی تکمیل اور آسودگی ایک نارمل زندگی کے لیے ضروری ہوتی ہے۔

اس میں اگر کچھ فرسودہ روایت شکنی ہے تو چند صحت مند قدم آگے کی طرف بھی بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اپنے ملک و وطن اپنی تہذیب اور معاشرت کی خامیوں کمزوریوں اور پس ماندگی کا تکلیف دہ احساس ہے۔ اعتراف ہے۔ مگر اسی کے ساتھ اس سے لگاؤ اور وابستگی کا جذبہ بھی۔

اونچے آدرش رکھنا اور اس کے لیے اپنی زندگی، اپنا حال، اپنا مستقبل داؤ پر لگا دینا بڑا کٹھن۔ مگر بہت قابل قدر ہے اور یہ سب کچھ تخیل کی دنیا اور تحریر و تقریر کی حد تک بہت خوش کن، خوش گوار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں کون اس کو کہاں تک حسن خوبی سے نباہ سکتا ہے۔ اس کا پتہ کسی کی اصلی زندگی سے ہی چلتا ہے۔ اس کے علاوہ غیر فطری زندگی (خواہ اس کو کوئی نام دیا جائے) گذارنے والوں کے لیے ایک وقت پر جو سخت غلط ردِّ عمل ہوتا ہے۔ صغرا مہدی صاحبہ نے بڑی مہارت سے اپنے کرداروں کو اس سے بچالیا ہے۔

دوسروں کے جذبات و خواہشات کا احترام کرنا اور ان کا مول اپنی آسائش، خوشی اور خواہشوں سے چکانا بہت بڑے ظرف کی بات ہے اور زندگی کے کسی بڑے المیے کے بعد ناکامی اور شکست خوردگی کے احساس کو چھپا کر جراحتوں سے ایوانِ دل کو سجا کر

ایک خوشگوار نئی زندگی گزارنے کا عزم بے حد خوبصورت ہے ۔ یہ دونوں چیزیں آپ کو "دھند" میں ملیں گی ۔

کہیں اس ناول میں آس نراس ہوتی ہوئی نظر آئے گی اور نراس میں آس کے دیپ کبھی جھلملاتے ملیں گے ۔ بہت اچھا ہوا کہ اس کا انجام ٹریجڈی پر نہیں ہوا ۔ کیونکہ قیدِ حیات و بندِ غم دونوں ایک کے باوجود زندگی امید و آسروں پر گذرتی ہے نہیں تو یہ بوجھ کسقدر گراں بار ہو جائے ۔

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ انسان کیا سوچتا ہے اور کیا ہوتا ہے ۔ کیا پانا چاہتا ہے اور اسے ملتا کیا ہے ۔ کتنے ان جانے موڑ زندگی کے سفر میں آتے ہیں کہ چلنے والا کتنی بار دوراہوں پر کھڑا سوچتا رہ جائے کہ کون سی راہ اختیار کرے اکثر ایسے مقام بھی ہیں کہ جہاں قدم نہ اٹھیں تھک کے بیٹھ بھی نہ سکیں ۔

اس ناول میں ایک بات اور بھی بہت پسندیدہ ہے کہ اس کے کرداروں نے ہر موقع ، ہر صورتِ حال میں عزتِ نفس اور حفظ خودی کا دامن نہیں چھوڑا ہے ۔ اور یہ کہ کوئی اچھائی یا برائی کسی ایک ، مذہب ، ملک و قوم ، تہذیب اور صنف کے لیے مخصوص نہیں ہونا چاہیے ۔ مصنفہ کا مشاہدہ گہرا اور قوی ہے ۔ زبان آسان فہم اور اسلوب بیان بے تکلف ہے ۔ اور کہیں یہ بے تکلفی کچھ زیادہ ہی محسوس ہوتی ہے ۔ بڑی خوشی ہے کہ صغرا مہدی صاحبہ کی ادبی کاوشیں بہت مختصر عرصے میں مائل بہ ترقی ہیں اور ادبی دنیا میں بڑے اعتماد کے ساتھ اپنے قدم جما رہی ہیں ۔

فاطمہ ترمذی

آب و رنگ

مصنف : جگدیش سہائے سکسینہ

ملنے کا پتہ : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ اردو بازار دہلی ۔ ۶

قیمت : ۷ روپے

" آپ چکبست اور سرور کے بعد ہندوؤں میں قابلِ قدر نظم گو شاعر ہیں یہ نہیں

گر وہ غزل نہیں کہتے۔ غزل بھی کہتے ہیں۔ لیکن نادر تشبیہات، دل پسند استعارات اور فطرت کی عکاسی ان کی نظموں میں پائی جاتی ہیں اور پھر وہ بڑے انسان دوست اور رمز شناسِ فطرت شاعر ہیں" مندرجہ بالا الفاظ ہندوستان کے مشہور شاعر جناب عرش ملسیانی کے ہیں جو انھوں نے جناب جگدیش سہائے سکسینہ کے شعری مجموعہ "آب در نگ" کے دیباچہ میں تحریر فرمائے ہیں۔ اگرچہ ان کے ان الفاظ میں نہ شوکتِ لفظی ہے اور نہ نام نہاد لمبی چوڑی تمہید۔ لیکن سادگی اور پرکاری کے تمام جوہر موجود ہیں۔ جن سادہ اور خوبصورت الفاظ میں انھوں نے سہائے صاحب کی شاعری کا تعارف کرایا ہے وہ واقعی قابلِ داد ہے۔ کیوں کہ سہائے صاحب کی شاعری بھی سادگی اور پرکاری کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ وہ زندگی کے ان موضوعات کو چنتے ہیں جن کا عوامی زندگی سے بہت گہرا تعلق ہوتا ہے گو بظاہر وہ اہم نہیں ہوتے۔ لیکن سکسینہ صاحب اپنے الفاظ کے ذریعہ ان کو زندۂ جاوید بنا دیتے ہیں۔

ایک خوبصورت نظم میں جتنی بھی خوبیاں ہونی چاہیے وہ ان کی نظموں میں موجود ہیں۔ سادہ اور خوبصورت الفاظ آسان تراکیب۔ دل پسند استعارات اور موزوں تشبیہات۔

اپنی ایک نظم پھول اور کانٹے میں پھول کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

اِک پھول گلستاں میں سرِ شاخ کھِلا تھا
کہیے اسے دوشیزۂ فطرت کا کھلونا
اطفالِ نباتات کی معصوم تمنا
کلیوں کے لبِ سرخ پہ خاموش ترانا

میں کہہ سکتا ہوں کہ کلاسیکی انداز میں پھول کی اس سے زیادہ خوبصورت

تعریف ناممکن ہے۔

ان کی بعض نظمیں پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ معاملاتِ دل کے آشنا اور واقف اسرارِ عشق ہیں کیونکہ ان نظموں میں جو کیفیت ہے وہ دل کو ایک نئی لذت سے آشنا کرتی ہے۔

نظموں کے علاوہ غزلوں میں ان کا وہی رچا بسا لہجہ موجود ہے جو ان کا خاصہ ہے حالانکہ آج اُستادانہ رنگ میں کہے گئے اشعار پسند نہیں کیے جاتے لیکن گلدیش سہائے سکسینہ کا یہ مجموعہ مجھے اس کے باوجود بے حد پسند آیا اور مجھے واقعی یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ آپ چکبست، سرور، پنڈت ہری چند اختر کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہیں۔ طباعت کتابت بے حد صاف ہے۔ قیمت بھی مناسب ہے۔

سلمان رضوی

بارہ ماسہ نیہہ

شاعر: مولوی حفیظ اللہ قادری
مرتّب: سید نذر الحسن قادری
پتہ: مکتبہ جامعہ لمٹیڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
قیمت: تین روپے

مولوی حفیظ اللہ صاحبؒ قادری عربی، فارسی اور اردو کے مقتدر عالم تھے۔ سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے شاعر بھی تھے لیکن باقاعدہ شاعری کی طرف شاید کبھی توجہ نہ کی یہی وجہ ہے آپ کا کلام تحریری طور پر شائقینِ ادب سے روپوش رہا۔ دو صدیاں گزر جانے کے بعد جو کچھ بھی عقیدت مندوں کے حافظے میں محفوظ تھا اسے مؤلف نے اپنی انتہائی محنت سے جمع کیا ہے۔ فیاضی اور آزادی صوفیائے کرام کی صفت ہے۔ اسی لیے وہ اپنے کلام کو خود محفوظ نہ کر پائے۔ صرف عقیدتمندوں نے تبرکاً اپنے سینے سے لگائے رکھا۔

مرتب کی کاوش اور محنت کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ کیونکہ اُردو ادب میں 'بارہ ماسہ' ایسی صنف کو دو سو برس گذر جانے کے بعد داخل کرنا یقیناً ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔

بارہ ماسہ اردو ادب میں کوئی ادبی شاہکار نہیں مانا جاتا اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اُردو کے مشہور شعراء نے دردِ سخن کی کسوٹی کا معیار صرف غزل ہی قرار دیا ہے لیکن ہمارے دیہاتی ماحول کی منظر کشی اِن غزلوں میں نہیں جسے آج بھی اردو شاعری کی آبرو کہا جاتا ہے۔

بارہ ماسہ خالص ہندوستانی صنف شاعری ہے۔ کالیداس۔ عبدالرحمٰن، منجھن، اور عثمان کی شاعری میں بارہ ماسہ کے نمونے ملتے ہیں۔ 'بارہ ماسہ' کے قالب میں پنہاں سوز و گداز کا لطف اُسی وقت ممکن ہے جب کہ موسم برسات میں اُسے گایا جائے ہمارے دیہاتی ماحول کی منظر کشی، ایک ان پڑھ جوان برہن کی داستانِ غم اور جدائی کے احساسات کی عکاسی بارہ ماسہ کے موضوعات ہیں ہندوستان کے بارہ مہینوں کے موسم کی کیفیات بیان کی گئی ہیں۔ 'سیام' اور 'گنگا' جیسی تلمیحات استعارہ کے طور پر بیان کرنا اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ صوفیائے کرام سورؔ کے 'سیام' کو غیر نہیں سمجھتے۔

مولوی حفیظ اللہؒ نے بھی بارہ ماسہ کو ہندوستانی بارہ مہینوں پر تقسیم کیا ہے زبان کے اعتبار سے اودھی زبان کا استعمال زیادہ ہے۔ لیکن کہیں کہیں کھڑی بولی کے الفاظ بھی شامل ہیں غالباً اس کی وجہ یہ ہو کہ رامپور کے علاقے میں اودھی زبان بولی ہی نہیں جاتی۔ یہاں کی دیہاتی زبان کھڑی بولی سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ اردو رسم الخط ہونے کی وجہ سے جگہ جگہ اِملا کی غلطیاں موجود ہیں جنھیں باریک بینی سے دور کیا جا سکتا ہے۔

طباعت اور کتابت اچھی ہے۔ مولف نے اردو ادب میں ایک اضافہ کیا ہے جس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

بارہ ماسہ کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ساون کے مہینے میں برہن کے جذبات ملاحظہ ہوں ؎

گھٹا کاری کا دیپ چھپایا اندھیرا ‍ ‍ ‍ ‍ برہ کی فوج نے برہن کو گھیرا
پپیہا رات دن کرتا ہے پی پی ‍ ‍ ‍ ‍ پیا کارن تڑپتا ہے مرا جی
سکھی جس دم پپیہا کوکتا ہے ‍ ‍ ‍ ‍ سلگتی کا کلیجہ پھوکتا ہے

بھادوں کی کیفیت بھی پرسوز ہے

ہوئے جنگل میں پانی سے ہرے روکھ ‍ ‍ ‍ ‍ بھری برسات میں برہن گئی سوکھ
سکھی گھٹ لہریں کاری ناگنی ہیں ‍ ‍ ‍ ‍ یہ بوندیں موکو ہیرے کی کنی ہیں

'اگھن' میں جب سردی بڑھ جاتی ہے تو برہن پی کے بغیر بے چین ہو کر یوں کہتی ہے۔

سکھی جاڑے میں برہن گرم ہوتی ‍ ‍ ‍ ‍ گلے لگ کر جو پی کے سنگ سوتی
بدن کانپے اگن سینے میں بھڑکے ‍ ‍ ‍ ‍ پیا بن برہنی دن رین پھڑکے

نفیس صدیقی

املا نامہ

مرتب: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

(سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ) تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

قیمت: ایک روپیہ

یہ واقعہ ہے کہ نہ صرف ان زبانوں جن کے حروف کا نکاس بالواسطہ لاطینی حروف سے ہے، نہ صرف پرانے الفاظ کے املا نے قطعیت اختیار کر لی ہے بلکہ جو نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں ان کی املا بھی ساتھ ساتھ متعین ہو تی جاتی ہے۔

عمل عربی اور فارسی میں بھی ہو رہا ہے؟ نہ صرف یہ بلکہ املا اور اوقاف کے قاعدے ان زبانوں کے لیے بھی بن گئے ہیں۔ جو حروف پر نہیں بلکہ الفاظ کی شکلوں پر مشتمل ہیں جیسے چینی اور ایک حد تک جاپانی۔ مگر ہمارے یہاں ہر شخص ہر لفظ کو اپنی پسندیدہ شکل، یا اپنی سہولت یا اپنی عادت کے مطابق لکھتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری املا کسی قاعدے قانون کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے محض اندازے سے پڑھی جاتی ہے، اور "املائے الفاظ درانگشت تحریر کار" کے حکم پر صادق آتی ہے! اس کا دوسرا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک کسی لفظ کے مادّے سے آگاہی نہ ہو اس وقت تک املا میں غلطیوں کا احتمال رہتا ہے۔

اس وقیع کتابچے سے بہت سی کھپسلنوں کا ازالہ ہو جائے گا۔ لیکن اس کی ضرورت ہے کہ اس کے اصولوں کو عام کیا جائے تاکہ ہماری املا میں یک سانی پیدا ہو جائے اور ساتھ ہی اوقاف پر بھی زور دیا جا سکے۔ آج کل اوقاف کی علامتوں کو کلیتہً نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اور یہی نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی فقرہ کہاں شروع ہوا اور کہاں ختم ہوا۔ میں تو یہ عرض کروں گا کہ اگر ترقی اردو بورڈ کا اصل منشا ان اصولوں کو رائج کرنا ہے تو ممتاز مصنفوں اور صحافیوں میں اس مفید کتابچے کے نسخے گشت کرائے جائیں اور ان کی رائے طلب کی جائے۔ ان کا جواب آنے پر ایک املا کانفرنس دہلی میں طلب کی جائے، اور اس میں اتفاق رائے سے جو بھی اصول طے پائیں انھیں شرکاءِ کانفرنس اپنے اوپر لازم کریں۔

مجھے فی الجملہ ان اصولوں سے اتفاق ہے جو آپ نے وضع کیے ہیں۔ مگر بعض موقعوں پر ذرا کلام محسوس ہوتا ہے۔ ہمارا کام اپنی زبان کی املا کو دو راستوں پر لگانا ہے۔ ایک یک سانی کا راستہ اور دوسرا آسانی کا راستہ۔ یک سانی کے متعلق میں اوپر عرض کر چکا ہوں؟ یہ مجوزہ قواعد عام طور پر آسانی کی طرف بھی لے جاتے

ہیں۔ لیکن بعض اصولوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے تاکہ املا کی دقت زبان کے پھیلاؤ میں سدِّ راہ نہ ہو۔ میں یہاں صرف چند مثالوں پر اکتفا کروں گا۔

(۱) صـ۳۹ میرے نزدیک تنوین کی اُردو میں ضرورت نہیں۔ ایک نوآموز کو یہ سمجھانا کہ اً اور ان کا تلفظ ایک ہی ہے۔ نہایت دشوار ہے۔ بلکہ پڑھے لکھوں سے بھی غلطی کرنے کا احتمال ہے۔ ایسے الفاظ کا صحیح املا بغیر عربی دانی کے ممکن نہ ہوگا۔ "عادت سے عادتیں" آسان بھی ہے اور فطری بھی۔ جب آپ "ذکوٰۃ" کے لیے "ذکات" اور "صلوٰۃ" کے لیے "صلات" مناسب سمجھتے ہیں تو تنوین خارج از بحث ہو جاتی ہے۔

(۲) صـ۴۸ "اگر کسی لفظ میں ن ساکن کے بعد "ب" ہو تو "ن" کی آواز "م" میں بدل جاتی ہے۔" تاہم آپ کی بھی یہ فارغی ہے کہ "اگر عربی فارسی کا لفظ ہو تو املا میں اصل کی پیروی کی جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اُردو کے نوآموز کو قبل از قبل یہ سیکھنا پڑے گا کہ یہ لفظ عربی فارسی کا ہے یا "دیسی" ہے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ املا میں تلفظ کی پیروی کی جائے؟

(۳) ہمزہ کے استعمال یا عدم استعمال کے متعلق ذرا زیادہ آسان قاعدوں کے مدون کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

(پروفیسر) ہارون خاں شیروانی (حیدرآباد)

ریختی کا تنقیدی مطالعہ

مصنف: ڈاکٹر خلیل احمد صدیقی
پبلشر: نسیم بکڈپو۔ لاٹوش روڈ۔ لکھنؤ
قیمت: بیس روپے

"ریختی کا تنقیدی مطالعہ" پر خلیل احمد صدیقی کو وکرم یونیورسٹی نے سنہ ۶۹ء میں ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری تفویض کی تھی۔ اسے سال ہی میں نسیم بکڈپو لکھنؤ نے

شائع کیا ہے۔ سات سو صفحات کے اس مقالہ میں خلیل احمد صدیقی نے اردو شاعری کی امتیازی معروف صنف ریختی کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ انھوں نے پہلی بار ریختی کا تجزیاتی مطالعہ کر کے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ ابھی تک ناقدین نے تصویر کے صرف ایک ہی رُخ پر نظر کی تھی۔

یوں بھی ادب میں تحقیق کا کام بڑے جوکھم کا ہے۔ موضوع کے انتخاب سے لے کر مواد کی فراہمی تک، اور پھر طریق کار میں ایک خاص معیار کو قائم رکھنے کے لیے وسیع مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ عام طور پر ریسرچ کے لیے موضوع کے انتخاب میں اسکالر اپنی ذاتی دلچسپی ہی کو ترجیح دیا کرتے ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے ڈاکٹر صدیقی نے تحقیق کے لیے موضوع کے انتخاب میں ذاتی دلچسپی کے بجائے اسی پر اکتفا کیا کہ جو موضوع انھیں بتایا گیا وہ اس پر کام کرنے کے لیے بآسانی آمادہ ہو گئے اس کا سبب کچھ اور نہ تھا بلکہ ڈاکٹر گیان چند صاحب کے بقول "تحقیق کے لیے ایک خاص قسم کے علمی پس منظر اور تربیت کی ضرورت ہے" اور خلیل احمد صدیقی اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اس موضوع پر اتنے انہماک اور سنجیدگی سے کام کیا ہے کہ ارباب ادب یقیناً ان کی اس محنت کو قدر و منزلت کا شرف بخشیں گے۔

ریختی کو ہمارے ناقدین نے کبھی لائقِ اعتنا نہ جانا اور صنف کے متعلق یہی خیال عام رہا کہ یہ ایک مبتذل اور معیوب صنف ہے شاید اسی لیے ریختی گو شعراء بھی تذکرہ گویوں نے نظر میں بچائیں اور اس صنف سخن کے بھرپور جائزہ کی کبھی کوشش نہیں کی گئی۔ ڈاکٹر صدیقی نے ناقدین کی اس بے اعتنائی کو محسوس کیا، چناں چہ ان کا کہنا ہے کہ "اس صورت میں صرف یہی کافی نہ تھا کہ ریختی پر تنقیدی مقالہ لکھ دیا جائے بلکہ اس کی بھی ضرورت تھی کہ اس کو اس کے زمانے کے میلانات اور

سماجی حالات کی روشنی میں دیکھا جائے تاکہ اس صنف کی صحیح ادبی اور تاریخی حیثیت نمایاں ہو سکے۔"

ریختی کو آپ معیوب ٹھہرائیں یا اس کو کوئی ادبی حیثیت نہ دیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس ایسی صنفِ سخن نے ایک مدت تک اہلِ زبان اور اربابِ سخن کے ذہنوں پر حکمرانی کی ہے۔ دراصل اس کے وجود کو ایک طرح کے مزاج، ماحول اور ایک خاص مذاق کے پس منظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ ایک دور تھا کہ لکھنؤ کی عیش پسند فضا کھل کھیلنے کے لیے کافی تھی۔ جہاں معاملہ بندی عورت کے جذبات کا اظہار بن گئی ہو۔ وہاں عشق کا تصور بھی جنسی لذتوں سے ناآشنا نہ تھا۔ عورت مرد کی کمزوری بھی ہے اور ضرورت بھی! بعضوں کے نزدیک تو وجودِ زن سے ہی تصویرِ کائنات میں رنگ ہے لہٰذا عورت نے ریختی کی زبان میں اپنے احساسات اور جذبات کی ترجمانی کر کے اپنی اہمیت اور حیثیت کو منوانا چاہا۔ عورت کی طرف سے نہ صرف اس کے احساسات ہی کی ترجمانی ہوئی ہے بلکہ اس نے اپنی بول چال، محاوروں اور مخصوص اصطلاحوں میں ہوس پرستانہ جذبات کا اظہار بھی کیا ہے۔

مصنف کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے ریختی کے مطالعہ میں نفسیاتی تجزیے سے کام لیا ہے اور عورت کے معاملات و احساسات کے علاوہ سیاسی، سماجی اور اخلاقی پہلوؤں پر گرفت کی ہے۔ ان وجوہات اور ان اسباب و علل سے بحث کی ہے جو ریختی کے پھولنے پھلنے میں ممد و معاون ثابت ہوئے اور اس پس منظر کو ابھارنے کی کوشش کی ہے کہ جس میں یہ صنف پروان چڑھی۔ کیوں کہ یہ ایک مخصوص معاشرت اور ایک خاص عہد کی دین تھی اس لیے اس عہد کے خاتمہ کے ساتھ ہی ریختی کا زوال پذیر ہونا بھی لازمی تھا۔ ڈاکٹر صدیقی نے ریختی کے رنگا رنگ موضوعات پر بھی قلم اٹھایا ہے اور اسی کے ساتھ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ "غزل میں تہذیب کا جو دھندلا سا

پردہ پڑا تھا۔ اس کو ریختی نے اٹھا دیا، تاکہ سماج کے بگڑے ہوئے ذوق کی صحیح ترجمانی ہو سکے۔ اس طرح شاعری سحر آفرینیوں سے نکل کر حقیقت پسندی کی طرف پہنچ گئی"۔ اسی طرح ریختی کے ذریعے زبان و بیان کی خدمات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

یہ مقالہ بارہ ابواب پر محیط ہے۔ ———————— بعض ابواب کے غیر ضروری ہونے کا الزام صاحب مقالہ پر لگایا جا سکتا ہے۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ کتابی شکل میں شروع کے دو باب شامل نہ بھی کیے جاتے تو اس سے کوئی بہت بڑی کمی محسوس نہ ہوتی۔ لیکن چونکہ ریختی کے تنقیدی مطالعہ کے لیے ایک گہرے پس منظر کی ضرورت ہے اس لیے اس مخصوص عہد کے تاریخی اور سماجی عوامل کو پیش نگاہ رکھنا بھی ناگزیر ہے اگرچہ پہلے باب میں مصنف کی حتی الامکان کوشش یہی رہی ہے کہ وہ بے جا تفصیل اور طوالت سے گریز کرتے ہوئے محض انہی تاریخی معاملات سے بحث کریں جس کے پیش نظر ایسے سماج کی تشکیل ہوتی ہے۔ جس کی ریختی پروردہ ہے تیسرے اور چوتھے باب میں ریختی بحیثیت صنف سخن اور اس کے موضوعات پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ پانچواں اور چھٹا باب اس لحاظ سے اہم ہے کہ مصنف نے نہ صرف یہ کہ نفسیاتی تجزیئے سے کام لیا ہے بلکہ ایسے پہلو کو سامنے رکھا ہے کہ جس سے ریختی کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ سات سے دس تک کے ابواب ریختی کی تاریخ اور ریختی گو شعرا کے بارے میں معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ گیارہواں باب ان معنوں میں افادیت رکھتا ہے کہ اس میں ریختی زبان کی خصوصیات اور اس میں استعمال ہونے والے مخصوص الفاظ و اشارات کی فرہنگ دی گئی ہے۔ آخری باب میں ریختی کے زوال کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اسی کے ساتھ اردو ادب میں ریختی کے مرتبہ کے تعین کے بارے میں مصنف نے اپنا نقطۂ نظر

پیش کیا ہے۔

اس قسم کے مقالوں سے قارئین کو ایک شکایت یہ رہتی ہے کہ ہر صفحہ پر دو تین اقوال ضرور ہوتے ہیں۔ اور اس طرح تکرار و اعادہ سے بھی کام لیا جاتا ہے لیکن اس سلسلے میں عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ موضوع پر گرفت رکھنے اور اپنی بات کو شد و مد سے پیش کرنے کے لیے یہ صورت ناگزیر ہوتی ہے۔

اردو کی اگر کوئی کتاب کتابت کی غلطیوں سے پاک ہو تو اسے معجزہ جانیے "ریختی کا تنقیدی مطالعہ" میں کتابت کی بعض نمایاں غلطیاں ہیں۔ اسی طرح نمونہ کے بطور دیے گیے بہت سے اشعار بھی غیر موزوں درج ہیں۔ اشعار میں اس قسم کی غلطی کا ذمہ دار کسے قرار دیا جائے۔ کاتب کو یا مصنف کو؟

بہر طور "ریختی کا تنقیدی مطالعہ" اپنی نوعیت کی ایک بہتر کتاب ہے جس کا ہر لائبریری میں ہونا ضروری ہے۔

مختار شمیم

بحث و تکرار

مرتبہ : تصدیق احمد خاں سہاوری (مرحوم)

ناشر : عطیہ بک ڈپو ۲۷۔ ڈی ڈاکٹر
ہیشوری روڈ بمبئی ۹

(حیدرآبادی مباحث کی دستاویز)

ملنے کا پتہ : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنس بلڈنگ۔
نزد جے جے ہسپتال بمبئی ۳

قیمت : چھ روپے

تصدیق احمد خاں شیروانی بی اے (علیگ) مرحوم۔ مترجم اور مصنف۔ دوستوں کے دوست اور انجانوں سے انسانی ہمدردی میں شرابور انسان تھے۔ اہل و عیال کی ذمہ داریاں رکھتے ہوئے بھی بے سہاروں کی طرف سے آنکھ اور مٹھی کھلی رکھتے تھے قلم کاری کا شوق تھا جو مختلف رنگوں میں ظاہر ہوتا تھا۔ مجلسوں اور دوستوں کے حلقوں میں شرکت کو لازمہ حیات بنائے ہوئے تھے۔ اس کا جو رنگ میں نے دیکھا وہ انہی سے خاص تھا۔ اراکین مجلس باری باری چہک رہے ہیں۔

انہی میں بعض دانشور ایسے بھی دیکھے گئے جن کا ان گفتگوؤں میں حصہ زیادہ ہوتا تھا۔ مرحوم تصدیق بولتے کم تھے۔ تاہم ان کا ایک تبسم شیریں اور حرف مختصر پوری مجلس کو کدورت سے پاک و صاف بنائے رکھتا تھا۔ اگر ان ہفتہ وار مجلسوں یا بیٹھکوں کی گفت و شنید کی روداد بھی یونہی مرتب کرلی جاتی جس طرح موجودہ کتاب میں ماہانہ مجالس کی روداد مرتب کی گئی ہے تو میرا خیال ہے کہ ہمارے جدید دانشوروں۔ دانشمندوں کی خوش کلامیوں خوش نوائیوں اور بے تکلف ترش و شیریں آوازوں اور تابڑ توڑ منہ توڑ سوال و جواب کی حیرت زا روداد مرتب ہو جاتی۔

زیر نظر کتاب "بحث و تکرار" کے مندرجات کے عنوان یہ ہیں۔

(۱) میراجی کے ساتھ ایک شام (۲) احتشام حسین کے ساتھ ایک شام۔
(۳) عصمت چغتائی کا افسانہ اور ساگر سرحدی کی کہانی (دونوں پر گفتگو)
(۴) ظ۔ انصاری کے ساتھ ایک شام (۵) اختر الایمان کے ساتھ ایک شام
(۶) آئینہ در آئینہ (۷) یادوں کی برات (۸) ترقی پسندی ایک جائزہ۔
(۹) ٹوٹے شیشے کی آخری نظمیں (۱۰) تصدیق سہاروی کی یاد میں ایک شام۔

مندرجہ بالا فہرست کے بعد چار عنوان اور ہیں۔

(الف) اپنے بارے میں ص۳ (ب) پہلی ضروری بات ص۵ (ج) بنام ص۷ (د) اُن کے بارے میں کچھ اور ص۸ ص۱۲ پر تصدیق مرحوم نے اپنے خاندان کا ذکر کیا ہے۔ اچھا ہوتا کہ ایڈیٹر حاشیہ میں خاندان کے ذکر میں تصدیق مرحوم کے والد ماجد کا نام بھی لکھ دیتے۔ اسی طرح ص۸ پر مرحوم کی اہلیہ محترمہ رضیہ سلمہا کا "ان" کا یعنی اپنے رفیق حیات مرحوم تصدیق احمد خاں کا نام نہ لکھنا ایک قدیم ہندوستانی رسم کی پیروی ہے۔ اسی رسم کی پابندی میں محترمہ رضیہ نے اپنے والد ماجد کا عرفی نام یعنی حافظ صاحب تو لکھا جو بظاہر غیر متعلق نظر آتا ہے مگر ان کا نام نامی جو "حافظ علی بہادر خاں مرحوم" تھا نہیں لکھا۔

ص۷ پر "بنام" کے عنوان سے زیر تبصرہ کتابچہ تین دوستوں کے نام معنون کیا گیا ہے۔ وہ اس طرح کے ایک دائرہ بنا کر شاید تعلقات کی معنویت

یا کسی اور خصوصیت کے پیشِ نظر تین نام لکھ کر ہر نام کے سامنے ایک ایک لفظ لکھ دیا گیا ہے۔ اس طرح گویا۔ اختر الایمان "دوست" اور باقر مہدی "دشمن" اور شمس الرحمٰن فاروقی "رشک" کے لفظ سے مخاطب کیے گئے ہیں۔

کتاب میں زیرِ بحث افسانہ، کہانی اور سب نظمیں شامل نہیں۔ البتہ اہلِ مجلس اور مصنفوں اور شاعروں کے سوال و جواب من و عن جوں کے توں درج ہیں۔ اس سے مسائل و مسوّل یا بحث و تکرار میں حصہ لینے والے سب کے سب خود بخود سامنے آ جاتے ہیں۔

بحث و تکرار کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ آج کے دانشوروں کی نظم و نثر تنقیص و تحمید جدید ہے۔ اور ماضی سے الگ۔ یا ایسی ہی کوئی بات یا رمز ہے۔ مجھے اس سے اتفاق ہے وہ اس طرح کہ جیسا کہ ہر فرد جدید ہستی اور اپنی ہستی میں مکمل عالم ہے یہی خیالات کا حال ہے "حال" میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ "ماضی" کی ہی تکرار ہے۔ اگر ماضی نہ ہو۔ تو حال کا وجود نہ ہوا اور حال نہ ہو تو ماضی کا ظہور و شعور نہ ہو۔ جب حال پر نظر کی جاتی ہے تو اس کی گریز پائی کی انتہا ہی نہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک چکر ہے جو سبرعت جاری ہے اور ہم زمان و مکان میں "آزاد" قیدیوں کی طرح مسلسل خوابِ پریشاں کے سے نظاروں میں محو ہیں۔ بہر حال نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنھیں ہر جگہ اور ہر چیز میں داغ دھبے ہی نظر آتے ہیں۔ مانا کہ "داغ" دھبے بھی ایک حقیقت رکھتے ہیں .... لیکن ایک ایسی حقیقت کہ اس کی نشان دہی سیاہی کا ضائع کرنا ہے۔

کتاب کا نام "بحث و تکرار" مندرجات کتاب کو دیکھتے ہوئے نہایت موزوں اور بامعنی ہے۔ جدت یہی ہے کہ ساری کتاب بحث و تکرار یا لفظی مارکٹ کے نعروں اور ہمہموں سے گونج رہی ہے۔

میراجی مرحوم کو میں نے بھی رسالہ "ادبی دنیا" لاہور کے دفتر میں دیکھا تھا۔ میراجی اس رسالے سے متعلق تھے اور منصور احمد مرحوم اس کے اڈیٹر تھے تبھی کے بلند پایہ افسانہ نگار کرشن چندر اور مشہور شاعر جگن ناتھ آزاد نئے نئے میدان میں اترے تھے۔ میراجی کی اس وقت کی بات چیت کا جو اثر دل و دماغ پر اب تک باقی ہے وہ یہ تھا کہ ان کے والد ماجد موجودہ صوبہ گجرات میں کہیں مدرس تھے اور اس جگہ میراجی نے دل پر چوٹ کھائی تھی۔ بحیثیت مجموعی مجھے تو میراجی کچھ کم آمیز۔ کچھ جھینپے جھینپے۔ خاموش طبع اور صفائی ستھرائی سے بے نیاز۔ گھنے بالوں اور بھری مونچھوں والے۔ میلے کچیلے لمبے کالے کوٹ میں تنہائی پسند سے جوان آدمی دکھائی دے رہے تھے "بحث و تکرار" کے متن کے صلا میراجی کے متعلق کرشن چندر کا یا صرار یہ بیان کروہ "پکے مسلمان ہیں۔ ان کا ہندو نام ایک دھوکہ ہے" معنی خیز شہادت ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ جب خود میراجی اپنا مذہب کچھ اور بتاتے تھے تو ضرورت نہ تھی کہ ان کو جھٹلایا جاتا۔ کیونکہ انسان کا مذہب وہی ہوتا ہے۔ جس کا وہ اعلان یا اقرار کرے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر ان لوگوں کے لیے کیا ارشاد ہوگا جو اپنے پیدائشی مذہب کے سوال پر کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا وہ مذہب نہیں یا کوئی مذہب نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ نام عموماً معلوم زبانوں میں کسی بھی زبان کے رکھ لیے جاتے ہیں اور ان ناموں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر ظ۔ انصاری صاحب نے مصر کے جامعۂ ازہر کے شیخ سے ملاقات کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے امام شافعیؒ کے فتویٰ کا حوالہ دیا جس میں امام موصوف اہلِ ہند کو اہلِ کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ شیخ ازہر اور امام شافعی کے بیانات تصدیق ہیں قرآنی ارشادات کی جن میں کہا گیا ہے کہ ہر قوم و ملک

میں خدائی پیام رساں انہی میں سے ہوتے ہیں اور انہی کے زبان میں خدائی پیام لاتے ہیں۔ چنانچہ اسی اصول کے مطابق بھارت قدیم آکاش وانیوں کی دولت سے مالا مال ہے۔

ظ۔ انصاری صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ شیخ ازہر کے کھانے کی بڑی میز پر شیخ اور ظ۔ انصاری کے علاوہ دونوں کی کاروں کے ڈرائیور بھی شریکِ طعام تھے۔ مگر یہ مساوات مصر کے بدحال بازاری مزدوروں کو حاصل نہ تھی۔ پھر موصوف نے روسی مساوات کا ذکر فرمایا ہے۔ ضرور ہوگی۔ حالانکہ اتنی دور جانے کی ضرورت نہ تھی کیوں کہ یہاں تو روسی معیار بلند کی حمد و ثنا کرنے والے اکثر و بیشتر عملاً اس بلندی پر نظر نہیں آتے شاید یہ ہماری بے خبری ہو۔ اور بے بصری۔

(مولانا) مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

سائنس اور ہندوستان

از: اندر جیت لال

ناشر: سبھاش سلوجہ

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ اردو بازار دہلی ۶

قیمت: چھ روپے

اردو میں سائنس کے موضوع پر مدارس اور جامعات کی ناکافی نصابی کتابوں کے علاوہ بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ اس میں اردو والوں کے مزاج کا بھی دخل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اہلِ اردو فطرتاً اہل دل ہیں۔ عقل و خرد پر جنون و عشق کو ترجیح دیتے ہیں۔ عقل کی چون و چرا اسے جذبے کی لطافت کو ٹھیس لگتی ہے لیکن تغیر وقت کے ساتھ ساتھ جب اہلِ اردو بھی ٹھوس مادی حقائق سے دوچار ہوئے۔ اور جب روح کا آبگینہ مادہ کی سخت چٹان سے ٹکرایا تو بیدار ہوئے اور سائنسی موضوعات کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔

اردو میں سائنسی موضوعات پر لکھنے والوں میں اندر جیت لال کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ان کی پہلی تصنیف "آج کی سائنس" نے یونیسکو ایوارڈ جیتا "آج کی سائنس

میں موصوف نے جدید ترین سائنسی ایجادات کی ساخت وافادیت سے بھرپور تعارف کرایا ہے۔

"سائنس اور ہندوستان" اندرجیت لال کی دوسری تصنیف ہے اس کی نوعیت آج کی سائنس سے مختلف ہے۔ سائنس اور ہندوستان میں علم سائنس کو تاریخ ادب اور زندگی کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ یہی اس کتاب کی خصوصیت ہے اس کتاب میں ایجادات کی ساخت واصطلاحات کی تشریح وتوضیح نہیں ہے بلکہ فکر کے ان سرچشموں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ جو سائنس کے عظیم الشان پربت سے پھوٹتے ہیں اور انسانی سماج، تاریخ، ادب اور زندگی کو سیراب کرتے ہیں۔ غالباً اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں ایک مخصوص فکر انگیزی کارفرما ہے۔

سائنس اور ہندوستان کی فکر انگیزی کی ایک مثال سائنس کی وہ اہلیت، یعنی سائنس کا تخریبی پہلو ہے جس نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر قیامت ڈھائی تھی۔ سائنس کے اس کارخانے نے بین اقوامی سطح پر بنی نوع انسان کے ذہن پر ایک مستقل خوف جنگ کی کیفیت طاری کردی ہے کتاب میں یہ موضوع بھی زیر بحث آیا ہے اور اندرجیت لال اس معاملے میں آشاوادی نظر آتے ہیں۔ اس لیے اس نازک اور خطرناک موضوع کو انھوں نے بڑے رجائی انداز میں پیش کیا ہے۔ لیکن سائنس بھی اس کا کیا کرے کہ بقول یاس یگانہ چنگیزی صاحب۔

شیطان کا شیطان فرشتہ کا فرشتہ انسان کی یہ بوالعجبی یاد رہے گی

مگر اس سے بھی زیادہ بوالعجبی یہ ہے کہ تضاد کے بغیر تخلیق ناممکن ہے۔ اور اس پر طرہ یہ ہے کہ تخلیق کے تضاد میں وحدت بھی ہے۔ کیا اچھا ہو کہ دنیا کے تمام ممالک اپنے جنگی ہتھیاروں کو سمندر میں پھینک دیں۔ اور آئندہ بھی کوئی ہتھیار نہ بنائیں۔ نسل انسانی کے ذہن سے خوف جنگ تبھی دور ہوسکتا ہے۔ "سائنس اور ہندوستان" میں دس مقالے شامل ہیں۔ سائنس کیا ہے۔

سائنس کا ارتقا پرانے زمانے میں سائنس کا ارتقا نئے زمانے میں ہندوستانی سائنس موجودہ صدی میں ۔ ہندوستانی سائنس قدیم زمانے میں ہندوستانی سائنس انیسویں صدی میں سائنس اور انسان سائنس اور زندگی سائنس اور ادب ۔ مصنف کے اندازِ نگارش نے بھی اس کتاب کو صحیح معنوں میں سائنسی ادب میں ڈھال دیا ہے ۔ مقالات کے اختصار میں احساس تشنگی بھی علم کی پیاس بڑھاتا ہے ۔ غرض اُردو کے سائنسی ادب میں یہ کتاب ایک گرانقدر اور خوشگوار اضافہ ہے ۔

جاوید وششٹ

اُردو افسانے

مرتبہ : رضیہ سجاد ظہیر
مطبوعہ : نیشنل بک ٹرسٹ ، نئی دہلی
قیمت : دس روپے پچاس پیسے

داستانوں کی زبان عام طور پر ہلکی پھلکی مگر نشہ آور ہوا کرتی ہے ۔ افسانے کی زبان بھی اسی طرز کی ہوتی ہے " اُردو افسانے " کی خصوصیت یہ ہے کہ کئی داستان گو ایک ہی طرز اور لے پر ہمارے سامنے رقصاں نظر آتے ہیں ۔ ان افسانوں میں کلاسکی طرز کی نمائندگی بھی ملتی ہے اور جدید تکنکی تجربے والے افسانے بھی موجود ہیں ۔ زبان و بیان کے اعتبار سے بھی انفرادیت ہے ۔ ماضی ، حال اور مستقبل کے اشارے بھی ملتے ہیں ۔ ہمارے اردگرد جو ماحول ہے اُس کی عکاسی بھی اچھی طرح کی گئی ہے ۔ مگر ایک تشنگی کا اب بھی احساس ہوتا ہے کہ ہمارے افسانے روایتی اور رواجی طرز سے یکسر جدائی نہیں اختیار کر پا رہے ہیں ۔ موجودہ افسانہ نگاروں کو اس احساس کا جواب دینا ہے اور قاری کی تشنگی کو دُور کرنا ، اس کا فرض ہو جاتا ہے ۔ رضیہ سجاد ظہیر ایک حساس افسانہ نگار خاتون ہیں ۔ انہوں نے اپنے افسانے " اللہ دے بندہ لے " میں فخرو کے کردار کو پیش کر کے ہمارے سماج کے اُس رُخ کو عریاں کرنا چاہا ہے ۔ جس میں عبادت کے معنی ریاکاری اور مکر کو چھپانا ہے ۔ فخرو کا کردار اس بات کی علامت ضرور ہے کہ وہ احکام خداوندی کا

کا قائل ہے مگر اس کے ایک عمل کے گریز سے افسانہ نگار جو درس دینا چاہتی ہے اُس کا تاثر اس مادی دنیا میں دیرپا نہیں ہے۔

غیاث احمد گدّی کا افسانہ "پہیہ" خاصہ کی چیز ہے۔ لچھّو رانی کے کردار میں مرد کی جنس پر جس طرح گدّی نے تازیانے لگائے ہیں اور الفت کے کردار سے زندگی کا جو مفہوم اخذ کیا ہے۔ اس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ "پہیے" اگر لاگ نہ کھاتے ہوں تو راستہ کی ہمواری بھی اُسے تباہی سے نہیں بچا سکتی اور کسی نہ کسی "سدھو" کی تلاش جاری رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کوئی لمبا تڑنگا سرخ پٹھان اسے اپنا لیتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ لچھّو رانی کی زندگی کا "پہیہ" کب اور کن حالات میں لاگ کھاتا ہے؟ اور ہندوستانی معاشرہ میں کتنی "لچھّو" مناسب حال صورت حال پیدا کرسکتی ہیں ہم کتنے "گدّی" ہیں جو "لچھو" سے اکراہ کرکے سینکڑوں اور ہزاروں "لچھّو" پیدا کرسکتے ہیں! اور یہ سلسلہ کب تک باقی رہے گا؟ یا رہنا چاہیے؟

آمنہ ابوالحسن ـــ کا افسانہ "میری میّا" چونکانے والی کہانی ہے۔ عورت خواہ کسی عمر کی ہو پیسہ کی طلب گار رہتی ہے۔ کسی ذات اور کنبہ کی ہو، مرد سے پیسہ کی حساب فہمی اپنا فرض خاص سمجھتی ہے۔ مہینہ بھر عورت انتظار کرتی ہے اس دن کا جب مرد اپنی جیب بھر کر گھر میں داخل ہو، اور وہ اُسے اپنی تحویل میں لے لے۔ اس عمل سے نہ بالو بچتا ہے نہ ونایک۔ اور بقول آمنہ ـــ بڑی جنگلی قوم ہے، شہر آکر بھی سدھر نہ سکی ـــ یعنی اس دنیا کی تہذیب اور شائستگی انسان کو کامل نہ بنا سکی۔ لیکن کہانی میں ماں کی عظمت اور ممتا کا جو ایک خاص تاثر پیش کیا ہے۔ وہ انفرادی ہے۔ ہلکی ہلکی آنچ میں شکن کے لمس کا احساس بھی ہے اور رشمی کی عظمت کا اعتراف بھی۔ ماں اور معشوقہ کے ملاپ میں جو فرق ہونا چاہیے۔ اس کہانی میں اُسے بہر حال ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اگرچہ رنگ کئی ہیں۔ مگر واضح نقش وہی ہے۔ جو رشمی کے کردار میں پنہاں ہے۔

قرۃ العین حیدر ـــــ کا قلم ان دلتوں پرانی اور قدیم داستانوں کو محفوظ کرنے میں لگا ہوا ہے۔ وہ افسانے کے پردے میں دراصل تاریخ بیان کرنے اور روایتوں کو منضبط کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ تاریخ کا حال یہ ہے کہ وہ شخص کو دیکھتی ہے نہ زمان و مکان کو۔ لیکن آج کا انسان قدیم روایتوں کے سہارے کب تک زندہ رہے گا؟ اگرچہ یہ بھی سچ ہے کہ روایتیں نہ ہوں گی تو انسان کی کہانی کون بیان کرے گا؟ اس لیے قرۃ العین کا اُردو ادب پر یہ احسان ہے کہ وہ ماضی کو حال سے وابستہ کرنے میں مصروف ہیں۔ ان کا قلم کبھی کبھی ایسے نشانات پر بھی انگلی رکھ دیتا ہے، جس سے ذہن صدیوں پہلے کی باتوں کو بھی آج کی حقیقت کے آئینے میں دیکھنے لگتا ہے۔ اچھے مصور کا کمال یہی ہے کہ وہ نقش کے بجائے رنگ آمیزی میں ہی اپنے فن کا مظاہرہ کر جائے۔

قاضی عبدالستار نے اودھ کی تہذیب پر ایسے نرالے انداز میں کمند ڈالنی شروع کی ہے جس سے قاری اپنی داستان سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے وہ منظر کشی میں ہی خاندان کا سراپا بیان کر کے اس کی خصوصیات کا ذکر کر ڈالتے ہیں۔

الفاظ کے استعمال ۱

اور ان کے اتار چڑھاؤ سے وہ قاری کو متاثر بھی کر لیتے ہیں اور افسانہ کی خوبی میں اضافہ بھی۔ قاضی صاحب اودھ کی تہذیب۔ اس کی رنگا رنگی۔ اس کے رچاؤ اور اداؤں سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ میلے ٹھیلے۔ تہوار اور رسم و رواج۔ بولی ٹھولی اور کہاوتوں سے آشنا ہیں۔ ان کے افسانے میں رومانوی خوشبو اور یگانگت کی ایسی آتشیں لپٹ محسوس ہوتی ہے کہ محبت وارفتگی میں بدل جاتی ہے اور شیدائی سودائی معلوم ہونے لگتا ہے۔ رضو باجی کی کہانی ایک ایسی المیہ ہے جو اودھ کی گلی کوچوں میں برابر ہوتی رہی ہے۔ مگر اس کا راوی نہ بیان دیتا ہے، نہ کسی در پہ

جیدا دیتا نظر آتا ہے ۔ ہاں یہ قاضی کا قلم ہے جو ایسی داستانوں کو رنگ و نور عطا کر کے وقت کے ہاتھوں سے محفوظ کرتا جا رہا ہے ۔ بعض اوقات تو یہ احساس بھی ہونے لگتا ہے کہ کہیں قاضی کے اپنے قضیے تو نہیں ہیں ۔ اس لیے کہ یہ تپش ، یہ آگ ، یہ جلن ، یہ نازو انداز ، یہ سرمستی اور بے خوفی ، بے باکی اور جذبہ کا وفور یوں ہی تو نہیں ادا ہو سکتا ہے ۔ پھر ان کے یہاں افسانوی زبان کس خوبی سے استعمال ہوتی ہے اس سے دل اور بھی متاثر ہوتا ہے ۔

جیلانی بانو کی کہانی ۔ نفسیات اور عمیق مشاہدے کی ترجمان ہوتی ہے لیکن نہ جانے کیوں "موم کی مریم" میں ان کا عمق اس طرح اجاگر نہیں ہوتا ، جس سے ہمارا احساس جاگ کر "شیش محل" کو چکنا چور ہوتے محسوس کرے ، نسوانی زبان کا استعمال واجدہ تبسم کا حق ہے ۔ لیکن جیلانی بانو کے یہاں بھی اس کی ادائیگی بہت خوبی سے ہوتی ہے ۔ وہ شخصی عکاسی بھی اچھی طرح کر لیتی ہیں ۔ اس افسانے کی خصوصیت بھی بس یہی ہے ۔

سہیل عظیم آبادی — کے افسانے عام رقابتوں اور کہاوتوں سے ذرا مختلف ہوتے ہیں ۔ ان کے یہاں پریم چند کی افسانہ نگاری کا عنصر نمایاں ہے ۔ وہ شخص کے بجائے سماج اور فرد کے بجائے ، جماعت اور ذات کے بجائے ۔ عظمت کے قائل ہیں ۔ لیکن ان میں سے کسی کو مجروح ہوتے دیکھنا پسند نہیں کرتے ۔ وہ انفرادی آزادی اور خود داری کو کچھ ایسے انداز میں اپنے یہاں پیش کرتے ہیں کہ ہمارا ذہن متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا ۔ بھابی جان کی الفت ، فرض شناسی ، مجبوری ، بے بسی اور بالغ نظری کا کچھ اس طرح کا نقشہ اس کہانی میں پیش کیا گیا ہے کہ دل میں عزم ، حوصلہ امنگ اور نیک خواہشات کا ایک سیلاب امنڈتا چلا آتا ہے ۔ افسانہ نگار کی خوبی بھی یہی ہے کہ وہ ایک تصویر میں ہی سماج کے سُو رُخ پیش کر دے آئینہ کا کام زیبائش

اور حسن میں نکھار پیدا کرنا ہی نہیں ہے۔ قبح کو بھی نمایاں کرنا آئینہ کا کام ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہانی اچھی ہے۔ لیکن اتنی اچھی نہیں کہ اسے انتخاب کہا جا سکے۔

خواجہ احمد عباس ——— کی کہانی "لال اور پیلا" ایک مصوّر کی کہانی ہے جس کی دکان شیشہ گری میں آرٹ کی ایک دنیا آباد ہے۔ جہاں حسن بھی ہے۔ رومان بھی۔ رنگینی بھی ہے اور شادمانی بھی۔

خواجہ احمد عباس ——— نے اس کہانی میں فن کار کو مزدوری کرتے اور اسے ہماری طرح کا انسان محض بنا کر پیش کیا ہے۔ گوپال اپنی محبوبہ رجنی کی نئی تصویر بنا کر نمائش میں پیش کرنے کا خواہاں ہے۔ لیکن اس کی نیت بخیر ہے وہ کسی طرح یا اللہ کے بجائے فن کو محض فن کی خاطر استعمال کرنے کا قائل ہے۔ اس کے باوجود اس کے خانۂ ذہن میں اگر یہ بات آتی ہے کہ اس تصویر کے واسطے سے وہ اپنی گونگی محبت کا سندیسہ رجنی تک پہنچانا چاہتا ہے۔ تو اس میں کوئی عیب نہیں۔ لیکن ہندوستانی مصور کی بے بسی یہ ہے کہ اس کے پاس اپنی محبوبہ کا عکس نقش بنانے کے لیے رنگ تک نہیں ہے۔ جو رجنی کی پاسنیدی کا ہی بنا سکے۔ بجائے سیاہ رنگ کے، جو اداسی کا رنگ کہلاتا ہے۔ اور آخرکار وہ اپنے موقلم سے اپنے اردگرد کی دنیا، اپنی گلی، اپنے کوچے کو کالے رنگ سے پینٹ کر کے، نمائش میں رکھ آیا جسے صاحب نظر حضرات نے "پسندیدگی" کی سند عطا کی۔ لیکن خالق تصویر گوپال کے لیے جو الفاظ کہے گئے وہ اس داستان کا المیہ ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ آج فن کار کی قدر و عظمت صرف اس حد تک رہ گئی ہے کہ ہم اس پبلسٹی کر کے اسے اور بھی حزنیہ بنا دیں۔

اس مجموعہ میں اگر تسلیم سلیم چھتاری کا بھی کوئی افسانہ شریک ہوتا تو ایک اچھے افسانہ کا اضافہ بھی ہو جاتا اور افسانہ نگار کی تحریر سے موجودہ اردو دنیا روشناس بھی ہوتی

اردو افسانے کی طباعت و کتابت نفیس تر ہے اور مکتبہ جامعہ کے حسن کار کردگی کی علامت بھی۔

سید مرتضیٰ حسین بلگرامی

۱ میرا دوست زلفی

مصنف : پیلو موری
پبلشرز : ہند پاکٹ پرائیویٹ لمیٹڈ۔ جی ٹی روڈ
شاہدرہ دہلی ۳۲
قیمت : چار روپے

پاکستان کے وزیرِ اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو جن حالات میں برسرِ اقتدار آئے اُن سے ہم واقف ہیں۔ اس وقت بڑی آڑی ترچھی تصویر لوگوں کے ذہنوں میں تھی ہمارے لیے وہ ایک ولولہ انگیز مقرر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور غیر محتاط رویّے کے حامل سیاست داں کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان سے بدگمانیاں زیادہ تھیں اور توقعات کم۔

ایسی فضا میں پیلو موری صاحب نے بھٹو صاحب کے بارے میں اپنی تصنیف پیش کی۔ موری صاحب ہمارے ایک بیدار مغز، خوش طبع اور حاضر جواب ممبر پارلیمنٹ ہیں۔ وہ اس وقت سوتنتر پارٹی کے صدر بھی ہیں۔ انھوں نے بڑی خوبی سے وزیرِ اعظم پاکستان کو پیش کیا ہے۔ وہ ان کے بچپن کے ساتھی ہیں اور ایک عزیز دوست۔ انھوں نے اپنے دوست کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ان ہی کا حصّہ ہے۔ یہ حدیثِ دوست، بزبانِ دوست ہے۔ سچّی بھی اور اچھّی بھی۔ اس آئینے میں بھٹو صاحب ایک دل آویز اور پُر خلوص شخصیت کے مالک نظر آتے ہیں اور خود موری صاحب کی شرافتِ نفس اور دقّتِ نظر کی رونمائی بھی ہو جاتی ہے۔

یہ کتاب انگریزی میں لکھی گئی ہے۔ اردو میں یہ پیش کش ہند پاکٹ بکس کی طرف سے کی گئی ہے۔ مترجم کا نام درج نہیں ہے۔ ترجمے میں سہل پسندی کی کار فرمائی نظر آتی ہے اور انداز بیان "اخباری" ہے تاہم اردو داں طبقے کے لیے یہ پیش کش پُر محل بھی ہے اور دلچسپی کا باعث بھی۔

ولی شاہجہانپوری

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی نئی کتاب

انتخابِ حالی

مولفہ

سفارش حسین رضوی

حالی پہلے شاعر ہیں جنھوں نے شعر
کو رسمی عشق اور رسمی تصوف کی
تنگ گلیوں سے نکال کر زندگی کے
وسیع میدان میں پہنچا دیا۔ مناظرِ قدرت
کی مصوری، تاریخ کی آئینہ داری،
قومی اور وطنی جذبات کی ترجمانی، معاشرے
کی تنقید اور اصلاح کا کام جس سلیقے
سے حالی نے کیا اس کی ایک جھلک
آپ کو اس انتخاب میں ملے گی۔

قیمت -/۶/۵

نئی مطبوعات

آتشِ گل	شعری مجموعہ (نیا اڈیشن)	جگر مرادآبادی	۸/۰
جدوجہد آزادی میں مجلسِ قانون ساز کا رول	(تاریخ)	مترجم غلام ربانی تاباں	۹/۵۰
چک ویر راجندر	(ناول)	مترجم: راشد سہسوانی	۲۲/۵۰
کیفیہ	(ادب)	برجموہن دتاتریہ کیفی	۱۴/۰
سراغ رسانی اور تفتیش		محمد مرتضیٰ علی خاں ناظر	۱۰/۰
بہ نام کتاب	(مزاحیہ)	فکر تونسوی	۴/۷۵
سلوٹیں	(افسانچے)	جوگندر پال	۶/۷۵
نقدِ دل	(شعری مجموعہ)	منوہر لال دل	۲۰/-
پیامِ اقبال	(اقبالیات)	عبدالرحمٰن طارق	۱۶/۰
ورق ورق روشن	(اقوالِ زریں)	اظہار حسین	۳۲/-
غبارِ شب	(ناولٹ)	قاضی عبدالستار	۸/۰
حرفِ زیرِ لب	(شعری مجموعہ)	عفت بانو زیبا کاکوروی	۹/۰
صحیفہ	(یادگارِ صفی)	سید زائر حسین کاظمی	۵/۴۰
سبز اندار	(شعری مجموعہ)	شمس الرحمٰن فاروقی	۹/-
سوتر وکن	(" ")	ڈاکٹر کنول ڈبائیوی	۱۵/۰
آواز کی پرچھائیاں	(" ")	کرشن ادیب	۱۵/-
موسمِ گل کے آنے تک	(" ")	شبیر علی خاں شکیب	۵/-
آج کا پاکستان	(سفرنامہ)	احمد سعید ملیح آبادی	۱۵/-
کلیاتِ فیض	(شعری مجموعہ)	فیض احمد فیض	۸/۰
دورِ حاضر اور اردو غزل گوئی	(ادب)	ڈاکٹر عندلیب شادانی	۱۲/۵۰
نقش و نگار	(شعری مجموعہ)	جوش ملیح آبادی	۴/-
سورج کا بہتا پانی	(ناول)	مترجم۔ مظہر الحق علوی	۱۲/-
پدما بھوشن نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کی اردو خدمات	(ادب)	صادق نوید	۵/-
تم کون ہو	(ناول)	آمنہ ابوالحسن	۶/-
نقش و نغمہ	(مجموعۂ کلام)	قسیم الحق گیاوی	۱۰/-
اردو مصدر نامہ	(مصادر)	حفیظ الرحمٰن	۱۰/-

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی تازہ مطبوعات

موت کے بعد

شیورام کارنت مترجم: محمود سروش

زندگی کا حاصل صرف چند یادیں ہی تو نہیں تو پھر انسانی زندگی کا حاصل ہے کیا؟ اس ناول میں ایسی جستجو کا ایک رُخ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قیمت: ۷/۷۵

اُردو افسانے

مرتبہ: رضیہ سجاد ظہیر

اُردو افسانہ آج بھی رنگارنگ اور زندگی سے لبریز تخلیقات سے مالا مال ہے۔ ایک طرف تو وہ اپنے تمام پڑھنے والوں میں ہردلعزیز ہے اور دوسری طرف وہ دُنیا کی کسی بھی زبان کے افسانوں کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔ اس مجموعے میں اُردو کے ۴۲ بلند پایہ افسانے شامل ہیں۔

قیمت: ۱۰/۵۰

میں

ہری نرائن آپٹے مترجم: کشور سلطان

مراٹھی ناولوں میں نئے خیالات کا دور شروع کرنے کا سہرا ہری نرائن آپٹے کے سر ہے۔ ان کے یہاں نئی سمت کا اشارہ ملتا ہے۔ اس ناول میں بھی ہری نرائن نے تبدیلیِ حالات، زندگی کے نئے رُوپ اور اس کے مسائل پیش کیے ہیں

قیمت: ۹/-

آدمی کے روپ

یش پال مترجم: سہیل عظیم آبادی

زیرِ نظر ناول میں ایک پہاڑی بیوہ نوجوان عورت سوما کے ذریعے مختلف طبقات میں آدمی کے بہت سے روپوں کی کہانی بیان کی گئی ہے۔

قیمت: ۱۲/-

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ علی گڑھ ۱

دہلی اُردو اخبار

اُردو صحافت کی تاریخ میں دہلی اُردو اخبار کی اہمیت مسلم ہے۔ انیسویں صدی کے وسط میں، خصوصاً دہلی میں جو واقعات رونما ہوتے رہے یہ اخبار ان کی مستند دستاویز ہے، اس عہد کے نہ معلوم کتنے چھوٹے بڑے واقعات اور حادثات کی اطلاعیں اس میں درج ہیں اور اس دور میں ہمارے لیے ان سے واقفیت ضروری ہے۔

یہ اخبار حقیقت میں ایک روزنامچہ ہے جس سے اس عہد کی سماجی زندگی اور ادبی محفلوں اور شخصیتوں کا حال معلوم ہوتا ہے۔

اس اخبار کے تمام موجودہ شمارے شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی شایع کر رہا ہے۔ اس سلسلہ کی یہ پہلی جلد جو ۱۸۴۰ء کے شماروں پر مشتمل ہے۔ نہایت صحت و اہتمام سے شایع کی گئی ہے۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ قیمت: ۱۰/-

---

خدنگِ غدر

خواجہ احمد فاروقی

۱۸۵۷ء کی تحریک جنگ آزادی کے چشم دید حالات پر مشتمل یہ کتاب روزنامچہ بھی ہے اور اس تحریک کی جامع تاریخ بھی۔ جسے معین الدین حسن خلف نواب قدرت اللہ بیگ جان غالب جنگ نے بڑی محنت و کاوش سے لکھا تھا۔ اس کتاب کے قلمی مخطوطے کی نقل شعبۂ اُردو دہلی یونیورسٹی نے انڈیا آفس لندن سے حاصل کی اور صحت و صفائی کے ساتھ طبع کرایا۔ ابتدا میں پروفیسر خواجہ احمد فاروقی کا پُر مغز مقدمہ بھی شامل ہے اور آخر میں داغ دہلوی اور منیر شکوہ آبادی کے قطعات تاریخ بھی۔

طباعت و کتابت دیدہ زیب۔ قیمت ۱۰/-

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی ۲۵ - دہلی ۶ بمبئی ۳ علی گڑھ ۱

ترقی اردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

جدید ہندوستان میں ذات پات   ایم این سری نواس   مترجم: شہباز حسین

اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید ہندوستان کے جمہوری طریقہ کار، انتظامیہ اور تعلیمی میدان میں ذات پات نے کیا حصہ لیا ہے۔ سیاسی میدان میں اس کو کس حد تک عمل دخل حاصل ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔   قیمت ۱۰/-

حیدر علی   نریندر کرشن سنہا   مترجم: اقتدار حسین صدیقی

یہ کتاب نہ صرف حیدر علی کی سوانح ہے بلکہ یہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارویں صدی کی عجیب و غریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ ہے اگرچہ اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی زندگی سے متعلق ہے   قیمت: ۱۷/-

ہندوستانی معیشت   الک گھوش   مترجم: محمد خلیق

عام طور پر ان ملکوں کو کم ترقی یافتہ کہا جاتا ہے جن کا معیار زندگی کم ہو، جن کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہو اور جہاں صنعت و حرفت بہت کم ہو، ہندوستان کا حال بھی کچھ ایسا ہی رہا۔ تفصیلات اس کتاب میں ملیں گی   قیمت: ۷/۲۵

ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں   کنور محمد اشرف   مترجم: قمر الدین

"ہندوستان کے لوگوں کی زندگی اور معاشرت"، مرحوم ڈاکٹر اشرف کی لافانی تصنیف ہے یہ کتاب اس دور میں تصنیف ہوئی جب تاریخ کا مطالعہ محض حکمرانوں کی زندگیوں اور ان کے عسکری کارناموں تک ہی محدود تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے تاریخ کے مطالعے کے لیے بلاشبہ نئی راہیں متعین کر کے ایک قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔   ۱۸/۲۵

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ علی گڑھ

فرقانیہ اکیڈمی کے علمی تحفے

★ **چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں**　　از: محمد شہاب الدین ندوی

اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی پہلی علمی و تحقیقی کتاب جو موجودہ مادہ پرستانہ چیلنج کے جواب میں لکھی گئی ہے اور خلائی دور کے ابھرتے ہوئے سوالوں کا جواب دیا گیا ہے خلائیات پر متعدد عکسی تصاویر۔ مقدمہ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے قلم سے۔ ایک ولولہ انگیز اور ذہن آفریں کتاب۔

قیمت:- ۵/- مجلد ۶/-

★ **اسلام اور عصر حاضر**　　از: محمد شہاب الدین ندوی

وقت کے اہم ترین مسائل پر چند علمی و تحقیقی مقالات کا مجموعہ جن سے عالم انسانی کی ذہنی و فکری حیثیت سے رہنمائی ہوتی ہے۔ جدید سائنٹفک تحقیقات کی روشنی میں الحاد و لادینیت کے ابطال اور اسلام کی ابدیت و عالمگیری پر اچھوتے اور معرکتہ الآرا دلائل۔ کتاب کا تعارف مولانا عبدالماجد دریابادی کے قلم سے۔

قیمت: مجلد مع گرد پوش: چھ روپے

★ **اسرارِ نبوت**　　از: محمد شہاب الدین ندوی

سائنسی نقطۂ نظر سے مقاصدِ رسالت پر نئی روشنی اور نبوت کی ضرورت اور اہمیت پر نئے دلائل ایک پُر از معلومات کتاب۔

قیمت ۱/-

★ **قرآن کا پیغام**　　از: محمد شہاب الدین ندوی

قرآن حکیم کی بعض پیشین گوئیوں کی روشنی میں موجودہ ہندوستانی مسلمانوں کے احوال و کوائف کا ایک فکر انگیز جائزہ اور تازہ پیام عمل

قیمت ۱/-

★ **نظریۂ اشتراکیت**　　از محمد شہاب الدین ندوی

کمیونزم کے اصل خد و خال اور اس کے بھیانک و مکروہ چہرے کی صحیح تصویر ایک قرآنی تمثیل کے رُوپ میں۔

قیمت: ۱/-

★ **آسان عربی زبان**　　از محمد شہاب الدین ندوی

جدید طریقۂ تعلیم کے مطابق بغیر کسی استاد کی مدد کے بالکل نئے اور انوکھے انداز میں عربی سکھلانے والی کتاب جو بیک وقت گرامر اور ادب و انشاء دونوں کا کام دیتی ہے۔ اس کی مدد سے جدید عربی میں گفتگو اور تحریر کے علاوہ قرآن کریم کو سمجھنے کی بھی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

قیمت ۷/-

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

بالپو (حصّہ اوّل دوم)	مصنفہ: الیف سی فریٹاس	مترجم: صالحہ عابد حسین	۳/-
کشمیر	": مالا سنگھ تصاویر: پرکاش نند	": خدیجہ عظیم	۱/۵۰
پرندوں کی دنیا	": جمال آرا	": محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰
ہماری ندیوں کی کہانی	": لیلا مجمدار	": رضیہ سجاد ظہیر	۱/۵۰
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	": لیلا وتی بھاگوت	": " " "	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	": منوج داس	": صغرا مہدی	۱/۵۰
آزادی کی کہانیاں (اوّل دوم)	": وشنو پربھاکر	": انور کمال حسینی	۳/-
ہماری ریلیں	": جگجیت سنگھ	": عرش ملسیانی	۱/۵۰
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	": کے سی کھنہ تصاویر: کرشن کھنہ		۱/۵۰
آؤ ناٹک کھیلیں	": اوما آنند	مترجم: رفیعہ منظور الامین	۱/۵۰
بہت دن ہوئے (اوّل دوم)	": ایم چوکسی و پی ایم جوشی	": رضیہ سجاد ظہیر	۳/-
بہادروں کی کہانیاں	": راجندر اوستھی	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
روہنت و نندیاں	": کرشن چیتنیہ	": " " "	۱/۵۰
سدا بہار کہانیاں	": شانتا رنگا چاری	": " " "	۱/۵۰
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اوّل دوم)	": میر نجابت علی	": سیّد احسان	۳/-
بڑا پانی	": لیلا مجمدار	": صالحہ عابد حسین	۱/۵۰
سورا	": ملک راج آنند	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
ہاکی کا کھیل	": سر دیو سانیال	": پریتم لال	۱/۵۰
قالین کا خاندان	": منوہر داس چترویدی	": محمد شفیع الدین نیرّ	۱/۵۰
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	": بریگیڈیر گیان سنگھ	": محمد ذاکر	۱/۵۰
پھول اور شہد کی مکھی	": اشوک داور	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
سب کا ساتھی سب کا دوست	": اما شنکر	": " " "	۱/۵۰
سونا کی سیر	": تارا تیواڑی	": " " "	۱/۵۰

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دلّی ۲۵ ۔ دہلی ۶ ۔ بمبئی ۳ ۔ اور علی گڑھ ۱

ترقی اردو بورڈ مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کے لیے

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شایع کیں

تاریخ فلسفۂ اسلام	ٹ ج۔ دو بوائر	مترجم: ڈاکٹر سید عابد حسین	۷/۵۰
تاریخ تمدنِ ہند	پروفیسر محمد مجیب		۱۲/-
تاریخ فلسفۂ سیاسیات	" " " "		۱۸/-
ہمارا قدیم سماج	سید سخی حسن		۱۰/-
تاریخ تعلیم ہند	سید نور اللہ اور جے، پی نائک	مترجم: مسعود الحق	۲۰/-
انقلاب ۱۸۵۷ء		مرتبہ: پی سی، جوشی	۱۴/۷۵
لسانی مطالعے	ڈاکٹر گیان چند		۱۲/۵۰

بچوں کے لیے غیر درسی کتابیں

چراغ کا سفر	سید محمد ٹونکی	۱/۵۰
چڑیاں	سلطانہ آصف فیضی	۳/-
پیسے کی کہانی	غلام حیدر	۳/-
خط کی کہانی	"	۳/۷۵

بچوں کے لیے درسی کتابیں

حساب و الجبرا حصہ اوّل، دوم، سوم جیومیٹری (اوّل، دوم، سوم)

طبیعات (فزکس) (حصہ دوم) اور گھریلو سائنس حصہ ششم، ہفتم، ہشتم

ہر کتاب کی قیمت ۲/-

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵، دہلی ۶، بمبئی ۳، اور علی گڑھ ۱

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی مصنف: ڈاکٹر ایس اگروال ترجمہ: مخمور جالندھری ۲/۲۵

اکبر " : لارنس بینس " : رضیہ سجاد ظہیر ۳/۵۰

پنڈت وشنو ڈگمبر " : ڈی۔ آر۔ اٹھاوے " : سش قدوائی ۲/۲۵

عظیم باغی " : ڈکنکیڈ " : ڈاکٹر پرماتما سرن ۱/۲۵

قاضی نذرالسلام " : بسودھا چکرورتی " : عرش ملسیانی ۲/۲۵

کبیر " : ڈاکٹر پارش ناتھ تیواری " : ایم کے ذرنی ۲/۵۰

کچھ اور حرف شیریں " : ڈاکٹر ذاکر حسین بلد جلد ۱/- مجلد ۲/-

گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت مرتبہ: نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی ۲/۲۵

گرو نانک مصنف: گوپال سنگھ ترجمہ: مخمور جالندھری ۳/۷۵

مٹتی بنتی تصویریں " : بھگوتی چرن ورما " : رضیہ سجاد ظہیر ۵/-

تاش کے محل (ناول) " : مپال رنگنا یکما " : زینت ساجدہ ۵/۵۰

تامل افسانے مرتبہ: ٹی پال سوم سندرم " : حسرت سہروردی ۸/-

سفید خون (ناول) مصنف: نانک سنگھ " : رتن سنگھ ۸/-

گرو گوبند سنگھ " : ڈاکٹر نامور سنگھ " : مخمور جالندھری ۳/-

ہندی افسانہ مرتبہ: " " " " : اگر سین نارنگ ۹/-

زندگی ایک ناٹک (ناول) مصنفہ: پنا لال پٹیل " : کشور سلطانہ ۱۰/-

پنجابی افسانے مرتبہ: ہربجن سنگھ " : مخمور جالندھری ۷/-

رنجیت سنگھ مصنف: ڈی۔ آر۔ سود " " " " ۲/۷۵

جدوجہد آزادی " : بپن چندر " : غلام ربانی تاباں ۵/۵۰

بنگرواڈی " : ڈنکیس ماڈگولکر " : عرش ملسیانی ۵/۲۵

شاعر " : تارا شنکر بندوپادھیائے " : پرمیش کارڈے ۸/۷۵

چند اہم کتابیں

آگ کی گاڑی (ڈراما) تاجور سامری

ایک بلند پایہ اَدبی ڈراما جسے آپ کے جانے پہچانے ادیب و شاعر اور ڈراما نگار تاجور سامری نے تصنیف کیا ہے۔ قیمت : -/۱۵

غالب شناسی مرتبہ : ظ۔ انصاری

غالب کے تمام اُردو فارسی کلام کا انتخاب ۔ تقریباً ۴ ہزار شعروں میں۔ جو نہایت احتیاط اور نفاست کے ساتھ فوٹو آفسیٹ میں ۳۰۷ صفحات پر شایع ہوئی ہے اس کتاب کی تیاری پر کئی سال صرف ہوئے ہیں اور در حقیقت یہ ایک انتخاب غالب کے دوسرے مجموعوں سے بے نیاز کر دیتا ہے ۔

قیمت غیر مجلد ۱۵- مجلد ۲۰ روپے

عکس و شخص ڈاکٹر عنوان چشتی

ہم عصر ادیبوں اور شاعروں کی شخصیت اور فن پر مضامین کا مجموعہ ہے۔ جس میں عنوان چشتی نے خاکہ اور تنقید کو ایک دوسرے میں تحلیل کرکے ایک نیا تجربہ کیا ہے۔ ادب کے شائقوں اور لائبریریوں کے لیے ایک تحفہ : قیمت صرف -/۵

متنی تنقید ڈاکٹر خلیق انجم

جس میں متن کی تعریف اور تنقید۔ متنی نقاد کے فرائض ، بنیادی نسخے، اختلاف نسخ۔ متن کے سن کا تعین ، ماخذ کی نشاندہی۔ غرض متنی تنقید سے متعلق تمام ضروری مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اُردو ادب میں تحقیق کا کام کرنے والوں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ لازمی ہے۔ قیمت : -/۶

فن اور تنقید مرتب : انور کمال حسینی

اس انتخاب میں تنقید سے متعلقہ پہلوؤں کو یک جا کر دیا گیا ہے - جو

اگر ادب کے طالب علم کے لیے دلچسپی اور منفعت کا باعث ہو سکتے ہیں تو ایک صاحب ذوق انھیں کو پڑھ کر عصرِ جدید کے ادبی اور فنی رجحانات اور موثرات و افکار کو بخوبی سمجھ سکتا ہے ۔ اس کتاب سے اُردو تنقید و تحقیق کا ایک واضح رُخ سامنے آجاتا ہے اس طرح بحیثیت مجموعی یہ انتخاب مفید اور با مقصد ہے ۔ قیمت ۱۴/-

عطرِ گل
علامہ خضر برنی

جس میں قومی منظومات ، رومانی غزلیات اور حیات آفریں قطعات شامل ہیں ۔ قیمت صرف ۵/-

نیم باز
ڈاکٹر عنوان چشتی

عصرِ رواں کے خوفناک اور دلدوز تاثرات کی تجسیم اور مادی حقایق کی تجرید کے سنگم سے نیم باز کا ہر شعر لازوال کیفیت کا حامل ہے ۔ عنوان چشتی کے منفرد لب ولہجہ کی شناخت کے لئے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے ۔ قیمت : ۴/-

میر انیس
سیّد سفارش حسین

سیّد سفارش حسین صاحب کی اس کتاب میں مرثیہ کی تعریف و تاریخ ، انیس اور ان کے کلام پر تذکرہ و تبصرہ ، ان کی شاعری ، کلام کا نمونہ اور انیس و دبیر کا موازنہ ، آپ کو انیس کے سمجھنے میں بہت مدد دے گا ۔ قیمت ۴/-

غالب نما

سید مرتضیٰ حسین بلگرامی نے غالب دہلوی کی نگارشات کا جس دلسوزی اور گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے ۔ اس کا علم ۔ اُن "قلمی تراشے" کے مطالعہ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے ۔ مرتب کی کئی سال کاوشوں اور دیدہ ریزی سے یہ نادر اور علمی جواہر پارے یک جا ہوئے ۔ اُن پر بصیرت افروز، آگہی، علم و عرفان کے خیالات کے اظہار نے خود غالب کی تحریروں کے سمجھنے اور مکان و زمان کی حدوں کو مقرر کرنے میں آسانی فراہم کر دی ہے ۔ قیمت : ۲/۵۰ روپے

معیاری ادب

یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء سے بڑھتی ہوئی گرانی سے مجبور ہو کر کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ براہ کرم آرڈر دیتے وقت نئی قیمتوں کو ضرور مدِ نظر رکھیں۔

نام کتاب	مرتبہ	لائبریری اڈیشن	طلبہ اڈیشن
مقدمۂ شعر و شاعری	رشید حسن خاں	۵/-	۴/-
انتخاب سراج اورنگ آبادی	ڈاکٹر محمد حسن	۲/۷۰	۱/۷۰
موازنۂ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۶/-	۵/-
انتخاب مراثی انیس و دبیر	" " "	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب نظیر اکبر آبادی	" " "	۶/-	۵/-
نیرنگِ خیال	مالک رام	۳/۳۰	۲/۳۰
فسانۂ آزاد (تلخیص)	ڈاکٹر قمر رئیس	۹/۵۰	۸/۵۰
فردوسِ بریں	" " "	۳/۷۰	۲/۷۰
شریف زادہ	" " "	۴/۳۰	۳/۳۰
حیاتِ سعدی	رشید حسن خاں	۵/۳۰	۴/۳۰
انتخاب اکبر الہ آبادی	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	۴/۷۰	۳/۷۰
انتخاب میر	ڈاکٹر محمد حسن	۶/-	۵/-
دیوانِ درد	رشید حسن خاں	۴/۳۰	۳/۳۰
مجالس النساء	صالحہ عابد حسین	۴/۳۰	۳/۳۰
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۱۱/-	۱۰/-
امراؤ جان ادا	ڈاکٹر محمد حسن	۸/۵۰	۷/۵۰
یادگارِ غالب (حصہ اردو)	مالک رام	۸/-	۷/-
" " " " فارسی)	" "	۱۰/-	۹/-

نام کتاب	مرتبہ	لائبریری ایڈیشن	طلبا ایڈیشن
مثنوی گلزار نسیم	رشید حسن خاں	۴/-	۳/-
گزشتہ لکھنؤ	" " "	۱۲/۵۰	۱۱/۵۰
فسانۂ مبتلا	ڈاکٹر محمد صدیق الرحمن قدوائی	۷/۵۰	۵/۵۰
انتخاب ولی	ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰	۳/۵۰
افادات سلیم	ڈاکٹر خلیق انجم	۷/۵۰	۶/۵۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۶/۵۰	۵/۵۰
قصہ حاتم طائی	اطہر پرویز	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب سودا	رشید حسن خاں	۱۴/۵۰	۱۳/
انتخاب ناسخ	" " "	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۷/-	۶/-
انتخاب ذوق	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب مضامین سرسید	انور صدیقی	۵/-	۴/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

ادب تنقید، انشاء

مسرت سے بصیرت تک — آل احمد سرور — ۱۲/۵۰
املا نامہ — مرتبہ گوپی چند نارنگ — ۱/-
نظر اور نظریے — آل احمد سرور — ۱۲/۵۰
طنزیات و مضحکات — رشید احمد صدیقی — ۱۰/۵۰
اشخاص و افکار — ضیاء الحسن فاروقی — ۷/۵۰
تجزیے — ڈاکٹر گیان چند — ۱۳/-
اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ — ڈاکٹر محمود الٰہی — ۴/-

خواتین کربلا کلام انیس کے آئینہ میں — صالحہ عابد حسین — ۱۴/-
حسرت کی شاعری — ڈاکٹر یوسف حسین خاں — ۲/۵۰
کاروان فکر — " " " — ۳/۷۵
اردو اسیز — سید ظہیر الدین مدنی — ۵/۵۰
اردو مرثیہ — سید سفارش حسین — ۶/-
بکھرے ورق — سونیتی کمار چٹرجی — ۴/-
پردیسی کے خطوط — مجنوں گورکھپوری — ۲/۷۵
تنقید کیا ہے؟ — آل احمد سرور — ۶/۷۵

نقد اقبال — میکش اکبرآبادی — -/۵
فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سید ضمیر حسن — -/۴

تذکرے، سیرت و شخصیت

وہ صورتیں الٰہی — مالک رام — -/۱۰
ہمارے ذاکر صاحب — رشید احمد صدیقی — -/۹
اکابرِ تعلیم — سعید انصاری — -/۱۲
تذکرۂ معاصرین — مالک رام — -/۱۶
ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں — سالم قدوائی — -/۱۶
پریم چند کے خطوط — مدن گوپال — ۷/۵۰
قلم کا مزدور — " " — -/۵
گنجہائے گرانمایہ — رشید احمد صدیقی — -/۷
ڈاکٹر ذاکر حسین — عبداللطیف اعظمی — ۶/۵۰
داستان اشک و خوں — خواجہ غلام السیدین — -/۱۲
شرابِ کہنہ — رشید نعمانی — -/۴
شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد — ۸/۵۰

تاریخ، سیاسیات، روداد

دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر — مہر محمد خاں شہاب — -/۴
مسلمان اور سیکولر ہندوستان — ڈاکٹر مشیر الحق — -/۷
دنیا اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد — عبدالسلام قدوائی — مجلد ۶/۲۵، غیر مجلد -/۳
اسلامی عقائد و مسائل مذہب — جمال الدین اعظمی — -/۴
مسلمان اور عصری مسائل — ڈاکٹر عابد حسین — ۶/۵۰
کتاب و سنت کے جواہر پارے — مولانا جمال الدین اعظمی — ۲/۲۵

تعلیماتِ اسلام (اوّل دوم) — مولانا عبدالسلام قدوائی — -/۴
آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی — -/۵
اسلام کی اخلاقی تعلیمات — امام غزالی — ۹/۵۰
امریکہ کے کالے مسلمان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۲/۵۰
مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ — طاہر محمود — -/۴
کتاب کی کہانی — سید احمد حسن نقوی — ۱/۵۰
پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات — سری پرکاش — -/۴
ہندوستان میں تہذیب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت — اے اے فیضی — ۰/۵۰
تاریخ الامت (اوّل) — مولانا اسلم جیراجپوری — ۳/۵۰
" (دوم) " " " " — -/۵
" (سوم) " " " " — ۳/۷۵
" (چہارم) " " " " — ۴/۲۵
" (پنجم) " " " " — ۴/۲۵
" (ششم) " " " " — ۴/۲۵
" (ہفتم) " " " " — -/۳
" (ہشتم) " " " " — ۴/۲۵
کچھ پرانے خط (دوم) — پنڈت جواہر لال نہرو — -/۱۰
یادگار شخصیتیں — " " — -/۷

سفرنامے

عروسِ نیل — سلطان آصف فیضی — (زیرِ طبع)

تعلیم و تربیت

تعلیم، فلسفہ اور سماج — ڈاکٹر سلامت اللہ — ۱۲/۵۰
بنیادی استاد کے لیے — " " — ۸/۵۰

جامعہ کا طریقہ   عبدالغفور مدھولی   ۲/۵۰
چند پروجیکٹ   " " "   ۲/۵۰
موجودہ تعلیمی مسائل   عبداللہ ولی بخش قادری   ۲/۵۰
ہم کیسے پڑھائیں   ڈاکٹر سلامت اللہ   ۴/۵۰
تعلیمی خطبات   ڈاکٹر ذاکر حسین   ۸/-
کھیل کے ذریعہ تعلیم (اوّل دوم)   عبدالغفار مدھولی   ۴/-
مدرسہ ابتدائی کی کہانی   " " "   ۲/-

ناول، افسانے اور خاکے

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے   راجندر سنگھ بیدی   ۱۰/-
جلیس   انور کمال حسینی   ۵/-
کالا شہر گورے لوگ   احسان الحق   ۶/-
اللہ میگھ دے   رضیہ سجاد ظہیر   ۴/۵۰
نل دل   ترجمہ: " " "   ۵/۵۰
سات سال   " " "   ۶/-
اپنی اپنی صلیب   صالحہ عابد حسین   ۹/-
اُلجھی ڈور   " " "   ۵/-
پایہ جولاں   صغرا مہدی   ۶/-
دوسرے کنارے تک   عزیز قیسی   ۳/۵۰
زندگی کی لہر   ساؤمنگ   ۴/-
آدمی کا مقدر   ترجمہ: قرۃ العین حیدر   ۱/۵۰
آلیس کے گیت   " : " " "   ۳/-
خیالی پلاؤ   " : " " "   ۲/۵۰
ڈنگو   " : " " "   ۳/-
ماں کی کھیتی   " : " " "   ۲/۵۰

یودوکیہ   ترجمہ: قرۃ العین حیدر   ۲/-
پت جھڑ کی آواز   " : " " "   ۴/-
ایک تھی انیتا   امرتا پریتم   ۴/-
باپ بیٹے   ترجمہ: انوار عظیم   ۶/-
باغ و بہار   مرتب: رشید احمد خاں   ۶/۵۰
بیوہ   منشی پریم چند   (زیر طبع)
گئودان   " " "   ۱۳/-
میدانِ عمل   " " "   ۹/۵۰
واردات   " " "   ۵/۵۰
پیار کا موسم   جہاندر ناتھ   ۴/۵۰
چنار کا پتا   سلطان آصف فیضی   ۳/-
شکستِ ناتمام   ترجمہ: زہرہ سیدین   ۲/-
دلی کی شام   " : بلقیس جہاں   ۸/-
صلاح الدین ایوبی   قاضی عبدالستار   ۴/۵۰
اپنے دکھ مجھے دیدو   راجندر سنگھ بیدی   ۴/-

افسانے اور خاکے

پرندے اور دوسرے افسانے   آصف مجیب   ۴/-
بڑی حویلی   مرزا محمود بیگ   ۲/۵۰
چراغوں کا سفر   رام لعل   ۴/-
خیالستان   سجاد حیدر یلدرم   ۴/۵۰
کیمیاگر   پروفیسر محمد مجیب   ۲/۵۰
نروان   جیلانی بانو   ۵/۵۰

ڈرامے

تنہائی   ساگر سرحدی   ۴/۵۰
جہاں آرا (اوپیرا)   رفعت سروش   ۵/۵۰

آذر کا خواب — قدسیہ زیدی — ۴/-
جانِ بہار — " " — ۲/-
آزمائش — پروفیسر محمد مجیب — ۲/-
خانہ جنگی — " " " — ۲/۲۵
انجام — " " " — ۱/۵۰
کھیتی — " " " — ۱/۵۰
اوپر کی منزل — کرتار سنگھ دُگّل — ۵/-
آئینۂ ایّام — ترجمہ: خلیق احمد — ۴/۵۰
پردۂ غفلت — ڈاکٹر عابد حسین — ۲/۲۵
کیا خوب آدمی تھا — " " " — ۲/-
دروازے کھول دو — کرشن چندر — ۳/-
سراج الدولہ — ترجمہ: اشفاق حسین — ۲/-
نقشِ آخر — اشتیاق حسین قریشی — ۲/-

نظم

نئی نظم کا سفر — مرتبہ: خلیل الرحمٰن اعظمی — ۱۲/۵۰
آتشِ گل — جگر مرادآبادی — ۷/-
پچھلی رات — فراق گورکھپوری — ۸/-
نئی دنیا کو سلام — سردار جعفری — ۸/-
غالب کے اردو کلام کا انتخاب — پروفیسر محمد مجیب — ۵/-

بچّوں کی کتابیں

ارکانِ اسلام — مولانا اسلم جیراجپوری — ۰/۶۰
عقائدِ اسلام — " " " — ۰/۶۰
رسولِ پاک — عبدالواحد سندھی — ۲/-
چار یار — الیاس احمد مجیبی — ۲/۵۰
آں حضرتؐ — " " (اردو) — ۰/۸۰
آں حضرتؐ — الیاس احمد مجیبی (ہندی) — ۰/۸۰
پاک کہانیاں (دو حصوں میں) — مقبول احمد سیوہاروی — ۳/-
خلفائے اربعہ — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۲/۵۰
نبیوں کے قصّے — " " — ۱/۵۰
مسلمان بیبیاں — اعجاز الحق قدوسی — ۱/-
ہمارے رسولؐ — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۲/۴۰
ہمارے نبیؐ — سید نواب علی رضوی (اردو) — ۱/۲۰
" " " " (ہندی) — ۰/۴۰
سرکارِ دوعالمؐ — محمد حسین حسان — ۳/-
سبیل الرشاد — خواجہ عبدالحی — ۱/۵۰

معلومات

آدمی کی کہانی — مشتاق احمد — ۲/-
دنیا کے بچّے — محمد حسین حسّان — ۲/۲۵
انوکھا عجائب خانہ (۲ حصّے) " " — ۲/-
بجلی کی کہانی — علی احمد خاں — ۰/۵۰
پردادا کی کہانی — محمد عبدالغفار — ۰/۸۰
مفید معلومات — دوم، سوم، چہارم — ۳/۵۰
" " — پنجم — ۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی — ۰/۵۰
خبر رسانی کے طریقے — رفیعہ منظور الامین — ۱/-
دہلی — ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی — ۲/-
تاریخ ہند کی کہانیاں (اوّل) — خجستہ سلطانہ — ۱/-
" " " (دوم) — ضیاء الرحمٰن — ۱/۲۰
" " " (سوم) — مشتاق احمد اعظمی — ۱/-
" " " (چہارم) " " — ۱/۲۵

سماجی زندگی (اول) احمد جمیل و غلام مرتضیٰ -/۱
" " (دوم) " " " ۱/۲۵
" (سوم) " " " ۱/۴۰
" (چہارم) " " " ۱/۲۵
سمندر کے کنارے سلطان آصف فیضی ۱/۵۰
" " نیچے " " " ۲/۵۰
قدرت کے کرشمے ادارہ -/۸۰

کہانیاں، ناول، ڈرامے

انعامی مقابلہ محمد حسین حسان ندوی ۱/۰۰
دعوت طاہی کی " " " -/۶۰
جیت کس کی " " " ۱/-
انصاف کا تخت " " " -/۷۵
چینی کی گڑیا " " " -/۵۰
بہادر سیاح " " " -/۶۵
چچا غالب " " " ۲/-
تابیل خاں " " " -/۵۰
شیر خاں ترجمہ: قرۃ العین حیدر -/۵۰
بھیڑیے کے بچے " " -/۵۰
میاں ڈھینچو کے بچے " " -/۵۰
لومڑی کے بچے " " -/۵۰
بہادر " " " -/۷۵
سونے کا پنجرہ احسان مکی -/۶۵
بد نصیب شہزادی ابرار محسن ۱/-
عقل کا سودا " " ۱/۷۰
تیس مار خاں " " -/۹۰
جنگل کا راجہ " " ۱/-

جن حسن عبدالرحمٰن (دو حصے) ایل لاگن -/۵
خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا کوثر بانو -/۴۰
چوری کی عادت عبدالغفار مدھولی -/۵۰
چھوٹا لڑکا " " " -/۵۰
ذمہ دار لڑکا " " " -/۵۰
چٹانوں کی کہانی محمد امین ۲/-
دلی دور ہے مجیب احمد خاں -/۵۰
بندر کا گھر خضر برنی -/۴۵
کونے دادا ترجمہ: مجیب احمد خاں ۲/-
جیب اور اپ آصف مجیب ۱/۷۵
تین کوڑیاں اقبال امروہوی ۱/۲۰
پریم کی جیت اسد اللہ کاظمی -/۴۷
ترکوں کی کہانیاں ترجمہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ -/۵۵
مزہ چکھائیں گے " " " " -/۳۵
چھوٹی لالٹین " مشتاق احمد ۱/۲۵
تین اناڑی عصمت چغتائی ۱/۴۰
چقماق کی ڈبیا برکت علی فراق -/۴۰
تیس مار خاں کے کارنامے ایم ندیم -/۵۰
چپاوت کا آدم خور شیر محمد معین ۱/۳۵
ڈاکو کی گرفتاری ایم ندیم -/۵۰
ستاروں کی سیر کرشن چندر ۱/۷۵
لال مرغی عبدالواحد سندھی -/۵۰
مزیدار پہیلیاں محمود علی خاں -/۶۵
ننھا ٹٹو خورشید سلطان -/۳۰
چنبیلی محمد حسین حسان -/۵۰
شیدا نصیر محمد مجیب -/۵۰

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کی

پیشے

- بڑھئی -/۳۱
- احمد خاں دکان دار -/۳۱
- بھشتی -/۳۱
- پیارے میاں درزی -/۳۱
- تانگے والا -/۳۱
- کلو حلوائی -/۳۱
- عبدالرحمن راج -/۳۱
- مرغی پالیے -/۵۰
- نصیب خاں حجام -/۳۱

تمدن، معاشیات

- چناؤ کے بھید -/۳۱
- سرکاری ٹیکسوں کا راز -/۳۱
- ضلع کی سرکار -/۳۱
- کارخانوں کے قانون -/۳۱

جھلکیاں

- احمد علی -/۳۱
- سید سلیمان -/۳۱
- احمد ندیم -/۳۱
- اکبر الٰہ آبادی -/۳۱
- حیات اللہ انصاری -/۳۱

- سہیل عظیم آبادی -/۳۱
- عبدالحق -/۳۱
- میرامن -/۳۱
- نذیر احمد -/۳۱

حفاظت صحت

- دق اور اس کا علاج -/۳۱
- زچہ بچہ -/۳۱
- طاعون اور چیچک -/۳۱
- فوری علاج (دم گھٹنا) -/۳۱
- فوری علاج (حادثہ) -/۳۱
- فوری علاج (ہڈی ٹوٹنا) -/۳۱

ڈراما اور سوانح

- استری دھن -/۳۱
- ٹھیک بات، چیت کی جے -/۳۱
- اجمیری خواجہؒ -/۳۱
- امیر خسروؒ -/۳۱
- غوث پاکؒ -/۳۱

- سوامی دیانند -/۳۱
- گاندھی جی (اوّل) -/۳۱
- " " (دوم) -/۳۱
- گرونانک -/۳۱
- مصطفےٰ کمال (دوم) -/۳۱
- نظام الدین اولیاءؒ -/۳۱
- کرشن کنہیا -/۳۱

کہانیاں

- کہانیاں (اوّل) -/۳۱
- " (دوم) -/۳۱
- پنچ تنتر (اوّل) -/۳۱
- " " (دوم) -/۳۱

کھیتی باڑی

- آم کے باغ لگائیے -/۳۷
- اپنی کھیتی ایک چک کرو -/۳۱
- پپیتے کے باغ لگائیے -/۳۱
- پھلوں کی کھیتی -/۳۱
- پیڑوں کی کانٹ چھانٹ -/۳۱
- جانور بھلا چنگا رہے -/۳۱
- ساگ سبزی اگائیے -/۳۱
- کواپریٹو فارمنگ -/۴۰

مرتبہ : ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کی

کھاد بنایئے کھاد ڈالیے ۱/۳۱	چاند محمد حسین حسان -/۷۰	اردو کی پانچویں کتاب ۲/۵۰
لیمو، انار، بیر -/۳۱	ذریک " " " -/۸۲	" " چھٹی " ۲/۶۰
مقدمے کی مار -/۳۱	کتنی زمین " " " -/۶۲	" " ساتویں " ۲/۷۰
نکھو دھیان ہو گیا -/۳۱	بادشاہ کے کپڑے } مشیر فاطمہ -/۵۰	" " آٹھویں " ۲/۷۰
مذہب		اردو کی دوسری برائے دہلی } ۱/۶۵
ابو داؤد شریف -/۳۱	بچے کی برا خادمیں } ڈاکٹر پی پلو ہوگا -/۵۰	
ابن ماجہ شریف -/۳۱		اردو کی تیسری برائے دہلی } ۲/۲۰
نسائی شریف -/۳۱	بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں } " " -/۵۰	
کفن دفن -/۳۱		اردو کی چوتھی برائے دہلی } ۲/۶۵
معلومات	بے گناہ مجرم شفیق الرحمن قدوائی -/۵۰	
چاند تارے -/۳۱	تین سوال عبداللطیف اعظمی -/۵۰	**ہندی**
دن رات (اول) -/۳۱	چونی کی چوٹ معین الدین -/۷۵	سرل ہندی پرائمر -/۲۵
" " (دوم) -/۳۱	چیچک مشتاق احمد -/۶۲	" " (اول) -/۴۸
ہوائی جہاز (حصہ دوم) -/۱۱	موسم کے بارے میں سو سوال } محمد امین -/۸۷	" " (دوم) ۱/-
فٹ بال -/۳۱		بال پریم (اول) -/۸۷
ہلکے پھلکے کھیل -/۳۱	**ہماری درسی کتابیں**	" " (دوم) -/۸۲
متفرق	**اردو**	" " (سوم) ۱/۲۵
پنجابی لوک گیت -/۳۱	اردو قاعدہ -/۵۰	" " (چہارم) ۱/۲۵
تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں	" " رنگین -/۶۵	نو پربھات ۱/۶۲
آستین کا سانپ محمد حسین حسان -/۵۰	اردو کی پہلی کتاب -/۶۵	
الٹی دعا " " " -/۵۰	اردو کی دوسری کتاب ۱/۲۵	**حساب**
برف کا گھر " " " -/۵۰	اردو کی تیسری کتاب ۲/-	جدید حساب (درجہ دوم) } ترجمہ [illegible]
تاؤ کے اپدیش " " " -/۵۰	اردو کی چوتھی کتاب ۲/۲۵	

پرنٹر پبلشر سید احمد علی نے جمال پرنٹنگ پریس دلّی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شایع کیا۔

KITAB NUMA

NEW DELHI-110025.

(بچوں کا پرانا ساتھی)

ماہنامہ پیام تعلیم

۱۹۲۶ء سے نکل رہا ہے

انوکھے مضمون، دلچسپ کہانیاں، مزے مزے کی نظمیں، ان کے علاوہ سیر و سیاحت، جنرل سائنس، تاریخ، جغرافیہ، شہریت کے آداب پر دلچسپ انداز میں بہترین مواد پیش کرتا ہے۔

ہر تیسرے، چوتھے مہینے نئے نئے عنوانوں پر خاص نمبر نکالتا ہے ——: سالانہ قیمت چھ روپے :——
خاص نمبروں کی قیمت بھی اسی میں شامل ہے

پیام تعلیم۔ جامعہ نگر، نئی دہلی

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) ۵۲۸ پٹودی ہاؤس، دریا گنج، دہلی

ماہنامہ

کتاب نما

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
نئی دہلی

...اور اہم مطبوعات

...سوح	ڈاکٹر سلامت اللہ	12/50
...م ہوئے	راجندر سنگھ بیدی	10/00
...بصیرت تک	آل احمد سرور	12/00
...ابنی	مالک رام	10/00
...ی اور اس کا پس منظر	مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی	4/00
...نظریے	آل احمد سرور	10/50
...ذکر صاحب	رشید احمد صدیقی	8/00
...ت و مضحکات	رشید احمد صدیقی	[illegible]/00
...مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں	ڈاکٹر سالم قدوائی	[illegible]/00
...ن اور سیکولر ہندوستان	ڈاکٹر مشیر الحق	6/50
...مس و افکار	ضیاء الحسن فاروقی	[illegible]/50
[illegible]	ڈاکٹر گیان چند جین	11/00
...صیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمود الٰہی	12/50
...کربلا کلام انیس کے آئینے میں	صالحہ عابد حسین	12/00
...اصرین	مالک رام	15/00
[illegible]	سعید انصاری	14/00
...لام سے پہلے، اسلام کے بعد	مولانا عبدالسلام قدوائی	2/75
...عقاید و مسائلِ مذہب	مولانا جمال الدین اعظمی	[illegible]
[illegible]	(مرتبہ) خلیل الرحمٰن اعظمی	10/50
...عصری مسائل	ڈاکٹر عابد حسین	[illegible]/50
...سلام	علی سردار جعفری	[illegible]
...اخلاقی تعلیمات	امام غزالی	[illegible]

[illegible]

کتاب نما

نئی دلی ۲۵

لائبریریوں کے لیے سالانہ دو روپے

مینیجنگ اڈیٹر
شاہد علی خاں

اڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

[illegible]

جلد ۱۹

شمارہ ۹

سالانہ ۵ روپے

فی پرچہ ۵۰ پیسے

اشاریہ

آج کچھ اپنے متعلق لکھنے کو جی چاہتا ہے

اپنی عمر کے ۵۳ سالوں میں مکتبہ جامعہ کو کئی بار نشیب و فراز سے گزرنا پڑا ہے۔ اس نے کئی عروج و زوال دیکھے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں جب مکتبہ کا کاروبار اپنے شباب پر تھا، تقسیم کے بدبخت ہنگاموں نے اسے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مکتبہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ لیکن ذاکر صاحب مرحوم کے عزم و عمل نے اس کے تنِ مردہ میں دوبارہ جان ڈال دی۔ ممدوح نے اپنے اثر و رسوخ سے سرمایہ فراہم کیا۔ اس کام میں کرنل بشیر حسین زیدی، ابو بھائی جیدن والا، ایم آر جیائے اور ایم ایچ ہاشم پریم جی صاحبان نے۔ دامے اور درمے ذاکر صاحب کا ہاتھ بٹایا۔ بالآخر ۱۹۴۹ء میں مکتبہ دوبارہ اپنا کاروبار شروع کر سکا۔ مرحوم حامد علی خاں صاحب کی سوجھ بوجھ، محنت اور انتھک کوششوں نے ایک بار پھر بہت جلد مکتبہ جامعہ کو بامِ عروج پر پہنچا دیا۔ اردو سے دلچسپی رکھنے والوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور مکتبہ کی حیاتِ نو پر مسرت کا اظہار کیا۔

بد قسمتی سے پچھلے دس بارہ سال کے دوران مکتبہ کو پھر ایک بار دشواریوں نے آگھیرا یہ وقت بڑا ہی نازک تھا۔ لیکن کارکنانِ مکتبہ نے اس کی کشتی کو طوفان سے نکالنے کی ہر امکانی کوشش کی یہاں تک کہ انھوں نے رضاکارانہ طور پر اپنی تنخواہیں کٹوائیں جو سلسلہ کئی سال تک رہا۔ مکتبہ کی کشتی کو اس بھنور سے نکالنے میں برسوں لگ گئے۔ یہ زمانہ مکتبہ کا بدترین زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ ایک تشویشناک بات یہ ہے کہ بعض "احباب" نے ایک بار پھر مکتبہ کے مخالفین کی خبریں پھیلانی شروع

کرلوں! اس کا اثر بعض کارکنوں پر بھی پڑنا شروع ہوا۔ مگر کچھ ایسے بھی تھے جو حالات کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو تیار نہیں ہوئے اور مکتبہ کو قایم رکھنے کے لیے لگن کے ساتھ کام کرتے رہے۔ فریاد و فغاں کی جگہ ہمت اور حوصلہ سے کام لیا۔ دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھا۔ نتیجہ جو نکلنا چاہیے تھا وہی نکلا۔ ان کی محنت رائیگاں نہیں گئی اور الحمدللہ کہ مکتبہ پر سے آلام و مصائب کے بادل چھٹ گئے اور نہ صرف اس نے کروٹ لی بلکہ اٹھ کر بیٹھ بھی گیا۔ اٹھ کر بیٹھ ہی نہیں گیا بلکہ چلنے پھرنے بھی لگا۔

اس نئی صورتِ حال کا ردِ عمل بھی دو طرح سے ظاہر ہوا۔ لیکن اس کی نوعیت بدلی ہوئی ہے۔ یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ اس مرتبہ مکتبہ کو ترقی کی راہ پر گامزن ہوتے دیکھ کر ان لوگوں کو افسوس ہو رہا ہے جنھیں اس سے خوشی ہونی چاہیے تھی۔ ان اصحاب کی نظر اس پر نہیں گئی کہ اس کے کارکنوں نے کیا مصائب برداشت کیے ہیں اور کتنی جی توڑ محنت کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مکتبہ سرکاری امداد کے بھروسے پر چل رہا ہے یا وہ کسی بیرونی تنظیم کے مالی تعاون سے۔ تعجب ہے تو اس پر کہ آج جن لوگوں کو مکتبہ کی پرسکون زندگی کھٹکتی ہے انھیں اس وقت مکتبہ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی جب وہ عالمِ نزع میں تھا۔ (باقی آئندہ)

غالب انسٹی ٹیوٹ سے موصولہ اطلاع: انسٹی ٹیوٹ نے اردو دنیا کی تین اہم شخصیتوں کی ادبی خدمات کے اعتراف میں غالب اوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہم اس فیصلہ پر غالب انسٹی ٹیوٹ اور سید حسن عسکری صاحب، علامہ جمیل مظہری اور کنہیا لال کپور صاحب کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

محترمہ عصمت چغتائی بھی ہماری مبارک باد کی مستحق ہیں جنھیں ڈراموں کی صنف میں ان کی خدمات کے اعتراف میں ایوارڈ دیا جا رہا ہے۔

روزنامہ "اردو ٹائمز" بمبئی کے مالک جناب محمد نذیر کے انتقال کی خبر سے سخت صدمہ ہوا۔ مرحوم کی عمر صرف ۵۰ سال کی تھی۔ بڑے نیک اور با اصول شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے ـــــ پسماندگان میں اہلیہ، تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے سعید احمد، اخبار کی ادارت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ادارہ کتاب نما ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

٭٭

علقمہ شبلی

آتش بجاں زندگی

امن کے واسطے
پائدار امن کے واسطے
تجربے ہم نے کتنے کیے
نکلیر ٹسٹ کتنے خلا میں ہوئے
کتنے زیرِ زمیں بھی ہوئے تجربے
چاند پر ہم گیے
وسعتوں کو سمندر کی ناپا گیا
چیر کر سینۂ ارض بھی
رازِ فطرت نکالے گیے
پھول پتے کا قصہ حقیقت بنا
زندگی
پھر بھی آتش بجاں ہی رہی

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اور نئی کتاب

مغلیہ ہندوستان میں زرعی تعلقات

(چند افکار)

مصنف

سید نورالحسن

مترجم

قیام الدین احمد

یہ مختصر سا کتابچہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے سابق صدر اور انڈین ہسٹری کانگریس کے سابق سکریٹری سید نورالحسن صاحب، جو آج کل حکومت ہند میں تعلیم اور سماجی فلاح کے وزیر ہیں، کی ان تقریروں پر مبنی ہے جو انھوں نے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے تحت تواریخ کے نیشنل لکچرر کی حیثیت سے اپریل ۶۷ء میں پٹنہ یونیورسٹی میں کی تھیں۔ مغلیہ عہد میں زرعی تعلقات کے متعلق یہ لکچر، تاریخ کے طالب علموں کے لیے تو مفید ہوں گے ہی۔ لیکن ایک عام قاری کے لیے بھی جو پرانے زمانے کے حالات جاننے کا شوق رکھتا ہو، اس کا مطالعہ کافی معلومات افزا ثابت ہوگا۔

قیمت : -/۴

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کی گئی)

صفدر آہ

انیس کے جشن صد سالہ پر ایک گراں قدر تحقیقی کام

جب انیس کا جشن صد سالہ شروع ہوا تو مجھ سے بھی مضمون کی فرمائش کی گئی۔ لیکن اس وقت میں اپنی کتاب "میر اور میریات" کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف تھا اور انیس کے موضوع پر کوئی نئی چیز لکھنا میرے لیے بہت دشوار تھا۔ انیس کے کلام کے چند محاسن بیان کر کے واہ واہ سبحان اللہ کر دینا مشکل نہ تھا۔ لیکن انیس سے اپنے خصوصی تعلق کی بنا پر میں ان پر کوئی ایسا کام کرنا چاہتا تھا جس میں افادیت کے ساتھ تنوع بھی ہو۔ اس ضمن میں میری نظر میں تین موضوع تھے۔

(۱) انیس کے سوانح حیات کی درستی جس میں لاتعداد غیر مستند اور غلط واقعات بھرے پڑے ہیں۔

(۲) کلام انیس کی فرہنگ کی تیاری (بشکل کتاب یا بشکل مشرح مضمون)

(۳) شاگردان انیس کی تفصیل کا تجسس۔

بمبئی سے ساٹھ میل دور گنیشوری کے جنگل میں بیٹھ کر میرے لیے یہ تینوں کام بے حد دشوار تھے۔ خاص کر پیری اور علالت کے ساتھ جب میں ایک اہم ترین کام کی تکمیل میں مصروف تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ تینوں کاموں کے لیے مستند ترین اور مناسب ترین آدمی پروفیسر مسعود حسن ادیب ہی ہو سکتے تھے۔ لیکن اسّی سال کی عمر میں پہلے اور دوسرے کام کا بوجھ اٹھانے کی توقع ان سے فضول تھی۔ ہاں شاگردان انیس کا تجسس ان سے بہتر کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔ خاص کر جب ادیب صاحب کے نانا بھی انیس کے شاگرد تھے۔ میں نے موصوف کو بار بار اس طرف متوجہ کیا۔ لیکن غالباً صحت کی خرابی اور کبر سنی کی وجہ سے وہ اس اہم

ذمہ داری کو قبول نہ کر سکے۔

" فرہنگ انیس " کے متعلق مجھے خبر ملی تھی کہ کوئی صاحب اسے لکھ رہے ہیں۔ لیکن پتہ نہیں کہ اس فرہنگ کا کیا ہوا۔

مرحوم ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب فاروقی نے " دبستان دبیر " کے نام سے زیشون کا ایک پمفلٹ شایع کیا ہے جس میں دو خود ساختہ ورثائے انیس احمد ہادی اور محمد عباس کا یہ بیان بھی شایع کر دیا ہے کہ " میر انیس کا کوئی شاگرد نہ تھا۔ ان کے بھائیوں اور بیٹوں کے علاوہ جو مرحوم کی شاگردی کا دعوا کرے وہ غلط گو ہے "۔

یہ بیان سوء ادب اور بد تہذیبی کے ساتھ نام نہاد ورثائے مذکور کی ذہنی بے بضاعتی اور بے مایگی کا بھی بیّن ثبوت ہے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ ایڈمن صاحب مرحوم لاولد فوت ہوئے اور ان کے بعد حقیقی معنوں میں انیس کی وراثت[1] ختم ہوگئی۔ اگر بالفرض انیس کے بعض رشتہ دار وارث انیس بنتے کے اب بھی مدعی ہیں تو مذکورہ ل الاسم ورثا کو ادب کے اہم ترین موضوع " انیسات " پر ایسی قطعی رائے دینے کا حق کہاں سے حاصل ہوگیا۔ یہ دونوں حضرات صنف مرثیہ سے اتنے نابلد ہیں کہ ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ انیس کے شاگرد رشید فارغ کے مراثی کی ایک ہزار صفحات کی مطبوعہ جلد " کوکبہ فارغ " کے نام سے موجود ہے اتنے بڑے مرثیے سارے ادب مرثیہ میں کسی مرثیہ گو نے نہیں کہے ہیں پھر انیس کے بعد صنف مرثیہ ایسا رزم نگار تو آج تک نہیں پیدا کر سکی فردوسی کی آواز اگر اردو میں سننا ہو تو فارغ کو پڑھیے۔

ان کا تاریخی تخلص فارغ جس سے ۱۲۸۱ھ (۱۸۷۲ء) کا استخراج ہوتا ہے۔ انیس کی شاگردی کی تاریخ کی یادگار ہے۔

---

[1] نفیس کے بھائی رئیس اور سلیس کی اولاد میں قدیم کے علاوہ کوئی قابل لحاظ نہیں اور اب قدیم بھی باقی نہیں۔

ان کے پہلے مرثیے کا مطلع ہی یہ ہے کہ
"میں بلبلِ حدیقۂ نظمِ انیس ہوں"

اس کے علاوہ بھی اپنے ضخیم مراثی میں انھوں نے کئی جگہ شاگردِ انیس ہونے پر فخر کیا ہے۔

ان پر ایک کتاب مصنفہ حکیم نہال حسین مرحوم "حالِ فارغ" کے تاریخی نام سے ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء) میں نکلی جس میں ان کے شاگردِ انیس ہونے کی تفصیل موجود ہے۔

ان کے ضخیم مراثی کی جلد "کوکبۂ فارغ" کے تاریخی نام سے ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۶ء) میں شائع ہوئی۔

ان پر میری کتاب "فردوسیِ ہند" ۱۹۵۲ء میں نکلی جو یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہوئی اور جس پر حکومت نے انعام بھی دیا۔

ان کا چھٹا مرثیہ جواب مرثیہ کا سب سے بڑا مرثیہ ہے "علمدارِ کربلا" کے نام سے میرے مقدمے کے ساتھ مکرر ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا۔

ان کی شاعری اور شخصیت پر ۱۹۲۵ء سے ۱۹۷۵ء تک میرے اور دوسرے مضمون نگاروں کے درجن بھر سے زیادہ مضمون نکل چکے ہیں۔

یہ بات غالباً حقیقت ہے کہ انیس و دبیر کے علاوہ فارغ سے زیادہ کسی مرثیہ گو پر نہیں لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد ظاہر ہے کہ انیس کے خود ساختہ وارث ہادی صاحب اور عباس صاحب کے لغو دعوے کی کیا اہمیت رہتی ہے۔

انیس کے شاگرد نسبتاً کم تھے۔ پھر بھی ان کے تلامذہ اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ ان شاگردوں میں کچھ تو ایسے ہیں جنھوں نے انیس سے صرف خوانندگی سیکھی۔ دوسرے شاگرد وہ ہیں جنھوں نے خوانندگی کے علاوہ میر صاحب سے اپنے مرثیوں پر بھی اصلاح لی ہے۔

میر انیس کے جن شاگردوں کے مراثی کی مطبوعہ جلدیں ہمارے پاس موجود

ہیں وہ صرف چار ہیں۔ ان چار میں سے تین مرثیہ گو خود خاندانِ انیسؔ کے ہیں یعنی انیسؔ کے بھائی انسؔ اور مونسؔ اور انیسؔ کے بڑے بیٹے نفیسؔ۔ چوتھے شاگرد فارغؔ ہیں جو ہر اعتبار سے فخرِ دبستانِ انیس ہیں۔

انسؔ اور مونسؔ نے ابتداً اپنے والد خلیقؔ سے اصلاح ضرور لی۔ لیکن اس کے بعد یہ دونوں اپنے بڑے بھائی انیسؔ ہی کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ انسؔ جب انیسؔ سے برگشتہ ہوئے تو انیسؔ نے ان کے کلام پر اصلاح کی طرف اپنے کلام میں اشارے کیے ہیں۔

بعض لوگ پیارے صاحب رشیدؔ کو بھی شاگردانِ انیسؔ کی فہرست میں لانا چاہتے ہیں لیکن یہ درست نہیں۔ رشیدؔ انیسؔ کے محبوب ترین نواسے تھے۔ لیکن وہ خاندانِ عشقؔ سے تعلق رکھتے تھے۔ عشقؔ شاعری میں خود کو انیسؔ کا رقیب سمجھتے تھے۔ یہ رقابت انیسؔ اور عشقؔ کے خاندانوں میں چلتی ہی رہی۔ انیسؔ کے رنگ سے رشیدؔ نے استفادہ ضرور کیا اور ان کی شہرت بھی بیشتر انیسؔ کے نواسے کی حیثیت سے ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ رشیدؔ باضابطہ نہ کبھی انیسؔ کے شاگرد ہوئے اور نہ ہو سکتے تھے۔

اب تک تلامذۂ انیسؔ میں انسؔ مونسؔ نفیسؔ اور فارغؔ ہی کے نام لیے جاتے تھے۔ اس فہرست میں انیسؔ کے دو بیٹوں، رئیسؔ اور سلیسؔ کے نام اور بڑھائے جا سکتے تھے لیکن ان دونوں حضرات کا کوئی مطبوعہ مرثیہ غالباً دستیاب نہ ہو سکا بہر حال یہ دونوں شاگردانِ انیسؔ تو ہیں ہی۔ مطبوعہ مراثی نہ ہونے کی وجہ سے ان کے شاعرانہ مرتبے کا تعین مشکل ہے۔ اس علم کے باوجود کہ اس فہرست تلامذہ میں بہت کافی اضافہ کی گنجائش ہے ہم ہندوستان والے انیسؔ کے جشنِ صد سالہ کے موقع پر بھی اس معاملے میں کچھ نہ کر سکے۔

اس بار ہندو پاکستان کی ڈاک کھلنے پر میرے پاس ڈاکٹر سید تقی قائم حسین جعفری کی ایک کتاب "آثارِ انیس" کے نام سے آئی۔ جس میں انیسؔ کے مختلف موضوعات

پر ڈاکٹر جعفری کے چند مضامین شایع ہوئے ہیں۔ انھی مضامین میں ایک مضمون "شاگردانِ انیس کا ایک جائزہ" بھی تھا۔ جس میں مستند طریقے پر انیس کے چوبیس شاگردوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ افادیت کے اعتبار سے ڈاکٹر جعفری کا یہ تحقیقی مقالہ انیس کے جشن صد سالہ کا اہم ترین مضمون ہے جس نے انیسیات میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا ہے۔ میں ذیل میں اختصار کے خیال سے ڈاکٹر جعفری کی تحقیق کا صرف اقتباس پیش کرتا ہوں۔

(۱) حکیم سید بندہ رضا آرزو خلف مولوی سید حسن رضا خاں بلگرامی وزیر شاہ اودھ بڑے ذی علم بزرگ تھے۔ غزلیں وغیرہ زکی بلگرامی اور بحر لکھنوی کو دکھائیں۔ مرثیہ گوئی میں میر انیس کے شاگرد ہوئے۔ اکثر مجالس عزا لکھنؤ سے باہر بھی پڑھیں۔
(خمخانۂ جاوید لالہ سری رام حصہ اول ص ۲۱ و ۴۲)

(۲) شیخ امیر علی امیر غازی پوری انیس کے حلقۂ تلامذہ میں شامل تھے۔
(غنچۂ ارم ص ۹)

(۳) حکیم محمد علی حزیں جو میر انیس مرثیہ گو مرحوم کے شاگرد تھے۔
(یادگار ضیغم ص ۳۳۸۔ بہ ذکر قمر الدین ناظم)

(۴) نواب حسن علی خاں خسرو کا شمار انیس کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔
(ارمغان فرخ ۱۸۹۸ء)

(۵) نواب اسد اللہ میرزا محمد زکی خاں بہادر زکی۔ پہلے شاگرد میر انیس تھے بعد اس کے سرفراز علی قادر کے ہوئے۔ (تذکرہ خوش معرکہ زیبا ناصر ص ۳۴۸)

(۶) پیارے صاحب رشید میر انیس کے نواسے۔ انکو رام بابو سکسینہ نے تاریخ ادب اردو میں میر انیس کا بھی شاگرد بتایا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں اوپر عرض کر چکا ہوں میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔

(۷) مرزا علی حسین رفیق ابن مرزا علی نقی۔ سلام اور مرثیے میں میر انیس سے مشورہ [illegible] مرثیہ خوانی انھی سے سیکھی۔ دوسرے اقسام سخن میں [illegible]

بحر سے تلمذ ہے۔ (انتخاب یادگار منشی امیر احمد ص ۱۵۸)

(۸) میر عسکری رئیس شاگرد میر ببر علی انیس

(۹) مرزا محمد زکی علی خاں زکی شاگرد شہید وانیس (یہ نام نمبرہ پر آچکا ہے ۲)

(خمخانہ جاوید ص ۶۲۴)

(۱۰) سراج الدین احمد سراج۔ بھوپال میں تھانہ دار اور تحصیلدار رہے۔ شعر گوئی میں میر ببر علی انیس کے شاگرد تھے۔ سراج العارفین۔ سراج المومنین اور زادِ غریبان کے مصنف تھے۔ (تاریخ واسطی رحیم بخش برتر ص ۳۲۱)

(۱۱) حکیم میر محمد رسول خاں بہادر شیدا خلف میر ہاشم علی خاں موہانی۔ طب کے ساتھ علم ریاضی میں ان کو کافی مہارت تھی۔ فن شعر گوئی میں انیس مرحوم سے اصلاح لی۔ مرثیہ قصیدہ اور غزل کے علاوہ تاریخ گوئی سے خاص مناسبت تھی۔

(خمخانہ جاوید جلد پنجم ص ۱۲۵ - ۱۲۶)

(۱۲) سیّد باقر حسین ضیا اپنی مثنوی "ضیائے دکن" میں کہتے ہیں ؎

تھے استاد میرے انیس و دبیر — کہ تھا مثل جن کا نہ کوئی نظیر
میں اِک تربیت یافتہ اُن کا ہوں — عنایت جو تھی مجھ پہ وہ کیا کہوں
انھی سے کوئی دس برس تک رہا — تلمّذ کا اور شغل اصلاح کا

(مثنوی ضیائے دکن ص ۲ - ۳)

(۱۳) میر عابد علی عابد کپتان پلٹن خلف میر مہدی علی لکھنوی۔ سحر اور میر انیس کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ (تذکرۂ سراپا سخن سیّد محسن علی محسن ص ۴۹)

(۱۴) نواب مرزا محمد باقر علی خاں عروج خلف اشرف الدولہ نواب حاجی مرزا محمد علی خاں لکھنوی۔ شاگرد انیس و فصاحت۔ (حوالہ درج ہونے سے رہ گیا)

(۱۵) مرزا محمد عباس عکس لکھنوی شاگرد انیس اور بہار۔ (حوالہ درج ہونے سے رہ گیا)

(۱۶) میر محمد نواب غیور خلف میر سلیس شاگرد فرزند زادہ میر انیس۔ (حوالہ

درج ہونے سے رہ گیا)

(۱۷) میر محمد افضل فارغؔ سیتاپوری۔ خلف میر طاہر علی شاگرد انیسؔ۔
(حال فارغ ص ۲۰ وکو کبۂ فارغ)

(۱۸) میر ولایت علی فردوسؔ رائے بریلوی ان کو انیس کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔
(زمانہ کانپور۔ ماہ و سال ؟)

(۱۹) نواب خواجہ حسن خاں مانوسؔ۔ لکھنوی شاگرد انیسؔ۔
(تذکرہ سخن نساخ ص ۴۵۔)

(۲۰) سید حسن علی مریخؔ لکھنوی شاگرد انیسؔ و نفیسؔ۔
(تذکرہ سخن نساخ ص ۴۵۰)

(۲۱) سیّد محمد علی معززؔ۔ مکن پور کے رہنے والے تھے پٹیالہ میں ملازم تھے۔ انیسؔ کے شاگرد تھے۔ (تذکرہ سخن نساخ ص ۴۵۰)

(۲۲) میر خورشید علی نفیسؔ خلف اکبر میر انیسؔ

(۲۳) سیّد فضل علی وقارؔ رئیس اعظم بارہ بنکی۔ شاگرد میر انیس۔
(خورشید خاوری سید فضل علی وقار دیباچہ ص ۲)

میر کاظم حسین یونسؔ ہمشیر زادہ و شاگرد انیس (گلدستہ سلام)

(یہ ڈاکٹر جعفری کے متن کا صرف اقتباس ہے)

اوپر دیے ہوئے بیان کے مطابق اس فہرست سے پیارے صاحب رشید کا نام خارج ہونا چاہیے۔ اور برادران انیسؔ انسؔ اور مونسؔ۔ نیز فرزندان انیسؔ رئیسؔ اور سلیسؔ کا نام شامل ہونا چاہیے۔ نمبر ۵ اور نمبر ۹ پر زکی کا نام دوبار آگیا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام خارج ہونا چاہیے۔ اس طرح شاگردان انیسؔ کی کل تعداد سردست ۲۶ ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر جعفری نے مجھے لکھا ہے کہ انیسؔ کے دو ایک شاگردوں کے نام اور ملے ہیں۔ تفصیل کی تلاش ہے۔

شاگردان انیسؔ کی یہ فہرست مکمل نہیں ہے۔ لیکن ہادی صاحب اور

…صاحب کی مضمون گوئی کو جھوٹ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

اس کتاب "آثار انیس" میں اپنے مضمون "مرثیہ اور میر نفیس" میں ص ۹۵ پر ڈاکٹر جعفری نے لکھا ہے کہ مرثیے میں ساقی نامہ میر نفیس کی ایجاد ہے۔ یہ بات قطعی طور پر مصدّق اور درست نہیں ہے نفیس کے عہد کے بعض دوسرے مرثیہ گو بھی ساقی نامے کی ایجاد کے مدعی ہیں۔ مرثیے میں ساقی نامے کو ایجاد کا محترم نام دینا بالکل نامناسب ہے۔ ساقی نامہ، بہاریہ وغیرہ یہ سب انحطاط مرثیہ کے علامات ہیں۔ جب مرثیہ کہنے والوں میں انیس کا زورِ بیان اور مناظرِ قدرت کی تصویر کشی کی طاقت نہ رہی تو انھوں نے مرثیہ جیسی محترم اور دقیق صنف کو مثنوی، قصیدہ بلکہ غزل کے قدموں میں لاکر ڈال دیا۔ مثنوی کے ساقی نامے اور غزل نما تشبیب کے چونچلوں سے بھلا وقار مرثیہ کا کیا تعلق؟۔

شاگردانِ انیس کا تجسس ڈاکٹر جعفری کا ایک بے مثل تحقیقی کام ہے لیکن ابھی یہ کام بالکل ابتدائی شکل میں ہے۔ موصوف ایک محنتی نوجوان محقق ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ جلد سے جلد شاگردانِ انیس کے زیادہ سے زیادہ حالات مع نمونہ کلام مہیا کر کے اردو میں ایک یادگار کتاب کا اضافہ کر دیں گے۔ اس فہرست میں ان شاگردوں کے نام بھی شامل کیے جائیں جو انیس سے صرف خواندگی سیکھتے تھے۔ یہ نام انیس کے سوانح میں آسانی سے مل جائیں گے۔

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اہم کتاب

پہلا دیوراج چنانا میموریل خطبہ ۱۹۶۹ء

سماجی تبدیلیاں

ازمنہ وسطیٰ کے ہندوستان میں

(۵۰۰ سے ۱۲۰۰ سن عیسوی)

مصنف

رام شرن شرما

مترجم

قاضی عبیدالرحمن

ازمنہ وسطیٰ کے ہندوستان میں کون کون سی سماجی تبدیلیاں رونما ہوئیں، اس زمانے میں ذات برادری کا کیا تصور تھا اور کیا عقائد و معاملات تھے، ان سب باتوں کا پورے پس منظر کے ساتھ بالتفصیل جائزہ لیا گیا ہے۔ پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے صدر پروفیسر رام شرن شرما نے (۵۰۰ سے ۱۲۰۰ تک) ہندوستانی سماج کا جس طرح مدلل اور مفصل جائزہ پیش کیا ہے وہ سماجی علوم اور تاریخ کے طالب علموں کے لیے خاص طور سے بڑا مفید اور معلومات افزا ثابت ہوگا۔

قیمت ۔/۲

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعہ شائع کی گئی)

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

نگارشات

از : پروفیسر محمد مجیب
مطبوعہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵
قیمت : سولہ روپے

پروفیسر محمد مجیب کے مختلف النوع مضامین کا مجموعہ ابھی حال میں شائع ہوا ہے۔ اس مجموعے میں ترجمے بھی ہیں اور طبع زاد خاکے اور مضامین بھی۔ یہاں "پتھر" اور "خاں صاحب" جیسے افسانوی خاکے بھی ہیں اور خالدہ ادیب خانم اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کی شخصیت پر مضامین بھی۔ اس میں "مذہبی ارتقا کے نظریے" بھی ہے اور ہندوستان میں "اسلامی تہذیب کا تجزیہ" بھی شامل ہے۔ پروفیسر محمد مجیب ایک اہم دانشور کی حیثیت سے تو مشہور ہیں، لیکن اردو نثر میں ان کا اپنا اسلوب ہے اور اس معاملے میں وہ اپنے ہم عصروں میں منفرد حیثیت رکھتے ہیں

انھوں نے ایک زمانے میں اردو کے پڑھنے اور لکھنے والوں کو روسی ادب سے آشنا کیا اور بقول پروفیسر ضیا الحسن فاروقی "روس کے ادیبوں، شاعروں، ناول نگاروں اور افسانہ نویسوں نے جس طرح انسانی زندگی کے اسرار و رموز اور انسان کی نفسیات کے پیچ و خم کو بیان کیا ہے، انسانی کردار کے جتنے نمونے پیش کئے ہیں اور عیش و مسرت اور دکھ درد کی جس خلوص اور سچائی کے ساتھ تصویر کشی کی ہے اس کا اثر مجیب صاحب کی طبیعت پر گہرا پڑا اور اس سے ان کے قلب میں وہ سوز و گداز

پیدا ہوا جس کے بغیر زندگی سونی سونی رہتی ہے اور وہ دردمندی پیدا نہیں ہوتی جو ہر بڑے ادیب کی نمایاں خصوصیت ہے۔"

پروفیسر مجیب کا مطالعہ وسیع ہے اور بہتوں کا مطالعہ وسیع ہو سکتا ہے لیکن موصوف نے جو کچھ پڑھا اس کو سمجھا اور برتا ہے اور یہ بڑی بات ہے۔ دراصل مطالعہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا، جب تک کہ پڑھنے والا خود شعور نہ رکھتا ہو اور اسے قدروں کا شدید احساس نہ ہو۔ پروفیسر مجیب خود ایک حساس اور باشعور دانشور ہیں۔ انھوں نے آدرشوں کو عملی شکل اختیار کرتے اور کبھی کبھی ان کو بے بسی سے ٹوٹتے اور پامال ہوتے دیکھا ہے۔ اسی لیے ان کی نثر میں سوز و گداز ہے۔ ہم پڑھتے اور اس سے مسحور ہوتے ہیں۔ وہ اپنے پڑھنے والوں کا بہت جلد اعتماد حاصل کر لیتے ہیں۔

اگر شخصیت کا اثر ادبی تخلیق پر براہ راست پڑ سکتا ہے تو مجیب صاحب کی شخصیت کا عکس ان کی تحریروں میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ فکر و عمل میں باہمی رشتہ باقی نہیں رہتا۔ مجیب صاحب نے ایک باعمل زندگی گزاری ہے۔ جامعہ پر ذاکر صاحب کے بعد اگر کسی فرد کی چھاپ ہے تو وہ تو پروفیسر مجیب کی ہے۔

"نگارشات" کے مضامین اس لیے اور بھی توجہ کے مستحق ہیں کہ اس میں آزمودہ کار کی شخصیت کا نچوڑ ہے۔ مجیب صاحب نے زندگی کے مسائل و افکار کو لفظوں کا ایک خوبصورت لباس دیا ہے۔ جامعہ کے یوم تاسیس (۱۹۵۳ء) کے موقع پر لکھتے ہیں: "ہم نے اس دنیا کو جو خرچ اور آمدنی کو برابر رکھنا چاہتی ہے اور حوصلے کو مالی استطاعت کی قینچی سے کترتے رہنا کامیابی کا راز سمجھتی ہے کبھی خوش کرنے کی فکر نہیں کی۔ ہم نے اپنی کارگزاری کو کبھی اعداد و شمار کے جو کھٹے میں بند نہیں کیا، ہم کبھی خود اپنے سے مطمئن نہ تھے کہ دوسروں کو مطمئن کریں، ہم نے اپنا کام خود ہی اپنے سر لیا تھا۔"

مجیب صاحب نے ایسے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے کہ جن کے بارے میں

ہم سوچتے اور باتیں کرتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کو بہت کم منضبط کرتے ہیں۔ مجیب صاحب کی تحریر میں فکر کی گہرائی اور گفتگو کی بے ساختگی کے ساتھ جذبے کی آمیزش بھی ہے جس نے ان کی زبان میں چاشنی پیدا کی ہے۔

"تعلیم اور اجتماعی کام" کے تحت لکھتے ہیں۔

"خواہش، اصول، اور مثال کے علاوہ انسان کے دو رہنما اور ہوتے ہیں استعداد اور توفیق۔ استعداد طبیعت کی ایک اہلیت ہوتی ہے جو انسان کو کسی خاص کام کے لیے موزوں بنا دیتی ہے۔ اور اگر اس کی استعداد کی صحیح تربیت کی جائے تو انسان اپنی طبیعت اور اپنی زندگی میں مناسبت اور ہم آہنگی محسوس کرتا ہے اور اس سے طبیعت اور زندگی دونوں کو فروغ ہوتا ہے۔ لیکن استعداد کا اخلاق سے براہ راست تعلق یا واسطہ نہیں ہوتا۔ استعداد کو بھی رہنما درکار ہے اور یہ رہنما توفیق ہے۔"

فکر و نظر کے یہ انمول موتی نگارشات میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں۔ عملی زندگی کی مصروفیات نے بہتوں کو تصنیف و تالیف کا بہت موقع نہیں دیا۔ یہ بات جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کے بارے میں بہت کہی جاتی ہے۔ مجیب صاحب بھی اسی حلقے میں آتے ہیں۔ لیکن انھوں نے یہ لمحے اپنی عملی زندگی سے بار بار چرائے ہیں انھوں نے بڑے کامیاب ڈرامے لکھے، اس وقت افسانے لکھے جب اردو افسانہ اپنے اوائل میں تھا۔ انھوں نے تہذیب و تاریخ کے موضوعات پر غیر معمولی تصانیف کیں۔ "تاریخ تمدن ہند"، "دنیا کی کہانی"، "تاریخ فلسفہ سیاسیات"، "روسی ادب"، ان کے ایسے کارنامے ہیں جنھوں نے اردو زبان کے خزانے کو مالا مال کیا۔ لیکن نگارشات میں انھوں نے "ہندو فلسفہ" "ہندستانی میں اسلامی تہذیب"، "مذہبی ارتقا کے نظریے"، "احتساب اور سماج"، اور "فنون لطیفہ"، لکھ کر اردو ادب میں دانش وری کی روایات کو بہت آگے بڑھایا ہے۔ انھیں یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ روسی اور جرمن زبان سے واقف ہیں اور

انھوں نے ان زبانوں کے ادب کا براہ راست مطالعہ کیا ہے۔ ان کی تصانیف میں جابجا ان کے مطالعہ کی جھلک ملتی ہے۔

یہ مکتبہ جامعہ کا حق بھی ہے اور فرض بھی جو اس نے نگارشات کی بروقت اشاعت سے ادا کیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ پروفیسر مجیب کی ریڈیائی تقریروں کے مجموعے بھی جلد ہی مکتبہ کے توسط سے منظر عام پر آئیں گے۔

اطہر پرویز

فروغ اُردو (لکھنؤ) کا فرقت کاکوروی نمبر

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر سید رغیب حسین
پتہ: ادارہ فروغ اُردو، لکھنؤ
قیمت: چھ روپے

اُردو کے ممتاز طنز و مزاح نگار غلام احمد فرقت کاکوروی کی موت جن حالات میں ہوئی وہ نہ صرف افسوس ناک ہیں بلکہ ان سے اُردو زبان و ادب کی بے قدری اور انحطاط کا احساس شدید سے شدید تر ہو جاتا ہے۔ یہ کتنی ستم ظریفانہ بات ہے کہ جو شخص دوسروں کو ہنسنے ہنسانے کا سامان فراہم کرتا تھا وہ بذاتِ خود زندگی سے کتنا عاجز و پریشان تھا۔ لیکن پھر بھی اس کے ماتھے پر کوئی شکن نظر نہیں آئی۔

فرقت صاحب کی شخصیت مرنجان مرنج اور شریف النفس تھی اور وہ محفلوں کی رونق تھے۔ وہ زندہ دلی، بذلہ سنجی، حاضر جوابی اور علمیت میں اپنی مثال آپ تھے۔ لکھنؤ کی ٹکسالی زبان کو سادہ اور شگفتہ نثر میں بیان کرنا ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ ادارۂ فروغ اُردو کو خصوصی نمبر نکالنے کا سلیقہ آتا ہے۔ لیکن فرقت کاکوروی نمبر دیکھنے کے بعد ہمیں بڑی مایوسی ہوئی کیوں کہ اس میں فہرست مشاہیر ادیبوں سے خالی ہے اور مضامین بھی محض تاثراتی اور دوئم درجے کے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مرتبین نے "اپنی باتیں" میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ان کے متواتر تقاضوں اور کوششوں کے باوجود فرقت نمبر کے لیے خاطر خواہ ادبی سرمایہ اکٹھا نہ ہو سکا لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ اگر کچھ اور کوشش کی [illegible]

کام لیا جاتا تو ملک کے متعدد مایۂ ناز ادیبوں اور شعرا کا تعاون حاصل کرنا کچھ مشکل نہ ہوتا۔

اس نمبر کے لکھنے والوں میں عبدالماجد دریابادی، امیر حسن نورانی، بیگم فرقت، نسیم قریشی، شمیم کرہانی، ڈاکٹر سلام سندیلوی، جاوید وششٹ، امین سلونوی، مہ لقا، اعجاز صدیقی، احمد جمال پاشا، مغیث الدین فریدی، عمر انصاری اور ڈاکٹر افتخار علوی قابلِ ذکر ہیں۔

رئیس بانو (بیگم فرقت کاکوروی) کا مضمون قدرے تفصیلی اور معلوماتی ہے۔ اس میں انھوں نے فرقت صاحب کے خاندانی حالات، ادبی سرگرمیاں اور ازدواجی تعلقات کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کو پڑھ کر فرقت صاحب کی شرافت، وضعداری، خلوص اور دوسری اعلا قدروں سے کما حقہ واقفیت ہو جاتی ہے۔

فرقت صاحب نے اردو ادب میں طنز و مزاح، مزاحیہ شرح دیوانِ غالب، اور غالبِ خستہ کے بغیر، میں غالب شناسی کا ثبوت دیا ہے۔ حامد اللہ ندوی کے مضمون، فرقت کی غالب شناسی، فرقت صاحب کی طنزیات و ظرافت کا محاکمہ کیا گیا ہے۔ عبدالاحد خاں خلیل نے اپنے مضمون، فرقت مرحوم، میں اپنے دیرینہ رفیق سے وابستہ پرانی یادوں کو تازہ کر کے انھیں بجا طور پر خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی نے فرقت کاکوروی کا ادبی نظریہ، میں ادبی رجحانات کا جائزہ اور فرقت کی شاعرانہ اہمیت کو پیش کیا ہے۔

سیّد نظر برنی

قدیم دہلی کالج

مرتب: مالک رام
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵
قیمت: چار روپے پچاس پیسے

مالک رام صاحب کو اردو زبان کے ایک محقق و ادیب کی حیثیت سے

ادبی دنیا میں امتیازی حیثیت حاصل ہے، غالب کی شخصیت و شاعری پر انھوں نے کام کیا ہے جس کی بدولت "ماہر غالبیات" بطور خطاب ان کے نام کا جزو لاینفک بن گیا ہے۔ موصوف پیرانہ سالی کے باوجود برابر زبان و ادب کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ گزشتہ چند برسوں میں آپ کی متعدد تالیفات شائع ہو چکی ہیں۔ پیش نظر کتابچہ، "قدیم دلی کالج" مالک رام صاحب کی تازہ تالیف ہے جسے گویا بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم کی مشہور کتاب "مرحوم دلی کالج" کا حاشیہ کہنا مناسب ہوگا، مرحوم دلی کالج اگرچہ رواروی میں مرتب ہوئی تھی تاہم مولوی عبدالحق جیسے صاحب نظر عالم نے تحقیق و تلاش سے جتنا کچھ لکھ دیا اس پر مزید اضافے کی گنجائش بہت کم تھی، مالک رام صاحب نے اکثر ان باتوں کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے جو مرحوم دلی کالج میں موجود ہیں اور جو اضافے موصوف نے کیے ہیں وہ حواشی اور فٹ نوٹس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دراصل کرنے کا کام یہ تھا کہ "مرحوم دلی کالج" کا نیا اڈیشن نکالا جاتا اور اس میں حواشی کے طور پر ان مزید معلومات کو درج کیا جاتا جو مالک رام صاحب نے اپنی محنت و کاوش سے فراہم کی ہیں۔ لیکن ان کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ الگ ایک کتاب مرتب کی جاتی۔ مالک رام صاحب نے خود اپنے کتابچہ کو مولوی عبدالحق کی کتاب کا تکملہ اور تتمہ قرار دیا ہے۔ مرحوم دلی کالج مدت سے کمیاب ہے اور خود مالک رام صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ "بجائے خود یہ کتاب، کسی کو "مرحوم دلی کالج" سے مستغنی نہیں کر سکتی"

اس صورت میں بہتر یہ ہوتا کہ اصل کتاب مالک رام صاحب کے حواشی کے ساتھ شائع ہو جاتی۔ اب جب کہ اصل کتاب نایاب ہے تو اس کے تکملہ و تتمہ سے صرف وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جس نے پہلے مرحوم دلی کالج کا مطالعہ کیا ہو۔

کتابچہ اٹھاسی صفحات پر مشتمل ہے۔ اصل مضمون [illegible]

بقیہ صفحات پر فہرست مضامین، مقدمہ، اشاریہ و [illegible]

محلِ نظر ہیں، الفاظ اور جملوں کی غلطیاں سہو کاتب شمار کرنا چاہیے۔ مثلاً صفحہ ۲۳ پر یہ جملہ " دلّی میں ایک کالج کھولا گیا جائے"، واقعات کے سلسلے میں میں ایک جگہ کالج میں اُردو کے غلبہ کا سبب مالک رام صاحب نے یہ لکھا ہے کہ

"اُردو میں کام اس لیے زیادہ ہوا کہ انجمن ترجمہ کے سکریٹری بلکہ اس کے کرتا دھرتا اکیلے مسٹر فیلکس بوترس تھے چونکہ وہ دلی کالج کے پرنسپل تھے اور یہیں رہتے تھے۔ اس لیے انجمن کا دفتر شروع سے آخر تک دہلی میں رہا جو اُردو کا مرکز تھا"

حالانکہ " مرحوم دلّی کالج " میں دیے گئے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ کالج میں ہمیشہ اردو پڑھنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوتی تھی اور ذریعہ تعلیم بھی اُردو تھا، طلباء میں ہندو، مسلمان، عیسائی سب ہی ہوتے تھے۔ یہی حال اساتذہ کا تھا۔ چند سال ایسے بھی گزرے کہ ہندی و سنسکرت کے کلاسوں میں کوئی طالب علم نہیں تھا۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور سے بلاتخصیص مذہب و ملّت سب ہی ذوق و شوق سے اُردو میں تعلیم حاصل کرتے تھے اس میں کسی کی ترغیب و ترہیب کا دخل نہ تھا۔

ہم بجا طور پر یہ توقع کرتے ہیں کہ مالک رام صاحب اپنی علمی و تحقیقی صلاحیتوں کو معیاری کتابوں میں صرف کرکے زبان و ادب کے خزانے میں اضافہ کریں گے۔ "دلّی کالج" اردو ادب کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے کتابچہ کا مطالعہ اہلِ ذوق اور سنجیدہ کام کرنے کے لیے مفید ہے۔ اسی کے ساتھ مرحوم دلّی کالج کو پیشِ نظر رکھنا بھی ناگزیر ہے۔

کتابت و طباعت جاذبِ نظر اور مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے معیار کے مطابق ہے۔

ذاکر حسین یزدانی

گناہ کا رشتہ

کہانیوں کا مجموعہ

مصنف: مانک ٹالا
ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دلی ۲۵
قیمت: چھ روپے

شری مانک ٹالا صاحب جو اپنے "عرف" سے معروف اور اصلی نام سے غیر معروف ہیں۔ ایک تجارت پیشہ باذوق اہلِ قلم اور "کالے کو تلکوں" ذاتی ہستیوں کی نادانیوں سے بیزار اور ان کی خوبیوں کے مداح اور کمزوریوں اور مجبوریوں کی طرف سے معذرت پیش کرنے والے افسانہ سرا اور خوش نوا داستان گو ہیں۔ آپ بے تکلف لکھتے ہیں۔ بات میں بات پیدا کرتے ہیں اور اپنے رواں دواں بیان میں اردو کی عالمگیری کی شہادت دیتے ہوئے پنجابی زبان کے جاندار لفظ اور بامدار اور معنی خیز محاورے موزوں موقعوں پر بٹھاتے اور اپنی عبارت کو سجاتے چلے جاتے ہیں۔

میں نے اس وقت تک کی ان کی تین کتابیں دیکھی ہیں۔ پہلی دو کتابوں کے تو نام بھی یاد نہیں اگرچہ ان کی پہلی کتاب کے متعلق کتاب بمبئی کے مرحوم اخبار "دورِ حیات" میں کچھ لکھا بھی تھا۔ اسی اخبار کے دفتر میں مانک ٹالا صاحب سے سرسری ملاقات بھی ہوئی تھی۔ دوسری کتاب کسی دوست نے دکھائی تھی اس پر لب کشائی تک کی جرأت نہیں کر سکا تھا۔ تیسری یہی پیش نظر کتاب ہے جس کا نام زیب عنوان ہے اور یہ مجموعہ ہے مانک ٹالا صاحب کی اٹھارہ کہانیوں کا اور "گناہ کا رشتہ" جسے پوری کتاب کا نام دیا گیا ہے۔ اس مجموعہ کی پہلی کہانی ہے اور میری رائے میں پہلی کہانی کے لیے "گناہ کا رشتہ" سے زیادہ بامعنی، خوبصورت، موزوں و مناسب نام ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ لیکن پورے مجموعے کو اس نام کا لباس پہنانا غالباً مناسب نہ ہو۔ کیونکہ کہانی ۵ جس کا عنوان ہے "حج اکبر" اور کہانی نمبر ۹ جس کا عنوان ہے "کھوٹا پیسہ"

یقیناً عنوان کتاب کے سایہ سے بھی پاک اور بے داغ کہانیاں ہیں۔

ہاں کہانی نمبر ۴ جس کا عنوان ہے "آبرو باختہ" اور کہانی نمبر ۸ جس کا عنوان ہے "سراب" صرف نسوانی کیوں پوری انسانی زندگی کی دھوپ چھاؤں یا سراب آسائیوں کے رنگ اور جھونکے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ نمبر ۴ کے لیے عنوان "آبرو باختہ" اور انجام مذکور کس لیے۔ اور نمبر دس میں ہیروئن کی گم شدگی کے اسباب پر "شنیدہ" اعتبار کا سبب؟ کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہماری فطرتِ انسانی کے اسرار اور بھیدوں سے نا واقفی ہے جو ہم ہر "دیدہ" اور "شنیدہ" (آواز) پر ایمان لاکر رائی کے پہاڑ بنا دینے کو پسند کرتے ہیں اگرچہ دنیا اس روش پر چل رہی ہے۔ بس لوگوں کا اندھا دھند ایک جمگھٹ ہے۔ سبب پوچھیے کیا ہے جواب ملتا ہے "خبر نہیں" لیکن دنیا کا "ادب" اس کی "خبر نہیں پتا گم ہے" "نہ خبر ہے" کی اصلیت پر۔

ملک کو تقسیم ہوئے۔ چھبیس ستائیس برس گذر چکے ہیں ان بھیانک اور وحشتناک وقتوں کی یاد اور روداد جہاں خونخواری اور درندگی کی بدترین مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ وہاں آدم زاد کی انسانیت یا دیوتائی اور فرشتگی کی تابناک مثالوں سے بھی خالی نہیں۔

"جدائی کی لکیر" کے دونوں طرف کے بڑے اور مشہور لوگوں کی بات نہیں۔ بدنام اور گمنام آدمیوں نے بھی دیوانگی کی دھنوں میں ملے ہوئے انسانیت کے حسین چہرے کو اپنی پاکیزگی فطرت کے غازے سے چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور تابدار بنا لیا ہے۔ اس قسم کی جھلکیاں "حج اکبر" اور "کھوٹا پیسہ" کے عنوان سے مانک ٹالا نے اپنی کہانیوں میں پیش کی ہیں۔ اور ان کی ان کہانیوں کے لیے میں انھیں مبارک باد دیتا ہوں۔ اچھے اور بھلے لوگ ہر ملک اور قوم اور ہر طبقہ اور ذات "کذات" کے روپ میں موجود ہیں اور وقت پڑنے پر صاف صاف سامنے آکر اپنا حسن و قیمت دکھا جاتے ہیں۔

ہرانی یا گناہ عظیم نہیں، وہ ایک "کمزوری" اور ہر کمزوری قابلِ رحم ہوتی ہے اور قابلِ علاج۔ لیکن کسی ایک کی "کمزوری" کو ساری جماعت کی علامت سمجھ لینا اور اس کا ڈھنڈورا پیٹتے رہنا اور خوبیوں کی طرف سے آنکھیں موند لینا اصلاح نہیں۔ افساد ہے۔ اس رمز کو سمجھ لینا بچھڑوں کو ملاتا اور ٹوٹے ہوؤں کو جوڑتا ہے ورنہ بگڑی کو اور بگاڑنے کے لیے کسی خاص ہنروری کی ضرورت نہیں۔ کہ یہ کام تو ہر بے ہنر بھی کرسکتا ہے۔

(مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی بمبئی ۸)

رشتہ گونگے سفر کا

مصنف: مظہر امام
ناشر: بک امپوریم۔ سبزی باغ، پٹنہ
قیمت: دس روپے

تخلیقی تجربہ اور جمالیاتی اظہار ہی ادب اور غیر ادب میں حدِ فاصل قائم کرتا ہے ادب شعری ہو یا نثری، اس میں ان دونوں خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔ مگر شاعری میں ایک تیسری خصوصیت اور بھی ہوتی ہے جس کو "آہنگ" کہا جا سکتا ہے۔ اعلا شاعری میں تخلیقی تجربے کی شدّت، جمالیاتی اظہار کی ندرت اور آہنگ کی اشاریت کی کوئی حد مقرر نہیں ہوتی۔ یہ خصوصیات جتنی زیادہ ہوتی ہیں، شاعری اتنی ہی اعلا ہوتی ہے۔ مظہر امام اس نکتے سے آگاہ ہیں انھوں نے اس دور کے بہت سے شاعروں کی طرح، وجود کے تجربے کو اپنی شاعری کا محور بنانے کے باوصف شاعری کی بنیادی قدروں سے چشم پوشی نہیں کی ہے۔

مظہر امام نے ایک طرف فیض اور فارمولے کے تحت تجربوں سے احتراز کیا ہے اور دوسری طرف روایت پرستی سے بھی انحراف کیا ہے۔ جہاں تک ان کی شاعری کی داخلی فضا کا تعلق ہے اس میں دنیا کے بند مکان ہونے، عقیدوں کے سسکنے، قدروں کی جانکنی، نڈھال خابوں کے خاک و خون میں ملنے، مجبور جبینوں پر

جھرّیاں پڑنے، انسان کی بے چہرگی، ذہنی افلاس، خوف کے سانپوں کے سرسرانے اور واماندہ آنکھوں کی جلتی ہوئی ریت کا احساس ملتا ہے۔ یہ ساری کیفیتیں عصری چیرہ دستیوں کا ثمرہ ہیں کیونکہ

ایک پہچانا ہوا انجان شہر
رات کے کالے بدن پر برص کے اجلے چراغ
آدمی کی کھال میں چیتے کی روح
جسم کے مرگھٹ پہ سانسوں کی چتا جلتی ہوئی
نک چڑھی بیوی کی صورت
"زندگی"

مظہر امام کی نظموں کے بیشتر موضوعات اور ان کی زبان اس دور کی نظموں کے مجموعی آہنگ سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے بلکہ اس کا ایک حصّہ معلوم ہوتی ہے۔ مظہر امام کی انفرادیت کا انحصار اسی حصار کو توڑ کر اس سے بلند ہونے پر ہے۔ اب یہ خود ان کے شعورِ فن پر منحصر ہے کہ وہ اس کارگہ شیشۂ و آہن سے کسی طرح عہدہ برآ ہوتے ہیں۔

مظہر امام کی شعری زبان میں روایتی اور تخلیقی زبان کا دلکش امتزاج ہے۔ روایتی عناصر سے ان کی شاعری میں ترسیل کی قوت پیدا ہوئی ہے اور تخلیقی عناصر سے تازگی اور توانائی میں اضافہ ہوا ہے۔ ان کی غزلوں کے اشعار کی شعری زبان کا یہی امتزاجی وصف متاثر کرتا ہے۔ چند شعر دیکھیے۔

بے چہرہ منظروں کو بھی کچھ [illegible] اس تیز روشنی میں اندھیرا اچھال دے

چمکتی ریت میں ڈوبا ہوا سفینہ تھا چھپی تھی موج کی بانہوں میں روحِ تشنہ لبی

[illegible] تیرگی آسودہ آنکھوں میں [illegible] اپنے ڈوبتے ہوئے خواب کی کرچیاں

میں ہوں دشتِ تمنا سے اترتی ہوئی دھوپ اپنے احساس کے آنگن میں بٹھالو مجھ کو

گیا ہوں زمان و مکان کے ملبے تک مری انا۔ مجھے الزام نارسائی دے

مجموعی طور پر مظہر امام کی شاعری اس دور کی روایتی اور خالص تجرباتی شاعری سے مختلف ہے۔ اس میں روایت اور خدمت کے دلکش اور مثبت عناصر کا امتزاج ہے۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

خاکِ تمنا

از: سراج انور

ناشر: ناولستان۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

قیمت: گیارہ روپے پچاس پیسے

سراج انور ایک جانے پہچانے ادیب ہیں۔ وہ بچوں کے لیے بھی لکھتے ہیں اور بڑوں کے لیے بھی — وہ خاکِ تمنا سے پہلے بھی ناول لکھ چکے ہیں۔ اس کے پڑھنے سے اندازہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ناول کے فن سے بخوبی واقف ہیں۔

کرداروں کے آپسی رشتے اور ان کی اندرونی کشمکش کا بیان اور ان کی پیشکش، ناول کا فن ہے اس لیے کہ انھیں کے ذریعہ زندگی کا مفہوم نمایاں ہوتا ہے۔

خاکِ تمنا میں کرداروں کا ہجوم نہیں ہے۔ محض چند کردار ہیں۔ ساجد، نجمی صاحب، محبوب علی مجذوب، کشور، ناہید، زمان، اور تسنیم یہ سب کے سب ناول کی جان ہیں۔ یہ سب واضح طور پر قصے پر اثر انداز ہوتے ہیں کہ ہم نے ان کو قریب سے دیکھا ہے، گویا بہت دنوں ان کے ساتھ رہے ہیں۔ ساجد کی بہن جسے وہ جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے مر چکی ہے۔ اس کا غم اس کی زندگی کا ایک جزو بن چکا ہے۔ وہ ایک ایسے اندھیرے میں ہے جس میں دو کرنیں نظر آتی ہیں ایک اس کے دوست محبوب کی ہے اور دوسری اس کے چچا نجمی صاحب کی — اور یہ دونوں اس کی محروم زندگی میں مٹھیاں بھر بھر قہقہے ڈالتے رہتے ہیں۔ پھر بہن کا نعم البدل نجمی صاحب کی لڑکی ناہید آجاتی ہے۔ جو اس کمی کو پورا

کرتی ہے۔ ایک لڑکی کشور بھی محبوبہ کی شکل میں آتی ہے۔ لیکن زماں اس کو اس کی دنیا سے نکال دیتا ہے۔ پھر ناہید کی سہیلی تسنیم داخل ہوتی ہے جو خود پیچھے ہٹ جاتی ہے۔ ناہید ساجد کے خلاف کچھ کرنا چاہتی ہے۔ اس کی زندگی کو خوشیوں سے معمور کرنا چاہتی ہے خود پیچھے ہٹ جاتی ہے ......

لیکن اس عمل میں وہ خود اپنے آپ کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ ناول ساجد کی کہانی نہیں ناہید کا المیہ ہے۔ اس کا اصل کردار ساجد نہیں ناہید ہو جاتی ہے۔ وہی سچ مچ ہیرو ہے۔ سراج الانور کے ہاتھ میں دونوں کردار، ان کی مرضی پر نہیں چلتے یہ اپنے راستے خود متعین کرتے ہیں۔ اسی لیے یہاں تصنع نہیں بلکہ سب کچھ اصل معلوم ہوتا ہے۔ ناول کا ہیرو "اپنی چچازاد بہن سے بہن کی سی محبت کرتا ہے" اور چچا سے تو باپ کی محبت — لیکن چچا کی موت کے بارے میں سن کر، وہ اپنی تنہا بہن کو سہارا دینے کے لیے نہیں جاتا بلکہ اپنی شادی کے منصوبے بناتا رہتا ہے۔ لیکن ناہید اس کے حادثے کی خبر سن کر بلبلا اٹھتی ہے اور زماں سے صرف اس شرط پر شادی کرنے کا وعدہ کرتی ہے کہ زماں اپنی بہن کشور سے ساجد کی شادی کر دیں۔ اس نے کشور کے باپ کو آمادہ کیا۔ اور پھر خود جاں بحق تسلیم کی۔ اس نے ساجد سے محبت کی، اور اپنی قربانی پیش کر دی اور یہاں ناہید ہیرو سے بہت زیادہ بلند نظر آتی ہے۔ اور یہیں ہیرو بونا دکھائی دیتا ہے۔ یہ محبت اور ایثار کا مجسمہ ہے۔

ناہید کی شکل میں سراج الانور نے ایک بہت خوبصورت کردار کی تخلیق کی ہے اور اس کی موت پر ہم کتاب پڑھنے کے بعد دیر تک آنسو بہاتے ہیں۔

تسنیم ایک شوخ اور کھلنڈری لڑکی کے روپ میں نظر آتی ہے لیکن وہ ساجدہ سے زیادہ ذہین اور گہری نظر رکھتی ہے۔ وہ چند روز میں قصے کی تہہ تک پہنچ جاتی ہے۔ جبکہ ساجد یہی سمجھتا ہے کہ ناہید زماں سے محبت کرتی

[illegible] واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ناہید بھی عاشق ہے اور وہ پیشانی [illegible] سے اپنے آپ کو وہاں سے ہٹا دیتی ہے۔

محبوب علی مجذوب کا کردار، کردار سے زیادہ کیریکچر ہے۔ وہ شعر و شاعری کرتا ہے ہنسی مذاق میں کھویا رہتا ہے، اور پہاڑی لڑکی کے عشق میں مبتلا رہ کر بھی کہیں عاشق نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ محبوب کی شخصیت نہیں ہے۔ وہ تو بھرپور عشق کرتا ہے لیکن سراج انور ان سے یہ کام لینا ہی نہیں چاہتے کیونکہ اس کام کے لیے تو انھوں نے دوسرے کرداروں کا انتخاب کر لیا ہے۔ اس سے تو وہ قصے کے درمیان میں جو کھانچے رہ جاتے ہیں ان کو پر کرنے کا کام لیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو یہ کردار، سنجیدہ کرداروں کے درمیان بالکل فالتو معلوم ہوتا ہے۔ لیکن وہ بھی کیا کرے اس کی تقدیر تو پہلے سے مرتب ہو چکی ہے۔ اگر سراج انور اس کردار پر توجہ دیتے تو شاید اس ناول میں اس کردار کے توسط سے ہمیں ایک اور کردار (محبوب کی پہاڑی محبوبہ گلبدن کے کردار) نصیب ہوتا جو خاکِ تمنا میں متحرک ہونے کی باوصف بے جان سا ہے۔ گلبدن کے کردار میں جا بجا ایک بڑے کردار کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس میں بڑے امکانات تھے۔ لیکن یہ بھی خاکِ تمنا کا ایک حصہ ہے۔

اس کے علاوہ محبوب کے کردار میں ایک سقم بھی ہے۔ اس کا خارجی اور ذہنی عمل کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے کہ جس طرح وہ ساجد بھی صاحب اور ناہیدہ وغیرہ کو دوسروں کے شعر اپنے کہہ کر سناتا ہے، وہ اپنی ان پڑھ محبوبہ کو بھی شعر سناتا رہتا ہے۔ لیکن ہمیں اس لیے شکایت نہیں کیوں کہ یہ کردار سے زیادہ کیریکچر ہے۔ اور صرف تفننِ طبع کے لیے ہے۔ لیکن خوجی بھی تو ایسا ہی کیریکچر تھا جسے رتن ناتھ سرشار کے جادو نگار قلم نے زندہ جاوید کر دیا اور وہ آزاد سے کہیں آگے نکل گیا۔

اسی ناول پر اگر سراج انور ذرا زیادہ محنت کرتے، اپنے کرداروں کو

نفسیات کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کرتے تو شاید یہ ناول خواص الناس کی پسند کی کسوٹی پر تو پورا نہ اترتا لیکن اردو کے افسانوی ادب میں چند اچھے کرداروں کا اضافہ ضرور ہوتا۔ میں اس قول کو بہت اچھا نہیں سمجھتا جو محمود رضا صاحب نے اپنے ممدوح کے جواز میں پیش کیا ہے کہ "زندگی رونے اور بسورنے کے لیے عطا نہیں کی گئی ہے اس میں ہنسنا ضروری ہے ایک ذرا سی مسکراہٹ زندگی کے بے حد بھوکے پیٹ کی خوراک ہے۔"

ممکن ہے کہ یہ کسی کا نقطہ نظر ہو، لیکن اس کو اگر ناول کا کلیہ بنا لیا جائے تو پھر ادب میں شفیق الرحمن کے لطیفوں کو ہی سب سے زیادہ اہمیت ملے گی۔ ادب میں لطیفہ گوئی سے بچنا چاہیے۔ اس کا استعمال خاکوں میں کسی حد تک تو غنیمت ہے لیکن ناول اور افسانہ، اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ادب کا مقصد تفریح نہیں ہے یہ اور بات ہے کہ ہم اس کو پڑھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔

سراج انور کے یہاں ایک اچھے ناول نگار کے جراثیم نظر آتے ہیں۔ انھیں چاہیے کہ اپنی اس صلاحیت سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ ناول میں زندگی کا ایک سنجیدہ تجزیہ ہوتا ہے ہماری زندگی اپنی تمام تر حقیقتوں کے ساتھ نظر آتی ہے اور ہمیں سوچنے اور غور کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

"خاک تمنا" میں بارہا ایسے موقع آئے ہیں کہ ہم اس کو پڑھ کر سوچتے اور غور کرتے ہیں لیکن پھر محبوب علی مجذوب کا ایک پھڑکتا ہوا فقرہ اس اثر کو زائل کر دیتا ہے۔

ناول کا اختتام شاعرانہ ہے۔ ناہید ساجد کی شادی کے موقع پر جو تحفہ دینا چاہتی تھی وہ ان خطوں پر مشتمل تھا جو پوسٹ نہیں کیے گئے تھے اور اب جلا کر ان کی راکھ محفوظ کر دی ہے۔

اور اختتام اردو کے اس خوبصورت شعر پر ہوتا ہے۔

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
ہو گئے خاک انتہا یہ ہے

ناول ہے مجھے یقین ہے کہ ضرور پسند کیا جائے گا اور بہت سے لوگ اسے ملاحظہ کریں گے۔ میری بھی یہی سفارش ہے۔ لیکن ہم سراج انور سے اگر اس سے بہتر ناول کی فرمائش کریں تو بے جا نہ ہوگا جس پر وقت بھی زیادہ صرف ہوا اور محنت بھی زیادہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ یہ توقع ان کی صلاحیت کے مطابق ہے۔ اور جس جذبے سے کی جا رہی ہے اُسی جذبے سے قبول بھی کی جائے گی۔

اطہر پرویز

غنچہ و گل

از : نثار عباسی

پبلشر : عمران پبلیکیشن ، دائرہ شاہ اجمل الہ آباد

قیمت : تین روپے پچاس پیسے

نثار عباسی کا یہ مجموعہ ان کی طبعزاد اور مترجمہ نظموں پر مشتمل ہے جو بالغوں اور نابالغوں کے لیے ہیں۔ ترجمہ کا کام اور وہ بھی نظم کے پیرایہ میں آسان کام نہیں۔ لیکن خوبی کی بات یہ ہے کہ نثار عباسی اس کٹھن اور جوکھم کی منزل سے مردانہ وار گذر گئے ہیں۔ ترجمہ میں اصل کی رُوح کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کے جملہ تقاضوں کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ معرّب اور مفرّس الفاظ و تراکیب سے از شروع تا آخر گریز کیا گیا ہے۔

مجموعہ کی چند منظومات کے عنوانات حسب ذیل ہیں۔

(۱) وقت اور دریا (۲) طوطا (۳) طغیانی (۴) ہماری پتنگ (۵) قلم (۶) پہاڑ اور گلہری (۷) مسافر آوارہ (۸) صبح نو (۹) ہمدردی (۱۰) ہماری کتاب (۱۱) ماں (۱۲) بزدل (۱۳) قیدی فاختہ (۱۴) کبوتر (۱۵) چیونٹی اور جھینگر (۱۶) آم (۱۷) گڑیا (۱۸) غبارہ (۱۹) ٹافی (۲۰) دادی ماں

وقت اور دریا، کوئپر کی نظم کا ترجمہ ہے جس میں وقت کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ اس کے دو شعر ملاحظہ کیجیے۔

ہے مزاجِ وقت و دریا ایک سا — وقت گذرا اور دریا بہہ گیا

وقت گذرا، واپس آسکتا نہیں — کوئی کوشش سے بھی لا سکتا نہیں

ایمرسن کی نظم The Mountain & The Squirrel

اُردو ترجمہ 'پہاڑ اور گلہری' ہے لیکن اس کا درجہ بہرحال اقبال کے ترجمے سے ادنیٰ ہی ہے۔
سروجنی نائیڈو کی نظم کے ترجمہ (صبح نو) میں قنوطیت کے خلاف آواز بلند کی گئی ہے۔ نظم کا تاثر بھرپور بھی ہے اور دیرپا بھی۔
ورڈس ورتھ کی نظم 'ڈیفوڈیلس' کا ترجمہ نہایت آسان زبان اور دلکش انداز میں کیا گیا ہے۔ اس میں فطرت کے لازوال حسن کی فنی چابک دستی کے ساتھ عکاسی کی گئی ہے۔
طبعزاد نظموں میں 'طوطا'، 'طغیانی'، 'ہماری پتنگ'، 'قلم'، 'میری گیا'، اور 'ہوا'، قابلِ ذکر ہیں۔ ان نظموں میں موضوعات کی بوقلمونی اور ادائیگی کا بانکپن موجود ہے جو قارئین کو متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سید نظر برنی

ارمغانِ ادب

مصنف: اخلاق حسین عارف
ملنے کا پتہ: اُردو پبلیشرز سٹی طبلِ نظیر آباد۔ لکھنؤ
قیمت: گیارہ روپے

اخلاق حسین عارف ادبی رسائل میں ایک عرصہ سے مضامین لکھ رہے ہیں۔ اور آپ کا شمار بہت سوچ سمجھ کر سنجیدہ لکھنے والوں میں ہوتا ہے۔ آپ کی تین مطبوعہ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور ان پر اتر پردیش سرکار اور اُردو اکاڈمی نے انعامات دیئے ہیں کتابوں کے نام یہ ہیں (۱) غالب کا تنقیدی شعور (۲) ایک گلاب دو مجموعے۔ (۳) نازش چمن اور دوسرے افسانے۔ نصف درجن کے قریب غیر مطبوعہ کتابوں کے مسودے آپ کے پاس موجود ہیں۔ عرصہ سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ بی۔ اے اور ایم۔ اے کے طلبا کے لیے جنھوں نے اردو بحیثیت ایک مضمون کے لیا ہے، ایک ایسی جامع و مانع کتاب لکھی جائے جو ان کے نصاب میں شامل بیشتر موضوعات کے ساتھ پورا پورا انصاف کرتی ہو۔ چنانچہ اخلاق حسین عارف نے لکھنؤ، کانپور، میرٹھ، دلی، گورکھپور، اِلٰہ آباد، آگرہ، مہاراشٹر، جموں و کشمیر اور علی گڑھ یونیورسٹیوں کے اردو نصاب کے مطابق یہ کتاب تیار کی ہے۔ فہرست مندرجات کافی طویل ہے۔ چونکہ

عنوانات یہ ہیں: شب برس کا تمثیلی انداز بیان، باغ و بہار کی تاریخی و تہذیبی اہمیت، فسانۂ عجائب کا اسلوب نگارش، رانی کیتکی، ولی گجراتی، میر کی شاعری، سودا، درد، سحر البیان، جرأت کا رنگ تغزل، مصحفی۔ نظیر اکبر آبادی، مطالعہ شاد، مومن، آتش گلزار نسیم، مراثی انیس، اکبر الہ آبادی۔ غالب کا فن، آب حیات۔ حالی بحیثیت سوانح نگار معارضہ انیس و دبیر، مرزا رسوا اور امراؤ جان ادا، گئودان، غبار خاطر۔ خطوط یا انشائے وغیرہ

ڈاکٹر شبیہ الحسن نونہروی، لکھنؤ یونیورسٹی نے پیش لفظ لکھا ہے اور ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد اور ڈاکٹر سلام سندیلوی نے نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے اور مصنف کے کام کو سراہا ہے۔ عارف صاحب کی یہ کتاب کوئی منظم قلم کا چمنستان نہیں لیکن اس کے خیابان میں جتنے بھی پھول اور پودے ملتے ہیں وہ سب منتخب ہیں اور اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ بازار میں ان امتحانات کی تیاری کے لیے جو کتابیں مطبوعہ نوٹس کی صورت میں طلبا کو ملتی ہیں ان کو پڑھ کر تشنگی کا احساس ہوتا ہے اور وہی پرانے گھسے پٹے اقتباسات بار بار پڑھنے کو ملتے ہیں۔ "ارمغان ادب" کے مصنف نے محنت کی اور تمام نئے اور پرانے مواد کو سامنے رکھا ہے اور اہم تنقیدی کتابوں کی نشان دہی کی ہے اور طلبا کو مشورہ دیا ہے کہ وہ سب مواد کو سامنے رکھ کر کسی نثر نگار یا شاعر کے متعلق اپنی ذاتی رائے قایم کریں۔ اگر کتاب کی ترتیب تاریخی اعتبار سے کی جاتی تو زیادہ مناسب تھا۔ یعنی نثر نگاروں اور شعرا کو ان کی تاریخ پیدایش کے لحاظ سے لیا جاتا تو اچھا تھا۔ بہر کیف۔ بی اے۔ بی۔ اے۔ آنرس، ایم۔ اے اور ادیب ماہر اور ادیب فاضل وغیرہ کے امتحانات میں یہ کتاب طلبا کی ایک اچھی رفیق ثابت ہوگی۔ مصنف کا طرز تحریر رواں دواں ہے اور بیان میں الجھاؤ نہیں۔ رائے دینے میں اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے۔

مبشر علی صدیقی۔

آدمی کے روپ

مصنف: دیش پال
مترجم: سہیل عظیم آبادی
ناشر: نیشنل بک ٹرسٹ، نئی دہلی
قیمت: بارہ روپے

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے ہندوستان کے مختلف زبانوں کی چند منتخب

کتابوں کو تمام علاقائی زبانوں میں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ "آدان پردان" سیریز میں "آدمی کے روپ" کو بھی اسی طرح پیش کیا گیا ہے۔ یہ ہندی کے عظیم ناول نگار یشپال جی کے ناول "منشیہ کے روپ" کا اردو ترجمہ ہے جسے اردو کے ممتاز افسانہ نگار سہیل عظیم آبادی نے ترجمہ کیا ہے۔

یشپال ہندوستان کے ترقی پسند ادیبوں میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں وہ ترقی پسند تحریک سے شروع ہی سے وابستہ رہے ہیں۔ اسی لیے ان کے ناولوں میں سماجی احساس کی اس روکو آگے بڑھانے والے ناول نگاروں میں یشپال کا نام سرفہرست ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ پریم چند نے اس کام کو جہاں چھوڑا تھا یشپال نے وہیں سے اٹھا کر اس میں سیاسی شعور، عوامی بیداری، اور ہر طرح کی لوٹ کھسوٹ کے خلاف آواز اٹھائی۔"

پریم چند کے یہاں بھی سیاسی شعور تھا لیکن وہ گاندھی واد کے راستے سے منزل پر پہنچنا چاہتے تھے۔ یشپال نے اشتراکیت کو نہ صرف منزل بنایا بلکہ اسے اپنی راہ متعین کرنے میں معاون بھی پایا۔

زیر نظر ناول میں گاندھی وادی کردار بھی دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن یہ کردار فعال نہیں ہیں۔ وہ قصے کو آگے بڑھانے میں مدد بھی نہیں دیتے۔

ناول صنعتی دور کی پیداوار ہے۔ ناول سے پہلے بھی قصے لکھے گئے لیکن ان میں کردار ڈھلے ڈھلائے اور غیر نمو پذیر ہوتے ہیں کردار کا جو روپ ہم شروع میں دیکھتے ہیں وہ آخر تک قائم رہتا ہے۔ داستان گو اپنے کردار کو مکمل طور پر تخلیق کرتا ہے۔ پھر جب وہ سامنے آتا ہے تو اس میں آخیر تک کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ دراصل داستانوں میں زندگی دو خانوں میں بٹی ہوئی ہوتی ہے۔ نیکی اور بدی۔ اسی لیے کردار بھی گھوم پھر کر ان ہی خانوں میں رہتے تھے۔ یہ شاید اس لیے بھی ہو کہ انسان کا خیال تھا کہ قسمت ہاتھوں کی لکیر کی طرح امٹ ہوتی ہے اور جس کو جیسی قسمت قلم ازل نے دی وہ شخص اس سے سرمو انحراف نہیں کرسکتا۔

سوفوکلیز اوڈیپس اپنی قسمت سے بھاگتا ہے۔ لیکن اس کی قسمت اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور اسے اپنے باپ کو قتل کرنا اور ماں سے شادی کرنا پڑتی ہے اور جب اس پر یہ انکشاف ہوتا ہے تو وہ اپنی آنکھیں پھوڑ لیتا ہے۔ یہ ہے تقدیر کا جبر۔

زیر نظر ناول کا پلاٹ مندرجہ ذیل ہے:

سوما، ایک پہاڑی لڑکی ہے جو بیوہ ہے۔ دھن سنگھ ڈرائیور کے ٹرک سے کچلتے کچلتے بچتی ہے اور ایک سہارے کی تلاش میں دھن سنگھ کے ہاتھ میں قسمت کو سونپ دیتی ہے لیکن وہ بے چارہ جیل میں پہنچ جاتا ہے، اور جب جیل سے چھوٹتا ہے تو سوما سے بیرسٹر جگدیش نرولا کے یہاں ملتی ہے اور ایک دن وہ سوما کے لیے بے جانے بوجھے دو بدمعاشوں کا خون کر دیتا ہے اور سوما کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ یہ زمانہ اگست ۱۹۴۲ء کا ہے جب وہ دہلی پہنچ کر ایک آزادی کے جلوس میں شامل ہو کر گرفتار ہو جاتا ہے اور پھر جب وہاں سے نکلتا ہے تو جنگ میں بھرتی ہو جاتا ہے اور اس اثنا میں بیرسٹر کے گھر کے لوگ سوما پر شک کرتے ہوئے اسے گھر سے نکال دیتے ہیں اور ڈرائیور اسے بمبئی لے جاتا ہے۔ جہاں وہ سوما سے پیشہ کروانا چاہتا ہے، اور اس عمل میں سوما، پہاڑن ایکٹرس بن جاتی ہے اور جب دھن سنگھ جنگ سے واپس آتا ہے اور ڈھونڈتا ڈھونڈتا پہاڑن کے بنگلے پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی سوما اس کو پہچاننے سے انکار کر دیتی ہے۔

بیرسٹر جگدیش نرولا کی بہن منورما۔ جس نے ایک کمیونسٹ بھوشن کی سفارش پر سوما کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی، اشتراکی تحریک سے جذباتی طور پر منسلک ہو جاتی ہے۔ وہ بھوشن سے محبت کرتی ہے۔ لیکن بمبئی کے ایک دولت مند۔ پارسی ستلی والا سے شادی کر لیتی ہے پھر طلاق لے کر جب وہ جلد ہی بھوشن سے شادی کرنے والی ہوتی ہے تو بھوشن کو دھن سنگھ مل جاتا ہے جو اسے ایکٹرس پہاڑن یعنی سوما کے بنگلے پر لے جاتا ہے۔ لیکن برکت ڈرائیور کے ہاتھوں ایک جان لیوا ضرب لگتی ہے اور بھوشن اسپتال میں جا کر دم توڑ دیتا ہے۔

اس مختصر پلاٹ کے اردگرد پشپال نے کتنے روپ دکھائے ہیں۔ سوما ہیگھپ کو بچانے کے لیے کبھی ٹرک کے نیچے آنا چاہتی ہے کبھی اپنے عاشق کے ساتھ بھاگتی ہے اور کبھی اپنے عاشق کو بچانے کے لیے اپنے جسم کو ذرا سی دیر کے لیے فروخت کرتی ہے۔ پھر یہی سوما بیرسٹر جگدیش نرولا کی شرافت اور نیکی کے سامنے سر تسلیم خم کرتی ہے۔ اور پھر برکت ڈرائیور کے ساتھ جب بمبئی جاتی ہے تو ایک نئے جال میں پھنس کر پھڑ پھڑاتی ہے۔ یہ سماج بھی عجیب جال ہے۔ جو اس میں جتنا پھڑپھڑاتا ہے اتنا ہی اس کے پھندے کستے جاتے ہیں اور جب وہ ملبا ہر اپنے آپ کو بچا لیتی ہے تو وہ نکل نہیں پاتی۔

یہ ناول سوما کے کردار کو ارتقائی راستوں سے ایک ایسی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ جہاں سوما کا اپنا کردار ختم ہو جاتا ہے۔ ہر بار ایک سوما مرتی ہے اور دوسری سوما جنم لیتی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ بیرسٹر کے گھر میں اور بمبئی کی فلمی دنیا میں سوما وہ بے بس بیوہ نہیں ہے جو روزانہ گھنٹوں ٹیلے پر کھڑے ہو کر اپنے عاشق (دھن سنگھ) کا انتظار کرتی ہے اور اس کے لیے ہر لمحہ جیسے مرنے پر تیار رہتی تھی۔ لیکن جب وہ فلمی اداکارہ بن جاتی ہے۔ شہرت اس کے قدم چومتی ہے تو اس وقت وہ دھن سنگھ کو پہچاننے سے انکار کر دیتی ہے۔ حالانکہ وہ اس حقیقت سے واقف ہے کہ " دنیا میرے گلے میں باہیں ڈال کر کھیلنا چاہتی ہے۔ لیکن باہنہ تھام کر سہارا دینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔

اور دوسری طرف وہ شخص ہے جس نے اس کے لیے کیا نہیں کیا؟ نوکری سے گیا۔ جیل کاٹی، خون کئے، پھر جیل کاٹی۔ پھر بن بن کا پانی پیا۔ پھر جیل کاٹی " اور اب وہ صرف یہہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اداکارہ اسے کیا جواب دیتی ہے۔

کامریڈ پھوپشن اس کی مدد کرتے ہیں جانتے ہیں کہ معاشی رشتے بڑے مضبوط ہوتے ہیں اور انسانی شخصیت کو بدلنے میں بڑا اہم رول ادا کرتے ہیں۔ اور جس وقت یہ اثر انداز ہوتے ہیں تو انسانی رشتے اس طرح ٹوٹتے ہیں کہ آواز بھی نہیں سنائی دیتی۔

سوما کو سہارے کی ضرورت اس وقت بھی تھی جب وہ بیوہ تھی اور سسرال کی سختیاں سہہ رہی تھی اور سوما کو سہارے کی ضرورت اس وقت بھی تھی جب وہ ایک مشہور ہیروئن ہو چکی تھی۔ لیکن سہارے سہارے میں بھی تو فرق ہوتا ہے۔

یشپال حقیقت پسند فنکار ہیں۔ ان کی حقیقت پسندی نے اس ناول میں ایسے لوگوں کو بھی دکھایا ہے جنھیں ہم میں سے بہت سے لوگ جانتے ہیں جیسے کمیونسٹ پارٹی کے پی سی جوشی، بی ٹی رنادیوے وغیرہ۔ لیکن ان کی حیثیت ناول کے کرداروں کی نہیں ہے بلکہ وہ تو پس منظر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جوشی کی شخصیت بمبئی میں کمیونسٹ پارٹی کے ہیڈ کوارٹر اور کمیون کے پس منظر میں ابھرتی ہے۔ یشپال نے بڑی خوبصورتی سے اس دور کی کمیونسٹ تحریک اور اس کے مزاج کو اس ناول میں سمو دیا ہے۔ ناول کا سنہ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک کا درمیانی عرصہ ہے۔ یہ زمانہ تھا جب ہندوستان کی کمیونسٹ تحریک ایک نئے موڑ پر آئی تھی۔ اس ناول میں ہمیں اس عہد کی کمیونسٹ تحریک کا ایک ہمدردانہ اظہار ملتا ہے، جو یشپال کی زبان سے نہیں کرداروں کی زندگی سے ظاہر ہوتا ہے۔

آدمی کے روپ میں ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح انفرادی بے اطمینانی اجتماعی تحریک کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یشپال نے جس عہد کو اپنے ناول میں پیش کیا ہے۔ اسے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی ہے اس لیے اس میں حقیقی تصویروں کی جھلک نظر آتی ہے۔ گرچہ آدمی کے بدلتے ہوئے روپ میں یشپال نے شعوری طور پر صرف سوما کے کردار پر روشنی ڈالی ہے۔ لیکن ہمیں آدمی یہ روپ دوسرے کرداروں میں بھی نظر آتے ہیں۔ شتلی والا اپنے اصلی روپ میں اس ستلی والے سے مختلف ہے جو منور ما کو پہلی بار مسوری میں ملا تھا۔ لیکن اس بدلے ہوئے روپ میں اس کا بھی ہاتھ ہے اور سماجی عوامی کا بھی۔

یشپال نے بمبئی کی فلمی صنعت کے ذلیل پن کو بہت اچھی طرح پیش کیا ہے۔ جہاں سرمایہ داروں کے لیے انسان، انسان نہیں محض اشیا کی حیثیت رکھتے

ہیں جن کی اپنی مخصوص قیمت ہوتی ہے۔ لڑکیاں ان کے لیے محض کھلونے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ سجائی بھی جاتی ہیں اور ان سے کھیلا بھی جاتا ہے اور جب یہ ٹوٹ جاتے ہیں تو انھیں کھڑکی سے باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ سوما کو گاؤں کی ایک بے بس لڑکی سے ادا کارہ بننے کے لیے جو جتن کرنے پڑے یہ فلمی صنعت کا روزمرہ ہے۔ جہاں دولت کی فراوانی ہے لیکن جہاں صبح و شام گوشت پوست کا سودا ہوتا ہے۔ یشپال نے تو سوما کی شکل میں ایک آئینہ پیش کیا ہے۔

سہیل عظیم آبادی اُردو کے عظیم افسانہ نگار ہیں انھوں نے ناول کا ترجمہ اتنی صفائی سے کیا ہے کہ پڑھتے وقت ذرا بھی زبان کی اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا۔ زبان و بیان کی بے ساختگی کی بنا پر ہمیں ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ کوئی شخص درمیان میں ہے۔ ہمیں تو یشپال صاف نظر آتے ہیں یہی ترجمہ کرنے والے کا کمال ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو مصنف اور پڑھنے والے کے درمیان نہ آنے دے۔

قصہ دلچسپ ہے اور ہم ذرا سا بھی نہیں اکتاتے چاہے وہ جیل کا منظر ہو یا میدان جنگ ہو ہماری توجہ ناول سے نہیں ہٹنے پاتی اور یہی ناول نگار کا کمال ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ناول اُردو میں بھی اسی شوق کے ساتھ پڑھا جائے گا جس شوق سے ہندی کے قارئین اسے پڑھتے ہیں۔

نیشنل بک ٹرسٹ کو یہ مفید سلسلہ جاری رکھنا چاہیے۔ یہ زبانوں کے میل جول کو بڑھاتا اور مختلف زبانوں کے ادیبوں کو ایک دوسری زبان کے پڑھنے والوں سے روشناس کراتا ہے۔

اطہر پرویز

مطالعہ داغ

مصنف : ڈاکٹر محمد علی زیدی
ناشر : کتاب نگر۔ دین دیال روڈ۔ لکھنؤ
قیمت : چوبیس روپے

اردو کی ادبی تاریخ لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اردو شاعروں اور ادیبوں کی حیات اور ادبی کارناموں کو تحقیقی اصولوں کی روشنی میں پرکھ کر ادبی قدر و قیمت کا تعین کیا جائے۔ تاکہ ایک طرف اس تحقیق شدہ مواد پر ادبی تنقید کی بنیاد رکھی جا سکے اور دوسری طرف ادبی تاریخ کے خلا کو پر کیا جا سکے اردو میں فن کاروں کی حیات اور ادبی کارناموں پر پوری طرح کام نہیں ہو سکا ہے اور جتنا کام ہوا ہے وہ بھی یکساں معیار کا حامل نہیں ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ ڈاکٹر محمد علی زیدی نے داغ کی حیات اور ادبی فتوحات پر "مطالعہ داغ" کے نام سے اہم کام کیا ہے جو ان کے تحقیقی مطالعہ کا حامل ہے۔

داغ اپنے دور کے ایک اہم شاعر تھے۔ ان کے دور میں دو رجحان عام تھے ایک مغرب کے زیر اثر نئے شعری تجربہ کا رجحان اور دوسرا شعری روایت کے احترام اور استحکام کا رجحان، داغ دوسرے رجحان کے نمائندہ شاعر تھے۔ واضح رہے کہ میں داغ کو خالص "روایتی شاعر" نہیں سمجھتا۔ البتہ انھوں نے اردو شاعری کی روایتوں کو دو سطحوں پر فروغ ضرور دیا ہے۔ پہلی سطح ان کی شاعری کی ہے۔ جہاں انھوں نے اردو غزل کی جمالیاتی اور معاملاتی شاعری کے دائرہ میں اپنی ذہنی اپج کا ثبوت دیا ہے۔ دوسری سطح زبان کی ہے جہاں انھوں نے اپنی اصلاحوں کے ذریعے زبان کی صفائی اور صحت پر اصرار کیا ہے۔ اس طرح ان کی شاعری اور اصلاح سخن کے کارنامے نے روایت کو توانائی بخشی ہے۔ مگر اس کو محض روایتی ہونے سے بھی بچایا ہے۔ ڈاکٹر محمد علی زیدی نے داغ کی شاعری، زبان اور خطوط پر بحث کرتے ہوئے داغ کے شعری و لسانی کمالات کو بخوبی واضح کیا ہے۔ اور نتیجہ خیز بحث کی ہے۔

" مطالعہ داغ " ڈاکٹر سید محمد علی زیدی (صدر شعبۂ اردو، راجستھان یونیورسٹی جے پور) کا وہ تحقیقی مقالہ ہے، جس پر راجستھان یونی ورسٹی سے انہیں ڈی لٹ کی ڈگری ملی ہے۔ یہ مقالہ سات ابواب پر مشتمل ہے۔ (۱) دہلی کی سماجی اور تمدنی حالت۔ (۲) سوانح حیات اور ادبی زندگی (۳) غزلیاتِ داغ (۴) دیگر اصنافِ سخن (۵) مکتوباتِ داغ (۶) زبانِ داغ (۷) داغ کا اثر۔ ان ابواب کے علاوہ دیباچہ اور اختتامیہ بھی شامل ہے۔ اختتامیہ کے تحت فہرست ماخذ درج ہے۔ پہلے باب میں دبستانِ دہلی کا تاریخی و معاشرتی پس منظر، دبستانِ دہلی کی تشکیل و ترقی، روایات اور فنی تصورات، اس دور کی نثر۔ رام پور کی تاریخی و معاشرتی حالات، نوابوں کی شعر نوازی، شعری رجحانات، اردو نثر اور جدید شاعری کی تحریک پر اظہار خیال کرکے داغ کے زمانے کے ادبی و تہذیبی پس منظر کو ابھارا گیا ہے۔ دوسرے باب میں داغ کے حسب نسب، ولیم فریزر کے قتل میں داغ کے والد کو پھانسی، داغ کی والدہ۔ داغ کا قلعۂ معلیٰ میں داخلہ، ابتدائی تعلیم۔ داغ کا قلعہ سے اخراج ۱۸۵۷ء اور داغ کی شعر گوئی، تلمذ وغیرہ، داغ رامپور میں، کلکتہ کا سفر، حیدر آباد کا سفر، داغ کی بیوی کا انتقال، داغ کی تصانیف، عادات اور پوشاک، اولاد، مالی حالت، اور داغ کے طوائفوں سے تعلقات پر اظہارِ خیال کرکے ان کی حیات اور شخصیت کی ایک تصویر بنانے کی کوشش کی ہے۔ تیسرے باب میں داغ کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام، داغ کے مخصوص رنگ، داغ کا تصورِ عشق داغ کی معاملہ بندی، داغ کے معاصرین، داغ کے کلام پر تصوف کا اثر، خمریات اور داغ کی شاعرانہ اہمیت پر بحث کی گئی ہے۔ چوتھے باب میں داغ کی مثنوی نگاری، قصائد نگاری، مسدس اور شہر آشوب، رباعی و قطعات، سلام، سہرے اور نعتیہ کلام سے بحث کی گئی ہے۔ پانچویں باب میں داغ کے خطوط اور ان کے نثری اسلوب سے بحث کی گئی ہے۔ چھٹے باب میں داغ کا کمالِ اظہار۔ داغ اور زبانِ قلعہ معلیٰ، اور ان کے لہجے کی انفرادیت پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ساتویں باب

میں داغؔ کی مقبولیت کے اسباب، شاگردوں کے احوال اور طریقہ اصلاح سے بحث کی گئی ہے۔ اس تعارف سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ ڈاکٹر محمد علی زیدی نے داغؔ کی حیات، شخصیت اور کارناموں پر مجموعی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

مطالعۂ داغؔ کی بنیاد اہم ماخذ پر ہے اور جانچ پرکھ کر نتائج نکالے گئے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ زیر نظر کتاب "داغ" پر ایک مفید اور معیاری کتاب ہے جو طلبا و اساتذہ کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

ارمغانِ علی گڑھ

مرتب: پروفیسر خلیق احمد
ناشر: ایجوکیشنل بک ہاؤس۔ علی گڑھ
قیمت: بیس روپے

سرسید اور ان کے قایم کردہ ام اے او کالج (محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج) کا ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں خصوصاً، جتنا اہم مقام ہے، اسی درجہ وہ متنازعہ فیہ بھی ہے۔ 'کتاب دل'، اور 'خواب جوانی'، کی طرح سرسیدؔ اور ان کی تعلیمی تحریک کی بھی بہت سی تفسیریں لکھی گئی ہیں اور ابھی بہت سی لکھی جائیں گی۔ اسی سلسلے کی ایک منظوم تفسیر ارمغانِ علی گڑھ ہے۔ جو گزشتہ ایک صدی کے اخبارات و رسائل اور دواوین و تذکروں سے اخذ کرکے گل دستہ کی شکل میں پیش کی گئی ہے۔

اس ارمغان کے ابتدائی حصے میں 'تبرکات' کے عنوان سے سرسیدؔ اور سید محمود کا کلام تبرکاً پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ام اے او کالج اور اس کے بانی سے متعلق ۳۵ شعرا کی چیدہ چیدہ نظمیں پیش کی گئی ہیں۔ اس بزم میں حالی، شبلی، نذیر احمد، اکبر الٰہ آبادی ڈاکٹر اقبال، اسمٰعیل میرٹھی، اور عزیز لکھنوی کے علاوہ خوشی محمد ناظر، ظفر علی خان۔ محمد علی جوہر، سجاد حیدر یلدرم، فانی بدایونی، جلیل قدوائی اور اسرار الحق مجاز جیسے مایۂ ناز فرزندان علی گڑھ بھی نظر آتے ہیں۔

پیشِ نظر گل دستے کے مرتب ملک کے نامور مورخ پروفیسر خلیق احمد نظامی ہیں، جو سرسید اور ان کی تحریک کے بہت بڑے مفسر سمجھے جاتے ہیں۔ کتاب کے ابتدائی چھپن صفحات میں فاضل مرتب نے علی گڑھ تحریک کا پس منظر اور سرسید کی فکر کے بنیادی پہلو " بیان کیے ہیں اور " سرسید اور ان کی شخصیت " پر روشنی ڈالی ہے۔

اس مجموعے میں بعض ایسی نظمیں نظر انداز ہو گئی ہیں، یا نظر انداز کر دی گئی ہیں جو افتتاح مدرسہ کے وقت خصوصی اہمیت کی حامل سمجھی گئی تھیں۔ مثلاً حالی کی وہ نظم اس مجموعے میں نہیں ملتی جسے بانی مدرسہ نے باعثِ فخر سمجھتے ہوئے انسٹیٹیوٹ گزٹ کی خصوصی اشاعت مورخہ ۲۸ مئی ۱۸۷۵ء میں سرورق پر شائع کیا تھا۔

نظم یہ ہے:-

مژدہ کہ وقفِ جہاں گنجِ سعادت ہے آج
فتنۂ ایام سے سب کو فراغت ہے آج

آج کی ایک گھڑی ساری برس کا ہے مول
ملک کی مخدومہ کا روزِ ولادت ہے آج

پودا لگا ہے جو " ہووے گا وہ بارور
مینہ کی طرح ہر طرف بارشِ برکت ہے آج

دولتِ جاوید کی پڑتی ہے بنیاد یہاں
قوم کی بے طالعی ہند سے رخصت ہے آج

مدرسۂ علم و دیں کرتے ہیں قائم ثقات
مزرعۂ قوم پر بارشِ رحمت ہے آج

دولتِ برطانیہ روز افزوں ہو جیو
قوم کو یہ دن نصیب جس کی بدولت ہے آج

ارمغانِ علی گڑھ میں جن شعرا کا کلام درج کیا گیا ہے، ان کے بارے میں مختصر حواشی بھی لکھ دیئے گئے ہوتے تو اس مجموعہ میں افادیت پیدا ہو جاتی۔ شاہد اردو لکھنے پڑھنے والوں کی نئی نسل میں کم ہی لوگ ہوں گے جنھیں خوشی محمد ناظر سے کسی قسم کی واقفیت ہو گی۔ یہی بات اس مجموعے کے اکثر شعرا کے باب میں کہی جا سکتی ہے۔ علی گڑھ کے قدیم و جدید طلباء کے لیے نیز علی گڑھ تحریک سے وابستگی رکھنے والوں کے لیے ارمغانِ علی گڑھ کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔

عتیق صدیقی

ملہ ملکہ وکٹوریہ

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

جدوجہد آزادی میں مجلس قانون ساز کا رول	منوہن جھا	ترجمہ غلام ربانی تاباں	۱۳/۵۰
آب حیات	محمد حسین آزاد	تلخیص : پروفیسر احتشام حسین	۶/۷۵
قومی شاعری	مختلف شعرا	مرتبہ : علی سردار جعفری	۴/۰
چار دیواروں میں	ایم ٹی ، واسدیون نائر	مترجم : ظفر ادیب	۷/۷۵
فالمر کی بکری اور بچپن کی سہیلی	ویکم محمد بشیر	" : اطہر پرویز	۵/۷۵
گنگا چیل کے پنکھ	لکشمی نندن بورا	" : رضیہ سجاد ظہیر	۶/۷۵
برہمن لڑکی	شری دھری پنڈلیکس کنبیکر	" : اگرسین نارنگ	۷/۰
ملیالم افسانے	مرتبہ : اوم چیری این این پلے	" : " "	۸/۷۵
تامل افسانے	" : پی پال اسوم سندرم	" : حسرت سہروردی	۸/۰
ہندی افسانے	" : ڈاکٹر نامور سنگھ	" : اگرسین نارنگ	۹/۰
پنجابی افسانے	" : ہربھجن سنگھ	" : مخمور جالندھری	۷/۰

ذاکر حسین سیریز کی کتابیں

ابو خاں کی بکری	ڈاکٹر ذاکر حسین	۳/۰
انوکھی دکان	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰
گلابو چھیا اور پریزاد	" " "	۲/۵۰
دنیا کے جانور	" " "	۲/۵۰
راجہ رام موہن رائے	عرش ملسیانی	۴/۵۰
خواجہ الطاف حسین حالی	صالحہ عابد حسین	۴/۵۰
سلطان زین العابدین (بڈشاہ)	رضیہ سجاد ظہیر	۴/۵۰
ذاکر صاحب کی کہانی	سعیدہ خورشید عالم	۴/۵۰

نئی مطبوعات

پچھلے پہر	(شعری مجموعہ)	جاں نثار اختر	۷/۰
مسالک و منازل	(تنقید)	ضیاء احمد بدایونی	۲۲/-
مقالات سلطان احمد	(مضامین)	ڈاکٹر عبدالخالق	۱۰/-
عرفان اقبال		بشیر مخفی	۱۰/۰
ولی سے اقبال تک	(جدید اڈیشن)	ڈاکٹر سید عبداللہ	۹/-
وادیٔ سنگ	(شعری مجموعہ)	ظفر گورکھپوری	۱۰/-
اُردو لکھائی	(خوشنویسی)	فیاض حسین جامعی	۱/۲۵
اُردو ٹیچر	(نیا اڈیشن)	" " "	-/۹۰
تیسرا مجسمہ	(افسانے)	عوض سعید	۴/۰
پریم چند کے ناولوں میں نسوانی کردار	(تحقیقی مقالہ)	ڈاکٹر شمیم نکہت	۱۸/۰
شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب	(سوانح)	محی الدین احمد	۵/۰
آب دیدہ	(شعری مجموعہ)	راشد آذر	۱۰/-
مطالعہ اور مطالعہ مومن	(ادب)	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۳۶/۰
اجالے	(ناول)	مسرور جہاں	۱۴/۰
کلی گلاب کی	(")	مس عالیہ ناز	۶/۰
عابدہ	(")	بلقیس ہاشمی	۱۲/-
برق تبسم	(شعری مجموعہ)	تبسم علی پوری	۱۰/۰
غلطیہ	(ناول)	شیریں گل درانی	۱۵/-
نگاہِ ناز	(")	فہمیدہ نسرین	۱۲/۰
تپیا	(")	کوثر ضمیر	۱۲/-
فطرت کے اشارے		ضیاء الہدیٰ	-/۵۰

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی مصنف: ڈاکٹر ایس اگروال ترجمہ: مخمور جالندھری ۲/۲۵
اکبر " : لارنس بینین " : رضیہ سجاد ظہیر ۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر " : ڈی۔آر۔اٹھاوے " : شش قدوائی ۲/۲۵
عظیم باغی " : ڈی۔ کنکیڈ " : ڈاکٹر پرماتما سرن ۶/۲۵
قاضی نذرالسلام " : بسودھا چکرورتی " : عرش ملسیانی ۲/۲۵
کبیر " : ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری " : ایم کے درانی ۲/۵۰
کچھوا اور خرگوش " : ڈاکٹر ذاکر حسین بلا جلد ۱/- مجلد ۲/-
گاندھی کا ہندوستان، اکثرت میں وحدت مرتبہ: نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی ۲/۲۵
گرو نانک مصنف: گوپال سنگھ ترجمہ: مخمور جالندھری ۳/۲۵
مٹتی بنتی تصویریں " : بھگوتی چرن ورما " : رضیہ سجاد ظہیر ۵/-
تاش کے محل (ناول) " : مپال رنگنایکما " : زینت ساجدہ ۵/۵۰
تامل افسانے مرتبہ: می پال سوم سندرم " : حسرت سہروردی ۸/-
سفید خون (ناول) مصنف: نانک سنگھ " : رتن سنگھ ۸/-
گرو گوبند سنگھ " : ڈاکٹر نا سور سنگھ " : مخمور جالندھری ۳/-
سندھی افسانے مرتبہ " : " " " " : اگر سین نارنگ ۹/-
زندگی ایک ناٹک، مصنف : پنالال پٹیل " : کشور سلطانہ ۱۰/-
پنجابی افسانے مرتبہ : ہربھجن سنگھ " : مخمور جالندھری ۷/-
رنجیت سنگھ مصنف: ڈی۔ آر۔ سود " : " " ۲/۷۵
جدوجہد آزادی " : بپن چندر " : غلام ربانی تاباں ۶/۵۰
بنگر واڑی " : وینکٹیش ماڈگولکر " : عرش ملسیانی ۵/۲۵
شاعر " : تارا شنکر بندوپادھیائے " : پریش کمار [illegible] ۸/[illegible]

ترقی اردو بورڈ مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کے لیے

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

تاریخ فلسفۂ اسلام	ٹ۔ ج۔ دوبوائر مترجم: ڈاکٹر سید عابد حسین	۴/۵۰
تاریخ تمدنِ ہند	پروفیسر محمد مجیب	۱۲/۰
تاریخ فلسفۂ سیاسیات	" " "	۱۸/۰
ہمارا قدیم سماج	سید سخی حسن	۱۰/۰
تاریخ تعلیم ہند	سید نور اللہ اور جے۔ پی نائک مترجم: مسعود الحق	۲۰/۰
انقلاب ۱۸۵۷ء	مرتبہ: پی سی۔ جوشی	۱۴/۷۵
لسانی مطالعہ	ڈاکٹر گیان چند	۱۲/۵۰

بچوں کے لیے غیر درسی کتابیں

چراغ کا سفر	سید محمد ٹونکی	۱/۵۰
چڑیاں	سلطانہ آصف فیضی	۳/۰
پیسے کی کہانی	غلام حیدر	۳/۰
خط کی کہانی	" "	۳/۷۵

بچوں کے لیے درسی کتابیں

حساب والجبرا (حصّہ اوّل، دوم، سوم) جیومیٹری (اوّل، دوم، سوم)
طبعیات (فزکس) (حصّہ دوم) اور گھریلو سائنس حصّہ ششم، ہفتم، ہشتم
۵/۰
علم کیمیا دوم۔ حیاتیات دوم
ہر کتاب کی قیمت: ۲/۰
تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ

ترقی اردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے
اہم
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

جدید ہندوستان میں ذات پات ایم، این سری نواس

مترجم: شہباز حسین

اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید ہندوستان کے جمہوری طریقۂ کار، انتظامیہ اور تعلیمی میدان میں ذات پات نے کیا حصّہ لیا ہے۔ سیاسی میدان میں اس کو کس حد تک عمل دخل حاصل ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ قیمت 10/0

حیدر علی نریندر کرشن سہنا

مترجم: اقتدار حسین صدیقی

یہ کتاب نہ صرف حیدر علی کی سوانح ہے۔ بلکہ یہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارویں صدی کی عجیب وغریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ ہے۔ اگرچہ اس کی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظرانداز نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی زندگی سے متعلق ہے قیمت: 17/0

ہندوستانی معیشت الک گھوش

مترجم: محمد خلیق

عام طور پر ان ملکوں کو کم ترقی یافتہ کہا جاتا ہے۔ جن کا معیارِ زندگی کم ہو، جن کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہو اور جہاں صنعت وحرفت بہت کم ہو۔ ہندوستان کا حال بھی کچھ ایسا ہی رہا۔ تفصیلات اس کتاب میں ملیں گی قیمت: 27/25

ہندوستانی معاشرہ عہدِ وسطیٰ میں کنور محمد اشرف

مترجم: قمرالدین

"ہندوستان کے لوگوں کی زندگی اور معاشرت" مرحوم ڈاکٹر اشرف کی وہ فاضلانہ تصنیف ہے۔ جو کتاب اس دور میں تصنیف ہوئی جب تاریخ کا مطالعہ محض حکمرانوں کی زندگیوں اور ان کے عسکری کارناموں تک ہی محدود تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے تاریخ کے مطالعے کے لیے اہم نئی راہیں [illegible] ایک [illegible] نقطۂ نظر قائم کی ہے۔ قیمت: [illegible]

نقشِ کار: [illegible]

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

باپو (حصہ اوّل دوم)	مصنفہ: ایف سی فریٹاس	مترجم: صالحہ عابد حسین	3/-
کشمیر	": مالا سنگھ تصاویر: پرمانند	": خدیجہ عظیم	1/50
پرندوں کی دنیا	": جمال آرا	": محمد شفیع الدین نیر	1/50
ہماری ندیوں کی کہانی	": لیلا مجمدار	": رضیہ سجاد ظہیر	1/50
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	": لیلاوتی بھاگوت	": " " " "	1/50
رسیلی کہانیاں	": منوج داس	": صغرا مہدی	1/50
آزادی کی کہانیاں (اول دوم)	": وشنو پربھاکر	": انور کمال حسینی	3/-
ہماری ریلیں	": جگجیت سنگھ	": عرش ملسیانی	1/50
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	": کے سی کھنہ	تصاویر: کرشن کھنہ	1/50
آؤ ناٹک کھیلیں	": اوما نند	مترجم: رفیعہ منظور الامین	1/50
بہت دن ہوئے (اوّل دوم)	": ایم چوکسی و پی ایم جوشی	": رضیہ سجاد ظہیر	3/-
بہادروں کی کہانیاں	": راجیندر اوستھی	": انور کمال حسینی	1/50
روہنت و نندیا	": کرشن چیتنیہ	": " " "	1/50
سدا بہار کہانیاں	": شانتا رنگاچاری	": " " " "	1/50
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اوّل دوم)	": میر نجابت علی	": سید احسان	3/-
بڑا پانی	": لیلا مجمدار	": صالحہ عابد حسین	1/50
مورا	": ملک راج آنند	": انور کمال حسینی	1/50
ہاکی کا کھیل	": وسر دیو سانیال	": پریتم لال	1/50
خار بلی کا خاندان	": منوہر داس چترویدی	": محمد شفیع الدین نیر	1/50
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	": بریگیڈیر گیان سنگھ	": محمد ذاکر	1/50
پھول اور شہد کی مکھی	": اشوک داور	": انور کمال حسینی	1/50
سب کا ساتھی سب کا دوست	": اما شنکر ": تارا پنواڑی		

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی تازہ مطبوعات

موت کے بعد شیو رام کارنت مترجم: محمود سروش

زندگی کا حاصل صرف چند یادیں ہی تو نہیں تو پھر انسانی زندگی کا حاصل ہے کیا؟ اس ناول میں ایسی جستجو کا ایک رخ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قیمت: ۸/۷۵

اُردو افسانے مرتبہ: رضیہ سجاد ظہیر

اُردو افسانہ آج بھی رنگا رنگ اور زندگی سے لبریز تخلیقات سے مالا مال ہے ایک طرف تو وہ اپنے تمام پڑھنے والوں میں ہر دلعزیز ہے اور دوسری طرف وہ دنیا کی کسی بھی زبان کے افسانوں کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔ اس مجموعے میں اُردو کے ۲۴ بلند پایہ افسانے شامل ہیں۔ قیمت: ۱۰/۵۰

میں ہری نرائن آپٹے مترجم: کشور سلطان

مراٹھی ناولوں میں نئے خیالات کا دور شروع کرنے کا سہرا ہری نرائن آپٹے کے سر ہے۔ ان کے یہاں نئی سمت کا اشارہ ملتا ہے اس ناول میں بھی ہری نرائن نے تبدیلیِ حالات، زندگی کے نئے رُوپ اور اس کے مسائل پیش کیے ہیں۔
قیمت: ۹/-

آدمی کے روپ یش پال مترجم: سہیل عظیم آبادی

زیرِ نظر ناول میں ایک پہاڑی بیوہ نوجوان عورت سوما کے ذریعے مختلف طبقات میں آدمی کے بہت سے روپوں کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ قیمت: ۱۲/۰

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ علی گڑھ

معیاری ادب

یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء سے بڑھتی ہوئی گرانی سے مجبور ہو کر کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ براہ کرم آرڈر دیتے وقت نئی قیمتوں کو ضرور مد نظر رکھیں۔

نام کتاب	مرتبہ	لائبریری اڈیشن	طلبہ اڈیشن
مقدمہ شعر و شاعری	رشید حسن خاں	۵/-	۴/۰
انتخاب سراج اورنگ آبادی	ڈاکٹر محمد حسن	۲/۷۰	۱/۷۰
موازنہ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۶/۰	۵/-
انتخاب مراثی (انیس و دبیر)	" " "	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب نظیر اکبرآبادی	" " "	۶/-	۵/۰
نیرنگ خیال	مالک رام	۳/۳۰	۲/۳۰
فسانہ آزاد (تلخیص)	ڈاکٹر قمر رئیس	۹/۵۰	۸/۵۰
فردوس بریں	" " "	۳/۷۰	۲/۷۰
شریف زادہ	" " "	۴/۳۰	۳/۳۰
حیات سعدی	رشید حسن خاں	۵/۳۰	۴/۳۰
انتخاب اکبر الہ آبادی	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	۴/۷۰	۳/۷۰
انتخاب میر	ڈاکٹر محمد حسن	۶/۰	۵/۰
دیوان درد	رشید حسن خاں	۴/۳۰	۳/۳۰
مجالس النساء	صالحہ عابد حسین	۴/۳۰	۳/۳۰
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۱۱/-	۱۰/۰
امراؤ جان ادا	ڈاکٹر محمد حسن	۸/۵۰	۷/۵۰
یادگار غالب (حصہ اردو)	مالک رام	۸/-	۷/۰
" " (حصہ فارسی)	" "	۱۰/-	۹/۰

نام کتاب	مرتبہ	لائبریری ایڈیشن	طلبہ ایڈیشن
مثنوی گلزار نسیم	رشید حسن خاں	۴/۰	۳/۰
گذشتہ لکھنؤ	" " "	۱۲/۵۰	۱۱/۵۰
فسانۂ مبتلا	ڈاکٹر صدیق الرحمن قدوائی	۷/۵۰	۶/۵۰
انتخاب ولی	ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰	۳/۵۰
افادات سلیم	ڈاکٹر خلیق انجم	۷/۵۰	۶/۵۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۶/۵۰	۵/۵۰
قصۂ حاتم طائی	اطہر پرویز	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب سودا	رشید حسن خاں	۱۴/۵۰	۱۳/۵
انتخاب ناسخ	" " "	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۷/۰	۶/۰
انتخاب ذوق	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب مضامین سرسید	انور صدیقی	۵/۰	۴/۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

ادب تنقید، انشاء

مسرت سے بصیرت تک — آل احمد سرور — ۱۲/۵۰

املا نامہ — مرتبہ: گوپی چند نارنگ — ۷/۰

نظر اور نظریے — آل احمد سرور — ۱۲/۵۰

طنزیات و مضحکات — رشید احمد صدیقی — ۷/۵۰

اشخاص و افکار — ضیاء الحسن فاروقی — ۷/۵۰

تجربے — ڈاکٹر گیان چند — ۱۳/۰

اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ — ڈاکٹر محمود الٰہی — ۱۴/۰

خواتینِ کربلا کلام انیس کے آئینے میں — صالحہ عابد حسین — ۱۲/۰

حسرت کی شاعری — ڈاکٹر یوسف حسین خاں — ۷/۵۰

کاروانِ فکر — " " — ۳/۷۵

اردو اسیر — سید ظہیر الدین مدنی — ۵/۵۰

اُردو مرثیہ — سید سفارش حسین — ۴/۰

بکھرے ورق — سونیتی کمار چٹرجی — ۴/۰

پردیسی کے خطوط — مجنوں گورکھپوری — ۲/۲۵

تنقید کیا ہے؟ — آل احمد سرور — ۲/۲۵

نقدِ اقبال — میکش اکبر آبادی — ۵/-
فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سیّد ضمیر حسن — ۴/-

تذکرے، سیرت، شخصیت

وہ صورتیں الٰہی — مالک رام — ۱۰/-
ہمارے ذاکر صاحب — رشید احمد صدیقی — ۹/-
اکابرِ تعلیم — سعید انصاری — ۱۲/-
تذکرۂ معاصرین — مالک رام — ۱۶/-
ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں — سالم قدوائی — ۱۶/-
پریم چند کے خطوط — مدن گوپال — ۷/۵۰
قلم کا مزدور — " " — ۵/-
گنجہائے گرانمایہ — رشید احمد صدیقی — ۷/-
ڈاکٹر ذاکر حسین — عبداللطیف اعظمی — ۹/۵۰
داستان اشک و خوں — خواجہ غلام السیدین — ۱/۵۰
شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد — ۸/۵۰
شرابِ کہنہ — رشید نعمانی — ۴/-

تاریخ، سیاسیات، روداد

دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر — مہر محمد خاں شہاب — ۴/-
مسلمان اور سیکولر ہندوستان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۷/-
دنیا اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد — عبدالسلام قدوائی — مجلد ۴/۲۵، غیر مجلد ۳/-
اسلامی عقائد و مسائل مذہب — جمال الدین اعظمی — ۴/-
مسلمان اور عصری مسائل — ڈاکٹر عابد حسین — ۶/۵۰
کتاب و سنت [illegible] اور [illegible] — مولانا جلال الدین عمری — ۲/۲۵

تعلیماتِ اسلام (اوّل دوم) — مولانا عبدالسلام قدوائی — ۴/-
آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی — ۵/-
اسلام کی اخلاقی تعلیمات — امام غزالی — ۹/۵۰
امریکہ کے مسلمان — ڈاکٹر مظہر الحق — ۲/۵۰
مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ — طاہر محمود — ۴/-
کتاب کی کہانی — سیّد احمد حسن نقوی — ۱/۵۰
پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات — سری پرکاش — ۴/-
ہندوستان میں مذہبِ اسلام پر نظرِ ثانی کی ضرورت — اے اے فیضی — -/۵۰
تاریخ الامت اوّل — مولانا اسلم جیراجپوری — ۳/۵۰
" " (دوم) " " " — ۵/-
" " (سوم) " " " — ۳/۷۵
" " (چہارم) " " " — ۴/۲۵
" " (پنجم) " " " — ۴/۲۵
" " (ششم) " " " — ۴/۲۵
" " (ہفتم) " " " — ۳/-
" " (ہشتم) — ۴/۲۵
کچھ پرانے خطوط (دوم) — پنڈت جواہر لال نہرو — ۱۰/-
یادگار شخصیتیں — " " — ۷/-

سفر نامے

عروسِ نیل — سلطان آصف فیضی — (زیرِ طبع)

تعلیم و تربیت

تعلیم [illegible]

جامعہ کا طریقہ عبدالغفور مدھولی ۲/۵۰
چند پروجیکٹ " " " ۲/۵۰
موجودہ تعلیمی مسائل عبداللہ ولی بخش قادری ۴/۵۰
ہم کیسے پڑھائیں ڈاکٹر سلامت اللہ ۴/۵۰
تعلیمی خطبات ڈاکٹر ذاکر حسین ۸/۰
کھیل کے ذریعہ تعلیم (اول دوم) عبدالغفار مدھولی ۴/-
مدرسہ ابتدائی کی کہانی " " " ۲/۰

ناول، افسانے اور خاکے

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے راجندر سنگھ بیدی ۱۰/-
جلیس انور کمال حسینی ۵/۰
کالا شہر گورے لوگ احسان الحق ۶/۰
اللہ میگھ دے رضیہ سجاد ظہیر ۷/۵۰
دلدل ترجمہ: " " " ۵/۵۰
سات سال " " " ۶/-
اپنی اپنی صلیب صالحہ عابد حسین ۹/-
آنچھی دوڑ " " " ۵/-
پا بہ جولاں صغرا مہدی ۶/۰
دوسرے کنارے تک عزیز قیسی ۳/۵۰
زندگی کی لہر ساونگ ۴/-
آدمی کا مقدر ترجمہ قرۃ العین حیدر ۵/-
ایلس کے گیت " : " " ۴/-
خیالی پلاؤ " : " " ۲/۵۰
ڈنگو " : " " ۳/۰
ماں کی گود " " " ۲/۵۰

یودوکیہ ترجمہ: قرۃ العین حیدر ۳/۰
پت جھڑ کی آواز " " " ۴/۰
ایک تھی انیتا امرتا پریتم ۴/۰
باپ بیٹے ترجمہ: انوار عظیم ۶/۰
باغ و بہار مرتب: رشید احمد خاں ۹/۵۰
بیوہ منشی پریم چند (زیر طبع)
گؤدان " " " ۱۳/۰
میدانِ عمل " " " ۹/۵۰
واردات " " " ۵/۵۰
پیار کا موسم مہندر ناتھ ۴/۵۰
چنار کا پتا سلطان آصف فیضی ۳/۰
شکستِ ناتمام ترجمہ: زہرہ سیدین ۷/-
دلّی کی شام ": بلقیس جہاں ۸/-
صلاح الدین ایوبی قاضی عبدالستار ۵/۵۰
اپنے دکھ مجھے دیدو راجندر سنگھ بیدی ۶/-

افسانے اور خاکے

پسند اور دوسرے افسانے آصف مجیب ۲/-
بڑی حویلی مرزا محمود بیگ ۲/۵۰
چراغوں کا سفر رام لعل ۴/-
خیالستان سجاد حیدر یلدرم ۴/۵۰
کیمیاگر پروفیسر محمد مجیب ۲/۵۰
نروان جیلانی بانو ۵/۵۰

ڈرامے

تنہائی ساگر سرحدی ۴/۵۰
[illegible]

آذر کا خواب　قدسیہ زیدی　۴/-
چاندنی بیگم　〃　〃　۲/-
آزمائش　پروفیسر محمد مجیب　۲/-
خانہ جنگی　〃　〃　۲/۲۵
انجام　〃　〃　۱/۵۰
کھیتی　〃　〃　۱/۵۰
اوپر کی منزل　کرتار سنگھ دگل　۵/-
آئینۂ ایام　ترجمہ: خلیق احمد　۴/۵۰
پردۂ غفلت　ڈاکٹر عابد حسین　۲/
کیا خوب آدمی تھا　〃　〃　۲/۲۵
دروازے کھول دو　کرشن چندر　۳/-
سراج الدولہ　ترجمہ: اشفاق حسین　۲/-
نقشِ آخر　اشتیاق حسین قریشی　۲/-

نظم

نئی نظم کا سفر　مرتبہ: خلیل الرحمٰن اعظمی　۱۲/۵۰
آتشِ گل　جگر مرادآبادی　۷/-
پچھلی رات　فراق گورکھپوری　۸/-
نئی دنیا کو سلام　سردار جعفری　۸/-
غالب کے اردو کلام کا انتخاب　پروفیسر محمد مجیب　۵/۲۵

بچوں کی کتابیں

ارکانِ اسلام　مولانا اسلم جیراجپوری　-/۶۰
عقائدِ اسلام　〃　〃　-/۶۰
رسولِ پاک　عبدالواحد سندھی　۲/-
چار یار　الیاس احمد مجیبی　۲/۵۰
[illegible]

آں حضرت　الیاس احمد مجیبی (ہندی)　-/۶۰
پاک کہانیاں (دو حصوں میں) مقبول احمد سیوہاروی　۲/-
خلفائے اربعہ　خواجہ عبدالحی فاروقی　۲/۵۰
نبیوں کے قصے　〃　〃　۱/۵۰
مسلمان بیبیاں　اعجاز الحق قدوسی　۱/-
ہمارے رسولؐ　خواجہ عبدالحی فاروقی　۲/۴۰
ہمارے نبیؐ　سید نواب علی رضوی (اردو)　۱/۲
〃　〃　〃　〃 (ہندی)　-/۴۰
سرکارِ دوعالمؐ　محمد حسین حسان　۳/-
سبیل الرشاد　خواجہ عبدالحی　۱/۵۰

معلومات

آدمی کی کہانی　مشتاق احمد　۲/-
دنیا کے بچے　محمد حسین حسان　۲/۲۵
انوکھا عجائب خانہ (دو حصے)　〃　〃　۲/-
بجلی کی کہانی　علی احمد خاں　-/۵۰
پڑدادا کی کہانی　محمد عبدالغفار　-/۸۰
مفید معلومات　دوم، سوم، چہارم　۲/۵۰
〃　〃　پنجم　۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی　-/۵۰
خبر رسانی کے طریقے　رفیعہ منظور الامین　۱/-
دہلی　ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی　۲/-
تاریخِ ہند کی کہانیاں (اول) خجستہ سلطان　۱/-
〃　〃　〃 (دوم) ضیاء الرحمٰن　۱/۴۰
〃　〃　〃 (سوم) مشتاق احمد　۱/-
[illegible]

سماجی زندگی (اول) احمد شفیع غلام ابلہ ۲۰
" " (دوم) " " " ۱/۲۵
" " (سوم) " " " ۱/۴۰
" " (چہارم) " " " ۱/۲۵
سمندر کے کنارے سلطانہ آصف فیضی ۱/۵۰
" " بچے " " " ۲/۵۰
قدرت کے کرشمے ادارہ /۸۰

کہانیاں، ناول، ڈرامے

انعامی مقابلہ محمد حسین حسان ندوی ۱/۰
دعوت متاجی کی " " " " /۶۰
جیت کس کی " " " " ۱/۰
انصاف کا تخت " " " " /۷۵
چینی کی گڑیا " " " " /۵۰
بہادر سیاح " " " " /۶۵
چچا غالب " " " " ۲/۰
تانبیل خاں " " " " /۵۰
شیر خاں ترجمہ: قرۃ العین حیدر /۵۰
میاں ڈھینچو کے بچے " " " /۵۰
بھیڑیے کے بچے " " " /۵۰
لومڑی کے بچے " " " /۵۰
بہادر " " " /۷۵
سونے کا پنجرہ احسان الحق /۶۵
بدنصیب شہزادی ابرار محسن ۱/۰
عقل کا سودا " " ۱/۷۰
[illegible] " " /۹۰

جن حسن عبدالرحمٰن (مصنف) ایما لاگی /۵۰
خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا کوثر بانو /۴۰
چوری کی عادت عبدالغفار مدھولی /۸۰
چھوٹا لڑکا " " " /۸۰
غیر ذمہ دار لڑکا " " " /۵۰
چٹانوں کی کہانی محمد امین ۲/۰
دلی دور ہے مجیب احمد خاں /۵۰
بندر کا گھر خضر برنی /۴۵
کیسے دادا ترجمہ: مجیب احمد خاں /۷۰
جب اعراب آصف مجیب ۱/۷۵
تین کوڑیاں اقبال امروہوی ۱/۲۰
پریم کی جیت اسداللہ کاظمی /۳۷
ترکوں کی کہانیاں مرتبہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ /۵۵
مزہ چکھائیں گے " " " /۷۵
چھوٹی لالٹین مشتاق احمد /۲۵
تین اناڑی عصمت چغتائی ۱/۴۰
چقماق کی ڈبیا برکت علی فراق /۴۰
تیس مار خاں کے کارنامے ایم ندیم /۵۰
چمپاوت کا آدم خور شیر محمد معین /۳۵
ڈاکو کی گرفتاری ایم ندیم /۵۰
ستاروں کی سیر کرشن چندر /۷۵
لال مرغی عبدالواحد سندھی /۵۰
مزیدار پہیلیاں محمود علی خاں /۶۵
ننھا لٹو خورشید سلطانہ /۴۰
چٹکلے محمد حسین حسان [illegible]

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

مرتبہ: ادار تعلیم و ترقی جامعہ کی

پیشے

بڑھئی -/۳۱
احمد خاں دکان دار -/۳۱
بہشتی -/۳۱
پیارے جان درزی -/۳۱
تانگے والا -/۳۱
کلو حلوائی -/۳۱
عبدالرحمٰن راج -/۳۱
مرغی پالیے -/۵۰
نصیب خاں حجام -/۳۱

تمدن، معاشیات

چناؤ کا بھید -/۳۱
سرکاری ٹیکسوں کا راز -/۳۱
ضلع کی سرکار -/۳۱
کارخانوں کے قانون -/۳۱

جھلکیاں

احمد علی -/۳۱
سید سلیمان -/۳۱
احمد ندیم -/۳۱
اکبر الٰہ آبادی -/۳۱
حیات اللہ انصاری -/۳۱

سہیل عظیم آبادی -/۳۱
عبدالحق -/۳۱
میر امن -/۳۱
نذیر احمد -/۳۱

حفظان صحت

دق اور اس کا علاج -/۳۱
زچہ بچہ -/۳۱
طاعون اور چیچک -/۳۱
فوری علاج (دم گھٹنا) -/۳۱
فوری علاج (حادثہ) -/۳۱
فوری علاج (ہڈی ٹوٹنا) -/۳۱

مذہب اور سوانح

استری دھن -/۳۱
ٹھیک بات چھیت کی جے -/۳۱
اجمیری خواجہؒ -/۳۱
امیر خسروؒ -/۳۱
غوث پاکؒ -/۳۱

سوامی دیانند -/۳۱
گاندھی جی (اوّل) -/۳۱
" " (دوم) -/۳۱
گرو نانک -/۳۱
مصطفےٰ کمال (دوم) -/۳۱
نظام الدین اولیاءؒ -/۳۱
کرشن کنہیا -/۳۱

کہانیاں

کہانیاں (اوّل) -/۳۱
" (دوم) -/۳۱
پنچ تنتر (اوّل) -/۳۱
" (دوم) -/۳۱

کھیتی باڑی

آم کے باغ لگایئے -/۳۷
اپنی کھیتی ایک چک کرو -/۳۱
پپیتے کے باغ لگایئے -/۳۱
پھلوں کی کھیتی -/۳۱
پیڑوں کی کاٹ چھانٹ -/۳۱
جانور کھلا چکا سے -/۳۱
ساگ سبزی لگائے -/۳۱
کھاد [illegible] -/۳۱

مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کی

کھاد بنایئے کھاد ڈالیے -/۳۱
لیمو، انار، بیر -/۳۱
مقدمے کی مار -/۳۱
نتھو دھیان ہو گیا -/۳۱

مذہب

ابوداؤد شریف -/۳۱
ابن ماجہ شریف -/۳۱
نسائی شریف -/۳۱
کفن دفن -/۳۱

معلومات

چاند تارے -/۳۱
دن رات (اول) -/۳۱
" " (دوم) -/۳۱
ہوائی جہاز (حصہ دوم) -/۳۱
فٹ بال -/۳۱
ہلکے پھلکے کھیل -/۳۱

متفرق

پنجابی لوک گیت -/۳۱

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

نیکی کا سانپ محمد حسین حسان -/۵۰
[illegible]

چاند محمد حسین حسان -/۵۰
دیمک " " " -/۶۲
کتنی زمین " " " -/۶۲
بادشاہ کے کپڑے } شفیع ظفر -/۵۰
بچے کی بری عادتیں } ڈاکٹر رشید [illegible] -/۵۰
بچوں کی چھوتی بیماریاں } " " -/۵۰
بے گناہ مجرم شفیق الرحمن قدوائی -/۵۰
تین سوال عبداللطیف اعظمی -/۵۰
چوٹی کی چوٹ معین الدین -/۵۰
چیچک مشتاق احمد -/۶۲
موسم کے بارے میں سو سوال } محمد امین -/۸۷

ہماری درسی کتابیں

اردو

اردو قاعدہ -/۵۰
" رنگین -/۶۵
اردو کی پہلی کتاب -/۶۵
" " دوسری " ۱/۲۵
" " تیسری " ۲/-
" " [illegible] " [illegible]

اردو کی پانچویں کتاب ۲/۵۰
" " چھٹی " ۲/۶۰
" " ساتویں " ۲/۷۰
" " آٹھویں " ۲/۷۰
اردو کی دوسری } برائے دہلی ۱/۶۵
اردو کی تیسری } برائے دہلی ۲/۲۰
اردو کی چوتھی } برائے دہلی ۲/۶۵

ہندی

سرل ہندی پرائمر -/۲۵
" " (اول) -/۴۴
" " (دوم) ۱/-
بال پریم (اول) -/۸۷
" " (دوم) -/۸۲
" " (سوم) ۱/۲۵
" " (چہارم) ۱/۲۵
نو پربھات ۱/۶۲

حساب

[illegible]

جدید مطالعہ ترجمہ — طالبات کے لیے

درجہ سوم محمد یونس ۲/۷۰ — گھریلو سائنس (درجہ سوم) ترجمہ محمود ہاشمی [illegible]

جدید مطالعہ درجہ چہارم ملکہ بیگم قزلباش ۳/۵۰ — " " (" چہارم) " " ۳/۲۵

" " (" پنجم) " " ۴/۴۰

جدید حساب پنجم محمد یونس ۳/۲۰ — ہماری دلّی درجہ سوم ۴/۰

قاعدہ یسّرنا القرآن

مکتبہ جامعہ نے تعلیمی اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قاعدہ یسرنا القرآن کو نئی ترتیب، آسان و عام فہم ہدایتوں کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس قاعدہ کو بحمد اللہ والدین اور معلمین دونوں نے، بہت پسند کیا ہے۔ اظہار پسندیدگی کے ساتھ ہمارے بعض کرم فرماؤں نے قاعدے کو اور بہتر بنانے کے سلسلے میں اپنی گراں قدر تجویزوں سے نوازا۔ ان تجویزوں کی روشنی میں قاعدہ یسّرنا القرآن کا دوسرا اڈیشن شائع ہو گیا ہے۔

سائز ۲۲×۲۹/۸ سفید گلیز کاغذ آفسیٹ کی چھپائی

بورڈ آف اسٹڈیز اِن اردو، بمبئی یونیورسٹی سے منظور شدہ

(حصۂ نثر و نظم) مرتبین: ڈاکٹر سید محی رضا۔ ڈاکٹر آدم شیخ

آئینۂ ادب

فرسٹ ایر آرٹس۔ سائنس اور کامرس کے لیے ہائر لیول

قیمت ۵/۵۰

(حصۂ نثر و نظم) مرتبین پروفیسر فصیح احمد صدیقی۔ ڈاکٹر ظہیر احسن صاحب۔

انوار ادب

انٹرمیڈیٹ آرٹس۔ سائنس اور کامرس کے لیے۔

قیمت: ۶/۵۰

ناشر و پبلشر شاہد علی نے جمال پرنٹنگ پریس دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر [illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]	ڈاکٹر [illegible]	[illegible]
[illegible]	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]آبادی	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]	مالک رام	[illegible]
[illegible] (اردو [illegible])	ڈاکٹر قمر رئیس	[illegible]
[illegible]	ڈاکٹر قمر رئیس	۲/۴۰
[illegible]	ڈاکٹر قمر رئیس	۳/۰۰
[illegible]سعدی	رشید حسن خاں	۴/۰۰
[illegible] آبادی	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	[illegible]
[illegible]	ڈاکٹر محمد حسن	[illegible]
[illegible]	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]	صالحہ عابد حسین	[illegible]
[illegible]	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]	ڈاکٹر محمد حسن	۵/۵۰
[illegible] (حصہ اول)	مالک رام	[illegible]
[illegible] (حصہ دوم)	مالک رام	[illegible]
[illegible]	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	مالک رام	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible] حسن خاں	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

ماہنامہ

کتاب نما

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی

شاہد علی خاں
اڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما
نئی دلی ۲۵
لائبریریوں کے لیے سالانہ دو روپے

جلد
شمارہ
سالانہ دو روپے
فی پرچہ ۰۰ پیسے

اشاریہ

پچھلے چند مہینوں کے دوران مکتبہ سے کئی قابلِ ذکر کتابیں شایع ہوئیں ان میں سے ایک مرحوم مولانا ضیا بدایونی کی "مسالک و منازل" ہے اور تین شعری مجموعے، سکندر علی وجد کا "بیاضِ مریم"، کیفی اعظمی کا "آوارہ سجدے" اور جاں نثار اختر کا "پچھلے پہر"۔

آخری تین کتابیں آف سیٹ پر بہت خوب صورت چھپی ہیں۔ [illegible] اس طرح اشاعت سے لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور بجائے مسرت کے حیرت کا اظہار کیا جانے لگا کہ اب تو مکتبہ بہت آگے بڑھ گیا۔ اس حسن کے ان کتابوں کی اشاعت بعض مخصوص حالات کا نتیجہ ہیں۔ لیکن شبہ وہی اچھا جگہ کیا جا رہا ہے کہ مکتبہ کو کہیں سے "دستِ غیب" حاصل ہو گیا ہے۔ [illegible] شعری مجموعوں کی اشاعت کے کیا معنی!

اب کون سمجھے کہ تجارتی اور اشاعتی اصولوں سے واقفیت اور ان پر عمل ایک چیز ہے [illegible] تیر چلانا دوسری بات ہے۔ جیسا کہ پہلے [illegible] کیا جا چکا ہے [illegible] [illegible]
جو مکتبہ [illegible] [illegible]
[illegible]

[illegible] اردو کی اشاعت [illegible] ہوگی۔ [illegible]
[illegible] کسی نئی کتاب کی ذمہ داری نہ لینے کا فیصلہ کرنا پڑا۔ سردست احباب کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں ہمیں معذور سمجھیں تو کرم ہوگا۔

بڑے شدید انتظار کے بعد یہ خبر ملی ہے کہ اردو سے متعلق گجرال کمیٹی نے اپنی رپورٹ حکومت کو دے دی ہے۔ حکومت کب اس پر غور کر سکے گی، موجودہ بحرانی حالات میں جو وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے خلاف الٰہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلے نے پیدا کر دیے ہیں، یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ مستقبل قریب میں اس پر غور کیا جا سکے گا۔ خدا کرے ہمارا یہ گمان غلط ہو، اور اگر ایسا ہوا تو ہمیں خوشی ہوگی، لیکن ہم خود کو یہ باور کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکے کہ اس رپورٹ میں اردو کی سرکاری حیثیت کو تسلیم کیے جانے کی سفارش ضرور ہوگی۔

بات یہ ہے کہ اس وقت جو "مراعات" دی گئی ہیں۔ ان میں کچھ اضافہ نہ ہو جائے۔ لیکن بات اس سے بننے والی نہیں۔ بغیر سرکاری حیثیت کے مزید مراعات کا حشر بھی وہی ہوگا جو موجودہ احکامات کا ہو رہا ہے کہ کہیں نہ کہیں حکام متعلقہ ان احکام کی خلاف ورزی کرتے رہتے ہیں۔ مگر ہم ان کے ایسے اقدام کو عدالتوں میں چنوتی نہیں دے سکتے۔ بہرحال امید پر دنیا قائم ہے، ہم بھی دنیا میں ہیں اس لیے اس کا دامن تھامے رہنے پر مجبور۔

مئی کی ۲۵- تاریخ کو بمبئی کے ایک اردو ادیب، شاعر اور ہمدرد رفیق نے سفر آخرت اختیار کیا۔ یہ تھے خلیل احمد صاحب۔ جنہیں لوگ خلیل صاحب کہا کرتے تھے مرحوم کے انتقال سے بمبئی کی ادبی محفلیں سونی ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین

مسالک و منازل

فارسی مقالات، ادبی و انتقادی

ضیاء احمد بدایونی

فارسی ادب (نظم و نثر) ایک بیکراں سمندر کا حکم رکھتا ہے۔ ضیاء احمد بدایونی نے اس سمندر کے چند قطرے اہلِ ذوق کے پیش نظر کر دیے ہیں جن کا مقصد ایک حد تک تشنگی رفع کرنا ہے۔ اس کتاب کے اہم مضامین یہ ہیں "ارتقائے ادب فارسی عہد اکبری میں" "فارسی شاعری اور [illegible]" "جدید فارسی شاعری کے رجحانات" "مخطوطات شناسی" "خاقانی شروانی" "مسلم [illegible] اخلاقِ جلالی" "[illegible]" وغیرہ۔

قیمت [illegible]

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، [illegible]

مشیر جھنجھانوی

غزل

دفن کر دیجیے آخر یہ تماشہ کب تک
ایک ہی لاش سے کھیلے گا زمانہ کب تک

بندشیں وسعتِ دریا پہ لگانے والو
رخ نہ بدلے گا یہ سمٹا ہوا دریا کب تک

جو بھی ملتا ہے ترا دوست ہی ملتا ہے مجھے
میں ترے شہر میں پھرتا رہوں تنہا کب تک

ابر سے دھوپ کی تیزی میں کمی ہے لیکن
وقت کہتا ہے کہ چلتا ہوا سایہ کب تک

قتل کرنے کے طریقے وہی قاتل بھی وہی
اس تسلسل سے نہ گھبرائے گی دنیا کب تک

تلخیِ زیست کو مقصود بتاؤ یارو
عشق دہرائے گا شیریں کا فسانہ کب تک

خود فریبی سے بہت کام [illegible] لیکن
چند ذروں کو سمجھتے رہیں صحرا کب تک

معجزہ کوئی تو ہو ذہن کے ماروں کے لیے
آپ کہلائیں گے اس طرح مسیحا کب تک

کوئی تسکین نظر کی کوئی تو صورت نکلے
صرف آواز سے بہلے گی یہ دنیا کب تک

نقش پتھر پہ بناؤ کوئی بات ہے
برف کی سل پہ ترا شا ہوا چہرہ کب تک

وقت کی پردہ دری کا یہ تقاضہ ہے مشیر
[illegible] کا پردہ کب تک

یوسف ناظم

بیاض مجھے بھیجیے

صرف کونگ اور کشمیر کی عورتیں ہی نہیں، اردو کی بعض کتابیں بھی حسن و جمال [illegible] ہو سکتی ہیں۔ یہ نکتہ بہت دنوں تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔ بیاضِ مریم بھی ایسی ہی خوبصورت [illegible] میں سے ایک ہے۔ "بیاضِ مریم" سکندر علی وجد کی نشاط و نکہت میں ڈوبی ہوئی شاعری ہی کا نہیں، ان کی دلکش "تحریر" کا بھی نمونہ ہے۔ چند دنوں کی پوری بیاضِ مریم، شاعر کی خوش کلامی اور خوشنما "قلم کاری" کا دادہ ویز "مرکب" ہے۔

ایک زمانے تک ہندوستان بھر میں یہ خبر مشہور رہی کہ وجد ایلورا اور اجنتا کے شاعر ہیں۔ پھر یہ بھی گشت کروائی گئی کہ وجد حسن کے شاعر ہیں اور کلام پڑھنے [illegible] والوں کو وجد آ جاتا ہے [illegible] ہے کہ وجد ایلورا اور اجنتا کے شاعر ہیں اور ان کے کلام میں وجدانی کیفیت ہے لیکن وہ ان کے علاوہ بھی بہت کچھ ہیں۔ [illegible] جذب کی اور بے نیازی سے عبارت ہے۔ زبان و بیان کی نفاستیں [illegible] آسان کام نہیں [illegible]

[illegible]

[illegible] پھول، خوشبو، آواز، شعر [illegible] ساتھ [illegible] دیکھتے ہیں۔

زندگی حقیقت میں زہر مگر ہے پھولوں کی — جب یہ مسکراتے ہیں وقت مسکراتا ہے

اسی طرح کے بیسیوں اشعار بیاضِ مریم میں ملتے ہیں اور کبھی کبھی قاری، بدگمان ہو جاتا ہے کہ وجد کس دنیا کے شاعر ہیں اور کہاں کی باتیں کر رہے ہیں۔ لیکن اچانک وہ زندہ اور جاندار حقیقتوں کو بے نقاب کر کے وہ اپنے قاری کو حیرت زدہ کر دیتے ہیں۔

ہم نے لکھا ہو سے عہدِ وفا — ہم پہ الزام بے وفائی ہے
ظلم پر ظلم سہو، کچھ نہ کہو — یہی آئینِ وفا ہو جیسے
امن و انصاف کا احسان جتانے والو — آج ہر گام پہ توہینِ بشر ہوتی ہے

شاعر نظم گو ہو یا غزل گو، حسن کا شیدائی ہو یا نغمے کا عاشق، خواب و خیال کی دنیا میں گم رہتا ہو یا جذب و مستی میں غرق لیکن وہ اپنے ماحول سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ وجد نے پانی میں رہ کر مگرمچھ سے بیر رکھنے سے گریز کیا ہو تو کیا ہو لیکن یہ فرار نہیں احتیاط ہے۔ اسی لیے ان کی طرزِ زندگی اور طرزِ شاعری میں ربط ہے۔ وہ دو الگ الگ چیزیں دکھائی نہیں دیتیں۔ وجد نے بڑے سلیقے اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ ہم آہنگی کو برقرار رکھا ہے اور یہ فن انھوں نے کہاں سے سیکھا ہے انھیں سے سنیے۔

ناقصوں ہی نے سکھائے مجھے آدابِ نظر — بھول کر بھی نہ گیا میں کسی کامل کے قریب

وجد شاعری میں (صرف شاعری میں) اپنے عاشقانہ مزاج کا بڑا بیباکانہ مظاہرہ کرتے ہیں۔ سنیے۔

وجد اس نے اس طرح دیکھا مجھے — دیکھنے والوں کو حیرت ہو گئی

(اگر یہ شعر میں کہتا تو حیرت کی جگہ "غیرت" کا قافیہ رکھتا) غمِ جاناں اور غمِ دوراں کی کشمکش میں شاعر ہمیشہ پریشان رہے۔ وجد بھی اس کیفیت سے گزرے۔ لیکن یہاں بھی انھوں نے بڑی احتیاط سے کام لیا کیے ہیں۔

غمِ جاناں سے دل بیگانہ ہو جائے — غمِ دوراں کہیں ایسا نہ ہو جائے

[illegible]
کی بہتات سے شدید خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ وحید کا کلام یوں سمجھیے نارنگی اور سبز رنگ کی روشنیوں کا مجموعہ ہے کہیں کہیں ریڈ سگنل بھی ہیں۔ صرف ریڈ سگنل کی دنیا کو وہ شاعری نہیں، شکوہ شکایت سمجھتے ہیں (میں ان سے اس ایڈیٹر کی طرح متفق ہوں جو اپنے پرچے میں اپنی پسند کا مضمون یہ لکھ کر چھاپتا ہے کہ ایڈیٹر کا مضمون نگار سے متفق ہونا ضروری نہیں)

وحید بحیثیت شخص اور وحید بحیثیت شاعر فردِ واحد ہیں۔ اجنبہ نہیں۔ ان دو جہاں کا فرق برقرار رہنا بھی چاہیے۔ وحید بذاتِ خود "خشک" علاقہ ہیں۔ لیکن ان کا مجموعۂ کلام "تر علاقہ" ہے اور اس میں قاری کے سرود و سرور، کا پورا پورا انتظام موجود ہے اور انہیں پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ ع

نبضِ کونین لرزتی ہے خطِ جام کے ساتھ

وحید اپنے قاری کو اپنی "مضبوط گرفت" میں لے لیتے ہیں اور وہ کہہ اٹھتا ہے۔

کیا لٹا دی ہے سخن کی چاندنی
وحید صاحب تم نے مہ پاروں کے بیچ

وحید "جنتِ نگاہ" کے قائل تو ہیں ہی لیکن روح کی بالیدگی کا بھی سامان چاہتے ہیں اور اس ملمع چڑھی تہذیب اور سیکولرزم کو "بے دینی" کے معنی دینے والے اندازِ فکر سے دور ہیں۔ انہیں یہ کہنے میں بھی باک نہیں کہ

اے صاحبِ الطاف و کرم حضرت زر بخش رح
میری شبِ تاریک کو انوارِ سحر بخش
دنیا میں جو نایاب ہے وہ چیز عطا کر
زر کی مجھے کچھ فکر نہیں، ذوقِ نظر بخش

ہجر و وصال کے کرب و لذت کی کیفیت کے ساتھ ساتھ زمانے کی اذیت کوشی کی داستان بھی ان کے اشعار میں موجود ہے۔

یہ زمانہ عجب زمانہ ہے
کوئی [illegible] رہا ہے شیشوں [illegible]

وحید مزاجاً گوشہ نشین ہیں اور عملاً شیشہ گر لیکن ان کی یہ روش مصلحت اندیشی کی بنا پر نہیں، رجحانِ طبع، کی بنا پر ہے۔ انھوں نے زندگی اور شاعری کو یوں ہی سمجھا، پرکھا اور برتا ہے۔

وحید کی شاعری کی عمر تقریباً نصف صدی ہے لیکن ان کے کلام میں کہنگی، یا خستگی کے آثار نہیں، بیاضِ مریم، رنگین، شوخ اور شاداب شعروں کا مجموعہ ہے۔ قوس و قزح کے سب رنگ اس میں موجود ہیں رقوس و قزح میں شاید سات رنگ ہوتے ہیں۔ پہلے تو اتنے ہی ہوا کرتے تھے، کئی کتابوں کے ڈھیر میں، بیاضِ مریم، کو چھپا دیجیے وہ ایک البیلی اور الھڑ دوشیزہ کی طرح اپنی چھب دکھلا کر رہے گی۔ ظ

یہ نوازش ترے وطن کی ہے

پرانی کہاوت ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے ر یہ کہاوت بھی وزن میں ہے۔ حالانکہ اب تو اشعار کا بھی وزن میں ہونا ضروری نہیں۔ آپ بیاضِ مریم کو دیکھیں اور پڑھیں گے تو میرے "بیان" کی تصدیق ہو جائے گی۔

نئی مطبوعات

راگ درباری	(ناول)	شری لال شکل	مترجم: راشد سبسوانی	۱۵/۵۰
چک ویر راجندر	(ناول)	شری گوکس	" : " "	۴۲/۵۰
میں	(ناول)	نرائن آپٹے	" : کشور سلطان	۹/۰
آدمی کے روپ	(ناول)	یش پال	" : سہیل عظیم آبادی	۱۲/۰
دشمنوں کے درمیان شام	(شعری مجموعہ)	منیر نیازی		۱۰/۰
حرف زیر لب	(" ")	عفت بانو زیبا		۷/۰
خورشید	(ڈراما)	ڈاکٹر مسیح الزماں		۵/۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی نئی کتب

مغلیہ ہندوستان میں زرعی تعلقات (چند افکار)

مصنف: سید نورالحسن مترجم: قیام الدین احمد

یہ مختصر سا کتابچہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے سابق صدر اور انڈین ہسٹری کانگریس کے سابق سکریٹری سید نورالحسن صاحب، جو آج کل حکومت ہند میں تعلیم اور سماجی فلاح کے وزیر ہیں، کی ان تقریروں پر مبنی ہے جو انھوں نے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے تحت تواریخ کے نیشنل لکچرر کی حیثیت سے اپریل ۱۹۷۱ء میں پٹنہ یونیورسٹی میں کی تھیں۔ مغلیہ عہد میں زرعی تعلقات کے متعلق یہ لکچر، تاریخ کے طالب علموں کے لیے نہایت مفید ہوں گے۔ قیمت: ۴/۰

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کی گئی)

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اہم کتاب

پہلا دیو راج چنانا میموریل خطبہ ۱۹۶۹ء

سماجی تبدیلیاں

ازمنہ وسطیٰ کے ہندوستان میں (۵۰۰ سے ۱۲۰۰ سن عیسوی)

مصنف: رام شرن شرما مترجم: قاضی عبدالرحمٰن

ازمنہ وسطیٰ کے ہندوستان میں کون کون سی سماجی تبدیلیاں رونما ہوئیں، اس زمانے میں ذات برادری کا کیا تصور تھا اور کیا عقائد و معاملات تھے، ان سب باتوں کا پورے پس منظر کے ساتھ بالتفصیل جائزہ لیا گیا ہے۔ پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے صدر پروفیسر شرما نے ۵۰۰ سے ۱۲۰۰ تک ہندوستانی سماج کا [illegible] مفصل جائزہ پیش کیا ہے وہ علم التاریخ کے طالب علموں کے لیے [illegible] معلومات افزا ثابت ہوگا۔

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کی گئی) قیمت ۲/۰

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

آوارہ سجدے

شاعر: کیفی اعظمی
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
قیمت: چھ روپے

جوش نے جس شاعری کی بنیاد رکھی تھی اس کو عمارت میں تبدیل کرانے میں کئی احباب نے ان کا ساتھ دیا کئی ایک نے ابتدا ہی میں ہار مان لی اور کئی راستہ چلتے چلتے راستے ہی میں بھٹک گئے۔ لیکن چند احباب نے ان کے ساتھ ساتھ منزل کو جا لیا۔ جن میں کیفی اعظمی بھی ایک ہیں۔

اردو شاعری کی بدقسمتی یہ ہے کہ یہ 'کئی' ازموں میں بٹی ہوئی ہے اور وہ شاعر جو ان ازموں سے منسوب ہیں وقت کے دھاروں سے بے خبر اپنا اپنا راگ الاپ رہے ہیں۔ انھیں اس بات کی بالکل خبر نہیں ہے کہ زمانہ اس آواز کو پہچانتا بھی ہے کہ نہیں۔ ان ازموں نے مل کر کئی اچھے شاعروں کی لٹیا ڈبو دی۔ چند ایک شاعر جو آج بھی اسی انفرادیت پر قائم ہیں۔ ان میں کیفی اعظمی کا نام بھی شامل ہے۔ کیفی نے جن اصولوں کو اپنا لیا تھا۔ ان پر آج بھی مضبوطی کے ساتھ قائم ہے۔

وفاداری بشرط استواری کیفی کے مزاج میں گھل مل گئی ہے اور اسی میں ان کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ کیفی کی شاعری کا آغاز آزادی کے قبل ہنگامی ماحول میں ہوا۔ جب کہ ہندوستان انگریز سامراجیت سے ٹکر لینے کی جدوجہد میں لگا ہوا تھا۔ ہر ہندوستانی کے دل میں آزادی کی لگن کی لہریں پھوٹ رہی تھیں۔ کیفی نے انھیں لہروں سے اپنا شاعری کا ناطہ جوڑا تھا۔ تقریباً پچیس برسوں سے کیفی اپنے محاذ پر

تاہم یہی اصناف [illegible] میں ان کی شاعری نے کئی فارم بدلے۔ لیکن ان کی [illegible]
کی بنیادی قدروں میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ یہ بات اس حقیقت کی غماز ہے کہ کیفی
نے جن اصولوں کو بہتر سمجھ کر اپنا لیا تھا ان میں ذرہ سا بھی تبدیلی بھی گوارا نہیں ہے۔ یہاں
کیفی کے جرم کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ کرشن چندر کا دعویٰ یہاں ایک حقیقت بن جاتا
ہے کہ کیفی کی شاعری دراصل پتھر کی شاعری ہے: اس پتھر سے جو بھی ٹکرائے گا
خود پاش پاش ہو جائے گا لیکن اس پتھر کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ مانا کہ کیفی آدرش وادی
شاعر ہیں لیکن ان کے پاس بھی آرائش خم و کاکل کی کمی نہیں ہے۔ البتہ ان بیس پچیس
برسوں میں بقول فیض "آرائش خم و کاکل کا بیان کم ہے اور اندیشہ ہائے دور
دراز سے رغبت زیادہ" یہ اسی اندیشہ ہائے دور دراز کی کھوج میں کیفی جوش کے دائرے
سے نکل کر فیض کے حلقے میں آگئے۔ اب کیفی کی شاعری میں وہ گھن گرج نہیں ملتی جو کہ ان
کی شاعری کا مقدر بنی ہوئی تھی۔ آج ان کی شاعری کو ایک سنبھلا ہوا انداز ملا ہے جو ان کے
بہت سے شاعروں سے الگ اور نرالا ہے۔ اس انداز نے کیفی کی شاعری کو کیفیتوں سے
مالا مال کیا ہے۔ آوارہ سجدے میں جو نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔ ان تمام میں یہ کیفیتیں بدرجہ اتم ملتی ہیں
گھن گرج کی شاعری وقتی اور ہنگامی ہوتی ہے۔ جو وقتی طور پر اپنا اثر دکھاتی
ہے اور جوں ہی وقت گزر جاتا ہے اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اسی
گھن گرج میں فکر کا عنصر شامل کر دیا جائے تو شاعری میں توازن پیدا ہو جاتا ہے
اور یہ توازن دیرپا ثابت ہوتا ہے۔ کیفی کی شاعری آج اسی توازن کی حامل ہے
اسی توازن نے ان کی شاعری کو دو آتشہ بنا دیا ہے۔ آوارہ سجدے کی تقریباً تمام
تخلیقات میں ہمیں اسی توازن کی چھاپ ملتی ہے۔ ہم اوپر کہہ آئے ہیں کہ کیفی اب
فیض کے حصار میں داخل ہو گئے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ حقیقت سے بعید نہیں ہے
چند ایک نظمیں جو اس مجموعے میں شامل ہیں ان پر فیض کی نظموں کا دھوکہ ہوتا
ہے۔ مثلاً ان کی نظم "دوپہر" کا پہلا شعر

یہ جیت ہار تو اس دور کا مقدر ہے   یہ دور جو کہ پرانا نہیں نیا بھی نہیں

کا [illegible]

فیض کی نظم "صبح آزادی" کی یاد کو تازہ کر دیتا ہے جس کا آغاز فیض نے یوں کیا ہے۔

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

نظم "تلماشہ" کا آغاز اسی شعر سے ہوتا ہے۔

تم پریشان نہ ہو باب کرم وا نہ کرو
اور کچھ دیر پکاروں گا چلا جاؤں گا

فیض کی نظم "تنہائی" کی یاد دلاتا ہے۔

پھر کوئی آیا دل زار نہیں کوئی نہیں
راہرو ہوگا کہیں اور چلا جائے گا

نظم "آخری رات" کا یہ شعر۔

چاند ٹوٹا پگھل گئے تارے
قطرہ قطرہ ٹپک رہی رات

فیض کی نظم "زنداں کی ایک شام" کے اسی شعر کی یاد دلاتا ہے۔

شام کے پیچ و خم ستاروں سے
زینہ زینہ اتر رہی ہے رات

موضوع خواہ کوئی بھی کیوں نہ ہو ایک کامیاب شاعر اپنے انتہائی خلوص سے اس میں جان ڈال دیتا ہے۔ کیفی کی شاعری میں اس عنصر کی کمی نہیں ہے۔ اس مجموعے میں شامل تمام نظمیں اس بات کی غماز ہیں خصوصیت سے چند نظموں سے چند بند پیش کیے جاتے ہیں جس کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہے

نظم "دعوت"

کبھی آئے گی کبھی [illegible]
ہم کو رفتار کا آہنگ بدلنا ہوگا

ذہن کے واسطے سانچے تو نہ ڈھلے گی حیات
ذہن کو آپ ہی ہر سانچے میں ڈھلنا ہو گا

نظم "مکان"

ہاتھ ڈھلتے گئے سانچے میں تو تھکتے کیسے؟
نقش کے بعد نئے نقش نکھارے ہم نے
کی دیوار بلند اور بلند اور بلند
بام و در اور ذرہ اور سنوارے ہم نے

نظم "آوارہ سجدے"

راہ میں ٹوٹ گئے پاؤں تو معلوم ہوا
جز میرے اور میرا راہ نما کوئی نہیں
ایک کے بعد خدا ایک چلا آتا تھا
کہہ دیا عقل نے تنگ آ کے خدا کوئی نہیں

نظم "ابنِ مریم"

تم خدا ہو۔
خدا کے بیٹے ہو
یا فقط امن کے پیمبر ہو
یا کسی کا حسین تخیل ہو
جو بھی ہو مجھ کو اچھے لگتے ہو۔
مجھ کو سچے لگتے ہو۔

اسی نظم کا یہ شعر:-

جاؤ ڈیٹ نام کے جنگل
اس کے مصلوب شہر زخمی گاؤں
جن کو انجیل پڑھنے والوں نے

روند ڈالا ہے پھونک ڈالا ہے
جانے کب سے پکارتے ہیں تمھیں
جاؤ ایک بار پھر ہمارے لیے
تم کو چڑھنا پڑے گا سولی پر

اِس مختصر سے مجموعے میں دو چار غزلیں بھی شامل ہیں۔ جن کے یہ اشعار یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

بہار آئے تو میرا سلام کہہ دینا
مجھے تو آج طلب کر لیا ہے صحرا نے

ہے آج زمیں کا غسلِ صحت
جس دل میں ہو جتنا خون لائے

اس کو مذہب کہو یا سیاست کہو
خودکشی کا ہنر تم سکھا تو چلے

جُرم ہے تری گلی سے سر جھکا کر لوٹنا
کفر ہے پتھراؤ سے گھبرانا تیرے شہر میں

وہ تیغ مل گئی جس سے ہوا ہے قتل میرا
کسی کے ہاتھ کا اس پر نشاں نہیں ملتا

نئی نسل کے نقادوں کا ذکر کرتے ہوئے کیفی نے لکھا ہے کہ ان کی نظر میں "میری (یعنی کیفی کی) نظمیں مشاعروں میں بہت مقبول ہوتی ہیں اسی لیے اِن کا گھٹیا ہونا ثابت ہوتا ہے" کیفی کے نقادوں کی اس تنقید سے ہمیں اتفاق نہیں ہے۔ یہ کیفی پر سراسر ظلم ہے۔ کیفی نے اپنے نقادوں کا بھرپور جواب دیا ہے وہ لکھتے ہیں: "جب آپ چپ چاپ لیٹ کر شعر پڑھتے ہیں تو اس کی موسیقی آپ کے دل و دماغ تک پہنچ ہی نہیں پاتی صرف الفاظ ہاتھ آتے ہیں اور صرف الفاظ کا نام ہی شاعری نہیں ہے۔ ہمارا ملک نئے پن کو بڑی مشکل سے قبول کرتا ہے پھر بھی وہ دن دور نہیں جب بازار میں نظموں کی کتابوں کے بجائے شاعروں کے ٹیپ ملا کریں گے۔ اگر میرے سامنے وہ دن آیا تو میں بڑی خوشی سے اس کا استقبال کروں گا۔ اگر شاعروں کا کلام آپ اُن کی آواز میں سنیں تو لطف اندوزی بھی زیادہ ہوں گے۔ کلام کی رُوح تک پہنچنا بھی نسبتاً آسان ہوگا۔"

کیفی کے اِس استدلال سے ہمیں پورا پورا اتفاق ہے ہمیں یقین ہے

کہ شاعری یہ آرزو ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ وہ دن دور نہیں جب بازار میں شاعروں کے ٹیپ بکا کریں گے۔ شاعر کے پڑھنے کا انداز بھی ہماری شاعری کی ایک زبردست قوت ہے۔ اس مد میں ہمارے کئی ایک شاعر آجاتے ہیں جگر، انور صابری۔ کیفی، مخدوم، سردار جعفری۔ بیکل اتساہی، ان لوگوں کے ٹیپ کا جمع کرنا بھی ایک زبردست ادبی خدمت ہوگی۔ ہم انجمن ترقی اردو اور دیگر اداروں سے مودبانہ گذارش کرتے ہیں کہ کیفی صاحب نے جس بات کا اشارہ کیا ہے اس پر دھیان دیں اور اچھا پڑھنے والوں کے ٹیپ لیے جائیں اور ان کی ایک لائبریری قائم کی جائے۔ برسبیل تذکرہ یہ بات آگئی تو ہم نے چاہا کہ اس پر اپنا خیال پیش کر دیں۔

مجموعی طور پر "آوارہ سجدے" کیفی صاحب کے مجموعہ کلام کا بہترین مجموعہ ہے جس کو مکتبہ جامعہ نے بہترین گرد پوش کے ساتھ اپنی دیرینہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے شائع کیا ہے۔ کلام کی افادیت اور کتاب کی حسن کاری کے مقابلے میں قیمت چھ روپے گراں نہیں ہے۔ ہمیں یقین ہے یہ مجموعہ ادبی حلقوں میں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ فیض کے پیش لفظ اور کرشن چندر کے تعارف نے کتاب کی افادیت میں اضافہ کیا ہے اتر پردیش اردو اکاڈمی نے اس کو انعام سے نوازکر اپنی ادب دوستی کا ثبوت پیش کیا ہے

حسرت سہروردی

میری فلمی سرگذشت

مصنف: بلراج ساہنی

ناشر: ہند پاکٹ بکس شاہدرہ دہلی

قیمت: پانچ روپے

۱۹۴۴ء کی بات ہے۔ گویا کسی زمانے کی بات ہے۔ پروفیسر محمد مجیب

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں انگریزی کے استاد نے پڑھاتے پڑھاتے ایک کتاب کا حوالہ دیا۔ ایسا ڈورا ڈنکن کی خود نوشت سوانح حیات۔ "مائی لائف" کے میں نے کلاس سے نکلتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ کتاب "لٹن لائبریری" سے حاصل کی اور دو دن میں پڑھ ڈالی۔ ایسا ڈورا ڈنکن ایک امریکن رقاصہ تھی جس کے پاس چند آئیڈیل تھے اور ان کو لے کر اس عظیم رقاصہ نے زندگی کی بڑی سے بڑی جد و جہد کی۔ اُس نے اپنا تھیٹر قائم کیا اور اس کے لیے کیا کیا جتن کیے۔ ذاتی شکستوں کا سامنا کیا لیکن اپنے آدرشوں کو مرنے نہیں دیا اور شاید جب اس نے اپنے ناظرین یعنی "آڈینس" کو دریافت کیا تو وہ خود ہمیشہ کے لیے ان سے دُور ہو گئی۔ میں نے اس قصۂ پارینہ کو اس زمانہ میں پھر سے پڑھا اور مجھے فخر ہے کہ ایک خوبصورت خود نوشت سوانح حیات پڑھی جو ایک غیر ادیب کی لکھی ہوئی ہے لیکن اس میں ادب کے تمام لوازمات موجود ہیں۔

بلراج ساہنی سے میری پہلی ملاقات ایٹا کی کانفرنس میں ۱۹۴۸ء میں ہوئی تھی۔ بلراج ساہنی، حبیب تنویر، موہن سیگل وغیرہ بمبئی کے نمائندے کے طور پر آئے تھے۔ انھوں نے اپنا مشہور ڈراما "جادو کی کرسی" پیش کیا تھا۔ الٰہ آباد میں دھوم مچ گئی۔ ہر طرف بلراج ساہنی کا ذکر تھا۔ ان کے ساتھ ایک امریکن تھا جس کو دیکھ کر کرشن چندر کا "موبی" یاد آتا تھا۔ اس وقت مجھے بلراج کو ذرا قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ پھر ان سے کئی بار ملاقات ہوئی۔ وہ عوامی تھیٹر کے بڑے اچھے ڈائریکٹر تھے۔ انھیں دھن سوار تھی تھیٹر کی۔ انڈین پیوپلز تھیٹر ان کی بدولت کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔

مجھے پہلی بار انھیں دیکھ کر ایسا ڈورا ڈنکن کا خیال آیا۔ مس ڈنکن مارکسٹ نہیں تھی۔ اس نے ایک مخلص فنکار کی طرح زندگی کی شروعات کی اور اس کی تلاش میں اُس نے فن کے عوامی پہلو کو تلاش کیا۔ بلراج ساہنی مارکسٹ تھے لیکن منزل پر پہنچنے سے پہلے وہ راستے میں کھو گئے۔ دمینتی ساہنی اُن کی بیوی تھیں۔ جنھیں وہ

بیاستے وتو کہتے تھے۔ اگر وہ قبل از وقت نہ مرجاتیں تو شاید بلراج فلمی صنعت میں اپنے وجود کو اس طرح نہ کھودیتے۔ وہ اپنے ذہن میں ایک نئے تھیٹر کا تصور رکھتے تھے۔ لیکن اپٹا جس سیاست کا شکار رہا اس نے ان کو شکست خوردہ کردیا۔ کمیونسٹ تحریک کی انتہا پسندی نے ان کے اعتماد کو چھین لیا۔ وہ بڑے ڈائرکٹر تھے، وہ بڑے اداکار تھے۔ وہ اپنے ایکٹروں میں ان کی فطری صلاحیت کو ابھارتے تھے لیکن ہندوستان میں تھیٹر زبوں حالی کا شکار تھا۔ وہ مجبوراً فلم کی طرف نکل گئے۔ لیکن یہاں راج کپور، دلیپ کمار اور دوسرے اداکاروں کا ڈنکا بج رہا تھا۔ عوام ان کی فلمیں دیکھنا چاہتے تھے۔ بلراج پنجابی زبان کے افسانہ نگار کی حیثیت سے مشہور تھے۔ بی بی سی لندن میں اپنی دھاک بٹھا چکے تھے۔ اپٹا اور کمیونسٹ پارٹی نے سارے ہندوستان میں ایک ترقی پسند فنکار کی حیثیت سے نہ صرف انھیں روشناس کیا بلکہ ان کی بدولت وہ ایک تہذیبی رہنما بھی بن گئے تھے۔ لیکن پیسے حاصل کرنے کے لیے انھیں کیا کیا نہیں کرنا پڑا۔ انھیں ناخن سے کنواں کھودنا پڑا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس عمل میں انھیں اپنی شخصیت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ وہ احساس کمتری کا شکار ہوگئے بونوں کے سامنے قد آور انسان اپنا قد کتنا کم کرے۔ دھرتی کے لال کا بلراج ساہنی — دو بیگھا زمین کا بلراج ساہنی — ہم لوگ اور کابلی والا کا بلراج ساہنی یہ کہتا ہے۔

"یہ کیسی دنیا ہے جہاں انسان کو اپنے کسی بھی فیصلے کا صحیح یا غلط ہونے کا یقین نہیں ہوتا" یا "گنجن" کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "اگر میرا رول دلیپ کمار یا راج کپور سے کرادیا ہوتا تو گنجن ایک یادگار فلم بنتی —" یہ بلراج ساہنی ہالی وڈ کے اداکار کلارک گیبل کی بیوی کی کتاب "ماڈرن ایکٹنگ" سے اداکاری سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ دلیپ کمار کی زلفوں کے انداز کی داد دیتا ہے۔" جہاں مشکل پیش آتی دلیپ کمار کی نقل کرتا۔

وہ کبھی کبھی اِس حقیقت کو دریافت بھی کر لیتے کہ جس کردار کا رول کرنا ہے اداکا
اس میں جتنا بھی مدغم ہو جائے گا اتنا ہی کامیاب ہوگا۔ ارجن نے تیر چلاتے وقت
صرف مچھلی کی آنکھ دیکھی تھی جو اس کا نشانہ تھا۔

بلراج ساہنی نے اپنی سرگزشت میں فلمی صنعت کے حمام کو دیکھا
جس میں سب ننگے نظر آتے ہیں۔ یہاں بڑے بڑے ایکٹر اور چھوٹے چھوٹے
انسان ملتے ہیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

ہلچل کی شوٹنگ میرے رہا ہونے کے بعد بھی جاری رہی۔ کبھی کبھی دوپہر
کے کھانے کے وقت اوجھا، آصف، دلیپ کمار، یعقوب وغیرہ برآمدے
میں کرسیاں ڈال کر بیٹھ جاتے اور ایک ایکسٹرا کو جس کا بدرالدین تھا نقلیں
اتارنے کے لیے کہتے۔ شرابی، جواری اور سڑکوں پر مجمع لگا کر دوا بیاں بیچنے والوں
کی نقلیں وہ بہت اچھی کرتے تھے۔ ایک دن میں نے اپنے اندر کی ساری تلخی اس
کے سامنے نکالتے ہوئے کہا۔ "تمھیں یہاں روز کے کتنے پیسے ملتے ہیں؟"

"پانچ روپے، اس میں سے ایک روپیہ سپلائر لے جاتا ہے۔"

"کیا اِن چار روپوں میں نقلیں اتارنے کے پیسے بھی شامل ہیں؟"

"جی نہیں۔" وہ حیرانی سے میری طرف دیکھنے لگا۔

"تو پھر تمھیں ان کے سامنے بندروں جیسی حرکتیں کرتے ہوئے شرم نہیں
آتی۔؟"

میں جتنے مہینے جیل میں رہا، میرے کسی فلمی یا غیر فلمی دوست نے میرے
خاندان کی کوئی مالی مدد نہیں کی تھی۔ اِس لیے میں اپنی تلخی بدرالدین پر اتار رہا تھا۔

یہی بدرالدین بعد میں جانی واکر کے نام سے مشہور ہوا اور اسے بلراج ساہنی
نے جس طرح کام دلایا، اس میں ایک ڈائرکٹر کے ذہن کی اُپج تھی۔ وہ لکھتے ہیں

میں نے ایک ترکیب سوچی اور بدرو کو سمجھا دی۔ اگلے دن صبح جب چیتن، دیو، گرودت اور میں دفتر میں بیٹھے تبادلۂ خیالات کر رہے تھے کہ ایک شرابی نشے میں چور چپراسی کے روکنے پر بھی اندر گھس آیا اور کلرکوں کو تنگ کرنے لگا۔ پھر وہ سیدھا ہمارے پاس پہنچ گیا اور دیو آنند کو مخاطب کر کے انٹ شنٹ بکنے لگا۔ اس نے ایسا نقشہ باندھا جس کا جواب نہیں تھا ہنستے ہنستے ہم سب کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ ہماری ہنسی ذرا کم ہوتی تو وہ پھر نیا نکتہ چھیڑ کر رونق لگا دیتا۔ آدھا پون گھنٹہ اسی طرح ہو جاتا۔ آخر چیتن کو دفتر کے وقار کا خیال آیا اور ملازمین کو ڈانٹا جو بے تحاشہ ہنسے جا رہے تھے اور اِس شرابی کو زبردستی دفتر سے باہر نکالنے کا حکم دیا۔ اسی وقت میں نے بدرو کو سلام کرنے کے لیے کہا۔ وہ فوراً اٹنشن ہو گیا اور کسی مداری کی طرح سب کو سلام کرنے لگا۔ دیکھنے والوں کی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ کچھ لمحے پہلے جو شخص مدہوش تھا۔ اب مکمل ہوش میں تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ جس شراب کی وجہ سے سینما کے لاکھوں ناظرین بدرالدین کو یاد کرتے ہیں۔ اس نے اپنی عمر میں کبھی اُسے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔"

اس کا اثر یہ ہوا کہ بدرو کو شرابی کا ایک اہم رول ملا اور بقول بلراج جانی واکر کی پتنگ چڑھ گئی۔

بلراج ساہنی نے اپنی آپ بیتی تو لکھی ہے لیکن اس میں انسانوں پر جو کچھ بیتا ہے اس کو قلمبند کیا ہے۔ ادا کار شیام کی موت ہوتی ہے وہ ان کا عزیز دوست ہے لیکن ابھی بلراج کو فلموں میں وہ مقام حاصل نہیں ہوا جہاں سے لوگ اسے رشک کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ شیام کے گھر والوں کے پاس پہنچا تو ان لوگوں نے منہ پھیر لیا۔ بقول بلراج فلمی لوگ جلتی شمع کے پروانے ہوتے ہیں، یہ چیز میں نے دلہن کے مرنے کے بعد محسوس کی تھی۔ لیکن اپنے سگے سمبندھی بھی ایسا سلوک کر سکتے ہیں یہ سبق مجھے اس دن مل گیا۔ مجھے ایسا لگا جیسے اس خاندان

کے لوگوں کی ایک آنکھ آنسو بہا رہی تھی اور دوسری اس ماتم میں شریک ہونے والے فلم اسٹاروں کی حاضری لگا رہی تھی۔"

فلمی صنعت ستاروں کی صنعت ہے۔ چمکتے ہوئے ستاروں کی۔ جہاں لڑکیوں کا گروہ بلراج ساہنی سے آٹو گراف لینے آتا ہے۔ وہ بڑے اشتیاق سے قلم نکالتے ہیں اچانک لڑکیوں کی نظر راج کپور پر پڑتی ہے اور وہ آٹو گراف بک بلراج ساہنی کے ہاتھ سے چھین کر راج کپور کی طرف دوڑ پڑتی ہیں۔

بلراج ساہنی نے اپنی سرگزشت میں کتنے فلیش بیک دکھائے ہیں، جہاں انھوں نے ماضی میں ان گنت چھلانگیں لگائی ہیں۔ انھوں نے اپنے اصلی چہرے پر کتنے نقلی چہرے لگائے ہیں کہ ان میں ہر ایک میں اصل کا گمان ہوتا ہے۔ ان کے ہر کردار میں انسان دوستی کی چھاپ ہے۔ یہ کتاب اس لیے اہم ہے کہ انھوں نے اپنے آئینے میں کتنی بہت سی شکلیں دکھائی ہیں۔ انھوں نے اپنے زخموں میں دوسروں کی تڑپ محسوس کی ہے۔ جب وہ اپنے معصوم بچوں کے اندر دنیاوی سمجھ دیکھتے ہیں تو تڑپ اٹھتے ہیں۔ جب ان کا بیٹا گھر کے افلاس کو دیکھتے ہوئے چھوٹی بہن سے کہتا ہے "کتنی فضول چیز ہیں پٹاخے! لوگ یوں ہی پیسہ برباد کرتے ہیں" تو وہ تڑپ جاتے ہیں اور دوست سے پچاس روپے قرض لے کر دیوالی کے دن بچوں کو مٹھائی بھی کھلاتے ہیں اور پٹاخے بھی لا کر دیتے ہیں۔

اس سوانح حیات میں قہقہے اتنے نہیں جتنے آنسو ہیں لیکن ان ہی آنسوؤں میں بلراج ساہنی کی شخصیت اجاگر ہوئی ہے۔

یہ خود نوشت سوانح حیات اس لائق ہے کہ شوق سے پڑھی جائے۔ کیونکہ یہ ایک فنکار کی زندگی نہیں، بلکہ اس کی شکست کی آواز ہے۔

اطہر پرویز

سماجی تبدیلیاں

ازمنہ وسطیٰ کے ہندوستان میں

مصنف: پروفیسر رام شرن شرما

ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

قیمت: دو روپے

پروفیسر رام شرن شرما کی کتاب — سماجی تبدیلیاں - ازمنہ وسطیٰ کے ہندوستان میں، پروفیسر دیوراج چنانا میموریل خطبات کی پہلی کڑی ہے۔ موصوف نے ایک ایسے مضمون پر یہ کتاب لکھی ہے جسے تاریخ اور عمرانیات دونوں ہی مضامین کے حضرات شوق سے پڑھیں گے۔ خطبے کے پہلے حصے میں پروفیسر شرما نے عہد وسطیٰ کے اوائل میں عطیات اور جاگیروں کی تقسیم کے بارے میں بتایا ہے اور اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ نئے طبقے اسی تقسیم کی بنا پر وجود میں آئے۔ انھوں نے عصری کتابوں کے حوالے سے یہ بتایا ہے کہ جاگیروں اور عطیات کی تقسیم میں چہار طبقاتی نظام کا بہت خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ خطبات بھی اس تقسیم سے مبرا تھے۔ ٹھاکر، راوت اور نائک کے خطابات صرف چھتریوں اور راجپوتوں ہی کو نہ دیئے جاتے بلکہ دوسری ذاتوں کے لوگ بھی ٹھاکر، راوت وغیرہ کہلاتے تھے۔

پروفیسر شرما نے کائستھوں کے عروج اور برہمن کائستھ اختلافات کے تاریخی منظر پر بڑے صاف ستھرے انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ کائستھ اس دور کے شروع میں اس وجہ سے مشہور ہوئے کہ وہ اراضیات کا ریکارڈ رکھا کرتے۔ اراضیات مندروں اور پجاریوں کی بھی ہوتی تھیں جو اکثر برہمن ہوتے تھے۔ اور چونکہ یہ اراضیات منتقل بھی ہوتی رہتی تھیں اس لیے ان کا ریکارڈ رکھنے والا خاص اہمیت کا حامل ہوتا تھا۔ اس پیشے پر کائستھوں کے قبضے کی وجہ سے وہ لوگ بھی کائستھ کہلانے لگے جو کائستھ نہ تھے۔ برہمنوں نے طبقاتی نظام میں کائستھوں کا درجہ متعین کرتے وقت انھیں شودروں اور دو دفعہ پیدا ہونے والوں کے خانے میں رکھا کیونکہ دھرم شاستر اس بارے میں بڑے مبہم تھے۔

عہد وسطیٰ کے اوائل میں ہی جاتوں میں بڑا اضافہ ہوا چھتریوں برہمنوں، شودروں اور ویشوں کی بہتری جاتیں بن گئیں۔ آخرالذکر دو جاتوں کے باہمی اختلاط کی وجہ سے بھی بہت سی جاتیں بن گئیں۔ اس سلسلے میں موصوف نے عصری کتابوں کے بہت سے حوالے دیے ہیں۔

بحیثیت مجموعی یہ کتاب بڑی دلچسپ ہے اور عہد وسطیٰ کے شروع کے زمانے کے سماج پر بڑی معلومات فراہم کرتی ہے۔ کتاب کا اردو ترجمہ بہت صاف ستھرا ہے۔

مسرور ہاشمی

مغلیہ ہندوستان میں زرعی تعلقات

مصنف: سید نورالحسن
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
قیمت: چار روپے

پروفیسر سید نورالحسن صاحب کی انگریزی تقریر بہ عنوان "مغلیہ ہندوستان میں زرعی تعلقات"، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے پروگرام کے تحت پٹنہ یونیورسٹی میں دی گئی تھی۔ مکتبہ جامعہ نے اس کا اردو ترجمہ چھاپا ہے۔ پوری تقریر تین حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصّے میں مسائل، ماخذ اور طریقۂ مطالعہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے حصّے میں زرعی معیشت کی تنظیم بیان کی گئی ہے اور تیسرے حصّے میں زمیندار طبقے اور ریاست کا جائزہ لیا گیا ہے۔ موصوف کی یہ بات بڑی قابلِ غور ہے کہ زرعی تعلقات کا کوئی بھی مطالعہ اس وقت تک مکمل نہ ہوگا جب تک ان کے ساتھ ساتھ دیہی صنعتوں کے بارے میں چھان بین نہ کی جائے۔ ان کے نزدیک اس میدان میں تحقیق کی بڑی گنجائش ہے۔ لیکن یہ کام مشکل بھی ہے۔ کیوں کہ

اوّل تو معاصرین نے ان تعلقات پر بہت زیادہ روشنی نہیں ڈالی ہے اور جو کچھ لکھا ہے وہ ذاتی مشاہدات پر مبنی ہے، اعداد تجزیے پر نہیں - پروفیسر نورالحسن کا یہ خیال بہت صحیح ہے کہ زرعی تعلقات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اعدادی تجزیہ کا سہارا لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ تجزیے کے نتائج معاصرین کے مشاہدات سے کس قدر میل کھاتے ہیں۔ اس کام میں جن ماخذوں سے مدد لی جا سکتی ہے ان میں ارسٹہ، کھتونی، پٹے، مچلکے اور قبولیت کا نام لیا جا سکتا ہے۔

تقریر کا دوسرا حصہ جس کا عنوان زرعی معیشت کی تنظیم ہے خاصہ دلچسپ ہے۔ اس میں مختصراً یہ بتایا گیا ہے کہ مغلیہ ریاست کی برابر یہ کوشش رہی ہے کہ زراعت کی ترقی ہو۔ چنانچہ جو شخص غیر مزارعہ زمینوں کو زیر کاشت لاتا تھا اسے زمین کا مالک سمجھا جاتا۔ انڈیا آفس کے کاغذات کی بنا پر موصوف نے زمین کے مالکان کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ کی تشریح کی ہے۔ جیسے خوت دار، تعلقدار، زمیندار وغیرہ۔ ایسے الفاظ کی بھی تشریح کی ہے جیسے رعایا اور مزارع۔ موصوف نے چند ایسی باتوں کی طرف اشارہ کیا جو محتاج تحقیق ہیں مثلاً یہ کہ جب زمین پر آبادکاری کا دباؤ بہت کم تھا اور جب ریاست توسیع زراعت کی مستقل کوشش کر رہی تھی تو دستکاریوں کا فروغ اور شہری آبادی میں اضافے کا سبب کیا تھا۔ آبادی کا گاؤں سے شہر کی طرف منتقل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ریاست کی زرعی پالیسی میں کہیں نہ کہیں کوئی کمی تھی۔

تقریر کے تیسرے اور آخری حصے میں موصوف نے تبدیلی پذیر طبقے اور ریاست کے تعلقات کا جائزہ لیا ہے۔ انھوں نے زمیندار کے حقوق کی وضاحت کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ "مقدم"، "چودھری"، "خوطہ"، "قانون گو" اور "پٹے دار" کے کیا فرائض تھے۔ مغلیہ حکومت میں درمیانی حق دار اور اہم سیاسی انتظامی اور معاشی کردار ادا کرتے تھے۔ سارا ملک درمیانی حق والے زمینداروں

کے تحت تھا۔ اس میدان میں بھی خاصہ کام کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً "دیش مکھ" "دیسائی" اور "دیش پانڈے" درمیانی حق داروں کے خطاب ہیں۔ ان کی مکمل فہرست ابھی تک مکمل نہیں ہو سکی ہے۔

آخر میں موصوف نے مغلیہ عہد کے زرعی نظام کے اندرونی تضادوں کا ذکر کرتے ہوئے ذرا محتاط لفظوں میں یہ بتایا ہے کہ اس نظام میں تو یہ صلاحیت موجود تھی کہ اس کا احیاء ہو سکے لیکن جس صورت میں یہ نظام قائم تھا اس کو درہم برہم کرنے کے لیے خارجی حملے یا دباؤ کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ یہ خود ہی زوال کی طرف مائل تھا۔ تقریر کا اردو ترجمہ بعض جگہوں پر بہت صاف نہیں ہے بعض الفاظ کے ترجمے غلط بھی ہیں۔ مثلاً ماخذ کی جمع مواخذ لکھی گئی ہے۔

مسرور ہاشمی

سوامی رام تیرتھ

مصنف: مسٹر ڈی آر سود

مترجم: مسٹر مخمور جالندھری

شائع کردہ: نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا۔ نئی دہلی ۲۵

قیمت: آٹھ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵، دہلی ۶، بمبئی ۳

گورنمنٹ کے نیشنل بک ٹرسٹ نے قومی سوانح حیات کا جو سلسلۂ کتب جاری کر رکھا ہے وہ اپنے مقصد اور کارگزاری کے لحاظ سے صحیح معنوں میں اشاعت علم اور قومی تعمیر اخلاق و کردار بہترین خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس سلسلہ کی جو کتابیں اب تک میری نظر سے گذری ہیں ان کے مضامین اور انداز تحریر سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مختلف حیثیتوں اور پہلوؤں سے مختلف ہستیوں نے اپنے اپنے رنگ اور وقت میں ملک و قوم کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ بہرحال گذشتہ سے قطع نظر موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لیے بھی اچھا ذخیرۂ معلومات ہے اور ان کو پڑھنے والا اپنی قابلیت اور اہلیت کے مطابق ان سے بہرہ اندوز ہو کر

اپنے لیے مناسب و موزوں راہ بے تکلف اختیار کر کے اپنی ذات ہی نہیں ملک و قوم کے لیے بھی کچھ کر کے دکھا سکتا ہے۔

سوامی رام تیرتھ ذات کے گوسائیں برہمن تھے اور اُن کے اجداد قدیم سرحد کے علاقہ سوات سے ترکِ وطن کر کے دَرالی والا نام کے گاؤں میں جو پنجاب کے ضلع گوجرانوالا (موجودہ پاکستان) میں واقع ہے آن بسے تھے۔ سوامی جی کا جنم ۱۸۷۳ء یا ۱۸۷۴ء میں ہوا۔ ماں باپ غریب تھے، ابتدائی تعلیم پرائمری تک گاؤں ہی میں ہوئی۔ اردو فارسی کا ذوق بڑھا۔ پانچ سال کا کورس تین سال میں پورا کر لیا۔ سعدی کا کلام گویا ان کو ازبر تھا۔ مذہبی کتھاؤں کے سننے کے شوقین تھے۔ گوجرانوالا کے مشن سکول سے میٹرک پاس کیا۔ گوجرانوالا ہی میں ایک ان پڑھ ٹھٹھیرے سے ربط ضبط بڑھا۔ جو دھرم کرم اور صاف ستھری زندگی کے کارن بھگت دھنا مل کے نام سے مشہور تھا۔ اُن بھگت جی سے سوامی جی کا تعلق آخر تک رہا۔ اور آپ کی خط و کتابت بھی انہی بھگت جی سے رہی اگرچہ باہم اختلافات اور ملاپ بھی ہوتے رہے۔ میٹرک پاس کر کے لاہور آئے، مقصد تعلیم تھا۔ فورمین کرسچن کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ محنتی تھے، باادب تھے۔ پڑھنے کی لگن تھی، مطالعہ وسیع تھا۔ حتیٰ کہ کثرتِ مطالعہ سے نظر کمزور ہو گئی۔ افلاس کی وجہ سے خوراک و مکان کی تکلیفیں سدِّ راہ ہوئیں۔ مگر نوجوان رام تیرتھ دُھن کے پکے تھے۔ ان کی طالب علمانہ خوبیوں نے دُور و نزدیک خویش و اقارب اور کالج کے استادوں کو ان کا گرویدہ بنا دیا۔ کہیں سے کھانے پینے کا پربندھ ہوا کہیں سے جیب خرچ ملا اور کچھ کالج نے فیس معاف کر دی اور کچھ تعلیمی انعام ملے۔ تیرتھ رام جو بعد میں سوامی تیرتھ رام کے نام سے مشہور ہوئے۔ پیسہ پاس نہ رکھتے تھے۔ نہ اپنی جان پر خرچ کرتے تھے۔ نئی نئی کتابوں کا شوق ضرور تھا وہ ضرور خریدتے باقی جو بچتا وہ گھر والوں کو بھیج دیتے۔ گھر میں والدین کے سوا بیوی بھی تھی۔ کیونکہ بچپن میں ان کی شادی کر دی گئی تھی۔ کالج کے زمانے میں دو مضمونوں سے رغبت زیادہ

ہوگئی۔ ریاضی اور سنسکرت، اور ان دونوں میں کمال حاصل کیا۔ گریجویٹ ہوکر دو برس میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔ اے کیا۔ پھر مدرسی کی۔ کالج کی پروفیسری کی جہاں طلبا اور ساتھی آپ کے کردار کے مداح رہے۔ ویدانت کی طرف جھکاؤ تو پہلے ہی سے تھا پھر اور بڑھنے لگا۔ ادائے فرض کے بعد وقت دھارمک سبھاؤں میں لیکچر سننے اور لیکچر دینے میں کٹنے لگا۔ بچوں کے باپ ہوئے مگر دھیان فقیری کی طرف تھا جو بڑھتا اور گھر والوں کی طرف سے ہٹتا گیا۔ غور و فکر تھا۔ تنہائی تھی، دریا کا کنارہ تھا، گیتا کا مطالعہ تھا۔ بھگتی مارگ کا زور تھا۔ ویدانت آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ شری رام اور کرشن کے ناموں سے عشق تھا۔ ان کا نام آیا اور ان پر گریہ طاری ہوا۔ "اوم" کے ناد یا نعرۂ حق سے ان کی عجیب حالت ہوجاتی تھی۔ پنجابی۔ اردو۔ فارسی۔ سنسکرت اور انگریزی زبانوں پر عبور تھا۔ جب لیکچر دیتے تو ان زبانوں کے اشعار اور اقوال سے اپنی بات کو مزین اور مدلل کرکے سننے والے کے دل میں اتار دیتے۔ آخر وہ وقت آیا کہ نوکری چھوڑ دی اور فقیرانہ بھگوا لباس اختیار کر لیا۔ پہلے ہندوستان کے مذہبی مقامات کی سیر کی، خصوصاً متھرا وغیرہ کی۔ پھر کلکتہ سے ہوتے ہوئے جاپان گئے یورپ گئے۔ امریکہ گئے۔ وہاں کے لوگوں میں آپ کے علم و فلسفہ اور اخلاق کا اثر ہوا۔ سوامی جی کے دوست اور مداح اپنے ملک کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی پیدا ہوگئے مگر آپ نے کوئی الگ سوسائٹی نہیں بنائی، امریکہ سے واپسی کے وقت مصر میں کچھ عرصے قیام کیا اور مسلم حاضرین کے سامنے ایک مسجد میں سائنس کی زبان میں تقریر کی (صفحہ ۳۴) ہندوستان میں آکر آباد ہوئے۔ بے فکر ہوکر پہاڑوں کی طرف بڑھے اور پہاڑوں کے قدرتی نظارے انھیں اپنی طرف بلانے لگے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں ان کی سیرگاہیں اور وہاں کی کھوہیں ان کا مسکن بن گئیں صحت خراب رہنے لگی۔ خوراک کا کوئی خاص بندوبست نہ تھا۔ بس دم تھے قدرت کے نظارے ــــ تنہائی تھی اور چرند پرند کی ہمسائیگی۔ گویا غالب کے

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو　　ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے　　کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار　　اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

زندگی کا یہ رنگ تھا۔ یہی ندیوں میں نہایا کرتے تھے۔ ایک دن ندی میں تیرتے تیرتے دور نکل گئے۔ شاید سانس اکھڑا یا پاؤں پھسلا۔ سنبھلنا چاہا سنبھل نہ سکے اور پانی بہا کر دور لے گیا۔ یہ حادثہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو پیش آیا۔ سات دن بعد آپ کی تیرتی ہوئی لاش ملی، اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی۔ ان کے اشعار، تحریروں اور لیکچروں کو ان کے مداحوں نے جمع کیا اور کئی جلدوں میں شائع کر دیا۔ اپنے زمانے میں مقبول انسان تھے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ان پر ایک خوبصورت نظم لکھی تھی جو بانگ درا میں موجود ہے۔ ان کے آخری دنوں کا واقعہ ہے کہ ان کے ایک شاگرد پورن سنگھ نے جب شادی کی تو سوامی جی نے خوشی ظاہر کی اور اپنی بیوی کے معصوم چہرے کو یاد کیا۔ آخری دنوں میں سوامی جی اداس بھی رہتے تھے۔ (صفحہ ۱۷۹) کچھ ایسا ہی احوال آخری دنوں میں سوامی وویکانند کا بھی بیماری کی وجہ سے ہوا تھا۔ قدرت کے ذرہ ذرہ میں ان کو خدا کا جلوہ نظر آتا تھا اور تمام مذاہب آسمانی میں صداقت کی کرن ان کو دکھائی دیتی تھی۔ اور ان کی نظر میں انسانوں کی طبقاتی تقسیم اور اس کے متعلق چھوٹے بڑے سے جدا جدا صحیح نہ تھے۔

مہر محمد خان شہاب مالیرکوٹلوی

گاندھی جی کی انمول باتیں

از : محمود احمد ہنر
پتہ : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
قیمت : تین روپے

دنیا کے عظیم المرتبت رہنماؤں کے نقش قدم ہمیشہ آنے والی نسلوں کے لیے نشان راہ بنتے رہے ہیں اور ان کے قول و عمل کی روشنی میں ملک و قوم کا مستقبل

ستو دنا سیا ہے۔

گاندھی جی کی شخصیت بھی ایسی ہی عظیم اور قد آور ہے کہ ان کے ہر فعل ہر عمل دصرف ذہن وکردار میں بلندی و وسعت پیدا کرتا ہے بلکہ دلوں میں اپنا محبت، شجاعت، اصول پرستی اور سچائی کا بھی وہ جذبہ پیدا کرتا ہے جس سے انسان اپنے دور کا ایک تاریخ ساز انسان بن سکتا ہے۔

محمود احمد ہنر کو ملک کے اس عظیم رہنما کی قربت کا فخر حاصل ہو چکا ہے۔ (نو) نواکھالی اور بہار کے تاریخی دور میں اُن کے ساتھ رہے ہیں اور انھوں نے گاندھی جی سے جو فیض حاصل کیا تھا اسے صرف اپنے تک محدود نہیں رکھنا چاہتے اس لیے انھوں نے گاندھی جی کی زندگی سے متعلق چھوٹے چھوٹے واقعات کو نہایت ہی دلچسپ انداز میں ترتیب دے کر "گاندھی جی کی انمول باتیں" کے عنوان سے ایک کتاب پیش کی ہے۔

اس کتاب میں جتنے بھی واقعات درج ہیں اُن سے گاندھی جی کی اصول پرستی، سچائی، محبت، دیانتداری اور جذبہ وطنیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ نئی نسلوں کے لیے یہ کتاب بے حد مفید اور سبق آموز ہے۔

بچوں کے علاوہ یہ کتاب بڑوں کی ذہنیت و تربیت کے لیے بھی اپنے اندر کافی ذخیرہ رکھتی ہے۔ آج کے اس انتشاری دور میں محمود احمد ہنر نے گاندھی جی کی انمول باتیں پیش کر کے ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔

شکیل جمالی

مظہر امام
ایک تعارف

مرتبہ: مناظر عاشق ہرگانوی
ناشر: آدرش بک ہاؤس، پٹنہ
قیمت:

"شہرت انسان کا آخری ضعف ہے" کے مصداق زیرِ نظر کتاب مظہر امام کے سوانحی خاکہ پر کم لیکن شاعرِ موصوف کو موصول ہونے والے توصیفی خطوط کے اقتباس

پہنیا دہ مشتمل ہے۔ مظہر امام کے دو شعری مجموعوں 'زخم تمنا' اور رشتہ گونگے سفر کا پر ملک کے ممتاز ادیبوں اور شاعروں نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے جسے مرتب نے خدا معلوم اپنی یا کسی اور کی ایما پر اشاعت کے وسیلے سے قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ جن ادیبوں اور شاعروں نے مظہر امام 'سچی شاعری' پر اظہار تاثر کیا ہے ان میں آل احمد سرور، شمس الرحمن فاروقی، کرشن چندر، جمیل مظہری، قمر رئیس، گوپی چند نارنگ، راجندر سنگھ بیدی، سجاد ظہیر، فراق گورکھپوری، احتشام حسین، اعجاز حسین، نیاز فتحپوری، خلیل الرحمن اعظمی، محمد حسن، وزیر آغا، سلام مچھلی شہری، جگن ناتھ آزاد، شاذ تمکنت، شکیل الرحمن، رشید احمد صدیقی، آنند نرائن ملا، اثر لکھنوی اور غلام ربانی تاباں قابل ذکر ہیں۔

مظہر امام کے کلام میں عصری مسائل اور نئی حسیت کا وجدان ملتا ہے۔ ان کی شاعری میں 'جدیدیت' اور ترقی پسندیت کا امتزاج بڑی جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود ہے۔ ان کی اعلا شعری تخلیقات میں ذاتی کرب بھی ہے اور سماجی دردمندی کا احساس بھی۔ بقول نارنگ صاحب: مظہر امام کی شاعری کا رخ نئے تقاضوں کی طرف ہے۔ لیکن فنی سطح پر انھوں نے روایت سے اپنا رشتہ نہیں توڑا۔ اس سے ان کے اسلوب و اظہار میں ایک خوش آہنگ روانی اور بے تکلفی آگئی ہے۔

سید نظر برنی

بیاضِ مریم

شاعر: سکندر علی وجد
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵
قیمت: بارہ روپے

بیاضِ مریم سکندر علی وجد کا چوتھا مجموعہ ہے اس میں پچھلے دس برس کے غیر مطبوعہ کلام کے علاوہ ۱۹۵۲ء سے پہلے کا غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے۔ اس حیثیت سے گویا یہ ان کی شاعری کا بہترین انتخاب ہے۔ مولوی عبدالحق نے اپنے قیام دکن کے دوران جن نوجوانوں کی ادبی صلاحیتوں کو نکھارا تھا۔ ان میں سو تا کے

شیخ چاند اور سلطانہ وجد سر فہرست ہیں۔ شیخ چاند اب زندہ نہیں ہیں لیکن وجد صاحب آج بھی شعر و ادب کی خدمت اسی لگن کے ساتھ کرتے آرہے ہیں جس لگن کے ساتھ انھوں نے کام کا آغاز کیا تھا

وجد صاحب کی شاعری ہمیشہ زندہ رہنے والی شاعری ہے۔ اور ہر دور میں لوگ اس کی چاشنی سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے میں نے یہ دعوی اس بنا پر کیا ہے کہ وجد صاحب کہیں بھی خود کو فلسفی یا مفکر کی حیثیت سے نہیں پیش کرتے ان لبادوں کو انھوں نے اوڑھنا پسند نہیں کیا۔ ان کی شاعری میں ذہنی واردات کم اور قلبی واردات زیادہ ہیں۔ دراصل زندہ شاعری وہی ہے جس میں انسانی جذبہ بغیر کسی سہارے کے پڑھنے والے کے سامنے بے نقاب ہو جائے۔ وجد صاحب کی شاعری اس کی بہترین مثال ہے۔ قاری یوں محسوس کرتا ہے کہ بات دل سے نکلی ہے اور دل پر اثر کرتی ہے۔ میں وجد صاحب کو مومن اور حسرت موہانی کے قبیلے کا شاعر مانتا ہوں۔ حسن و عشق کی واردات کا اظہار جس زمانے میں جرم سمجھا جاتا تھا۔ مومن نے بڑی بے باکی سے اس تصور کی مخالفت کی اور عاشقی کو جو کہ آسمانی چیز سمجھی جاتی تھی زمین پر لے آئے تاکہ زمین کے باسی جن کی یہ میراث ہے۔ اپنی میراث کو اپنالیں اور اپنانے میں جھجک محسوس نہ کریں۔ مومن کی جرأت نے کئی ایک لکھنے والوں کی ہمت بڑھائی۔ جن احباب نے اس سلسلے میں تخریبی دخل اندازی بھی کی ہے۔ جن میں داغ کا نام لیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ سلسلہ جو کہ افادیت کا حامل تھا یہ ہزار دقت آگے بڑھتا رہا۔ حسرت موہانی نے اس کو بڑے جتن کے ساتھ اپنایا اور ایک نئی توانائی بخشی۔ وجد نے اس کو بڑے چاؤ سے اپنایا۔ نظم ہو یا غزل وجد کی شوخی کہیں نہ کہیں سے اپنا سر نکال کر باہر کی طرف دیکھ ہی لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تغزل ان کے لفظ لفظ سے نمایاں ہے۔

حسن و عشق میں گم ہو جانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شاعر اپنے ماحول سے بے خبر ہے۔ ہر کامیاب شاعر کی طرح وجد نے بھی اپنے ماحول کی بے چینی کو محسوس

گیا ہے۔ اور ماحول کے کرب کو اپنے مخصوص انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے شاعر نے خود کہا ہے کہ

وہی در اصل غزل ہے جس میں تیغ و پازیب کی جھنکار ملے

اس میں شک نہیں کہ جس دیانت داری کے ساتھ شاعر نے تیغ و پازیب کی جھنکار کا ذکر کیا ہے اس کو آخر تک نبھایا ضرور ہے۔ بیجا ترقی پسندی کے زعم میں احباب نے غزل کو بدنام کرنے کی کیا کیا کوشش نہیں کیں ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ غزل اب ختم ہو کر رہے گی۔ گویا ایسا کرنے سے اردو شاعری کو ایک توانائی مل جائے گی۔ دعوا کرنے والوں نے خود ہی دیکھ لیا کہ ان کا یہ دعوا ان کی خام خیالی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ بہت جلد انھیں لوگوں کو غزل کی جانب لوٹنا پڑا۔ ایسے غیر متوازن دور میں بھی جن شاعروں نے غزل کو اردو شاعری کی آبرو سمجھا۔ ان میں فراق، فیض، غلام ربانی تاباں، مجاز، جذبی، مجروح اور وحید سرفہرست ہیں۔ ان شاعروں نے غزل کو ایک نیا موڑ دیا اور ایک نئی توانائی عطا کی۔ غالب نے تنگ نائے غزل کا جو رونا رویا تھا۔ اس کو غلط ثابت کر دکھایا اور غزل کو وسعت دار محدودیت عطا کی۔ حسن و عشق کی واردات کے ساتھ ساتھ وحید کی غزلوں میں زندگی کی کشمکش اپنے پورے لوازمات کے ساتھ مل جاتی ہے۔ چند ایک شعر یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

ہاں اسی دَور میں پینے کا مزا ہے یارو
بڑھ گئی تلخیٔ مے تلخیٔ ایام کے ساتھ

کارواں لوٹ سے کوئی نہ بچا
راہ زن راہ نما ہو جیسے

یہ زمانہ عجیب زمانہ ہے کوہکن کر رہا ہے شیشہ گری

ایک ہی منزل تھی لیکن راستے میں دور تک
شہر ان کے ساتھ میرے ساتھ ویرانے گئے

چہرہ پہ گردِ عمرِ گریزاں لیے ہوئے   پھرتا ہوں حسرتوں کا بیاباں لیے ہوئے

بیاضِ مریم میں غزلوں کے علاوہ مختلف موضوعات پر مختصر نظمیں بھی شامل ہیں۔ شاعر جہاں مہاتما گاندھی اور اندرا گاندھی کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتا ہے وہاں بھیونڈی میں ہونے والے مظالم کی بھی نقاب کشائی کرتا ہے۔ جہاں مقبول فدا حسین، پروین سلطانہ، اور امیر خاں کے فن پر قلم اٹھاتا ہے، وہاں میرلین منرو پر بھی خامہ فرسائی کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہر موضوع کے ساتھ شاعر کے قلم نے پورا پورا انصاف کیا ہے

جیسا کے ہم اوپر کہہ آئے ہیں کہ وجد بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اس مجموعے میں شامل غزلوں کے یہ اشعار کبھی فراموش نہیں کیے جائیں گے۔ خلوص کی جو شدّت ان اشعار میں ملتی ہے اس کی تابانی ہمیشہ دلوں کو روشنی بخشتی رہے گی۔

درد و غم کے جادے پر عمر کا سفر تنہا   ہر قدم پہ ہنگامہ آدمی مگر تنہا
پاس کچھ بھی نہ تھا دیدۂ پرنم کے سوا   اب کوئی کام نہیں دل کو ترے غم کے سوا
پیچ و خم رہگزرِ عمر کے آساں گزرے   سہل ہر خم تھا خمِ گیسوئے برہم کے سوا
مسلسل رواں وقت کا قافلہ ہے   کوئی آ رہا ہے کوئی جا رہا ہے
روز ملتی ہے مہکتے ہوئے پھولوں کو سزا   روز گلشن کی زمیں خون سے تر ہوتی ہے
ہمہ تن چشم و گوش رہتا ہوں   جانے کس وقت کیا پیام آئے
اس نے جب مسکرا کے دیکھ لیا   تمکنت رہ گئی دھری کی دھری

ذیل کے اشعار سہلِ ممتنع کی بہترین مثالیں ہیں۔ جو کبھی بھلائے نہیں جا سکتے۔

قیدِ الفت سے بھاگنے والو   یہ اسیری نہیں رہائی ہے
کل تلک جسے تری جستجو تھی   آج اس کو خود اپنی جستجو ہے
ایسے روٹھے روٹھنے والے   روٹھ گیا سمجھانے والا

جب کوئی دورِ مصیبت آیا ہم ترا نام ہی یاد کیں سرِ دار سے
شہر میں ظلم کے آثار ملے آدمی نقش بر دیوار ملے
جو رو رو کے یار رونے سحر کی کہانی مختصر تھی سنگ و سر کی
عبادت گر محبت ہے تو زاہد عبادت ہم نے کی اور رات بھر کی
نوجوانی کے تیز دھارے پر عقل کی ناؤ چل نہیں سکتی
آدمی برے ہوں یا اچھے آدمی کیا جو ہوں بُرے نہ بھلے

یہ مجموعہ منفرد اسی لیے ہے کہ اس کو بین الاقوامی شہرت کے حامل فنکار مقبول فدا حسین نے اپنی تصویروں سے مزین کیا ہے۔ جن کی خدمت میں شاعر نے یوں اپنا خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

زندگی کی نقالی ایک شغلِ طفلاں ہے
زندگی کی تبدیلی صرف کارِ مرداں ہے

اس کے علاوہ پورا مجموعہ شاعر کے تحریری عکس کا آئینہ دار ہے۔ جو کہ اردو میں پہلا اور کامیاب تجربہ ہے۔ پوری کتاب نفاست کی بہترین مثال ہے۔ جس کے لیے مکتبہ جامعہ قابلِ صد مبارک باد ہے۔ نفیس کاغذ اور حسین گرد پوش رکھنے والا یہ مجموعہ مکتبہ جامعہ سے بارہ روپے میں خریدا جا سکتا ہے جو کہ اس کی افادیت کے مقابلے میں گراں نہیں ہے۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اتر پردیش اردو اکاڈمی نے اس کتاب پر مصنف کو انعام سے نواز کر اپنی ادب دوستی کا ثبوت پیش کیا ہے۔

پروفیسر حسرت سہروردی

حامد اللہ افسر
حیات اور کارنامے

مصنفہ: اختر یزداں محسن
ملنے کا پتہ: اردو مطلع پبلیکیشنز ۳۸/۳ ڈاکٹر موتی لال بوس روڈ۔ لکھنؤ
قیمت: آٹھ روپے

حامد اللہ افسر مطلع ادب پر نصف صدی سے زائد چھائے رہے۔ ان کا

تعلق اس نسل سے تھا جس نے براہ راست سرسید تحریک سے فکر کے چراغ روشن کیے تھے۔ افسر صاحب نے نظم و نثر میں ہمارے ادب کے دامن کو مالا مال کیا۔

حامد اللہ افسر میرٹھی کی اہمیت ہمارے ادب میں کئی اعتبار سے ہے۔ ایک طرف وہ ہماری تنقید کے ابتدائی معماروں میں سے ہیں تو دوسری جانب حالی اسکول کی نثر کو آگے بڑھانے اور اس کا سکہ مستحکم کرنے میں ان کا نمایاں ہاتھ ہے۔ بچوں کے ادب اور آزاد و جدید نظم کے بانیوں میں ان کا تعلق اس نسل سے ہے جو بلا شبہ باغی تھی اور جس نے قصر ادب کی بنیادیں استوار کی تھیں۔ اور ان پر اس کے فلک نما کے پرشکوہ ستون ایستادہ کیے تھے۔

نظم کے میدان میں افسر مرحوم نے آزاد اور حالی کی روایت کو بہت آگے بڑھایا۔ ہمارے ادب میں ننھے منے بچوں کی نظموں کا قحط ہے یہ سرمایہ نہ ہونے کے برابر ہے بچوں کے ناموں سے چھپنے والی لوریاں تک بڑوں کے لیے ہوتی ہیں۔ اس میدان میں سب سے سربلند افسر صاحب نظر آتے ہیں۔ ان کی اس کوچہ میں وہی حیثیت ہے جو میر انیس کی مرثیہ میں یا سودا کے قصیدے میں۔

نظم کے جتنے تجربے افسر صاحب کے یہاں ملتے ہیں ان کے معاصرین کے یہاں نظر نہیں آتے۔ اختر یزداں صاحب نے افسر صاحب پر تحقیقی مقالے میں جہاں ان کے حالات اور ذہنی ارتقا کی گہری چھان بین کی ہے وہاں ادب کو ان کی دین کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اس کے کتاب اور ان کی تحقیق کے بارے میں ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی جن کی نگرانی میں یہ مقالہ تیار ہوا تھا۔ کی یہ رائے خاصی اہمیت رکھتی ہے۔

"عزیزی اختر یزداں محسن صاحب نے یہ بڑا مفید اور قابل قدر کام انجام دیا ہے...... افسر صاحب مرحوم کے سلسلے میں ان کی یہ تصنیف آئندہ ایک مستند اور معتبر دستاویزی اہمیت کی حامل سمجھی جائے گی"

اور ادب کے شیدائیوں کے لیے یہ کتاب فکر و نظر کے نئے باب کھولے

اور اہمیت رکھتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی اور بجا طور پر اس کی قدر افزائی ہوگی۔ محترمہ اختر بیزداں سے امید ہے کہ وہ اپنی تنقیدی اور تحقیقی صلاحیت پر جلا کرتی رہینگی۔ اور اس خوشگوار سلسلے کو جاری رکھیں گی۔ تاکہ ہمارے ادب اور ادیبوں کے نئے گوشے ہمارے سامنے آتے رہیں۔

احمد جمال پاشا

تلاشِ فن

مصنف: سید رضا حسین زیدی
ناشر: مصطفیٰ لاج۔ جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵
قیمت: چھ روپے

دلی کے نوجوان مصوروں کے ایک گروپ ر NOYNS UNKNOWN کے ایک سرگرم اور ممتاز فرد کی حیثیت سے سید رضا حسین زیدی بخوبی متعارف ہیں۔ انھوں نے ۱۹۶۰ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے "ٹیچنگ آف آرٹ اینڈ کرافٹ" کا ڈپلوما اور ۱۹۶۹ء میں کالج آف آرٹ دہلی سے "نیشنل ڈپلوما ان فائن آرٹ" امتیاز کے ساتھ حاصل کئے۔ ان میں ایک ابھرتے ہوئے فن کار کا پرتو نمایاں ہے۔ اور ان کی تصاویر میں اردو تہذیب کی چھاپ نظر آتی ہے۔ اُن کے نام بھی عموماً شاعرانہ ہوا کرتے ہیں۔ انھوں نے ۱۹۷۰ء میں ہالینڈ کی حکومت کا مصوری کا وظیفہ حاصل کیا اور اسی کے ساتھ پیرس، لندن، جرمنی، بلجیم اور ایران کی سیاحت کا بھی موقع انھیں ملا۔ "تلاشِ فن" اسی سفر کی ڈائری ہے۔ اس ڈائری میں انھوں نے اپنی سیاحت کے حالات بیان کیے ہیں۔ جنھیں ایک پرستارِ فن کے شوقِ جستجو کی حکایت تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اپنے یورپ کے قیام میں مصوری کے شاہکار دیکھے اور تصویر خانوں کی سیر کی۔ اور یہ سب کچھ ایک مصور کی نگاہ سے دیکھا۔ نیز ایک واقف کار کی حیثیت سے سیاق و سباق کے ساتھ اپنے مشاہدات کو تحریر میں بھی لے آئے۔ وہ ایک فن پارے سے خود ہی لطف اندوز ہو کر نہیں رہ گئے ہیں بلکہ اس کی عظمت کی نشان دہی بھی کرتے چلے گئے ہیں۔ ان

کے بیان میں واقعات اور واردات کا لطف بھی موجود ہے اور ایک حساس نوجوان کے جذبات کی صداقت و لذت بھی۔

رضا زیدی کا انداز بیان سیدھا سادا ہے۔ اگرچہ یہ کسی ادیب کی زبان نہیں ہے تاہم ایک مصور کے تاثرات کے اظہار میں کامیاب نظر آتی ہے۔ ڈائری کی صورت میں یہ سفرنامہ اپنے خوشگوار موضوع اور ہلکے پھلکے اسلوب کی بنا پر اپنے اندر بہت کچھ دلکشی رکھتا ہے۔

عبداللہ ولی بخش قادری

تم کون ہو....؟

ناول نگار: آمنہ ابوالحسن

مطبوعہ: نیشنل فائن پرنٹنگ پریس حیدرآباد

قیمت: چھ روپے

آمنہ ابوالحسن اپنی منفرد طرز نگارش کے باعث اردو افسانے کی دنیا میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ چند سال پہلے ان کا ناول "سیاہ، سرخ، سفید" کا ادبی حلقوں میں کافی چرچا رہا

'تم کون.... ہو' آپ کا دوسرا ناول ہے۔ اردو زبان کی حق تلفی، کاغذ کی کمیابی اور اردو کتابوں کی مارکیٹ نہ ہونے کے باوجود اردو ناول جس رفتار سے شایع ہو رہے ہیں۔ وہ قابل مسرت بھی ہے اور قابل حیرت بھی۔ اور اتنے یکساں ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے میں تمیز کرنا کبھی کبھی خاصا مشکل ہو جاتا ہے۔

مگر خوشی کی بات ہے کہ آمنہ ابوالحسن کے ناولوں کا شمار ان ناولوں میں نہیں ہوتا ہے۔

آجکل ہماری فلموں، کہانیوں اور ناولوں کا خاص موضوع زندگی کی تلخیاں، ناکامیاں اور ناچاقیاں ہیں۔ "تم کون ہو" کا موضوع بھی یہی ہے۔ مگر اس کی مصنفہ نے اس مسئلے کو دوسرے زاویے سے دیکھا ہے اور نفسیاتی پس منظر میں پیش کیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملوں کبھی کبھی [illegible]

انسانی نفسیات کی پیچیدگیوں کو اجاگر کرتی ہیں۔ شعوری اور غیر شعوری طور پر ہر ہیرو کی یہ خواہش کہ اس کی شریک حیات اس کے خیالات نظریات کی تابع ہو جائے۔ اور "اس جیسی" بن جائے۔ عورتوں میں رقابت کا احساس اور متوسط طبقے کی نوجوان لڑکی کی ان کیفیات کا تجزیہ مصنفہ نے بڑی خوبی سے کیا ہے۔ جب اس کو جنس کا احساس ہوتا ہے۔ آمنہ ابوالحسن کو نفسیات سے دلچسپی بھی ہے اور گہری واقفیت بھی۔

آجکل فلم اور "فلمی زندگی" اور اس میں ایکٹ کرنے والے ایکٹر ایکٹرس آجکل کے نوجوانوں کے ذہنوں کو اس طرح مسحور کر لیتے ہیں کہ وہ ان چہروں کو نہ صرف اصلی زندگی میں تلاش کرنے لگتے ہیں۔ بلکہ ان کو اپنا منزل مقصود بنا لیتے ہیں اور پھر چند دن بعد جذباتی دور جب گذر جاتا ہے تو وہ چہرے کھو جاتے ہیں ان چہروں کے جسموں اور ذہنوں میں اور بھی کچھ تلاش کرنا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ ناکامی ہوتا ہے۔

"تم کون ہو....." دو ایسے میاں بیوی کی کہانی ہے جو ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔ بظاہر لگتا ہے کہ جڑے ہوئے ہیں۔ مگر وہ ایک دوسرے سے کوسوں دور ہیں۔

ناول میں کرداروں کی بھرمار نہیں ہے۔ دو اہم کردار ہیں۔ دو ضمنی۔ کرداروں کی تخلیق میں مصنفہ نے بہت محنت کی ہے۔ اسی لیے نعیم انیسہ عائشہ اور رابعہ ہیں جانے پہچانے لوگ لگتے ہیں۔ نعیم کا کردار زیادہ جاندار ہے۔ اور ہمارے معاشرے میں عام بھی۔ لیکن آمینہ کے کردار کا جہاں تک تعلق ہے اس کے ساتھ وہ کچھ انصاف نہیں کر سکی ہیں۔ اور اس کے کردار کو کچھ زیادہ ہی مسخ کر دیا ہے۔ مثلاً اس کا یہ سوچنا کہ اچھا ہی ہوا کہ ماں باپ مر گئے۔ بلکہ اس سے پہلے ہی مر گئے ہوتے تو اچھا تھا ——— یہ بات آمینہ جیسی کردار اور طبقہ کی لڑکی کے لیے کچھ بعید از قیاس سا لگتی ہے۔

آمنہ قصے کے بیان میں غیر ضروری تفصیل سے کام نہیں لیتی ہیں۔ چند جملوں

کبھی کبھی چند الفاظ میں سب سے بڑے واقعہ کو اس طرح بیان کر دیتی ہیں کہ قاری کے سامنے اس کی ساری تفصیلات اور فضا آجاتی ہے۔

زندگی کیا ہے؟ کیوں ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے زندگی میں نظریات خیالات اور عقائد کی کیا جگہ نہیں ہے یہ وہ سوال ہیں جو انسان کو زندگی بھر ستاتے رہتے ہیں اور آخر میں ایک دوسرے کے ساتھ پوری زندگی گذارنے کے باوجود وہ ایک دوسرے سے بلکہ خود سے بھی یہی سوال کرتا رہ جاتا ہے کہ تم کون ہو۔ اس کو آمنہ ابوالحسن نے بہت خوبصورتی سے اپنے ناول میں دکھایا ہے۔

ہماری نثر ابھی شاعری کے اثر سے آزاد نہیں ہوئی ہے۔ اس کا احساس آمنہ ابوالحسن کی نثر پڑھ کر خاص طور سے بہت ہوتا ہے۔ آپ کا انداز بیان بھی کچھ اس قدر پیچیدہ اور فلسفیانہ ہے جو ناول کی دلچسپی میں حائل ہوتا ہے اور عام قاری تو باوجود کوشش کے اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ اگر آمنہ ابوالحسن اس طرف توجہ کریں تو ان کے ناولوں کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔

مجموعی طور پر ناول گہرا تاثر چھوڑتا ہے اور اردو ناول نگاری میں بلاشبہ اضافہ ہے۔

صغرا مہدی

یادوں کے سائے

مصنف: عتیق صدیقی
شایع کردہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دلّی ۲۵
قیمت: اٹھارہ روپے

جناب جوشؔ کی کتاب "یادوں کی برات" پڑھی تھی۔ جس میں گفتنی و ناگفتنی بہت کچھ تھا جو بڑھا چڑھا کر یا گھٹا گرا کر کہا گیا تھا۔ اس کی عبارت بول رہی تھی کہ ان تفصیلات کی واقعیت قبول کرنے میں زود اعتقادی سے کام لینا غلط ہوگا۔

پیش نظر کتاب کا نام "یادوں کے سائے" نام کے لحاظ سے "یادوں کی برات" ہی کی یاد تازہ کرتا تھا۔ خیال یہ تھا کہ جوشؔ کی براتوں کے دولہا کو انہی کی بنائی ہوئی قلمی تصویر میں تو دیکھ لیا۔ اب دیکھیں حوادث رنگکار کے

یادوں کے سائے میں سفر کرنے والے حضرت عتیق صدیقی اپنی کتاب یادوں کے سائے کے پڑھنے والوں کو اپنی تصویر کے کون کون سے رخ دکھاتے اور کس کس پہلو کو دباتے یا ابھارتے اور کس طرح حقائق نگاری سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکتہ خود جناب عتیق صدیقی کے ذہن میں تھا اس کے پیش نظر آپ نے اپنے قلم سے (کاتب کے قلم سے نہیں) صاف صاف اور بے لاگ لفظوں میں بتایا ہے کہ ان کی کتاب

"اور جو کچھ بھی ہو مگر ناول یا افسانوں کا مجموعہ نہیں۔۔۔۔ لیکن جو باتیں اس میں لکھی گئی ہیں وہ، کم و بیش اسی طرح ظہور پذیر بھی ہوئی تھیں۔" (یادوں کے سائے ص ۸)

میں اس کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھنے کے بعد محسوس کرتا ہوں کہ مصنف کے بیان میں مبالغہ کو دخل نہیں یہ روداد سفر میں حوادث و واقعات کی جوں کی توں عکاسی ہے اور اسی واقعیت نے اس کتاب کی قدر و قیمت کو خیالی افسانوں اور ناولوں پر برتری دیدی ہے۔ اور یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ صداقت کو فسانہ پر برتری حاصل ہوتی ہے۔

یہ کتاب تاریخ کے ایک خاص وقت اور غیر معمولی اتفاقات کی روداد ہے۔ یعنی دوسری جنگ عظیم جو یورپ والوں کے باہمی مفادات کا ٹکراؤ تھا۔ مگر میدان جنگ مشرق وسطیٰ اور قربان ہونے والے تنخواہ دار بھارتی یا ایسے ہی کچھ اور غلام ملکوں کے لوگ۔ غیر ملک بیگانہ بھاشائیں اور زبانیں یا بولیاں غیر معمولی ماحول یہ سب مل کر انسان کو کبھی زیادہ حساس اور کبھی پتھر بنا دیا کرتے ہیں۔ اس کتاب کا ورق ورق پکار رہا ہے کہ مصنف ہر موقع پر بہت محتاط اور باہوش رہا اور اس نے جو کچھ دیکھا اور زندگی کے جن معمولات میں حصہ لیا ان کی جو تصویر اس کے دل و دماغ پر ثبت ہے۔ چاہتا ہے کہ ہو بہو ان کو الفاظ کی صورت میں اوراق کتاب پر منتقل کر دے۔

جیسا کہ اوپر اشارہ ہوا اس جنگ میں جو بھارتی حصے لے رہے تھے وہ اپنے ملک کے لیے نہیں لڑ رہے تھے۔ ان کی لڑائی ان کے آقاؤں کی لڑائی تھی۔ مگر پردیس میں جا کر وطن کی یاد بھی آتی تھی اور اپنے ایسے اہلِ وطن اجنبیوں میں باہم اپنائیت کا احساس بھی تھا۔ وطن میں آپس میں فرضی یا اصلی بیگانگی جو بھارتیوں کی زندگی کا طرۂ امتیاز ہے۔ پردیس میں اپنائیت سے بدل گئی تھی اور یہ احساس اگر واقعی صحیح طور پر دل و دماغ میں رس بس جائے تو اہلِ وطن کے وہ امتیازات جو بھارتیوں کو بھارت میں رہتے ہوئے ایک دوسرے سے دور رکھتے ہیں، دل و جان سے قریب تر کر دیں گے اور یہ وطن دوستی کی ایک بڑی جیت ہوگی۔ دیارِ غیر میں ہندو مسلمان، عیسائی کا فرق مٹ گیا تھا اور یہ کتاب اس حقیقت پر مہر ہے کہ ہم وطنی رشتہ بھی درحقیقت کتنا جاندار رشتہ ہے۔ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ انفرادی زندگی کا یہ دور کسی ملک اور قوم سے خاص نہیں جیسے جوان ویسے ان کے سامان۔ لیکن مشرق و مغرب کے ملاپ نے "ترقی پسندی" کے نام سے یہ طرفگی پیدا کر دی ہے کہ ہر ملک کا جوان کھلم کھلا قدامت یا ملکی تہذیب یا روایات کی قید سے نکلنے کے لیے بیتاب نظر آتا ہے اور جب آزاد ہو جاتا ہے تو حیران ہو کر چاروں طرف دیکھتا ہے کہ کدھر جائے اور کیا کرے۔؟

مصنف کو ایران میں کہنگی و تازگی کا عجیب منظر نظر آیا۔ قدیم وضع کے بزرگ جناب جعفر زادہ کو ان کا تمول اور تجدد پسندی حج بیت اللہ اور زیارت مقاماتِ مقدسہ سے مانع نہیں ہوئے۔ حتیٰ کہ ریل کے سفر میں بھی نماز کا وقت آتا ہے وقت بغنا س گونگا نوکر مشین کی طرح آقا کے لیے مصلیٰ بچھا دیتا ہے۔ اور مخدوم نماز پڑھتے اور وظائف میں مشغول نظر آتے ہیں۔ لیکن ہم سفر جوان [illegible] بیٹا بیٹی کو جو یورپ خصوصاً فرانس کے تعلیم یافتہ ہیں باپ کے مصلیٰ و تسبیح میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ یہی نہیں بلکہ ان کی آزاد خیالی کے ڈانڈے لامذہبیت سے مل جاتے تھے یا [illegible]

لیکن نوجوانوں میں ایرانیت کا احساس طرزِ معمول تھا۔ مثلاً

ایک ایرانی ریستوران والے نے مصنف کے ہاتھ میں سولا ہیٹ دیکھ کر بے تکلفی سے پوچھا "بی۔ چوگے،، مصنف نے بھی بے تکلفی سے کہا "کیا دوگے،، منیجر نے کہا "تیس تومان" اس وقت ایک تومان کی قیمت ایک روپیہ تھی اور مصنف نے یہ ٹوپی پانچ چھ روپے میں دہلی میں خریدی تھی۔ مصنف نے ٹوپی ایرانی منیجر کے سر پر رکھ دی اور کہا یہ تمہاری نذر ہے۔ وہ قیمت دینے پر اصرار کرتے ہوئے دوسرے گاہک سے مخاطب ہوا اور مصنف چپکے سے ریستوران سے نکل کر ریل میں آ بیٹھے۔ گاڑی چلنے کو تھی کہ وہی ریستوران کا منیجر ہانپتا کانپتا آیا۔ سر پر وہی ہیٹ اور ہاتھ میں خوردنی چیزوں سے بھرا ہوا ڈبہ جس میں امریکن بیئر کی ایک بوتل بھی تھی یہ کہتے ہوئے کہ تمہارا شام کا کھانا ہے مجھے دیا اور مسکراتے ہوئے فوجی سلوٹ کر کے چلا گیا۔

مینیشرہ (داگائے جعفر زادہ کی مغربی تعلیم یافتہ دختر نیک اختر) نے ساری داستان سنی اور ڈبہ کا جائزہ لیا اور فخریہ انداز میں کہا۔

"ایرانی کسی کا احسان لینا پسند نہیں کرتے،، ص۱۴۴

ہم سفری کے لیے وہ لوگ انگریزوں سے خوش نہ تھے امریکیوں کو چھچھورا سمجھتے تھے۔ عتیق ایشیائی تھے اس لیے کسی ایشیائی کا ہم سفر ہونا اچھا خیال کرتے تھے۔ اس پر منیشرہ نے اضافہ کیا۔

"اینڈ یو مسلم ٹو (اور تم تو مسلمان بھی ہو) ص۱۴۷

کتاب پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ مصر کی زمین میں اب تک "شخصیت تک،، کہنے والیوں اور قلا بازوں کی روایت باقی ہے۔ خواہ ترکی الاصل جو لیا ہے یا جنوبی افریقہ کی مصر میں مقیم کپتان مریم۔ ایسے حملہ آوروں سے بچاؤ کی بڑھال ضبط نفس اور "یا حفیظ،، کے ورد کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

"رقص" سے کون بے خبر ہے۔ رقاصائیں کہاں نہیں ہوتیں۔ قوموں کہیں

مذہب میں داخل ہے کہیں صوفیانہ وجد میں کہیں عیش و عشرت اعضاء ولوش کی رو میں کہیں فن اور تال و سم کے ساتھ اعضاء کی موزوں حرکات ہیں۔

مصر کی ایک رقاصہ حالتِ رقص میں "جامۂ اصلی" میں "مستور" اور صرف "انگی" اور "لنگوٹی" میں ملبوس بتائی یا دکھائی گئی ہے۔ اس رقاصہ کو اس کے فن کی داد نوٹوں کی صورت میں یوں دی جاتی ہے کہ جب وہ تھرکتی ہوئی قریب آتی ہے تو نوٹ اس کی انگیا اور لنگوٹی کے کنارے میں اڑس دیا جاتا ہے۔ اگر ہاتھ حد سے بال بھی آگے بڑھا تو رقاصہ برہنہ گالیوں پہ اتر آتی ہے۔ ہمارے بعض ہندوستانیوں نے بھی ایک محفل رقص میں شرکت کی جب رقاصہ قریب آئی ان کا انعام دینے والا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ رقاصہ نے انعام اٹھا لیا۔ تسلیم بجا لائی۔ اس طرح ہمارے ہندوستانیوں نے اپنی عزت بچائی اور اپنے ملک و قوم کا وقار بڑھایا۔

ہمارے ہاں زبان کا مسئلہ بھی اختلاف کا سرچشمہ بنا ہوا ہے۔ اور اسی کی بناء پر ہمارا ملک بھارت پندرہ سولہ صوبوں میں بٹ چکا ہے۔ اور ہمارے ہاں ملک میں ایک زبان ایسی بھی ہے جو پورے بھارت میں زیادہ سے زیادہ سمجھی اور بولی جانی کے لحاظ سے دوسری کسی بھارتی زبان سے مٹی کیوں ہوتی بڑھ کر ہی ہے۔ لیکن سیاست کے بیچ میں پڑکر اپنے ہی گھر میں بے گھر بے در بنی ہوئی ہے شاعری اس کی پسند۔ بول چال اس کی کارآمد۔ دیش بھر میں کام چلانے کے لیے اس کا چلن مگر قسمت کی ایسی ہیٹی کہ کوئی صوبہ ایسا نہیں جو اسے اپنے دربار میں پہلی کرسی تو کیا دیتا دوسری کرسی پر اس کو بٹھلانے کو گوارا نہیں کرتا۔ دکشمیر کا جنت کی طرف اشارہ نہ کیجیے وہاں تو وہ مہمان ہے، ہمارے اردو کے بے زر عاشق اس صورت حال کو بیگانگی کے سوا کسی اور پہلو سے دیکھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ بہر حال زبان کا مسئلہ قانونی طور پر حل ہو کر بھی عقدۂ لاینحل بنا ہوا ہے۔

ہم میں سے اکثر لوگ زبان کے ہندی نام سے گھبراتے ہیں۔ کیوں کہ اس کے دیوناگری حروف میں۔ ظالم۔ جالم۔ عید ایدہ۔ اور خربوزہ۔ کھربوجا بن جاتا

یہ ہمارا تعصب۔ ہم حیدر آباد دکن میں ق کا تلفظ خاف اور ایران اس کاف کا تلفظ سن رہے ہیں۔ رہے ہم پنجابی۔ ہمارا شین و قاف تو معرض بحث بنا ہوا رہتا ہے۔ خیر یہ تو دکنیوں۔ پنجابیوں اور ایرانیوں کی بات تھی۔ مصر جو عربی زبان کا گھر ہے۔ وہاں نہ کسی عزیت کا سوال ہے نہ کسی قسم کی مذہبی یا سیاسی حمیت و تعصب کا۔ وہاں "جمال" گمال ہے اور "مجید مجدی" گمید گلائی" کیوں کہ وہاں بول چال میں جیم کاف میں بدل جاتی ہے اور "ق" "الف" سے بدل کر عبدالقادر" عبدالآدر سنائی دیتا ہے (صفحہ ۱۳۴) عربی حروف کی یہ درگت کسی دشمنی کا نتیجہ نہیں۔ محض عامیانہ بے توجہی یا بھیڑ چال ہے۔ ایران میں ق کے غ کی آواز میں بدل جانے کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ وہاں عربی الفاظ کے رد و قبول کی بحث زیر عمل ہے۔ ایران ماشاءاللہ اسلامی ملک ہے۔ وہاں رب العالمین کی عربی کتاب قرآن حکیم اور سیدنا علی ابن ابی طالب کے خطبات وغیرہ کا مجموعہ نہج البلاغہ جو اپنے مطالب عالیہ کے علاوہ فصاحت و بلاغت میں بھی ایک بلند مقام رکھتی ہے عوام خواص ایرانی مسلمان ان دونوں عربی کتابوں کی تعظیم و تکریم میں کسی مدعی اسلام سے کم نہیں مگر یہی ایران میں جہاں یورپین زبانوں کے الفاظ اور اصطلاحات تو بے تکلف اپنائی جا رہی ہیں وہاں ایک تحریک یہ بھی کام کر رہی ہے کہ عربی الفاظ کی جگہ فارسی الفاظ ہی کو دے دی جائے۔ حضرت عتیق اور ان کے ایک ایرانی دوست میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اثنائے گفتگو میں عتیق صاحب کی زبان پر "نوشیروانِ عادل" کا نام آیا۔ ایرانی دوست نے ناک بھوں چڑھا کر۔۔۔ سوال کیا کہ: "این آغا کہ بود ند" جب عتیق نے تشریح و تفصیل کی تو بڑے معصومانہ انداز میں اس دوست نے بتلایا کہ جس کا ذکر آپ نے کیا تھا اسے ایران میں نوشیروانِ دادگر کہتے ہیں۔ (یادوں کے سائے صفحہ ۹۸)

غرض آج کی تو خبر نہیں آج سے پچیس تیس برس پہلے کے شام۔ عراق۔ مصر اور ایران وغیرہ کے لوگوں کی چلتی پھرتی جیتی جاگتی تصویر یہ تھی اس سے بہتر دوسری جگہ میری نظر سے نہیں گزریں۔

نیل کی دریافت نے جہاں کے میدانوں کو سونے کی ... میں بدل دیا ہے اگر وہاں کے کچھ نفتی امرا سجادہ نشین اور سبحہ بکف نظر آنے کی بجائے کسی اور رنگ میں نظر آئیں تو انہیں معذور سمجھنا چاہیے کیونکہ دولت کا نشہ آکش سیال پانی لال رنگ کے نشہ سے بھی تیز و تند ہوا کرتا ہے۔ کہا گیا ہے ؎

گر بہ دولت برسی مست نہ گردی مردی

اس کتاب میں پنڈت جواہر لال۔ مسٹر جناح۔ مسز سروجنی نیڈو۔ سلطان محمد آغا خان۔ سر مہاراج سنگھ (مرحومین) وغیرہ مشاہیر کا ایک خاص رنگ ہے۔ جو قابل دید بھی ہے اور قابل غور بھی۔

یہ کتاب ایک قوم دوست انگریزوں کے فوجی ملازم ہندوستانی اہل قلم کی داستان ہے۔ جسے اپنے ملک کے بعض مشاہیر اور سرکاری عہدے داروں سے بھی ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۶ء دیار غیر میں واسطہ پڑا تھا۔ باتوں باتوں میں مولانا نیاز فتحپوری (مرحوم) مدیر نگار لکھنؤ کی یاد بھی آ گئی کہ وہ کس حسن و خوبی اور چابکدستی سے دوسروں کے طویل و عریض مضامین کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا کرتے تھے۔ مصنف نے جہاں مکتبہ جامعہ کے جنرل منیجر شاہد علی خاں صاحب کا شکریہ ادا کیا ہے کہ اس مہنگائی کے زمانے میں انہوں نے ان کی یہ کتاب معیاری انداز میں شائع کر دی۔ وہاں اس کا شکوہ بھی کیا ہے کہ موصوف نے کتاب کے دو خاص باب شامل کتاب نہیں کیے۔ مجھے حضرت مصنف سے ہمدردی ہے۔ مگر جانتا ہوں کہ شاہد علی خاں صاحب جیسا وسیع حوصلہ اور بلند نظر پبلشر کچھ ایسا ہی مجبور ہوگا کہ کتاب "یادوں کے سائے" کے دو باب شامل کتاب نہ ہو سکے۔ مگر چونکہ مصنف کو اپنی قلمی اولاد بھی اولاد ہی کی طرح عزیز ہوتی ہے اس لیے مصنف کا شکوہ بے جا بھی نہیں۔ اگرچہ عام قاری کے ذوق و شوق کا تقاضہ تو یہی ہوگا کہ کاش وہ باب نہ روکے جاتے۔

اس کے علاوہ مجھے بھی اپنے عزیز شاہد علی خاں صاحب سے اس کتاب کے متعلق ایک گلہ رہ جانے کا امکان ہے۔ وہ یہ کہ مشرق و مغرب میں آج یہ قاعدہ اور رواج عام ہے کہ کتاب کے سرورق ... کے اندر کی طرف یا پشت اور مناسب جگہ مصنف کا ...

[illegible] ہے [illegible] کو یہاں [illegible]
[illegible] مصنف کے مختصر حالات کتاب کے نام کے ورق
کی پشت پر آسانی سے بغیر کسی دقت کے سب جا سکتے تھے۔ متن کتاب میں مصنف کی
جوانی کی جھلکیاں تو نظر آتی ہیں۔ مگر ابتدا و احوال شخصیت کی تعمیر کی سرگزشت جاننے کا شوق
کس کو نہ ہوگا۔

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

از: ڈاکٹر عنوان چشتی

تنقید سے تحقیق تک

تقسیم کار: اے۔ پی۔ کے پبلیکیشنز، ۲، ۲۷ پرتاپ
اسٹریٹ، دریا گنج، دہلی ۶

قیمت: پندرہ روپے

"تنقید سے تحقیق تک" ڈاکٹر عنوان چشتی کے تنقیدی مضامین کا نیا مجموعہ ہے اس سے پہلے ان کے خاکوں کا مجموعہ "عکس و شخص" ۱۹۶۸ء میں اور تنقیدی مضامین کا مجموعہ "تنقیدی پیرائے" ۱۹۷۰ء میں شایع ہو چکا ہے۔ پانچ سال کے اس طویل ذہنی سفر میں عنوان چشتی کے شعور نے پختگی و بالیدگی کی کئی منزلیں طے کی ہیں۔ اسی دوران میں انھوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے اور باقاعدہ تحقیقی کام نے بلاشبہ ان کے نقطۂ نظر کی تشکیل اور طریق اظہار کی تعین میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ انھوں نے تنقید میں جس معروضی انداز فکر اور تحقیقی طریقۂ کار پر زور دیا ہے وہ دراصل اسی ذہنی تربیت کا نتیجہ ہے جو اس تحقیقی کام کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے۔

دیباچے کے علاوہ جس کی حیثیت خود ایک مختصر تنقیدی مضمون کی ہے، کتاب مندرجہ ذیل بارہ مضامین پر مشتمل ہے۔

اسلوب کے نظریے۔ شاعری کی زبان۔ شعری تکنیک کا مفہوم۔ اسلوب اور اسلوبیات۔ شعری آہنگ کا تجزیہ۔ ادبی روایت۔ انفرادیت، جدت اور بغاوت۔ منظوم ترجمے کا عمل۔ ادب اور اخلاق۔ عظمت کا نظریۂ فن۔ غالب اور چند فنی مسائل۔ منظوم ترجمہ کی روایت۔ نئی شاعری میں استعارے کا عمل۔

[illegible]

[illegible]

سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں [illegible]

سب سے پہلے نظریات [illegible] سے متعلق ہیں [illegible]

چاہئے تھی کیا احتیاط اور باریک بینی سے [illegible]

ہے اور یہ اختلاف رائے فکر کے لیے نئی راہیں [illegible] جن مباحث پر مصنف

نے اظہار خیال کیا ہے ان پر اگرچہ [illegible] اردو میں بھی [illegible]

ہر کسی نہ کسی عنوان سے تھوڑا بہت لکھا جا چکا ہے اس کے باوجود یہ معروضات اپنی

نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے [illegible] رہیں گے۔ [illegible]

میں پیش کردہ بعض خیالات و نظریات سے اختلاف ممکن ہے۔ لیکن اس حقیقت

سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مصنف نے جو کچھ بھی لکھا ہے نہایت واضح، قطعی اور مدلل

انداز میں لکھا ہے۔ اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں انہوں نے جا بجا [illegible]

بھی مکمل حوالوں کے ساتھ پیش کی ہیں جہاں اختلاف کی ضرورت محسوس کی ہے، اسے

دلائل کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے۔

ان مضامین کے مطالعے سے مصنف کی وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے جس کی طرف

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اپنی مختصر رائے میں اشارہ کیا ہے۔ اس وسعت مطالعہ

کا کچھ اندازہ ماخذ کی فہرست سے بھی کیا جا سکتا ہے جب اس حقیقت کے پیش نظر

مکمل نہیں کہا جا سکتا کہ [illegible] کے نام شامل [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہوتا ہے کہ وہ ذہن کو کشادگی اور [illegible] سے آگاہی عطا کرتا ہے۔ دنیا میں جو [illegible] نقصان نہیں ہوتا ہے کہ فطری طور پر مصنف کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس نے جو کچھ پڑھا ہے وہ سب اپنے قارئین کے سامنے پیش کر دے۔ یہ خواہش اکثر [illegible] موضوع سے دور لے جاتی ہے۔ لیکن عنوان صاحب نے اس حرص و ہوس سے اپنا دامن قلم آلودہ نہیں ہونے دیا ہے۔ ان کی سلامت روی ان کی تحریر کو موضوع سے کہیں الگ نہیں ہونے دیتی۔ یہ اسی ذہنی تربیت کا نتیجہ ہے جس کا ذکر ان سطور کی ابتدا میں کیا گیا ہے" اور جس نے ان میں اخذ مواد کی اصل صلاحیت پیدا کر دی ہے۔ اس صلاحیت کا اندازہ دیگر ناقدین کی ان تحریروں کے تقابلی مطالعے سے لگایا جا سکتا ہے جو انھیں یا ان سے ملتے جلتے موضوعات پر مختلف کتابوں میں پائے جاتے ہیں اور جن کے حوالے مصنف نے اپنے مضامین میں دیے ہیں۔ مواد کی چھان بین کے ساتھ مصنف نے اس کی پیشکش میں تجزیے کا اصول اپنایا ہے اور جس واضح اور مدلل انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس سے بات بڑی آسانی سے اور پوری طرح سمجھ میں آ جاتی ہے۔۔

آخر میں جس بات کی طرف میں اشارہ کرنا چاہتا ہوں وہ شاید مجھے شروع میں کہنی چاہیے تھی۔ یعنی اپنی تحریر کے بارے میں خود مصنف کا نقطۂ نظر۔ عنوان چشتی صاحب نے اپنی تنقید کو "تحقیقی تنقید" کہا ہے۔ اس اصطلاح کو جو میرے خیال میں "سائنٹفک تنقید" کی توسیع ہے

آج تنقید اور تحقیق کے ناگزیر رشتے کی اہمیت تسلیم کی جا چکی ہے۔ عنوان چشتی نے اس رشتے کو ایک نام بھی دے دیا ہے اور اس طریقۂ کار کی وضاحت بھی کر دی ہے۔

کتاب کے آخر میں "کتابیات" کے بعد "اشاریہ" بھی شامل ہے جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ کتابت طباعت [illegible]

[illegible]

ترقی اردو بیورو کی مطبوعات

نیشنل بک ٹرسٹ کی مطبوعات

تاریخ فلسفہ اسلام ٹ۔ ج۔ دی بوئر
" " " مترجم: ڈاکٹر سید عابد حسین
قیمت ۵/۵۰

تاریخ تمدن ہند پروفیسر محمد مجیب
۱۲/-

تاریخ فلسفہ سیاسیات " " "
۱۸/-

ہمارا قدیم سماج سید سخی حسن ۱۰/-

تاریخ تعلیم ہند سید نور اللہ اور
جے پی نائک
مترجم: مسعود الحق ۲۰/-

انقلاب ۱۸۵۷ء مرتبہ پی سی جوشی ۱۴/۵۰

لسانی مطالعے ڈاکٹر گیان چند ۱۲/۵۰

بچوں کے لیے غیر درسی کتابیں

چراغ کا سفر سید محمد تونکی ۱/۵۰

چڑیا ... سلطان آصف فیضی ۳/-

پیسے کی کہانی غلام حیدر ۳/-

خدا کی کہانی غلام حیدر ۳/-

بچوں کے لیے درسی کتابیں

حساب و الجبرا (حصہ اول، دوم،
سوم)

جیومیٹری (اول، دوم، سوم)

طبیعیات (فزکس) (حصہ دوم)
" (سوم) ۵/-

گھریلو سائنس حصہ ششم
ہفتم ہشتم

علم کیمیا دوم

حیاتیات دوم

ہر کتاب کی قیمت ۲/-

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ - دہلی، بمبئی، علی گڑھ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی اہم کتابیں

یادوں کے سائے — عتیق صدیقی

یہ خود نوشت بھی ہے اور سفرنامہ بھی۔ رپورتاژ بھی ہے اور بیتی یادوں کا تاریخی تجزیہ بھی۔

اس کتاب کا تانا بانا تو ہندوستان کی چار دہائی پہلے کی سیاسی تاریخ نے فراہم کیا ہے۔ لیکن اس کا اسٹیج بنت النیل کا قلب، قاہرہ ہے۔ ضمناً ارضِ لیلا اور دیارِ شہریار۔ بغداد اور تہران بھی ہیں۔ جہاں اس ہندوستانی ڈرامے کے پردے اٹھتے اور گرتے رہے ہیں۔

قیمت : -/۱۸

تلاشِ میر — نثار احمد فاروقی

اس کتاب میں اُردو کے نامور ادیب اور محقق جناب نثار احمد فاروقی کے ۹ مضامین شامل ہیں۔ جن میں میر تقی میر کی حیات اور شاعری کے وہ نئے پہلو پیش کیے گئے ہیں جن پر ابھی تک میر کے کسی نقاد کی نظر نہیں پہنچی تھی۔ وسیع مطالعہ و تحقیق کے نتائج اگر شگفتہ اسلوب اور مدلل اندازِ بیان میں دیکھنا ہوں تو یہ کتاب ملاحظہ فرمایئے

قیمت : -/۱۱

مذہب اور جدید ذہن — ڈاکٹر مشیر الحق

ایک جدید ذہن کو جس انداز سے مذہب کا مطالعہ کرنا چاہیے، اس کی ایک جھلک آپ کو اس کتاب میں نظر آئے گی۔ یہ مضامین پچھلے چند برسوں کے دوران دہلی کے اہم رسائل میں شائع ہو چکے ہیں، اب انھیں نظرِ ثانی کے بعد کتابی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

قیمت : 4/50

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی تازہ مطبوعات

موت کے بعد   شیورام کارنت   مترجم: محمود سوٹل

زندگی کا حاصل صرف چند یادیں ہی تو نہیں تو پھر انسانی زندگی کا حاصل ہے کیا؟ اس ناول میں ایسی جستجو کا ایک نمونہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قیمت ۸/۷۵

اُردو افسانے   مرتبہ: رضیہ سجاد ظہیر

اُردو افسانہ آج بھی رنگا رنگ اور زندگی سے لبریز تخلیقات سے مالا مال ہے ایک طرف تو وہ اپنے تمام پڑھنے والوں میں ہر دلعزیز ہے اور دوسری طرف وہ دنیا کی کسی بھی زبان کے افسانوں کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔ اس مجموعے میں اُردو کے ۲۴ بلند پایہ افسانے شامل ہیں۔

قیمت: ۱۰/۵۰

بیل   ہری نرائن آپٹے   مترجم: کشور سلطان

مراٹھی ناولوں میں نئے خیالات کا دور شروع کرنے کا سہرا ہری نرائن آپٹے کے سر ہے۔ ان کے یہاں نئی سمت کا اشارہ ملتا ہے۔ اس ناول میں بھی ہری نرائن نے تبدیلی حالات، زندگی کے نئے روپ اور اس کے مسائل پیش کیے ہیں۔ قیمت ۹/-

آدمی کے روپ   یش پال   مترجم: سہیل عظیم آبادی

زیر نظر ناول میں ایک پہاڑی بیوہ نوجوان عورت سوما کے ذریعے مختلف طبقات میں آدمی کے بہت سے روپوں کی کہانی بیان کی گئی ہے۔

قیمت ۱۲/-

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ علی گڑھ ۱

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

چک ویرا جندر	مصنف: شری نواس	ترجمہ: راشد سبہوانی	۲۲/۵۰
راگ درباری	": شری لال شکل	": "	۱۵/۵۹
میں	": ہری نرائن آپٹے	": کشور سلطان	۹/-
جدوجہد آزادی میں مجلس قانون ساز کا رول	منموہن جیا	ترجمہ: غلام ربانی تاباں	۱۲/[illegible]
آب حیات	محمد حسین آزاد	تلخیص: پروفیسر احتشام حسین	۹/۷۵
قومی شاعری	مختلف شعرا	مرتبہ: علی سردار جعفری	۴/-
چار دیواروں میں	ایم ٹی، واسدیون نائر	مترجم: ظفر ادیب	۶/۷۵
فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی	ویکم محمد بشیر	": اطہر پرویز	۵/۷۵
گنگا چیل کے پنکھ	لکشمی نندن بورا	": رضیہ سجاد ظہیر	۹/۷۵
برہمن لڑکی	شری دھری وینکٹیش کتیکر	": اگر سین نارنگ	۷/-
ملیالم افسانے	مرتبہ: اوم چیری این این پلّے	": " "	۸/۷۵
تامل افسانے	": می پال، سوم سندرم	": حسرت سہروردی	۸/-
ہندی افسانے	": ڈاکٹر نامور سنگھ	": اگر سین نارنگ	۹/-
پنجابی افسانے	": ہر بھجن سنگھ	": مخمور جالندھری	۷/-

ذاکر حسین سیریز کی کتابیں

ابو خاں کی بکری	ڈاکٹر ذاکر حسین	۳/-
انوکھی دکان	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰
گلابو چھیا اور بیرنساد	" " "	۲/۵۰
دُنیا کے جانور	" " "	۲/۵۰
راجہ رام موہن رائے	عرش ملسیانی	۴/۵۰
خواجہ الطاف حسین حالی	صالحہ عابد حسین	۲/۵۰
سلطان زین العابدین (بڈشاہ)	رضیہ سجاد ظہیر	۲/۵۰
ذاکر صاحب کی کہانی	سعیدہ خورشید عالم	۲/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی اہم کتابیں

نگارشات

پروفیسر محمد مجیب

پروفیسر محمد مجیب کی اُردو نگارشات تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں اور ان موضوعات کا میدان اتنا ہی وسیع ہے جتنی کہ خود زندگی۔ یہ مجیب صاحب کے ان مضامین کا انتخاب ہے جو آپ نے ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۷ء تک رسالہ "جامعہ" کے لیے لکھے تھے۔

قیمت : ۱۶/۰

بیاضِ مریم (شعری مجموعہ)

سکندر علی وجد

"بیاضِ مریم" سکندر علی وجدؔ کا چوتھا شعری مجموعہ ہے۔ اس میں پچھلے دس برس کے غیر مطبوعہ کلام کے علاوہ ۱۹۵۲ء سے پہلے کا غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے۔ اس بیاض کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تصاویر اور ٹائیٹل ملک کے مایہ ناز آرٹسٹ حسین کی بنائی ہوئی ہیں۔

قیمت : ۱۲/۰

آوارہ سجدے (شعری مجموعہ)

کیفی اعظمی

یہ وہی شعری مجموعہ ہے جس کا انتظار آپ کو پچھلے ۲۵ برسوں سے تھا۔ یہ اسی شاعر کا مجموعہ ہے۔ جس کا ایک ایک شعر دل ہلا دیتا ہے۔ یہ اسی شاعر کا شعری مجموعہ ہے جسے سننے کے لیے ہزاروں لوگ لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یہ اسی شاعر کا شعری مجموعہ ہے جسے آپ بھی پسند کرتے ہیں۔ آپ بھی اور...... آپ بھی۔

قیمت : ۶/۰

(یہ تینوں کتابیں فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کی گئی ہیں)

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

بالو (حصہ اوّل دوم)	مصنف: الف.سی فرنیاس	مترجم: صالحہ عابد حسین	۳/۰
کشمیر	": مالا سنگھ تصاویر: پرکانند	": خدیجہ عظیم	۱/۵۰
پرندوں کی دنیا	": جمال آرا	": محمد شفیع الدین نیرّ	۱/۵۰
ہماری ندیوں کی کہانی	": لیلا مجمدار	": رضیہ سجاد ظہیر	۱/۵۰
جنت کی سیر اور دیگر کہانیاں	": لیلا وتی بھاگوت	" " " "	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	": منوج داس	": صغرا مہدی	۱/۵۰
آزادی کی کہانیاں (اوّل دوم)	": وشنو پربھاکر	": انور کمال حسینی	۳/۰
ہماری ریلیں	": جگجیت سنگھ	": عرش ملسیانی	۱/۵۰
ہندوستان میں غیرملکی سیاح	": کے سی کھنہ	تصاویر: کرشن کھنہ	۱/۵۰
آؤ ناٹک کھیلیں	": اوما نند	مترجم: رفیعہ منظور الامین	۱/۵۰
بہت دن ہوئے (اوّل دوم)	": ایم چوکسی وپی ایم جوشی	": رضیہ سجاد ظہیر	۳/۰
بہادروں کی کہانیاں	": راجندر اوستھی	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
روہنت و نندیاں	": کرشن چیتنیہ	" " " "	۱/۵۰
سدا بہار کہانیاں	": شانتا رنگاچاری	" " " "	۱/۵۰
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اوّل دوم)	": میر نجابت علی	": سیّد احسان	۳/۰
بڑا پانی	": لیلا مجمدار	": صالحہ عابد حسین	۱/۵۰
مورا	": ملک راج آنند	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
ہاکی کا کھیل	": سردیدو سانیاں	": پرہتم لال	۱/۵۰
غار بلی کا خاندان	": منوہر داس چترویدی	": محمد شفیع الدین نیرّ	۱/۵۰
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	": بریگیڈیر گیان سنگھ	": محمد ذاکر	۱/۵۰
پھول اور شہد کی مکھی	": اشوک داور	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
سب کو ساتھی سب کا دوست	": اما شنکر	" " " "	۱/۵۰
سوناکی سیر	": تارا پتواڑمی	" " " "	۱/۵۰

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ ۔ دہلی ۶ ۔ بمبئی ۳ ۔ الہ آباد

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی	مصنف : ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ : مخمور جالندھری	۲/۲۵
اکبر	" : لارنس بنیس	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	" : ڈی آر - اٹھاوے	" : شش قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	" : ڈی - کنکیڈ	" : ڈاکٹر سپاتا ماسرت	۶/۲۵
قاضی نذر الاسلام	" : پسو دھا چکر ورتی	" : عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	" : ڈاکٹر پارش ناتھ تیواری	" : ایم کے درّانی	۲/۵۰
کچھوا اور خرگوش	" : ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا جلد ۱/۰ مجلد	۲/۰
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت	مرتبہ نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی		۲/۲۵
گرو نانک	مصنف : گوپال سنگھ	ترجمہ : مخمور جالندھری	۳/۲۵
مٹتی بنتی تصویریں	" : بھگوتی چرن ورما	" : رضیہ سجاد ظہیر	۵/۰
تاش کے محل (ناول)	" : میاں رنگنا یکما	" : زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ : می پال سوم سندرم	" : حسرت سہروردی	۸/۰
سفید خون (ناول)	مصنف : نانک سنگھ	" : رتن سنگھ	۸/۰
گرو گوبند سنگھ	" : ڈاکٹر تامور سنگھ	" : مخمور جالندھری	۳/۰
ہندی افسانے	مرتبہ : " " "	" : اگر سین نارنگ	۹/۰
زندگی ایک (ناٹک)	مصنف : پنالال پٹیل	" : کشور سلطانہ	۱۰/۰
پنجابی افسانے	مرتبہ : ہربجن سنگھ	" : مخمور جالندھری	۴/۰
رنجیت سنگھ	مصنف : ڈی کار - سود	" : " "	۲/۷۵
جد و جہد آزادی	" : بپن چندر	" : غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
نگر وادی	" : ڈنکنیں ماڈگول کر	" : عرش ملسیانی	۵/۲۵
شاعر	" : تاراشنکر بندو پادھیائے	" : پرمیش کمار مٹے	۸/۷۵

معیاری ادب

یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء سے بڑھتی ہوئی گرانی سے مجبور ہو کر کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ براہ کرم آرڈر دیتے وقت نئی قیمتوں کو مدِ نظر رکھیں۔

نام کتاب	مرتبہ	لائبریری اڈیشن	طلبہ اڈیشن
مقدمہ شعر و شاعری	رشید حسن خاں	۵/٠	۴/٠
انتخاب سراج اورنگ آبادی	ڈاکٹر محمد حسن	۲/۷٠	۱/۷٠
موازنۂ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۶/٠	۵/٠
انتخاب مراثی انیس و دبیر	"	۵/۵٠	۴/۵٠
انتخاب نظیر اکبر آبادی	"	۶/٠	۵/٠
نیرنگ خیال	مالک رام	۳/۳٠	۲/۳٠
فسانۂ آزاد (تلخیص)	ڈاکٹر قمر رئیس	۹/۵٠	۸/۵٠
فردوس بریں	"	۳/۷٠	۲/۷٠
شریف زادہ	"	۴/۲٠	۳/۲٠
حیات سعدی	رشید حسن خاں	۵/۳٠	۴/۳٠
انتخاب اکبر الہ آبادی	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	۴/۷٠	۳/۷٠
انتخاب میر	ڈاکٹر محمد حسن	۶/٠	۵/٠
دیوان درد	رشید حسن خاں	۴/۳٠	۳/۳٠
مجالس النساء	صالحہ عابد حسین	۴/۳٠	۳/۳٠
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۱۱/٠	۱٠/٠
امراؤ جان ادا	ڈاکٹر محمد حسن	۸/۵٠	۷/۵٠
یادگار غالب (حصہ اردو)	مالک رام	۸/٠	۷/٠
" " (" فارسی)	"	۱٠/٠	۹/٠
مثنوی گلزار نسیم	رشید حسن خاں	۴/٠	۳/٠
گزشتہ لکھنؤ	"	۱۳/۵٠	[illegible]

نام کتاب	مرتب	مجلد	غیر مجلد
فسانۂ مبتلا	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	۷/۵۰	۶/۵۰
انتخاب ولی	ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰	۳/۵۰
افادات سلیم	ڈاکٹر خلیق انجم	۷/۵۰	۶/۵۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۶/۵۰	۵/۵۰
قصۂ حاتم طائی	اطہر پرویز	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب سودا	رشید حسن خاں	۱۴/۵۰	۱۳/۵۰
انتخاب ناسخ	〃 〃 〃	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۷/-	۶/-
انتخاب ذوق	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب مضامین سرسید	انور صدیقی	۵/-	۴/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

ادب ۔ تنقید، انشاء

مسالک و منازل — ضیاء احمد بدایونی — ۲۲/-
نگارشات — پروفیسر محمد مجیب — ۱۶/-
غالب اور شاہان تیموریہ — خلیق انجم — ۹/۵۰
ہوا کے دوش پر — غلام ربانی تاباں — ۵/۵۰
قدیم دلی کالج — مالک رام — ۴/۵۰
مسرت سے بصیرت تک — آل احمد سرور — ۱۲/۵۰
نظر اور نظریے — 〃 〃 〃 — ۱۲/۵۰
طنزیات و مضحکات — رشید احمد صدیقی — ۱۶/۵۰
اشخاص و افکار — ضیاء الحسن فاروقی — [illegible]
تجزیے — ڈاکٹر گیان چند — ۱۲/-
اُردو تنقید نگاری کا تنقیدی [illegible] — ڈاکٹر محمد [illegible] — [illegible]

خواتین کربلا / کلام انیس کے آئینے میں — صالحہ عابد حسین — ۱۲/-
حسرت کی شاعری — ڈاکٹر یوسف حسین خاں — ۲/۵۰
کاروان فکر — 〃 〃 〃 — ۳/۷۵
اُردو اسبز — سید ظہیر الدین مدنی — ۵/۵۰
اُردو مرثیہ — سید سفارش حسین — ۶/-
بکھرے ورق — سونیتی کمار چٹرجی — ۴/-
پردیسی کے خطوط — مجنوں گورکھپوری — ۲/۷۵
تنقید کیا ہے؟ — آل احمد سرور — ۶/۷۵
جدید ترکی ادب / ارکان ثلاثہ — ضیاء الحسن فاروقی — ۲/-
یادوں کے سائے — عتیق صدیقی — ۱۲/-

۱۴/- ... احمد قادری

نقد اقبال — میکش اکبرآبادی ۵/-
فسانہ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سید ضمیر حسن ۴/-

تذکرے، سیرت، شخصیت

وہ صورتیں الٰہی — مالک رام ۱۰/-
ہمارے ذاکر صاحب — رشید احمد صدیقی ۹/-
اکابر تعلیم — سعید انصاری ۱۲/-
تذکرۂ معاصرین — مالک رام ۱۶/-
ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں — سالم قدوائی ۱۶/-
پریم چند کے خطوط — مدن گوپال ۷/۵۰
قلم کا مزدور — " " ۵/-
گنجہائے گراں مایہ — رشید احمد صدیقی ۷/-
ڈاکٹر ذاکر حسین — عبداللطیف اعظمی ۱۵/-
داستان اشک و خوں — خواجہ غلام السیدین ۱۵/-
شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد ۸/۵۰
شراب کہنہ — رشید نعمانی ۴/-

تاریخ، سیاسیات۔ روداد

مذہب اور جدید ذہن — ڈاکٹر مشیر الحق ۴/۵۰
دین الٰہی اور اس کا پس منظر — مہر محمد خاں شہاب ۴/-
مسلمان اور سیکولر ہندوستان — ڈاکٹر مشیر الحق ۷/-
دنیا اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد — عبدالسلام قدوائی — مجلد ۲/۷۵ غیر مجلد ۲/-
اسلامی عقائد و مسائل مذہب — جمال الدین اعظمی ۲/-

مسائل — ڈاکٹر عابد حسین ۹/۵۰
کتاب و سنت کے جواہر پارے — مولانا جمال الدین اعظمی ۲/۲۵
سماجی تبدیلیاں — رام شرن شرما ۲/-
مغلیہ سلطنت میں زرعی تعلقات — سید نورالحسن ۴/-
تعلیمات اسلام (اول دوم) — مولانا عبدالسلام قدوائی ۴/-
آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی ۵/-
اسلام کی اخلاقی تعلیمات — امام غزالی ۹/۵۰
امریکہ کے کالے مسلمان — ڈاکٹر مشیر الحق ۲/۵۰
مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ — طاہر محمود ۴/-
کتاب کی کہانی — سید احمد حسن نقوی ۱/۵۰
پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات — سری پرکاش ۴/-
ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت — اے اے فیضی -/۵۰
تاریخ الامت (اول) — مولانا اسلم جیراجپوری ۳/۵۰
" " (دوم) " " ۵/-
" " (سوم) " " ۳/۷۵
" " (چہارم) " " ۴/۲۵
" " (پنجم) " " ۴/۲۵
" " (ششم) " " ۴/۲۵
" " (ہفتم) " " ۶/-

گز

تاریخ [illegible] 1/50

کچھ پرانے خطوط، دوم، پنڈت جواہر لال نہرو 4/-

یادگار شخصیتیں " " " 7/-

سفر نامے

عروس نیل سلطان آصف فیضی (زیر طبع)

تعلیم و تربیت

تعلیم، فلسفہ اور سماج ڈاکٹر سلامت اللہ 12/50

بنیادی استاد کے لیے " " " 8/50

جامعہ کا طریقہ عبدالغفور مدھولی 2/50

چند پروجیکٹ " " " 2/50

موجودہ تعلیمی مسائل عبداللہ ولی بخش قادری 4/50

ہم کیسے پڑھائیں ڈاکٹر سلامت اللہ 7/50

تعلیمی خطبات ڈاکٹر ذاکر حسین 8/-

کھیل کے ذریعے تعلیم عبدالغفار مدھولی (اول دوم) 4/-

مدرسہ ابتدائی کی کہانی " " " 2/-

ناول، افسانے اور خاکے

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے راجندر سنگھ بیدی 10/-

جلیس انور کمال حسینی 5/-

کالا شہر گورے لوگ احسان الحق 9/-

اللہ میگھ دے رضیہ سجاد ظہیر 7/50

دلدل ترجمہ: " " " 5/50

سات سال " " " 6/-

اپنی اپنی صلیب صالحہ عابد حسین 9/-

آتش خموش " " " 5/-

[illegible] سفر ہندی 4/-

دوسرے کنارے تک عزیز قیسی 3/50

زندگی کی لہر ساؤ منگ 4/-

آدمی کا مقدر ترجمہ: قرۃ العین حیدر 1/50

آلپس کے گیت: " " " 4/-

خیالی پلاؤ: " " " 2/50

ڈنگو: " " " 12/-

ماں کی کھیتی: " " " 2/50

لیودوکیہ: " " " 2/-

پت جھڑ کی آواز: " " " 7/-

ایک تھی انیتا امرتا پریتم 4/-

باپ بیٹے ترجمہ انجم عظیم 6/-

باغ و بہار مرتب: رشید حسن خاں 6/50

بیوہ منشی پریم چند (زیر طبع)

گودان " " " 13/-

میدان عمل " " " 9/50

واردات " " " 5/50

پیار کا موسم مہندر ناتھ 4/50

چنار کا پتا سلطان آصف فیضی 3/-

شکست ناتمام ترجمہ: زہرہ سیدین 2/-

دلی کی شام بلقیس جہاں 8/-

صلاح الدین ایوبی قاضی عبدالستار 4/50

اپنے دکھ مجھے دیدو راجندر سنگھ بیدی 7/-

افسانے اور خاکے

پھندنا اور دوسرے افسانے آصف مجیب 2/-

[illegible]

خون کا سفر — رام لعل ۴/۰

[illegible]جان — سجاد حیدر یلدرم ۲/۵۰

[illegible]یار — پروفیسر محمد مجیب ۲/۵۰

نروان — جیلانی بانو ۵/۵۰

ڈرامے

تنہائی — ساگر سرحدی ۴/۵۰

جہاں آباد (اوپیرا) — رفعت سروش ۴/۵۰

آذر کا خواب — قدسیہ زیدی ۴/-

جانِ بہار " " ۲/۰

آزمائش — پروفیسر محمد مجیب ۲/۰

خانہ جنگی " " " ۲/۲۵

انجام " " " ۱/۵۰

کھیتی " " " ۱/۵۰

دوپہر کی منزل — کرتار سنگھ دُگل ۵/-

آئینۂ ایام ترجمہ: خلیق احمد ۴/۵۰

پردۂ غفلت: ڈاکٹر عابد حسین ۲/۰

کیا خوب آدمی تھا " " ۲/۲۵

دروازے کھول دو — کرشن چندر ۳/۰

سراج الدولہ ترجمہ: اشفاق حسین ۲/۰

نقشِ آخر — اشتیاق حسین قریشی ۲/۰

نظم

پچھلے پہر — جاں نثار اختر ۴/-

آوارہ سجدے — کیفی اعظمی ۶/-

بیاضِ مریم — سکندر علی وجد ۱۲/-

[illegible]

آتشِ گل — جگر مرادآبادی ۴/۰

پچھلی رات — فراق گورکھپوری ۸/۰

نئی دنیا کو سلام — سردار جعفری ۸/۰

انتخابِ حالی — سفارش حسین ۶/۵۰

غالب کے شعر و کلام کا انتخاب — پروفیسر محمد مجیب ۵/۰

بچوں کی کتابیں

ارکانِ اسلام — مولانا اسلم جیراجپوری ۰/۴۰

عقائدِ اسلام " " " ۰/۶۰

رسولِ پاکؐ — عبدالواحد سندھی ۲/۰

چار یار — الیاس احمد مجیبی ۲/۵۰

آں حضرتؐ " " (اردو) ۰/۴۰

" " " " (ہندی) ۰/۶۰

پاک کہانیاں (دو حصوں میں) مقبول احمد سیوہاروی ۳/-

خلفائے اربعہ — خواجہ عبدالحی فاروقی ۲/۵۰

نبیوں کے قصے " " ۱/۵۰

مسلمان بیبیاں — اعجاز الحق قدوسی ۱/۰

ہمارے رسولؐ — خواجہ عبدالحی فاروقی ۲/۴۰

ہمارے نبیؐ — سید نواب علی رضوی (اردو) ۱/۴۰

" " " " (ہندی) ۰/۴۰

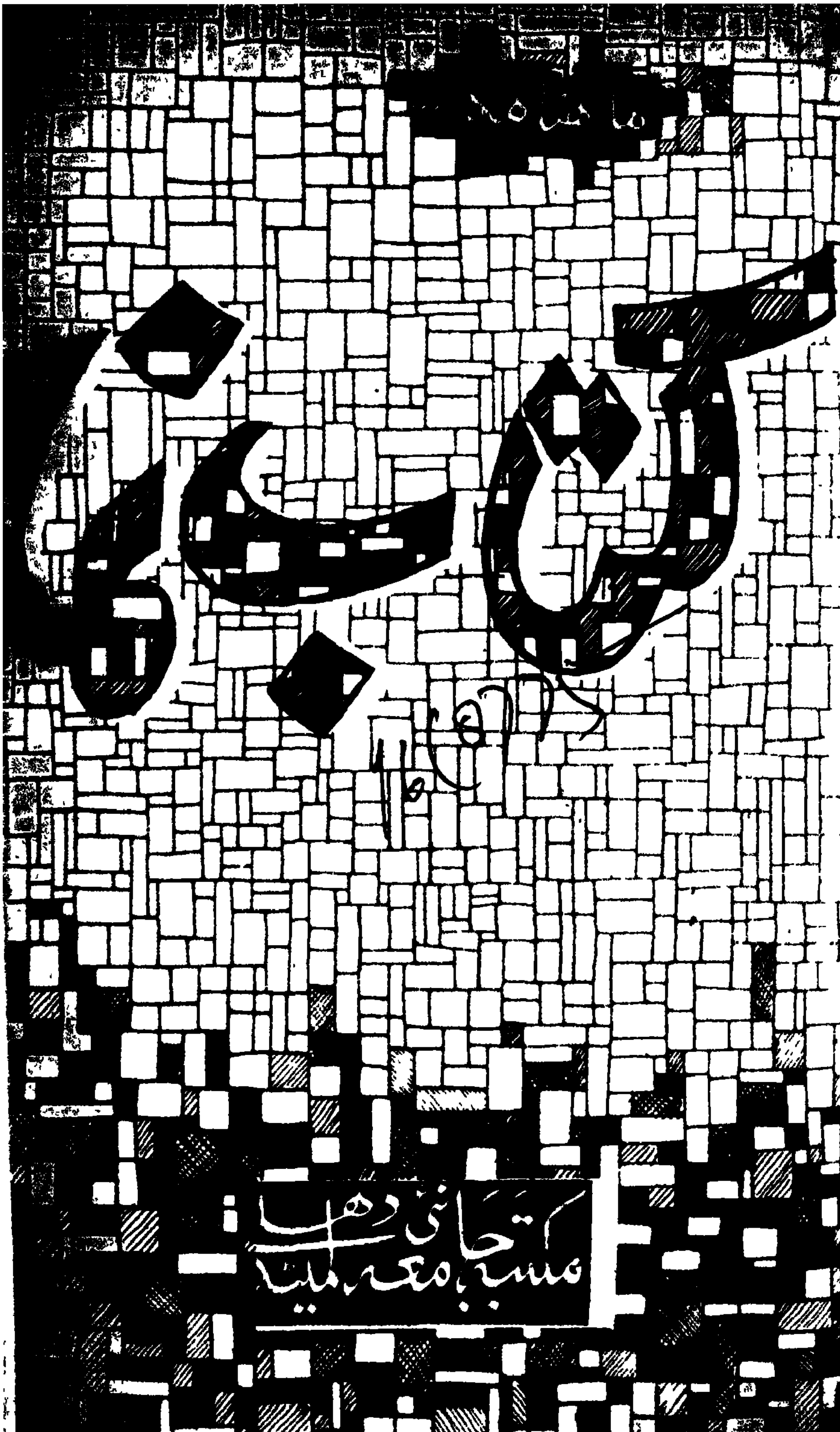
سرکارِ دوعالمؐ — محمد حسین حسان ۳/-

سبیل الرشاد — خواجہ عبدالحی ۱/۵۰

پرنٹر پبلشر سید محمد [illegible] نے جمال پرنٹنگ پریس دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

مقدمۂ شعر و شاعری	[illegible]	[illegible]
انتخاب سراج اورنگ آبادی	ڈاکٹر محمد [illegible]	[illegible]
موازنۂ انیس و دبیر	رشید حسن [illegible]	[illegible]
انتخاب مراثی (انیس و دبیر)	رشید [illegible]	[illegible]
انتخاب نظیر اکبرآبادی	رشید [illegible]	[illegible]
نیرنگ خیال	مالک [illegible]	[illegible]
فسانۂ آزاد (تلخیص)	ڈاکٹر قمر [illegible]	۶/۵۰
فردوس بریں	ڈاکٹر قمر [illegible]	[illegible]
شریف زادہ	ڈاکٹر قمر [illegible]	[illegible]
حیات سعدی	رشید حسن [illegible]	[illegible]
انتخاب اکبر الہ آبادی	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن [illegible]	[illegible]
انتخاب میر	ڈاکٹر محمد حسن	[illegible]
دیوان درد	رشید حسن خاں	[illegible]
مجالس النسا	صالحہ عابد حسین	[illegible]
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	[illegible]
امراؤ جان ادا	ڈاکٹر محمد حسن	[illegible]
یادگار غالب (حصۂ اردو)	مالک رام	[illegible]
یادگار غالب (حصۂ فارسی)	مالک رام	[illegible]
مثنوی گلزار نسیم	رشید حسن خاں	[illegible]
گزشتہ لکھنؤ	رشید حسن خاں	۱۰/۰۰
فسانۂ مبتلا	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	[illegible]
انتخاب ولی	ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی	۳/۰۰
[illegible] تسلیم	ڈاکٹر خلیق انجم	[illegible]
توبۃ النصوح	مالک رام	۵/۵۰
قصۂ حاتم طائی	اطہر پرویز	۶/۰۰
انتخاب ناسخ	رشید حسن خاں	۶/۵۰
انتخاب سودا	رشید حسن خاں	[illegible]
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	[illegible]
انتخاب ذوق	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	[illegible]
[illegible]	[illegible] صدیقی	[illegible]

آفسٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) ۵۲۸ پٹودی ہاؤس دریا گنج - دہلی


ماہنامہ
کتاب نما
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی

[illegible]ی اور اہم [illegible]ات

[illegible]	جاں نثار اختر	۴/-
[illegible]	سکندر علی وجد	[illegible]
[illegible]	کیفی اعظمی	۹/-
[illegible]ل	جگر مراد آبادی	۸/-
مسالک و منازل	ضیاء احمد بدایونی	۲۲/-
ہندوستان [illegible] زرعی تعلقات	سید نور الحسن	۴/-
[illegible] تبدیلیاں زمنۂ وسطی کے ہندوستان میں	رام شرن شرما	۲/-
[illegible] دلی کا [illegible]	مالک رام	۲/۵۰
انتخاب حالی	مرتبہ سفارش حسین رضوی	۷/۵۰
یادوں کے سائے	عتیق صدیقی	۱۸/-
تلاش میر	نثار احمد فاروقی	۱۱/-
ہوا کے دوش پر	غلام ربانی تاباں	۶/۵۰
جدید ترکی ادب کے ارکان ثلاثہ	ضیاء الحسن فاروقی	۴/-
مذہب اور جدید ذہن	ڈاکٹر مشیر الحق	۷/۵۰
غالب اور شاہان تیموریہ	ڈاکٹر خلیق انجم	۹/۵۰
نگارشات	پروفیسر محمد مجیب	۱۴/-
جانے والوں کی یاد آتی ہے	صالحہ عابد حسین	۱۸/-
ہاتھ ہمارے قلم ہوئے	راجندر سنگھ بیدی	۱۰/-
مسرت سے بصیرت تک	آل احمد سرور	۱۲/۵
[illegible] صورتیں الٰہی	مالک رام	۱۰/-
دین الٰہی اور اس کا پس منظر	محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی	۱۲/-
نظر اور نظریے	آل احمد سرور	۱۲/۵۰
ہمارے ذاکر صاحب	رشید احمد صدیقی	۹/-
طنزیات و مضحکات	رشید احمد صدیقی	۱۰/۵۰

مینجنگ اڈیٹر شاہد علی خاں اڈیٹر ولی شاہجہانپوری	# کتاب نما نئی دہلی ۲۵ لائبریریوں کے لیے سالانہ دو روپے	اگست ۱۹۷۵ء جلد ۱۶ شمارہ ۸ سالانہ ۵ روپے فی پرچہ ۵۰ پیسے

اشاریہ

ہمارے ملک میں ہنگامی حالات کا نفاذ ایک ایسا خوش آئند اقدام ہے، جس کا پورے ملک میں خوش دلی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا ہے۔ اس اقدام کے جلو میں جو حالات پیدا ہوئے ہیں، انھیں دیکھ کر بے اختیار یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ یہ قدم پہلے ہی کیوں نہ اٹھایا گیا تھا۔

وزیر اعظم اندرا گاندھی نے ہنگامی حالات کے نفاذ کے بعد جو معاشی پروگرام پیش کیا ہے۔ اس کی تائید ہی نہیں بلکہ اُسے کامیاب بنانا ہر ہندوستانی کا فرض ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اس سلسلے میں ہر ہندوستانی اپنا فرض ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریگا۔

خوشی کی بات ہے کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کی وائس چانسلری پر ڈاکٹر مسعود حسین خاں کے آنے کے بعد یہاں کی اعلیٰ تعلیمی اور تہذیبی سطح پر اردو سے متعلق سرگرمیاں تیز ہونی شروع ہو گئیں۔ پھر شعبۂ اردو کی صدارت پر ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے تقرر نے اسے تیز سے تیز تر کر دیا۔ ایم۔ اے اور ریسرچ کے طلباء کی تعداد میں اضافہ اسی سرگرمی کا نتیجہ ہے۔

اقبال صدی کے موقع پر مکتبہ جامعہ بھی کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں کئی مواقع پر قبلہ مسعود صاحب سے تذکرہ کرنا چاہا۔ لیکن موصوف اپنی اہم ترین ذمہ داریوں میں اتنے مصروف رہے اور اب بھی ہیں کہ ہم اپنا مقصد بیان نہ کر سکے۔ وقت گزرتا رہا۔ ہم اپنے مقصد پر قائم رہے۔ آخر ایک روز جب شاہد علی خاں صاحب نے اپنے منصوبے کا ذکر کیا تو

بڑی خوشی سے پوری بات سنی اور ہماری اس تجویز کو کہ ہم کتاب نما کا اقبال نمبر نکالنا چاہتے ہیں نہ صرف پسند کیا بلکہ اس کی سرپرستی بھی قبول فرمائی اور شعبۂ اردو سے ہر قسم کے تعاون کا یقین بھی دلایا۔ اس فیصلہ سے ہماری ہمت بڑھی اور ہم نے فیصلہ کیا کہ اقبال نمبر نکالا جائے جس کے ذریعہ جامعہ کے قدیم و جدید طلبا اور اساتذہ شاعرِ مشرق کو اپنا خراجِ عقیدت پیش کریں گے اس کی ترتیب کی ذمہ داری شعبۂ اردو جامعہ ملیہ نے قبول کر لی ہے۔

مسعود صاحب کی اس ہمت افزائی سے بڑی مسرت ہوئی اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شاہد صاحب نے کئی اور منصوبوں کا ذکر کیا۔ جن میں جامعہ ملیہ کے شعبۂ اردو کا تعاون ضروری ہے۔ ان میں علامہ اقبال پر ایک سیمنار بھی ہے جو مکتبہ جامعہ منعقد کرانا چاہتا ہے۔ پروفیسر مسعود حسین خاں صاحب نے اس میں اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ ایک اور تجویز تھی۔ لسانیات سے متعلق ایک سہ ماہی رسالہ کے اجرا کی۔ آپ نے اسے پسند فرمایا۔ ان کے علاوہ بھی کئی منصوبوں کے خاکے پیش کیے گئے جس میں سے بعض تو انھوں نے فوراً منظور کر لیے اور بعض کو مزید گفت و شنید کے لیے اٹھا رکھا۔

غرضیکہ شیخ الجامعہ صاحب نے ہماری بیشتر اور تقریباً ہر اس تجویز کو اپنی سرپرستی اور تعاون کا یقین دلایا جن کی تفصیلات بعد میں پیش کی جا سکیں گی۔ ہمیں یقین ہے کہ جامعہ ملیہ کے تعاون سے مکتبہ جامعہ پر سے ادبی تعطل کے وہ بادل چھٹ جائیں گے جو ہمارے خیال میں پچھلے کئی برسوں سے کم از کم ہماری نظر میں ادارے پر منڈلاتے رہے ہیں۔

تقریباً ۴ سال ہوئے جب مرحوم حسین حسان صاحب کی فرمائش پر رشید حسن خاں صاحب نے پیامِ تعلیم میں "حرفوں کا جادو" کے زیرِ عنوان "املا" پر ایک سلسلۂ مضامین شروع کیا تھا۔ ادھر اس کی مقبولیت اور پسندیدگی کے خطوط آنے شروع ہوئے ادھر خاں صاحب کی دوسری مصروفیت نے انھیں آگھیرا۔ حسان صاحب کے اصرار پر خاں صاحب نے اپنی کتاب کا مسودہ ہی بعد نظرِ ثانی اشاعت کے لیے دے دیا تھا۔

اس کے بعد حسین حسان صاحب نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ ہماری مصروفیات

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قدیم اور جدید اساتذہ اور طلبہ

علامہ اقبال کو اپنا خراجِ عقیدت

ماہنامہ "کتاب نما" کے

ذریعے پیش کر رہے ہیں

اقبال نمبر

نگراں
شیخ الجامعہ پروفیسر مسعود حسین خاں

مہمان اڈیٹر
ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

اس نمبر کی ترتیب کا کام جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبۂ اردو کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس کے معیاری ہونے کا یقین دلانے کے لیے صرف اتنا ہی بتا دینا کافی ہوگا کہ اس کی ترتیب کی نگرانی پروفیسر مسعود حسین خاں صاحب شیخ الجامعہ جامعہ ملیہ اسلامیہ نے قبول کرلی ہیں۔

تفصیلات آئندہ شمارے میں پیش کی جائیں گی۔

ڈاکٹر صفدر آہ کے مقالے کے سلسلے میں

ایک خط

کتاب نما بابتہ جون ۷۵ء میں ایک مقالہ جناب صفدر آہ صاحب کا زیر عنوان "انیس کے جشن صد سالہ پر ایک گراں قدر تحقیقی کام" شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں بعض ارشادات بے حد تکلیف دہ اور خلاف واقعات ہیں۔ خیر لکھنؤ میں وہ علمی ہستیاں جو انیس کے گھرانے سے ہمیشہ منسلک رہیں اس حقیقت کی قائل تھیں کہ انیس کی شاگردی کا شرف ان کے دونوں بھائیوں مونس اور انس اور ان کے تینوں صاحب زادوں نفیس، رئیس اور سلیس کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ وقتی طور پر کبھی کسی کو اصلاح مل گئی ہو مگر زانوئے ادب تہ کر کے باقاعدہ تلمذ کی خصوصیت کسی غیر کو نصیب نہیں ہوئی۔ اس مستند اور مسلم الثبوت روایت کو جناب صفدر آہ نے چیلنج کیا ہے۔ اور ان کا یہ فرمانا کہ انیس کے "شاگرد رشید" فارغ تھے اور ان فارغ کی مدح سرائی میں حضرت آہ نے سارا زورِ قلم صرف کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "انیس کے بعد صنفِ مرثیہ ایسا رزم نگار تو آج تک پیدا نہیں کر سکی، فردوسی کی آواز اگر اردو میں سننا ہو تو فارغ کو پڑھیے"۔ فارغ کے بارے میں تجسس کرنے پر پتہ چلا کہ یہ بزرگ جناب آہ کے جدِ محترم تھے۔ یہ تحقیق صحیح ہو یا غلط، اس سے مجھے سروکار نہیں لیکن یہ بات قابلِ گرفت اور شکایت ہے کہ حضرت آہ نے فارغ کی مدح و ثنا میں اتنا غلو فرمایا ہے کہ نفیس کے مقابلے میں بھی بہتر رزم نگار قرار دیا ہے اور انیس کے دو ممتاز، مقتدر اور بلند پایہ جانشینوں یعنی عارف اور عروج کو یک لخت نظر انداز کر کے، قابلِ ذکر بھی نہیں سمجھا۔ حالاں کہ نفیس، عارف اور عروج کا شمار اساتذہ کی پہلی صف میں ہوتا آیا ہے اور تینوں ہستیاں فنِ مرثیہ گوئی میں نہ صرف کمال بلکہ اپنے کمال میں عظمت کی بھی مالک تھیں۔ اس لاعلمی یا کم توجہی سے بڑھ کر یہ صورتِ حال شرمناک ہے کہ حضرت آہ نے اپنے کو "انیس سے خصوصی تعلق رکھنے والا" قرار دیا ہے

ہوئے بھی ان کے حقیقی اور مستند ورثا کے وجود ہی سے انکار کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ "مرحوم ڈاکٹر ڈاکٹر عسین فاروقی نے دبستانِ دبیر کے نام سے زیٹوں کا پٹارہ شائع کیا ہے جس میں دو خود ساختہ ورثائے انیس محمد ہادی اور محمد عباس کا یہ بیان بھی شائع کر دیا ہے کہ میر انیس کا کوئی شاگرد نہیں تھا۔ ان کے بھائیوں اور بیٹوں کے علاوہ جو مرحوم کی شاگردی کا دعویٰ کرے وہ غلط گو ہے۔ یہ بیان سوءِ ادب اور بد تہذیبی کے ساتھ نام نہاد ورثائے مذکور کی ذہنی بے بضاعتی اور بے مائگی کا بھی بیّن ثبوت ہے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ لڈّن صاحب مرحوم لاولد فوت ہوئے اور ان کے بعد حقیقی معنوں میں انیس کی وراثت ختم ہو گئی۔" (ملاحظہ ہو کتاب نما بابتہ ماہ جون ۷۵ء صفحہ ۸)

جناب صفدر آہ اگر فارغ کو ایک بلند پایہ مرثیہ گو قرار دینے پر اکتفا کر لیتے تو یقیناً قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی کیوں کہ 'اپنے بزرگوں کی تعریف' توصیف اور منزلت سازی کرنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے لیکن انہوں نے فارغ کو "ہر اعتبار سے فخرِ دبستانِ انیس" کا تمغہ مرحمت فرماتے ہوئے خاندانِ انیس کے گراں قدر مایۂ ناز اساتذہ کو یک لخت فراموش کر دیا۔ اور انیس کی وراثت ہی کو "حقیقی معنوں میں" ختم کر دیا۔ میرے خاندانی تعلقات سو برس سے زیادہ کی مدت سے اور ذاتی تعلقات اس خانوادہ سے ساٹھ برس سے استوار ہیں۔ پھر بھی میں بخوفِ طوالت ورثائے انیس کا مکمل شجرہ پیش کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ معترضانہ بحث قولی کے جواب میں جناب آہ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ میر انیس کے صاحب زادے میر نفیس کی اولاد میں دو لڑکے صاحب عروج اور دو صاحب زادیاں بھی تھیں جن میں سے ایک کے بلند مرتبت فرزند جناب میر علی محمد صاحب عارف تھے اور دوسری بہن کے تین صاحب زادے سید مہدی حسین واقف، سید علی احمد واصف اور سید نواب حسن عاکف تھے۔ یہ تینوں بھائی مرثیہ گو اور مرثیہ خواں تھے۔ عروج اور عارف اپنے زمانے میں مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کے ڈنکے بجا گئے اور آج بھی مرثیہ و ممبر کے پرستاروں میں ان کے نام زبان زد ہیں۔ عروج صاحب کے صاحب زادے لڈّن صاحب مرحوم:

تھے جن کا تخلص فائز تھا جو حضرت آہ نے عمداً نظر انداز کر دیا۔ یہ سچ ہے کہ لائق صاحب فائز کے لاولد فوت ہو جانے پر مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کی وراثت نفیس کے اولادِ ذکور میں ختم ہو گئی۔ لیکن جس طرح رسولِ اسلام کی نسل کا سلسلہ ان کی دختر محترمہ کی وساطت سے چلا تھا اسی طرح اس خاندان میں مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کی وراثت نفیس کی صاحب زادیوں کے سلسلہ میں چلتی رہی۔ عارف صاحب مرحوم کی اولاد میں ان کے دو صاحب زادے سید ظفر حسین عرف بابو صاحب اور سید محمد ہادی لائق شہرت کے مالک ہوئے اور دوسری صاحب زادی کی نسل میں واقف کی اولاد میں سید فرخ حسین و سید ہادی حسین ہیں اور واصف کے صاحب زادے سید محمد عباس آصف مرحوم تھے۔ اپنے دونوں صاحب زادوں کو تخلص عارف صاحب مرحوم ہی نے عطا فرمائے تھے اور یہ صاحبان اپنے والد مرحوم کی مجلسوں میں پیش خوانی فرماتے تھے۔ بابو صاحب فائق مرثیہ بھی اچھا کہتے تھے اور پڑھتے بھی اچھا تھے لیکن ان کی زندگی نے زیادہ دیر وفا نہیں کی۔ ان کے بعد مرثیہ کا چلن ہی ختم ہو گیا۔ اب ان کے بھائی سید محمد ہادی لائق ضعیفی اور گوشہ نشینی میں اپنے دن گزار رہے ہیں۔ انھیں دونوں چچازاد بھائیوں سید محمد ہادی لائق اور سید محمد عباس آصف کو حضرت آہ نے "خود ساختہ" اور "نام نہاد ورثاء" قرار دیا ہے۔ خارج کیے ایسے شاعر کو جن کا نام بھی دنیائے اردو ادب میں بہت کم لوگوں نے سنا ہے، مرثیہ گویوں کی صف میں ممتاز جگہ پر بٹھانے کی کوشش بہت ممکن ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک معیوب نہ ہو لیکن خانوادۂ انیس کے مستند، مسلم الثبوت اور با حیات باقیات الصالحات کی شان میں "خود ساختہ" اور "نام نہاد ورثاء" کے القاب استعمال کرنا سنجیدگی، شائستگی، متانت اور شرافت کسی لحاظ سے بھی پسندیدہ نہیں قرار دیا جا سکتا، اور نہ کبھی معیارِ تنقید سے صحیح ہو گا۔

مرزا جعفر حسین
بدری ناتھ روڈ۔ لکھنؤ

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

مسالک ومنازل

از   پروفیسر ضیا احمد بدایونی
پتہ   مکتبہ جامعہ لمٹیڈ جامعہ نگر دلی ۲۵
قیمت مجلد   ۲۲ روپے

ہندوستان کئی سو سال فارسی زبان وادب کا گہوارہ رہا ہے۔ اس سرزمین سے فارسی نثر ونظم کے ایسے یگانۂ روزگار عالم شاعر اور ادیب پیدا ہوئے جو آج بھی اہل زبان کے لیے چراغ رہ گزر بنے ہوئے ہیں۔ فارسی ادبیات کی تاریخ میں ہندوستانی علماء و شعراء کے گراں قدر کارنامے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ فارسی لغت نویسی کے آغاز وارتقا میں ہندوستان نے ایران پہ سبقت حاصل کی ہے۔ امیر خسرو، خواجہ حسن، ابو الفضل، فیضی، ملا ظہوری اور نعمت خاں عالی کے کارناموں سے کون واقف نہیں ہے۔ فارسی کے ہندو عالموں میں ٹیک چند بہار، چندر بھان برہمن سیالکوٹی، لل والاستہ اور بہت سے دوسرے ادیبوں اور شاعروں کی خدمات سے کون انکار کر سکتا ہے۔

مغلیہ سلطنت کے زوال اور انگریزی اقتدار کے آغاز کا زمانہ نہایت پر آشوب تھا۔ جب ملک بھر میں ہر طرف انتشار پھیلا ہوا تھا اس وقت بھی زبان وادب کو عروج

حاصل تھا۔ اور اس زمانے میں بھی مرزا غالب، امام بخش صہبائی، شیفتہ، مومن اور اسیر لکھنوی جیسے فارسی ادبیات کے ماہر موجود تھے۔ انیسویں صدی کے نصف اول میں فارسی کی جگہ اردو نے لے لی۔ پھر بھی فارسی کا ذوق و چلن باقی رہا۔ ایک طرف اردو زبان میں مہارت کے لیے فارسی کی ضرورت مسلم تھی۔ دوسری طرف ایران و افغانستان سے ہندوستان کے روابط زمانۂ قدیم سے تھے اس لیے فارسی زبان کی تعلیم و تدریس کسی نہ کسی شکل میں باقی رہی اور یہ سلسلہ ابتک قایم ہے۔ بیسویں صدی میں بھی فارسی عالموں اور شاعروں کا قحط نہیں رہا۔ فارسی کے بے شمار ممتاز و ماہر عالم ملک کے ہر گوشے میں کم و بیش موجود رہے اور اب بھی ہیں۔ مولوی قدرت اللہ بیگ رعد ملیح آبادی مرحوم نے مطالع المجاہد کے نام سے بیس ہزار اشعار کی بے نقط مثنوی سیرت رسول پر لکھی تھی جو طبع ہو چکی ہے۔ زبان پر اتنی مہارت شاید ہی کسی ایرانی کو حاصل ہوئی ہو۔ موجودہ دور میں فارسی کا رواج کچھ تو مذہبی مدارس کی بدولت باقی ہے اور کچھ ہندوستانی یونی ورسٹیوں کے سہارے جہاں اعلیٰ درجات میں نہ صرف یہ کہ فارسی پڑھائی جاتی ہے بلکہ تحقیقی و تنقیدی کام بھی ہوتے ہیں اور وہ بھی اس لیے کہ حکومت اس کے لیے مالی امداد اور وظائف دیتی ہے۔ مگر عام طور پر یونی ورسٹیوں میں ایسے اساتذہ کا فقدان ہے جو فکر و نظر کے معیار آشنا ہوں۔ عام طور پر سہل انگاری نے تخلیقی اور تنقیدی صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ اب معیار قابلیت یہ ہے کہ کسی نایاب قدیم مطبوعہ کتاب حاصل کر کے اس پر ایک مضمون لکھ دیا جائے۔ بعض اساتذہ کرام کسی نہ کسی قدیم قلمی مخطوطے کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اگر کوئی مخطوطہ ہاتھ آگیا تو اس کو مختلف طریقوں سے استعمال کر کے نام اور دام دونوں حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایڈیٹنگ کا رواج ایسا چل نکلا ہے کہ ٹھوس علمی و ادبی کاموں سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں بھی ملک کے مختلف گوشوں میں واقعی علمی و فنی نقطۂ نظر رکھنے والے اور فارسی زبان و ادب کے ماہر اساتذہ موجود رہے ہیں۔ ایسے متعدد ماہرین ادبیات فارسی اب بھی موجود ہیں

جن کے دم سے ہندوستان میں کلاسیکی فارسی ادب کا چراغ روشن ہے۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی، قاضی عبدالودود، پروفیسر مسعود حسن رضوی کی خدمات سے علمی دنیا خوب واقف ہے۔ اسی گروہ کی ایک ممتاز شخصیت مرحوم پروفیسر ضیاء احمد بدایونی کی تھی جن کی وفات پر ایک سال بھی نہیں گزرا۔ مرحوم فارسی ادبیات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ چالیس سال تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ پیش نظر کتاب "مسالک و منازل" ان کے چند تحقیقی و تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے جن میں انہوں نے خاقانی، نظامی، فیضی جیسے بلند پایہ شعراء کے کلام پر تنقیدی نظر ڈالی ہے۔ ان کی واقعی خصوصیات کو اجاگر کیا ہے۔ ان کی شخصیت کے اصلی خد و خال کو نمایاں کیا ہے۔ اندازِ بیان نہایت دلکش و عام فہم ہے۔ محض مشکل اور اختلافی چیزوں کو دلائل سے حل کیا ہے۔ امام بخش صہبائی اور ایک غیر معروف شاعر نوا بدایونی کی ادبی و فنی خدمات پر پہلی بار تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ایک طویل مضمون میں عہدِ اکبری میں فارسی ادبیات کی ترقی کا جائزہ لیا ہے۔ یہ مضامین فارسی ادب کے طلباء اور اساتذہ کے لیے یکساں مفید ہیں اور ان کی افادیت مستقل ہے۔

فارسی زبان و ادب کے سلسلہ میں ہندوستان کی آزادی کے بعد جو چند قابلِ ذکر کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں ڈاکٹر نورالحسن انصاری کی کتاب "فارسی ادب بعہدِ اورنگ زیب" اور ضیاء احمد بدایونی مرحوم کی "مسالک و منازل" کی حیثیت نمایاں ہے بلکہ مستقل تصنیفات میں شاید ہی ان کے علاوہ کوئی کتاب پیش کی جا سکے۔

طباعت و کتابت دیدہ زیب، عمدہ کاغذ، خوب صورت جلد، مکتبہ جامعہ کے معیار کے مطابق ہے۔

امیر حسن نورانی

پچھلے پہر

شاعر: جاں نثار اختر
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ - نئی دلی - ۲۵
قیمت: سات روپے

جناب جاں نثار اختر ہماری اُردو زبان کے مشہور و معروف چوٹی کے شاعر و ادیب ہیں۔ "پچھلے پہر" آپ ہی کے تازہ کلام کا ۹۵ صفحہ کا گلدستہ ہے جس میں آپ کی ۹۳ غزلیں حسنِ کتابت اور زیبائش طباعت سے جگمگا رہی ہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی غزل دو شعروں یا چار مصرعوں کی ہے اور بڑی سے بڑی غزل ۱۲ شعروں یا ۲۴ مصرعوں کی دستوں کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ اور ہر مصرع چاہے چار یا پانچ ہی لفظ کا ہو، اُسے ایک سطر دی گئی ہے۔ ترتیب کلام میں کوئی عام اصول مدِ نظر نہیں رکھا گیا۔ اس لیے اگر کسی شعر یا غزل کی تلاش ہو تو پوری کتاب کی ورق گردانی ضروری ہے۔ اسی طرح کتاب کے نام "پچھلے پہر" کی حکمت اس کے سوا اور کوئی خیال میں نہیں آتی کہ اختر نے بھی امیر خسروؒ کی طرح اپنے کلام کی گویائی کے تین چار دور مقرر کر دیے ہیں۔ اور شامِ جوانی کے کلام کو "پچھلے پہر" سے موسوم کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور مصلحت ہو تو اسے حضرت اختر ہی جانتے ہوں گے۔

ہر غزل نئے صفحے سے شروع کی گئی ہے۔ کاتب کا قلم ابتدا سے انتہا تک ایک ہے۔ اور اول سے آخر تک کہیں قلم کاتب کے قبضے سے باہر نہیں ہوا۔ آفسیٹ کی چھپائی ہے۔ جسے کتابت کی مشاطگی یا "میک اپ" سمجھنا چاہیے۔ کتاب کا ہر صفحہ گویا آبدار موتیوں کی چھوٹی بڑی لڑیوں سے آراستگی کی وجہ سے طابع و ناشر کے حسنِ ذوق اور لطافتِ مزاج کا شاہد ہے۔ کتاب کے ۹۵ صفحوں میں تین فاضل پروفیسروں کی ۱۴ صفحوں کی تقریظیں بھی داخل ہیں۔ پہلی تقریظ جناب پروفیسر آل احمد سرورؔ کی ہے۔ دوسری جناب پروفیسر محمد حسن کی اور تیسری جناب ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی کی۔ تینوں فاضل پروفیسروں نے اپنے اپنے مخصوص نظر سے جاں نثار کے فن اور اُن کی مہارتِ فن کو سراہا ہے۔ میری ناقص رائے میں یہ تینوں تقریظیں اگر کتاب کے تعارف کے طور پر

شامل کتاب کیے جانے کے بجائے الگ سے شائع ہوتیں تو بہت مناسب ہوتا۔ اس لیے کہ ایسی تقریظیں غیر معروف انجانے فن کاروں کے لیے سند کا کام دے سکتی ہیں۔ اور جاں نثار اختر اپنے علم و فضل اور کمالِ فن کے لحاظ سے بہت بلند ہیں کہ ان کے کلام کے لیے سفارشی تلاش کیے جائیں۔

جاں نثار اختر ایک باکمال شاعر ہونے کے لحاظ سے ہی مشہور نہیں بلکہ اپنے علمی فضائل کے لحاظ سے بھی ہماری ادبی دنیا میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اور یہ کمالات ذاتی جدو جہد کے علاوہ وراثت میں بھی آپ کو ملے ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت مضطر خیرآبادی قدیم مدرسۂ شاعری کے رکن رکین اور بزرگ ترین ہستی تھے۔ پیشہ کے لحاظ سے قانون داں اور عہدہ کے لحاظ سے قدیم ریاست گوالیار میں مجسٹریٹ تھے۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ شعر گوئی میں ان کی مشق سخن کا یہ عالم تھا کہ عدالت میں گواہوں کے بیان سنتے جاتے اور نظم کی صورت میں انھیں قلم بند کرتے چلے جاتے۔ حضرت مضطر کا نسبی سلسلہ معدن فضل و کمال فلسفۂ مشرق کے آخری مرکز خیرآبادی خاندان فضلا مولانا فضل امام۔ فضل حق اور شمس العلماء مولانا عبدالحق رحمہم اللہ پر منتہی ہوتا ہے۔ غالباً یہی خاندانی نسبتیں ہیں جن کے پیش نظر اختر نے اپنی زیر تبصرہ کتاب "پچھلے پہر" میں ایک جگہ لکھا ہے ؎

شاید ہمارا نام و نسب یاد ہو انھیں صدیاں جو سو رہی اندھیری گپھاؤں میں

ذاتی ہنرمندی و کمال کے ساتھ پشتہا پشت کے اہل کمال خاندان کا یہی اثر تھا کہ مسلم یونیورسٹی کی طالب علمی کے زمانے میں اختر جب یونی ورسٹی کے مشہور فاضل مولانا سید سلیمان اشرف (...رشید احمد کے ممدوح) سے ملنے گئے اور ان کو معلوم ہوا کہ اختر کون ہیں تو تعظیماً کھڑے ہو گئے۔

میں نے جناب اختر کے کئی مجموعے دیکھے اور ان سے لطف لیا اور بعض پر اظہار خیال بھی کیا ہے۔ اس کتاب کے ملتے ہی پہلی فرصت میں توجہ سے پڑھا۔ جی چاہتا ہے کہ مختصر لفظوں میں اپنے اثرات "کتاب نما" کے ذریعہ آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔

جاں نثار اختر کا کلام پڑھتے ہوئے۔ پڑھنے والے کے سامنے جو پہلی حقیقت آتی ہے وہ

یہ ہے کہ وہ اپنے معاصر باکمالوں کے مقابلے میں خالص اردو یا ٹھیٹھ ہندوستانی میں شعر کہتے ہیں۔ آپ کے کلام میں اردو کے مروّجہ فارسی عربی لفظ آتے ضرور ہیں۔ مگر کم سے کم۔ اور آپ ان کی مدد کے بغیر خوب صورت، میٹھے، دل کش لفظ یا بول اس استادی سے برتتے ہیں کہ یہ سادگی و پرکاری پڑھنے والوں کے دل میں اُتر جاتی ہے، اور یہ بات اُن کے معاصروں میں ہے۔ مگر اتنی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اختر "تجربہ" کے نام سے اردو کی قدیم روش شاعری یا ہیئت یعنی بحور و اوزان سے بیزاری کی بجائے استقامت سے مسلّمہ قواعد فن کے مطابق اپنے اونچے سے اونچے، نادر سے نادر، حقیقت میں ڈوبے ہوئے خیالوں کو قدیم پیمانوں سے ناپ تول کر بزم شعر میں پیش کر رہے ہیں۔ وہ "بات" اور "بات" کہنے کے ڈھنگ کو محض پیمانوں کی توڑ پھوڑ کی لاقانونیت پر ترجیح دیتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اختر خیالات کی قدامت اور اوہام یا مبالغۂ غیر مستحسن سے بچ کر زندگی کے حقائق اور تجارب ذاتی و انسانی و علمی و اخلاقی و سیاسی کو دل کش شاعرانہ حسنِ بیان سے پیش کرتے ہیں۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اختر کا اپنا کلام پڑھنے اور سننے والوں سے "یار" کے لفظ سے خطاب ہوتا ہے۔ اختر کو جہاں پتے کی بات، کام کی بات، الجھاؤ کی بات، اہم بات، خاص الخاص بات کہنا ہوتی ہے وہ "یار" کے لفظ سے ہی خطاب کرتے ہیں۔ ممکن ہے ہمارے ہاں عام طور پر جو comrade کے لیے "ساتھی" کا لفظ رواج پا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی بڑائی نہیں۔ اُس کی بجائے اختر نے یار کے لفظ کو پسند کیا ہو۔

پانچویں بات یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ فارسی میں۔ اردو۔ عربی۔ ہندی کی طرح فعل میں تذکیر و تانیث کی تمیز نہیں۔ ہمارے اردو غزل گوؤں نے فارسی غزل گوؤں کی تقلید کی۔ میں اردو کے قدیم و جدید شعرائے غزل میں اختر کو پہلا شاعر خیال کرتا ہوں جس نے اپنی غزل میں محبوب کو مونث ظاہر کیا ہے اور "ساقی" کو "ساقیہ" کہہ کر خطاب کیا ہے۔ مثلاً

مضطرب تھی تو ندیم بھی تو، ساقیہ بھی تو تو جانِ انجمن ہی نہیں انجمن بھی ہے (ملّا)

اور دوسری جگہ اسی "ساقیہ" سے یوں بھی خطاب ہے

میں تم سے دور رہتا ہوں تو میرے ساتھ رہتی ہو تمہارے پاس آتا ہوں تو تنہا ہوسا جاتا ہوں

میں چاہے سچ بھی بولوں ہر طرح سے اپنے بارے میں — مگر تم مسکراتی ہو تو جھوٹا ہو سا جاتا ہوں

(ملٹ)

چھٹی بات یہ ہے کہ ہمارے لکھنوی استادوں نے "متروکات" کا جوا نیا رلگا کر اچھے اچھوں کے کلام میں فی نکالنا شروع کر دیا تھا۔ جاں نثار اختر کو عملاً اس سے اتفاق نہیں۔ وہ بڑی بے تکلفی اور ماہرانہ سادگی اور خوبی سے اپنی غزل میں عام بول چال کے لفظ لاتے اور ندرتِ خیال کو ایسے رنگ میں سجاتے ہیں کہ بے ساختہ معنی آشنا دل جھوم اٹھتا ہے۔ اختر کا مقبولِ عام الفاظ کا انتخاب اور استعمال ہندی پریمیوں سے بالکل الگ ہوتا ہے۔ جاں نثار صدیوں کے ترشے اور چمکائے ہوئے ہیرے کو آج کے زیور میں بٹھاتے ہیں اور آج کے ہندی والے ایسے ہیرے کو چھوڑ کر اُس کی کان تک جاتے اور وہاں سے ان گڑھ پتھر لا کر اُس کی اسی اصلی شکل میں نئے سانچے میں بٹھانے کی کوشش میں جان کھپاتے ہیں۔ مثالوں کی ضرورت نہیں۔

ساتویں بات یہ ہے کہ غزل گو شاعر جاں نثار کو ماحول کا شدت سے احساس ہے ؎

کوئی آسودہ نہیں اہلِ سیاست کے سوا — یہ صدی دشمنِ اربابِ ہنر لگتی ہے

"صدی" کی قید زیادتی ہے۔ کیونکہ آج ہی نہیں صدیوں اور قرنوں سے یہی چلن چلا آ رہا ہے۔ اور "اہلِ سیاست" کا مفہوم صرف اہلِ ریاست و اقتدار یا اسی کی اُدھیڑبن میں بسنے والے لوگ سمجھنا صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ میرے نزدیک "سیاست" کی حدیں سماجی سیاست، مذہب کے نام کی سیاست، تجارتی سیاست، مقامی سیاست، ملکی سیاست اور عالمگیر سیاست کی گٹھ بندیوں کی سیاست سب اس میں آ جاتی ہیں۔ اختر کا تجربہ اگرچہ یہی ہے ؎

زندگی تنہا سفر کی رات ہے — اپنے اپنے حوصلے کی بات ہے
کس عقیدے کی دُہائی دیجیے — ہر عقیدہ آج بے اوقات ہے

اور یہی بات دل کو لگتی بھی ہے۔ یہاں پر اختر نے ایک قابلِ غور اور نکتہ بھی بیان کیا ہے ؎

مے کدے کی سیاست پر نظر رکھتے ہیں — ہم سے دیوانے بھی دنیا کی خبر رکھتے ہیں

اسی کی روشنی میں یہ یقین رکھتے ہوئے کہ ؎

انعام ہو، خطاب ہو، ویسے ملے کہاں — جب تک سفارشوں کو اکٹھا کیا نہ جائے

سب سے پہلے مصنف کتاب کے آغاز میں بطور تمہید اس شعر کا اندراج ؎

بہت ہیں تجھ کو ستانے میں چاہنے والے　　ہماری طرح کوئی تیرا جاں نثار تو ہو

کہیں اسی معمے کا حل تو نہیں۔ پھر بھی اختر کا اعلان ہے ؎

دنیا کے ستائے ہو کہ دنیا نے ادب ہو　　دیوانے تو ہر حال میں نازاں رہے ہیں

اپنا رونا تو ہر کوئی روتا ہی ہے عالمگیر غریبی پر رونے والے ہمیشہ سے رہے ہیں اور ہر زمانے میں غریبی کی حد بھی کسی نہ کسی حد تک ہوتی ہی رہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ غریبی و افلاس کا مرض لاعلاج جوں کا توں باقی ہے۔ اور جدھر نظر ڈالیے اس روگ کے سوگ قدم قدم پر بُرے حالوں سسکتے نظر آرہے ہیں حساس اختر کا بیان ہے ؎

شرم آتی ہے کہ اس شہر میں ہم ہیں کہ جہاں　　نہ ملے بھیک تو لاکھوں کا گزارا ہی نہ ہو

اور ؎

ہر کسی کا شیشۂ تمہ پیچ چاہا پر سکتے ہیں ہم　　کم سے کم حالِ تمہ ہے ہم کو اجازت اس قدر

آخری شعر کے دوسرے مصرع میں "اجازت" کا لفظ طنزاً لایا گیا ہو تو خیر ورنہ ہے یوں کہ دنیا بھر نے بھر کی اجازت نہیں میں نے فٹ پاتھ پر بھٹک کر جدا ہونے والے کپڑے کو ٹوٹا ہوا لوٹا کر اسرہانے رکھ کر بے جان سے نیم خفتہ لیٹے ہوئے کو سردی کی مار سے اُٹھائے جاتے دیکھا ہے۔

"غریبی" کا بشدت احساس ہماری جدید شاعری کا مقبول موضوع ذکر و فکر اور سرمایۂ کلام ہے لیکن میرا مشاہدہ یہ ہے اور یہ مشاہدہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ خدا کرے کہ غلط ہی ہو۔ کہ عموماً جدید ادیب شاعر و فن کار جس شدت سے "غریبی" کا رونا روتے اور غریبوں سے ہمدردی کا اعلان فرماتے ہیں اُس سے کہیں زیادہ خود اُن کی "ذات" خاص کے مطالبات پورے کرنے کے رجحانات کا مرکز توجہ ہو کر

حسرت موہانی کا شعر ہے ؎

اللہ رے حسنِ یار کی خوبی کہ خود بخود　　رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

کچھ ایسا ہی خیال اختر نے ظاہر کیا ہے مگر ندرت کے ساتھ ؎

مانا کہ رنگ رنگ ترا پیرہن بھی ہے　　پہناں ہیں کچھ کرشمۂ عکسِ بدن بھی ہے

رسم و رواج یا مسلکِ عوام کے خلاف آہ بھی نکو بنانے کے لیے کافی سے زیادہ ہوتی ہے۔ سعدی کہتے ہیں، عمر بھر کی خوبیاں ایک غلطی سے خاک میں مل جاتی ہیں ؎

بسا نامِ نیکوئے پنجاہ سال — کہ یک نامِ زشتش کند پائمال

اور اختر کہتے ہیں کہ قوموں کی زندگی میں ایک لغزش یا تاریخ عالم کا دھارا بدل دیا کرتی ہے

ہاں خبردار کہ یک لغزشِ پا سے بھی کبھی — ساری تاریخ کی رفتار پلٹ جاتی ہے

مگر میری یاد غلطی نہیں کرتی۔ میں نے حضرت اختر ہی سے ایک بار برسبیل تذکرہ پوچھا تھا کہ فلمی شاعری کا ہمارے شاعروں پر کیا اثر پڑا ہے۔ مجھے خیال ہے کہ انھوں نے بے ساختہ کہا تھا۔

"برا عالم شاید اسی احساس نے اُن سے یہ شعر کہلوایا ہے ؎

کیا پتا ہو بھی سکے اس کی تلافی کہ نہیں — شاعری تجھ کو گنوایا ہے بہت دن ہم نے ص۹

اور شاعری کو گنوا کر کیا پایا ہے ؎

اور تو مجھ کو ملا کیا مری محنت کا صلہ — چند سکے ہیں مرے ہاتھ میں چھالوں کی طرح ص۱۲

غزلوں کی ترتیب میں قدیم اصولِ ترتیب کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ نہ غزل کہنے کی تاریخ ہے نہ ابجد کا لحاظ۔ کسی شعر یا غزل کو تلاش کرنے کے لیے پوری کتاب کی ورق گردانی کی جائے تو مطلوب ہاتھ آتا ہے۔

یوں تو ساری کتاب بہترین اشعار سے بھری ہوئی ہے لیکن پڑھتے وقت خصوصیت سے جو شعر پسند آئے اُن میں سے کچھ ناظرین کی خدمت میں حاضر ہیں۔

فرصتِ کار فقط چار گھڑی ہے یارو — یہ نہ سوچو کہ ابھی عمر پڑی ہے یارو

جب لگیں زخم تو قاتل کو دعا دی جائے — ہے یہی رسم تو یہ رسم اُٹھا دی جائے ص۔۔

ہم نے انسانوں کے دکھ درد کا حل ڈھونڈ لیا — کیا برا ہے جو یہ افواہ اُڑا دی جائے

دل کو چھو جاتی ہے یوں رات کی آواز کبھی — چونک اُٹھتا ہوں کہیں تو نے پکارا ہی نہ ہو ص۲۱

ہماری قدر کرو اے سخن کے متوالو — غزل کو کل نہ ملیں گے مزاج داں ہم سے

صبح کے درد کو راتوں کی جلن کو بھولیں — کس کے گھر جائیں کہ اُس وعدہ شکن کو بھولیں ص۲۱

ذیل کا شعر قدیم روشِ شاعری سے انحراف اور ترقی پسندی یا جدید ذہن کا اعلان ہے۔

ہر مسلکِ فن کو ٹھکراتے چلے ہیں ہم — وہ پچھلی بیٹھکیں وہ پیش و پس گیا ص۲۵

شعر کی حقیقت ؎ وہ میر کی غزل ہو کہ غالب کی شاعری — لحن تمام سازِ رگِ جاں سے آتے ہیں

اتنوں کا پیار مجھ سے سنبھالا نہ جائے گا — لوگو! تمہارے پیار سے ڈرنے لگا ہوں میں ص۳۵

کھو گیا آج کہاں رزق کا دینے والا — کوئی روٹی جو کھڑا مانگ رہا ہے مجھ سے ص۳۸

پیٹ پہ پتھر باندھ نہ لے — ہاتھ میں سچ مچ پتھر ص۴۲

وطن سے عشق غریبی سے بیر امن سے پیار — سبھی نے اوڑھ رکھے ہیں نقاب جتنے ہیں
سمجھ سکے تو سمجھ زندگی کی الجھن کو — سوال اتنے نہیں ہیں جواب جتنے ہیں ص۴۹

ہر چند نیا ذہن دیا ہم نے غزل کو — پر آج بھی دل پاس روایات کرے ہے ص۵۴

یہ ٹھیک ہے کہ ستاروں پہ گھوم آئے ہیں — مگر کسے ہے سلیقہ زمیں پہ چلنے کا ص۵۶

میں سوچتا تھا وطن جا کے پڑ رہوں گا کبھی — مگر فساد میں وہ گھر بھی جل گیا ہے میاں ص۵۹

عمر بھر قتل ہوا ہوں میں تمہاری خاطر — آخری وقت تو سولی نہ چڑھاؤ یارو ص۶۶

یہ ایک سمت زمیں تو سمت کیا حد ہو گیا — روشنی جہاں بھی ہو روشنی کا ساتھ دو ص۷۵

سوچتا تھا چلو پیاس بجھے زہر ہی پی لیں — پر زہر ملے تب تو کوئی زہر پیے نا ص۷۷

فرق کچھ بھی نظر آتا نہیں زندانوں میں — صرف اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی ہے ص۷۹

یہ دور کس طرح سے کٹے گا پہاڑ سا — یارو! بتاؤ ہم میں کوئی کوہ کن بھی ہے ص۸۱

طلوعِ صبح ہے نظریں اٹھا کے دیکھ ذرا — شکستِ ظلمتِ شب مسکرا کے دیکھ ذرا
ہر ایک سمت سے اک آفتاب ابھرے گا — چراغِ دیر و حرم تو بجھا کے دیکھ ذرا ص۸۶

اب جیسا بھی چاہیں جسے حالات بنا دیں — ہے یوں کہ کوئی شخص برا ہے نہ بھلا ہے ص۸۸

مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی

بدنام کتاب

مصنف — فکر تونسوی

ناشر — راجپت رائے اینڈ سنز دہلی

قیمت — نو(۹) روپے

سترہ مضامین اور ۱۹۲ صفحات پر مشتمل یہ نیا مجموعہ جو حال ہی میں شائع ہوا ہے جناب فکر تونسوی کا غالباً سولہواں مجموعۂ مضامین ہے۔

پیاز کے چھلکوں کے علاوہ جوان کا روزنامچہ اور ملاپ کے پرستاروں کی روزمرہ کی غذا ہے، فکر صاحب نے ایک شعری مجموعہ، تین ناول اور سیکڑوں خاکے، ڈرامے ریڈیائی فیچر قلم بند کیے ہیں جو ہر عمر کے خاص و عام نے پسند کیے ہیں۔

اردو زبان کی زبوں حالی کے دور میں اس زبان اور رسم الخط میں لکھی ہوئی ہر نئی کتاب کی آمد ایک کرشمہ سے کم نہیں۔ بالخصوص جب کہ کتاب اچھی لکھی ہو۔

مضامین کے صحیح انتخاب، خوش و خوب صورت ترتیب اور پرکشش پیش کش کے سلیقہ کے لیے جو ہمیشہ ان کا امتیازی وصف رہا ہے فکر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ہر مضمون غزل کے مصرعے کی طرح الگ موضوع رکھتے ہوئے بھی پیاز کی مختلف کنجیوں سی یکسانیت کا حامل ہے۔ مگر یہ یکسانیت اتفاقی نہیں شعوری ہے اور فکر کے منفرد طرزِ بیان اور اسلوب کی مظہر۔

اپنے پڑھنے والے کے ذہن و دل کو فکری طرز کچھ ایسی مخلصانہ عیاری سے اپنے مزاح کی لامحدود گرفت میں پھنسا لیتی ہے کہ بس دیکھتے ہی بنتا ہے۔

تیکھے، تیز مگر ہلکے پھلکے انداز بجلی کی سی سرعت سے پڑھنے والے کے وجود کو جھنجھلا اور جھنجھلا کر اس کے ذہن میں پیوست ہو جاتے ہیں۔

فکر ایک کمزور و لاغر جسم مگر تندرست اور توانا ذہن کا دانشور ہے جو اپنے طنز کی طاقت سے بخوبی واقف ہے اور جانتا ہے آئیڈیا کمل سے اونچی چیز ہے۔ اور ہمیشہ ہی نظریات کا مرہونِ منت رہا ہے۔

اس مجموعہ میں اتنے معیاری، بالغ نظر اور حیات بخش مضامین کو دینا لائق صد ستائش کارنامہ ہے۔ مقام حیرت ہے کہ کوئی بھی مضمون ایسا نہیں، جو ہمارے فہم و شعور کو غور و فکر کی دعوت نہ دیتا ہو۔ سارے موضوعات اپنے دور کے کمزور اور پسماندہ طبقات کی الجھی اور بے کیف زندگیوں کی پرچھائیوں اور محرومیوں کے تذکرے اور نوحے ہیں جو فکر کے منفرد حسنِ بیان، مناسب انتخاب الفاظ، سادہ اسلوب، برجستہ اور رواں دواں زبان سے سج دھج کر ہی نکھر

بڑے خلوص کی شے بن گئے ہیں۔

کہیں رومانی اور جمالیاتی جملے کچھ ایسا رس، کیف و دلکشی پیدا کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کو نکر کے زمانۂ شعرگوئی کی یاد آجاتی ہے۔

فکر اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں۔ بات سے بات نکالنا، بے معنویت سے معنویت پیدا کرنا، ظرافت کی اپنی مخصوص دھن ہوتی ہے جس کو سننے کے لیے کان اور سمجھنے کے لیے دھیان کی ضرورت ہوتی ہے۔ پڑھ کر نہ ہنسنا مزاج کو لیجذکر سکنے کی صلاحیت کی کمی کا مظہر ہے ہیومر کا نہیں۔ فلسفیانہ اور عالمانہ گفتگو خالی مغلوج ذہنوں کا پسندیدہ مشغلہ ہے جو فکر نے کبھی نہیں اپنایا۔ وہ سیدھی سپاٹ صاف ستھری اور عام فہم زبان میں بات کرتے ہیں۔ ان کا نشتر، نشتر سیدھا ہے۔ جراح کا نشتر ہے۔

ان کی سیدھی سپاٹ باتوں میں فلسفہ بھی ہے، عامیانہ وقار بھی ہے اور ہیں مخلصانہ تبسم بھی۔

مجموعہ کا آخری مضمون 'فکر تونسوی بھیڑ کا آدمی' ان کے پرستار اور مخلص دوست جناب مجتبیٰ حسین کا خاکہ جو اپنی رنگینی اور دلکشی کے اعتبار سے فکر ہی کے مضامین کی لڑی کا موتی ہے مجموعہ کا پہلا مضمون ہونا چاہیے تھا۔ دراصل مضامین کی ترتیب میں بھی ایک خامی ہے جو سب سے زیادہ کھٹکتی ہے۔

کتاب کا سرورق موضوع کے لحاظ سے نہایت موزوں اور جاذب نظر ہے۔ اس سے بھی بہتر ہیں جناب کرشن چندر، جناب راما نند ساگر، اور گوپی چند نارنگ کے تاثرات جو فکر کے کام اور نام کی تشریح کر دیتے ہیں۔

بدنام کتاب کے فکر پسند ناشر نے جس ذوق، محنت اور لگن سے اس مجموعہ کو سجایا اور سنوارا ہے، قابل دید ہے۔

بلراج ورما

حرفِ راز

شاعر مہندر پرتاپ چاند
ناشر منوج پبلیکیشنز کوروکشیتر (ہریانہ)
ملنے کا پتہ 'بیسویں صدی' دریا گنج دہلی ۲
قیمت دس روپے

مہندر پرتاپ چاند نے تقریباً بیس برس کی مشقِ سخن کے بعد اپنا شعری مجموعہ "حرفِ راز" پیش کیا ہے۔ وہ علامہ قیس جالندھری کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہیں۔ کتاب کا پیش لفظ شباب للت نے لکھا ہے۔ سولہ صفحات میں مہندر پرتاپ کی اخلاقی زندگی کے بارے میں قاری کو متعدد صفاتی الفاظ مل جائیں گے لیکن شاعر چاند کے شعری نظریہ کے متعلق عجیب جنتر منتر تیار کیا گیا ہے۔

اس مجموعے میں غزلیں، نظمیں، رباعیاں اور قطعے شامل ہیں۔ غزلوں کی فضا سے لطف اندوز ہونے کے لیے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

غم کی لطیف آنچ جو بڑھتی چلی گئی حسنِ شعور اور نکھرتا چلا گیا
گیسوؤں کو ترے چھو کر جو یہ آتی ہے ہوا چند لمحات مسرت کے چرا لاتی ہے
تیری بزم میں چھیڑے کون ؟ مجھ ایسے گمنام کی بات
اہلِ گلستاں کیسا سمجھیں ! ایک اسیرِ دام کی بات
مہک رہے ہیں جو یہ زخم آرزوؤں کے انھیں کے دم سے سلامت ہے عاشقی کا وقار

منظومات میں "جمالستان" شعری پیکر کا اچھا نمونہ ہے۔ نظم نگار چاند کا روپ رنگ "یادِ ماضی" (سانیٹ) میں نظر آتا ہے۔ اس میں جذبہ اور احساس کی گرمی ہے، خوشبو ہے۔ شعری فرہنگ میں مہک بھی ہے اور لیک بھی ــــ منظومات کا حاصل "تجدیدِ وفا" ہے۔ اس نظم میں شاعر کے دل کی دھڑکنیں ہیں۔ ان دھڑکنوں کو عملی تخلیق نے شعری پیکر ملا ہے۔ اس لیے یہ نظم مواد اور پیرایۂ اظہار کے لحاظ سے چاند کا قیمتی سرمایہ ہے۔

رباعیات اور قطعات کے موضوعات میں بحر کے علاوہ اور [illegible]

ایک قطعہ سنیے (یادیں)

عہدِ رفتہ کی اَن گنت یادیں ذہن میں اس طرح ابھرتی ہیں
جس طرح چاند کی حسیں کرنیں شب کے آغوش میں اترتی ہیں

عام طور پر کلام میں محاسن کی جلوہ گری ہے مگر ص ۳۳ پر "بھرم" اور ص ۴۹ پر "یعنی" کے استعمال پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔

(بھرم جو تھا اسے یکتائی کا سو دور ہوا) (یعنی کچھ قید کی میعاد ابھی باقی ہے)

کتاب کے ڈسٹ کور پر مولانا ابرار احسنی گنوری، قیس جالندھری، نوبہار صابر اور آزار گلاٹی کی رائیں درج ہیں۔ انتسام کلام محرمِ راز اور شریکِ غم "نرملا" کے نام کیا گیا ہے "حرفِ راز" مطالعہ کی چیز ہے۔

کتابت اچھی چھپی ہے۔ سرورق عمدہ ہے۔ شاعر کی تصویر شاملِ اشاعت ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

سورٹھ تیرا بہتا پانی (گجراتی ناول)

مصنف زویر چند میگھانی
مترجم مظہر الحق
پبلشر نیشنل بک ٹرسٹ نئی دلی
قیمت ۱۳ روپے

زویر چند میگھانی گجراتی زبان کے ایک مشہور ترین ادیب اور صحافی تھے۔ انہوں نے تقریباً ۸۰ کتابوں کی تخلیق کر کے گجراتی ادب کو مالا مال کیا ہے۔ زیرِ نظر ناول انہوں نے ۱۹۳۷ء میں لکھا تھا جس کا ترجمہ مظہر الحق علوی نے بڑی سلیس اور بامحاورہ زبان میں کیا ہے۔ ناول کے بارے میں خود مصنف کی رائے یہ ہے۔

"ہیرو نہیں، ہیروئن نہیں، محبت کی تکون نہیں۔ ایسی ہے سوراشٹر کی زندگی کی یہ کہانی۔ اس کہانی کا ہیرو ہے پورا سماج۔ پچھلی دو دہائیوں کو (مطلب بیس برسوں کو) پھلانگ کر آپ سوراشٹر کی سرحد پر کھڑے ہو کر دیکھیں گے تو بیس سال پہلے کی زندگی کا بہاؤ آپ کو اس

کہانی میں صاف نظر آئے گا۔"

اس ناول کا اہم کردار پناکی ہے جو عملدار صاحب ہیبت رام کا نواسہ ہے۔ جو زندگی کے اتار چڑھاؤ کو بڑے غور سے دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ اس کی زندگی پسند ناپسند، انسیت اور حقارت، محبت و نفرت، امید و ناامیدی اور جذبات اور محسوسات کے زیر و بم میں مصنف کا نفسیاتی ادراک برہنہ ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ اور ہیڈ ماسٹر کا بید پکڑ لینا اس کی جرات کی دلالت کرتا ہے۔

ہیبت رام جس کو انگریز حاکم نے فرض شناسی اور اعلیٰ خدمت کے صلے 'رائے صاحب' کا خطاب دیا تھا فرماں بردار اور تابعدار عملدار کی حیثیت میں نہ صرف اپنے اعلیٰ افسران کی نظروں میں باعزت اور مقبول تھا بلکہ علاقے کے عوام میں بھی ہر دل عزیز تھا۔ وقت کے ظالم ہاتھوں سے وہ بھی نہ بچ سکا اور بھروٹیوں (ڈاکوؤں) کی سرکوبی میں کوتاہی کرنے کے الزام میں معزول ہو جاتا ہے۔ آخر کار ہیبت رام کے برے دن آہی گئے۔ گھوڑی کے لیے دانے بھی نہ تھے۔ پیسے پیسے کے لیے محتاج ہو گیا۔

ناول کا سب سے بھرپور کردار روکھڈ سیٹھ (ڈاکو) کی بیوہ ہے۔ یہ عورت مرتے ہوئے قدیم کاٹھیاواڑ کا ایک سنسنی خیز اور دلچسپ کردار ہے۔ اصل میں یہ عورت کو کھیڑی نام کے ایک بنجر علاقے کے میر خاندان کی فرد تھی۔ اس کا اصلی نام ٹھیلی ہے۔ اور اس کے والدین نے اس کی شادی اس کی مرضی کے خلاف ایک بوڑھے سے کرنا چاہی تو یہ گھر سے بھاگ گئی۔ اس نے اپنے آپ کو اور اپنی ذات کو چھپانے کے لیے سپاہی کا بھیس لیا۔ اپنی آوارہ گردی میں ڈفیر نام کی ایک جنگلی قوم کے ہاتھوں میں پھنس گئی۔ ان کے پنجے میں سے دیو کی گڑھ کے بھراڑی بنیے روکھڈ سیٹھ نے چھڑایا۔ اس وقت سے ٹھیلی روکھڈ کی بیوی بن کر رہی۔ ٹھیلی جسمانی طور سے عورت ضرور تھی لیکن اس میں ہمت بے پناہ تھی اور وہ مردانہ صفات کے ساتھ اپنے شوہر کی ہر مہم پر پیش پیش رہی۔

سوراشٹر ندی نالوں اور پہاڑوں کا علاقہ ہے۔ چناں چہ یہاں کے لوگوں کی زندگی میں جفاکشی، شجاعت اور حوصلہ کی خصوصیات کا ہونا فطری ہے۔ اس ناول میں

شجاعت انسانی، ہمدردی، خدمت اور قربانی کے جذبات کی عکاسی ملتی ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے پھیلاؤ کی، عوام کی بیداری کی، ان کی حب الوطنی اور سامراج کے شکنجے سے آزاد ہوکر جمہوریت کی طرف بڑھنے، سوراشٹر کی تاریخ بھی ہے۔ اس میں کمپنی کی حکومت کے انحطاط اور رجواڑوں کے زوال آمادہ نظام کی تاریخ بھی ہے اور مہاتما گاندھی کے تحریک آزادی کے طلوع ہونے کی بشارت بھی۔

میگھانی کا طرز بیان نہایت دلنشین اور مرصع ہے۔ زبان میں چاشنی کا لطف اور چٹخارہ بھی ہے۔ نادر تشبیہات سے نادل بھرپور ہے۔ مثال کے طور پر ذیل کا اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔

"اس کی آواز اور اس کا ایک ایک لفظ کسی مسجد کے مینار سے بلند ہوکر ہر چہار طرف پھیلتی اور اپنے مالک کی طرف بلاتی ہوئی موذن کی اذان اور پکار کی طرح معلوم ہو رہی تھی اور جب وہ اپنے شوہر کو اپنی اونچی آواز میں مخاطب کرتی تو لوگ خاموش ہو جاتے"

مصنف کو تفصیلات کے بیان پر بھی کافی عبور حاصل ہے۔ اس کو یہ اندازہ ہے کہ کہاں اختصار ضروری ہے اور کہاں تفصیل ناگزیر۔ اس ضمن میں یہ اقتباس قابل بیان ہے۔

" اور پھر پلیٹ فارم پر جیسے ایک فیشن پریڈ ہونے لگی۔ رنگ برنگی پگڑیوں، طرے دار اور دم دار پگڑیوں، کمرے بندھے ہوئے رنگین اور بڑے رومالوں اور چوڑی دار پاجاموں کا ایک سیلاب سا آگیا اور پھر گھنی داڑھیوں والے، بڑی اور چھوٹی مونچھوں اور گل مچھوں والے، آستینوں والے اور بے آستینوں کے، ڈگلے والے چوڑیاں پڑی ہوئی آستینوں اور انگلی کے پوروں تک آئی ہوئی آستینوں پھنس کر آئی ہوئی آستینوں اور چاروں بازو بہ یک ہما جائیں اتنی ڈھیلی آستینوں والے چھم چھم کرتے ہوئے جوتوں، سلیپروں

اور اوپر اٹھی ہوئی نوک والے، بوٹوں والے اور ہاتھ میں نازک اور چمک دار چھڑیاں لیے راجپوتوں کے درمیان ایک شخص کھڑا نظر آیا جوان سب کے سلام لے رہا تھا اور یہ راجپوت باری باری اس شخص سے بغل گیر ہو رہے تھے اور احترام سے اس کے سامنے جھک رہے تھے۔"

کتاب کی طباعت اور کتابت کا معیار اعلیٰ قسم کا ہے اور کاغذ نفیس استعمال کیا گیا ہے۔ نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا اس دیدہ زیب اور حسین ایڈیشن کی اشاعت کے لیے قابلِ مبارک باد ہے۔ اور اس سے بجا طور پر امید کی جا سکتی ہے کہ وہ ہندوستان کی دوسری زبانوں کے شاہکار ادب کو اردو میں منتقل کرنے کے کام کو اسی طرح جاری رکھ سکے گا۔

سید نظر برنی

پیامِ اقبال

مرتب عبدالرحمٰن طارق

پبلشر چمن بک ڈپو اردو بازار دہلی

قیمت دس روپے

'پیامِ اقبال' دس سال کے مسلسل غور و فکر اور تحقیق و جستجو کا نتیجہ ہے۔ خود مرتب اور مؤلف کا دعویٰ ہے کہ 'شاعرِ مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے ہنگامہ خیز اور حیات افروز کلام پر زبانِ اردو میں سب سے پہلی اور سب سے زیادہ جامع دلائل کتاب' ہے۔ جناب خواجہ دل محمد صاحب ایم اے (پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور) نے جنوری ۱۹۳۶ء میں اس کتاب کا دیباچہ لکھا تھا۔ غالباً پہلی بار ۱۹۳۶ء میں ہی یہ کتاب شائع ہوئی ہوگی۔ اس طرح اس کتاب کی اشاعت کو ۳۷، ۳۸ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس عرصہ میں کتنی بار اس کی اشاعت ہو چکی ہے اور کتاب کا موجودہ ایڈیشن کس سن میں شائع ہوا، اس کا کوئی اندازہ نہیں ہوتا۔

اقبال کی مقبولیت میں ناسازگار حالات کے باوجود کمی نہیں آئی ہے۔ انہوں نے جو شعری اثاثہ چھوڑا ہے وہ وقت کی دست برد سے محفوظ ہے۔

یہی اس کی عظمت کی نشانی ہے اور اسی لیے ہم مصنف کے اس خیال سے بالکل متفق ہیں کہ "اقبال حقیقت میں دنیا کا شاعر ہے ...... وہ اپنی تعلیم اور اپنے فیض کے لیے کسی خاص قوم کو ہرگز مخصوص نہیں کرتا بلکہ اس کا خطاب 'بنی نوع انسان' کی طرف ہے۔"

اقبال نے اردو و فارسی میں مختلف موضوعات پر اشعار کہے ہیں۔ عبدالرحمٰن طارق نے ان اشعار کو مختلف عنوانات قائم کر کے ایک باضابطہ اور منظم شکل میں پیش کیا ہے پھر ان موضوعات کی تشریح بھی کی ہے جس کی وجہ سے اقبال کو سمجھنے میں خصوصاً ان اصطلاحات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے جن کا اقبال کے کلام میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے۔ کتاب کے مطالعے سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "اقبال کے وہ کون کون سے مخصوص اور معرکتہ الآرا جذبات و احساسات ہیں جن کا اظہار اس نے اپنی زندگی کے مختلف اوقات میں کیا ہے اور جنھیں وہ قوم کے فکری، عملی یا معاشرتی پہلوؤں کی اصلاح کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔" لیکن اس سلسلہ میں ایک بات ضروری عرض کرنا چاہوں گا کہ ان عنوانات کے ذریعہ مرتب نے اقبال کے جذبات و احساسات کا کم اور اپنے ذاتی خیالات کا اظہار زیادہ کیا ہے۔ اور جہاں کہیں ضرورت محسوس کی ہے وہاں اقبال کے اشعار کے حوالوں کے ساتھ 'ٹیگور' 'نطشے' 'ورڈس ورتھ' 'رومی' 'دیبیتی' اور غالب وغیرہ کے حوالے دے کر ان کو تقویت پہنچانے کی کوشش کی ہے اس لیے زیر تبصرہ کتاب "بصائر و حکم کا ایک بیش بہا گنجینہ' دین و سیاست کا مکمل دستور العمل اور اخلاقیات کا نادر الوجود صحیفہ" ہو تو ہو۔ اسے اقبال کے "ہنگامہ خیز اور حیات افروز" کلام کی تشریح کہنا غالباً مناسب نہیں ہوگا۔

مرتب کے بیانات اور تشریحات میں کہیں کہیں ہمیں تضاد بھی نظر آتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھا ہے کہ ..... "کیا تم دیکھتے نہیں کہ قطرہ صدف میں پہنچ کر گوہر کی صورت اختیار کر لیتا ہے' اور اسے "آزادی" اور "اختیار" کی حالت میں بھی وہ عزت اور منزلت حاصل نہیں ہوتی جو "قید" اور "مجبوری" کی حالت میں ہوتی ہے۔" آگے چل کر 'مضرات خودی' کے

زیرِ عنوان فرماتے ہیں "غلامی بھی احساسِ خودی کے لیے سمِ قاتل کا حکم رکھتی ہے یہی ایک چیز ہے جس سے تمام کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں" یا یہ جملہ کہ "خودی کا صحیح احساس غلامی میں فنا ہو کر رہ جاتا ہے اور آزادی میں اس کی کوئی حد نہیں"۔

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے ایک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بے کراں ہے زندگی!

اس تضاد کے علاوہ ایک تضاد اور نظر آتا ہے۔ یعنی دیباچے میں مرتب اقبالؔ کو 'دنیا' کا شاعر مانتا ہے اور اس کے بعد تقریباً ساری کتاب میں اس نے اقبال کو 'شاعرِ اسلام' ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کہ اقبالؔ کا تخاطب محض مسلمانوں سے ہے اور ان کی تمام تر شاعری میں محض اسلامی فکر ہی جلوہ گر ہے۔ حالاں کہ اردو شاعری میں اقبالؔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی تمام تر شاعری کا موضوع بشریت اور عروجِ آدم کو بنایا۔ اس کے لیے انہوں نے کسی ایک مسلک کی اسیری کو قبول نہیں کیا بلکہ ان تمام راہوں کی تلاش و جستجو کی جو عروجِ آدم کی نشاندہی کرتی ہیں۔

بہر حال 'پیامِ اقبالؔ' کو عبدالرحمٰن طارق نے "سرسری نظر" کے بعد ہمارے سامنے پیش نہیں کیا ہے۔ آپ کو ان کے خیالات و تشریحات سے ممکن ہے اتفاق نہ ہو لیکن کتاب کے مطالعے سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ مصنف کا مطالعہ عمیق اور نظر گہری ہے اور ان کی تحریریں بجائے خود قابلِ قدر روانی اور قوت پائی جاتی ہے۔" اس کے علاوہ تشریحی مثالوں کی موزونیت اور برجستگی قابلِ قدر ہے۔ کتابت، طباعت اچھی ہے۔ خوبصورت گرد پوش سے مزین قیمت مناسب ہے۔

شکیل اختر فاروقی

گیان مارگ کی نظمیں

از کرشن موہن
ناشر نیشنل اکاڈمی، دہلی
قیمت دس روپے

کرشن موہن کا یہ دسواں مجموعہ کلام ہے۔ انھیں موضوع اور ہیئت کے میدان میں گوناگوں تجربات کرنے میں کمال حاصل ہے۔ کرشن موہن کے کلام میں ہندی الفاظ

کی فراوانی ہی نہیں بلکہ انھیں ہندو اصطلاحات اور تلمیحات کو عام فہم زبان میں سلیقہ کے ساتھ استعمال کرنے کا فن بھی آتا ہے۔ پیش نظر مجموعہ کلام کرشن موہن کی عارفانہ نظموں اور غزلوں اور قطعات پر مشتمل ہے۔ اس میں ہندو فلسفہ اور اساطیری امیجری کی جھلکیاں بھی ہیں اور اخلاقیات کی دھوپ چھاؤں بھی۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں تحریر فرماتے ہیں۔

"کرشن موہن کا مشاہدہ گہرا اور بلیغ ہے۔ ان منظومات میں تلمیحوں اور استعاروں کی رنگا رنگی ان کی سوچ کی آفاقیت کی آئینہ دار ہے۔"

کرشن موہن نے اردو ہندی کی آمیزش سے ایک منفرد اسلوب ایجاد کیا ہے۔ ان کے یہاں ہندی الفاظ فطری انداز میں سرایت کر گئے ہیں جو مخاطب کے منہ کا ذائقہ خوشگوار بنا دیتے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند کا خیال ہے کہ کرشن موہن نے جس زبان کا استعمال کیا ہے وہ ہندوستانی ہے۔ "ان کی نظمیں زبان کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں۔ اردو اور ہندی کا خوش رنگ، سُندر سنگم، ہم اس زبان کو ہندوستانی کہہ سکتے ہیں۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے ہر اردو والا نیز ہندی والا سمجھ سکتا ہے۔"

"گیان مارگ کی نظمیں" میں متصوفیانہ موضوعات کو نظم آزاد کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ "دعا" میں زندگی کی بے ثباتی اور تشکیک اور ایقان کی کشمکش جلوہ گر ہے اور "گیان مارگ" میں روحانی تطہیر کا بیان "آنند" میں وحدت الوجود کے نظریہ کی تبلیغ ہے اور "سورگ" "کرم یگ" "ایک کہانی" اور "عرفان" والی نظموں میں کرم یوگ کے نظریہ کی حمایت میں متعدد تلمیحات کو دل نشیں انداز سے پیش کیا گیا ہے ہپّی ازم جو گزشتہ دہے میں بین الاقوامی سطح پر اپنی پر اگندیوں کے باوجود نوجوان نسل میں خوب مقبول رہا ہے کرشن موہن کی بیشتر نظموں کا موضوع ہے۔ انھوں نے کھل کر اس تحریک کی مذمت کی ہے۔

یہ کیا ہپّی یگ آگیا ہے
سنا ہے کہ مدراس کے مندروں میں پجاری
جوان زائروں کو چرس اور گانجے کا پرساد دینے لگے ہیں۔

ہے دہلی یونیورسٹی کا یہ عالم
بنا ہے ہر اک طالبِ علم بالم
یہاں لڑکے گانجا پئیں اور افیون کھائیں
یہاں لڑکیاں بھنگ پیتی ہیں، سلفے کے دم مارتی ہیں
نئے روپ نت دھارتی ہیں
نشے پر ہے کیوں اتنا ایمان ان کو
حشیش اور افیون بھلا کیا دلائے گی نروان ان کو
جوانی پہ کیا نشہ چھا گیا ہے
یہ کیا ہپّی ازم آ گیا ہے

(ہپّی ینگ)

زندگی کی بے ثباتی کے موضوع پر "بیتے دن کا اخبار" "یکسر بے خبر" "موت مفکر کی موت" "موت ایک یوگی" اور "پتہ ہوا اور دھواں" قابلِ ذکر ہیں۔

بھرتری ہری کے خیالات پر مبنی نظموں میں "امید ایک دریا" "رفاقت" "خار پہلو" "گاہے گاہے کمزوری بھی" اور "برا ہو سکتا ہے....." میں پند و نصائح کے اہم نکات مضمر ہیں۔ ٹیگور سے ماخوذ نظم "ابرِ آوارہ" میں فطرت کی پاکیزگی منعکس ہے۔

کرشن موہن کی غزلوں میں بھی فکر کی بلندی اور داخلیت کا لطف موجود ہے جو دعوتِ فکر سے قاری کو متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ قطعات کے ضمن میں "تنزلوگ" "کاتی" "درپن" "کامنا" "واسنا کی آیا سنا" اور "پنجرے کا پنچھی" قابلِ ستائش ہیں۔

آخر میں چند فردگذاشتوں کا ذکر کرنا بھی برمحل اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ نظم "آنند" میں "نربان" محلِ نظر ہے۔ غالباً "نروان" ہونا چاہیئے تھا۔ نیز نظم "کرم یوگ" میں "کسان" اور "جبان" بالاعلانیہ ہونا چاہیئے تھا۔

؎ ہوتے ہیں پاس پاس ہم دونوں جب کوئی تیسرا نہیں ہوتا — مومن

کے شعر کا توارد نہیں تو پھر کیا ہے؟

سید نظر برنی

کاغذ کی لڑکی

از شہزادا احمد صدیقی
ناشر گل نو پبلیکیشنز ۳۴۶ چھتہ بازار حیدر آباد
قیمت پانچ روپے

شیکسپیر نے کہا ہے " دنیا کا وہ کونسا ادیب ہے جو مجھے حسن کا وہ نکتہ سمجھائے جو عورت کی آنکھیں بتاتی ہیں۔" شاید شیکسپیر نے یہ بات شہزادا احمد صدیقی جیسے ادیبوں کے لیے کہی ہے۔ ان کے افسانوں میں عورتوں کی ذہنی کیفیات کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے اور نفسیاتی پیچیدگیاں سلجھائی گئی ہیں۔ مشاہدات کے گہرے سمندر میں یقیناً انہوں نے غوطہ لگایا ہے ویسے فنی خامیاں اور ترکیبی عناصر میں کمی کہیں کہیں کھٹکتی ہے۔ مگر یہ تو ان کی پہلی کوشش ہے اور انسان جیوں جیوں لکھتا ہے قلم میں پختگی اور پائیداری پائی جاتی ہے۔ آغاز میں فنی خامیاں تو بڑے بڑے ادیبوں میں بھی پائی گئی ہیں۔ تنقید نگاروں کی دوربین اور دور رس سوچیں کرنوں کی مانند تیز ہوتی ہیں اور وہ منشی پریم چند تک کی خامیاں نکالتے ہیں اور شہزادا تو ایک جواں سال افسانہ نگار ہیں۔

عورتوں کی نفسیات کے علاوہ ان کے افسانوں میں زندگی بھی ہے، زندگی کی دھڑکنیں بھی اور انسانی آرزوؤں کا مچلتا ہوا سیلاب بھی۔ غربت کے بڑے گہرے مشاہدات کا اظہار انہوں نے اپنے کئی افسانوں میں کیا ہے جیسے " ایک شاخ اور پھوٹے گی بڑھے گی، زکام ہوگا، کھانسی ہوگی، بخار ہوگا۔ انجکشن لگائے جائیں گے۔ راتوں کو جاگن ہوگا۔ لیکن غریب کا بچہ ہے۔ میری طرح وہ بھی زندہ رہے گا۔"
شہزادا کی تخلیق "کاغذ کی لڑکی" عنوان کے لحاظ سے بڑا نادر اور جدید ہے۔

جلیل بازید پوری۔

نئی مطبوعات

کلیات شاد عارفی		مرتبہ: مظفر حنفی	۳۰/۰
ایک چادر میلی سی	(دنیا اڈیشن)	راجندر سنگھ بیدی	۳/۵۰
پت جھڑ کی آواز	"	قرۃ العین حیدر	۷/۵۰
تاریخ ہند کی کہانیاں سوم	"	ضیاء الرحمن	۱/۵۰
اقبال شاعر اور فلسفی	(ادب)	وقار عظیم	۱۴/۰
شاعری اور شاعری کی تنقید	(")	عبادت بریلوی	۱۶/۰
فیروز اللغات اردو جیبی	(لغت)	مولوی فیروز الدین	۶/۵۰
یہ ہے میرا ہندوستان	(شاعری)	خضر برنی	۱۰/۰
اردو ہے جس کا نام	(ادب)	ضیاء ہانی	۶/۰
گزرتے لمحوں کی چاپ	(افسانے)	رام لعل	۷/۰
سانجھ بھئی چودیس	(امیر خسرو کی منظوم سوانح)	اختر بستوی	۵/۰
خوشبو کا بدن	(ناول)	دیبا خانم	۱۲/۰
غزل	(ناول)	بیگم آصف	۱۸/۰
فاصلے	(ناول)	رضیہ بٹ	۱۶/۵۰
دل سے دل تک	(")	" "	۱۱/۰
تحریک شیخ الہند (ریشمی رومال)	(سیاست)	مولانا محمد میاں	۴۰/۰
شادی اور تعلقات	(جنسیات)	عبد الوحید انصاری	۲/۵۰
اردو اور ہندی کا لسانیاتی رشتہ	(لسانیات)	ڈاکٹر رام اسرار راز	۱۴/۰
نوائے ظفر	(دنیا اڈیشن)	خلیل الرحمن اعظمی	۱۰/۰
کلاسیکی مغربی تنقید	(ادب)	ڈاکٹر یٰسین	۱۰/۰
قومی یکجہتی اور سیکولرزم	(ادب)	ڈاکٹر تارا چند	۳/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی اہم کتابیں

نگارشات

پروفیسر محمد مجیب

پروفیسر محمد مجیب کی اردو نگارشات تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں اور ان موضوعات کا میدان اتنا ہی وسیع ہے جتنی کہ خود زندگی۔ یہ مجیب صاحب کے ان مضامین کا انتخاب ہے جو آپ نے ۱۹۲۷ء سے ۱۹۴۷ء تک رسالہ "جامعہ" کے لیے لکھے تھے۔

قیمت -/۱۶

بیاضِ مریم (شعری مجموعہ)

سکندر علی وجد

"بیاضِ مریم" سکندر علی وجد کا چوتھا شعری مجموعہ ہے۔ اس میں پچھلے دس برس کے غیر مطبوعہ کلام کے علاوہ ۱۹۵۲ء سے پہلے کا غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے۔ اس بیاض کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تصاویر اور ٹائیٹل ملک کے مایہ ناز آرٹسٹ حسین کی بنائی ہوئی ہیں

قیمت -/۱۲

آوارہ سجدے (شعری مجموعہ)

کیفی اعظمی

یہ وہی شعری مجموعہ ہے جس کا انتظار آپ کو پچھلے ۲۵ برسوں سے تھا۔ جس کا ایک ایک شعر دل ہلا دیتا ہے۔

یہ اسی شاعر کا شعری مجموعہ ہے جسے سننے کے لیے ہزاروں لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یہ اسی شاعر کا شعری مجموعہ ہے جسے آپ بھی پسند کرتے ہیں' آپ بھی اور۔۔۔۔ آپ بھی۔

قیمت -/۶

(یہ تینوں کتابیں فوٹو آفسیٹ کے ذریعہ شائع کی گئی ہیں)

نیشنل بک ٹرسٹ آف انڈیا کی تازہ مطبوعات

میلا آنچل پھنیشورناتھ "رینو" مترجم سلمیٰ صدیقی

یہ ہے میلا آنچل۔ ایک ناول، مقامی رنگ لیے ہوئے۔ اس میں پھول بھی ہیں، کانٹے بھی۔ دھول بھی ہے، گلال بھی۔ کیچڑ بھی، چندن بھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناول نگار ان میں سے کسی سے بھی دامن بچا کر نکل نہیں پایا۔ میلا آنچل عالمی ناول کہا جاسکتا ہے۔ قیمت ۱۶/۷۵

راگ درباری شری لال شکلا مترجم راشد سہسوانی

"راگ درباری" کو ہندی میں با قاعدہ طنز نگاری کی شروعات کہا گیا ہے۔ یہ کسی طرح بھی کلاسیکی ناول سے کم نہیں ہے۔ ایک مختلف طرز کے پلاٹ، ایک نئی تجرباتی ٹیکنیک، اور زبان و بیان کی خوبیوں سے بھرپور ناول۔ قیمت ۱۵/۵۰

چِک ویرراجندر شری نواس مترجم راشد سہسوانی

اس ناول میں ویرپّا، چین بسو، حیدر علی، ماڈی، کرشن راج، ممبیا وغیرہ کے تاریخی کردار ہیں۔ بدنور اور میسور کا عروج و زوال تاریخ سے مطابقت رکھتا ہے۔ شری نواس کا طرز تحریر ناول نگاری میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ قیمت ۲۲/۵۰

بچوں کے لیے حسین کتابیں

ذاکر صاحب کی کہانی سعیدہ خورشید عالم

ڈاکٹر ذاکر حسین کی یہ کہانی دلچسپ بھی ہے اور معلوماتی بھی۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ کہانی کسی اور کی نہیں۔ آن ہی کی صاحبزادی کی لکھی ہوئی ہے۔ قیمت ۶/۵۰

الطاف حسین حالی صالحہ عابد حسین

صالحہ عابد حسین حالی کے خاندان کی ہی ایک فرد ہیں۔ ظاہر ہے حالی کی سوانح ان سے اچھا کون لکھ سکتا ہے۔ پھر صالحہ عابد حسین کو بچوں کے لیے لکھنے کا تجربہ بھی تو بہت ہے۔ اسی لیے کہانی اور بھی دلچسپ بن گئی ہے۔ قیمت ۶/۵۰

تقسیم کار مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵، دہلی ۶، بمبئی ۳، اور علی گڑھ ۲

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی تازہ پیشکش

غالب اور شاہانِ تیموریہ مصنف ڈاکٹر خلیق انجم

اردو کے مشہور نوجوان محقق ڈاکٹر خلیق انجم نے اکبر شاہ ثانی، بہادر شاہ ظفر شہزادگانِ تیموریہ، نواب زینت محل اور ذوقؔ سے غالبؔ کے تعلقات کا تاریخی شواہد کی روشنی میں مطالعہ کیا ہے۔ اس مقالے سے غالبؔ کی شخصیت اور سیرت کے وہ اہم پہلو اجاگر ہوتے ہیں جو ان کے فن کو سمجھنے کے لیے بہت ضروری ہیں۔

قیمت ۹/۵۰

ہوا کے دوش پر غلام ربانی تاباںؔ

یہ کتاب جناب تاباںؔ کی ان ریڈیائی تقریروں اور خاکوں پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً دہلی ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوتے رہے ہیں۔ ان تقریروں سے ان پرانے شاعروں اور ادیبوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جن کو لوگ بھولتے جا رہے تھے۔ طالب علموں کے لیے نہایت کارآمد کتاب ہے۔

قیمت ۵/۵۰

(جدید ترکی ادب کے) ارکان ثلاثہ ضیاء الحسن فاروقی

اس کتاب میں ترکی زبان کو نیا اسلوب اور حرارت بخشنے والے قومی ادب کے "ارکانِ ثلاثہ" ابراہیم شناسی، کمال محمد نامق اور ضیا پاشا کے حالات اور فن پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ انھیں حضرات نے ترکی ادب کو اس قابل بنایا کہ اس کے ذریعہ مغرب کے جدید خیالات و افکار زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکیں۔

قیمت ۴/-

دیگر اداروں کے اہم مطبوعات

بوئے گل نالۂ دل (شعری مجموعہ) حسرت سہروردی

حسرت کی غزلوں میں عشق و محبت، رنج و حرماں کے دلکش بیان کے ساتھ ساتھ موجودہ زندگی کے وسیع تر مسائل پر تیکھا اور پرخلوص تبصرہ بھی ہے۔ قیمت ۴/۵۰

اردو ہے جس کا نام (طویل نظم) ضیا بانی

یہ نظم اردو میں ایک نیا تجربہ ہے۔ اس میں ضیا صاحب نے اردو کے بیشتر مصنفین کے نام اس طرح نظم کیے ہیں کہ یہ نظم اردو کے شاعروں اور ادیبوں کا چھوٹا انڈکس بن گئی ہے۔ قیمت -/۶

فیصل اعظم، حیات اور کارنامے (سوانح) محفوظ الرحمن اور مطلوب احمد

اس کتاب کے پڑھنے سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ شاہ فیصل کی جوانی کا رنگ کیا تھا؟ حکمرانی کے تیور کیا تھے؟ اسلام سے ان کی وابستگی اور مسلمانوں سے والہانہ محبت کا انداز کیا تھا؟
قیمت -/۵

بدنام کتاب (مزاحیہ مضامین) فکر تونسوی

فکر تونسوی ایسے مزاح نگار ہیں جو سماجی مسائل کا گہرا شعور رکھتے ہیں اور ہمارے زمانے کی پیچیدگیوں کا شعلہ بار تجزیہ کرنے میں مشہور ہیں۔ قیمت -/۹

آزادی کی چھاؤں میں بیگم انیس قدوائی

اس کتاب میں بیگم انیس قدوائی نے ۱۹۴۷ء کے چشم دید حالات قلم بند کیے ہیں جو موجودہ اور آئندہ ہندوستان کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ قیمت -/۴

ہماری زندگی (بچوں کے لیے نظموں کا مجموعہ) محمد شفیع الدین نیر

ان نظموں کا دلچسپ، معلوماتی اور معیاری ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ بچوں کے شاعر اعظم شفیع الدین نیر کی لکھی ہوئی ہے۔ قیمت -/۲

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی نئی کتاب

مغلیہ ہندوستان میں زرعی تعلقات (چند افکار)

مصنف　سید نورالحسن　　مترجم　قیام الدین احمد

یہ مختصر سا کتابچہ علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے سابق صدر اور انڈین ہسٹری کانگریس کے سابق سکریٹری سید نورالحسن صاحب، جو آج کل حکومت ہند میں تعلیم اور سماجی فلاح کے وزیر ہیں، کی ان تقریروں پر مبنی ہے جو انہوں نے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے تحت تواریخ کے نیشنل لکچرر کی حیثیت سے اپریل ۱۹۷۱ء میں پٹنہ یونیورسٹی میں کی تھیں۔ مغلیہ عہد میں زرعی تعلقات سے متعلق یہ لکچر، تاریخ کے طالب علموں کے لیے نہایت مفید ہوں گے۔

قیمت -/۲

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کی گئی)

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اہم کتاب

پہلا دیوراج چنانا میموریل خطبہ ۱۹۶۹ء

سماجی تبدیلیاں

ازمنہ وسطیٰ کے ہندوستان میں (۵۰۰ سے ۱۲۰۰ سن عیسوی)

مصنف　رام شرن شرما　　مترجم　قاضی عبیدالرحمٰن

ازمنہ وسطیٰ کے ہندوستان میں کون کون سی سماجی تبدیلیاں رونما ہوئیں، اس زمانے میں ذات برادری کا کیا تصور تھا اور کیا عقائد و معاملات تھے، ان سب باتوں کا پورے پس منظر کے ساتھ بالتفصیل جائزہ لیا گیا ہے۔ پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے صدر پروفیسر رام شرن شرما نے (۵۰۰ سے ۱۲۰۰ء تک) ہندوستانی سماج کا جس طرح مدلل اور مفصل جائزہ پیش کیا ہے وہ سماجی علوم اور تاریخ کے طالب علموں کے لیے خاص طور سے بڑا مفید اور معلومات افزا ثابت ہوگا۔

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کی گئی)　　قیمت -/۲

ترقی اردو بورڈ مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کے لیے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

تاریخ فلسفہ اسلام ٹ. ج. دی بوائر
مترجم ڈاکٹر سید عابد حسین
قیمت ۷/۵۰

تاریخ تمدنِ ہند پروفیسر محمد مجیب
قیمت ۱۲/۰

تاریخ فلسفۂ سیاسیات پروفیسر محمد مجیب
قیمت ۱۸/۰

ہمارا قدیم سماج سید یحییٰ حسن
قیمت ۱۰/۰

تاریخ تعلیم ہند۔ سید نور اللہ اور جے پی نائک
مترجم مسعود الحق
قیمت ۲۰/۰

انقلاب ۱۸۵۷ء مرتبہ پی سی جوشی
قیمت ۱۲/۷۵

لسانی مطالعے ڈاکٹر گیان چند
قیمت ۱۲/۵۰

پیسے کی کہانی غلام حیدر قیمت ۲/۰

خلا کی کہانی " قیمت ۲/۰

بچوں کے لیے غیر درسی کتابیں

چراغ کا سفر سید محمد ٹونکی قیمت ۱/۵۰

چڑیاں سلطانہ آصف فیضی قیمت ۳/۰

بچوں کے لیے درسی کتابیں

حساب و الجبرا (حصہ اول، دوم، سوم)

جیومیٹری (حصہ اول، دوم، سوم)

طبیعات (فزکس) حصہ دوم،

گھریلو سائنس حصہ ششم، ہفتم، ہشتم

حیاتیات حصہ دوم

(ہر کتاب کی قیمت دو روپے)

طبیعات (فزکس) حصہ سوم ۵/۰

علم کیمیا حصہ دوم ۴/-

تقسیم کار مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۱

مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ کی اہم کتابیں

یادوں کے سائے — عتیق صدیقی

یہ خود نوشت بھی ہے اور سفرنامہ بھی۔ رپورتاژ بھی ہے اور بیتی یادوں کا تاریخی تجزیہ بھی۔

اس کتاب کا تانا بانا تو ہندوستان کی چار دہائی پہلے کی سیاسی تاریخ نے فراہم کیا ہے لیکن اس کا اسٹیج سرزمینِ النیل کا قلب قاہرہ ہے۔ ضمناً ارضِ لیلا اور دیارِ شیریں، بغداد اور تہران بھی ہیں جہاں اس ہندوستانی ڈرامے کے پردے اٹھتے اور گرتے رہے ہیں۔ قیمت ۱۸/-

تلاشِ میر — نثار احمد فاروقی

اس کتاب میں اردو کے نامور ادیب اور محقق جناب نثار احمد فاروقی کے نو مضامین شامل ہیں، جن میں میر تقی میر کی حیات اور شاعری کے وہ نئے پہلو پیش کیے گئے ہیں جن پر ابھی تک میر کے کسی نقاد کی نظر نہیں پہنچی تھی۔ وسیع مطالعہ و تحقیق کے نتائج اگر شگفتہ اسلوب اور مدلل اندازِ بیان میں دیکھنا ہوں تو یہ کتاب ملاحظہ فرمائیے۔

قیمت ۱۱/-

مذہب اور جدید ذہن — ڈاکٹر رشید الحق

ایک جدید ذہن کو جس انداز سے مذہب کا مطالعہ کرنا چاہیے، اس کی ایک جھلک آپ کو اس کتاب میں نظر آئے گی۔ یہ مضامین پچھلے کئی برسوں کے دوران دہلی کے اہم رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اب انھیں نظرِ ثانی کے بعد کتابی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

قیمت ۷/۵۰

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

مِک دیر راجندر	مصنف	شری نواس	ترجمہ	راشد سہوانی	۲۲/۵۰
راگ درباری	"	شری لال سکل	"	"	۱۵/۵۹
میں	"	ہری نرائن آپٹے	"	کشور سلطان	۹/۰
جدوجہد آزادی میں مجلس قانون ساز کا رول		منوہن جھا	"	غلام ربانی تاباں	۱۲/۵۰
آبِ حیات		محمد حسین آزاد	تلخیص	پروفیسر احتشام حسین	۶/۷۵
قومی شاعری		مختلف شعراء	مرتبہ	علی سردار جعفری	۴/۰
چار دیواروں میں		ایم۔ ٹی۔ واسدیونائر	مترجم	ظفر ادیب	۷/۷۵
فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی		ویکم محمد بشیر	"	اطہر پرویز	۵/۷۵
گنگا چیل کے پنکھ		لکشمی نندن بورا	"	رضیہ سجاد ظہیر	۶/۷۵
برہمن لڑکی	"	شری کادھر وینکٹیش کیتکر	"	اگر سین نارنگ	۷/۰
ملیالم افسانے	مرتبہ	ادم چیری این این پلّے	"	"	۸/۷۵
تامل افسانے	"	پی پالی سوم سندرم	"	حسرت سہروردی	۸/۰
ہندی افسانے	"	ڈاکٹر نامور سنگھ	"	اگر سین نارنگ	۹/۰
پنجابی افسانے	"	ہربھجن سنگھ	"	مخمور جالندھری	۷/۰
اردو افسانے	"	رضیہ سجاد ظہیر			۱۰/۰

ذاکر حسین سیریز کی کتابیں

ابو خاں کی بکری	ڈاکٹر ذاکر حسین	۳/۰	انوکھی دکان	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰
گلابو چوہیا اور پریزاد	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰	دنیا کے جانور	"	۲/۵۰
راجہ رام موہن رائے	عرش ملسیانی	۴/۵۰	خواجہ الطاف حسین حالی	صالحہ عابد حسین	۶/۵۰

سلطان زین العابدین (بڈشاہ) مصنف رضیہ سجاد ظہیر ۶/۵۰

ذاکر صاحب کی کہانی " سعیدہ خورشید عالم ۶/۵۰

کتاب نما مئی ۱۹۷۰ء

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

خودنوشت سوانح

خواجہ غلام السیدین

اس میں سیدین صاحب نے اپنی زندگی کے ابتدائی چالیس سال کی کہانی نہایت دلکش اور پُر اثر انداز میں بیان کی ہے اس میں ندرتِ فکر بھی ہے خیالات کی گہرائی بھی۔ تعلیمی اور علمی تجربات کا نچوڑ بھی، زبان و بیان کی شگفتگی و سادگی بھی۔ لیکن یہ سوانح نامکمل رہ گئی تھی۔ اس نامکمل سوانح کو "ذکرِ جمیل" کے نام سے صالحہ عابد حسین صاحبہ نے مکمل کیا ہے۔

قیمت ۳۰/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اور اہم کتاب

جانے والوں کی یاد آتی ہے

صالحہ عابد حسین

اس کتاب میں بزرگ ہستیوں پر بھی مضامین ہیں اور ہم عصر دوستوں پر بھی۔ ان میں مولانا حالی، مولانا اسلم جیراجپوری، ڈاکٹر ذاکر حسین۔ خواجہ غلام السیدین جیسی مشہور و معروف شخصیتیں بھی ہیں اور عزیز سیدانی، قدسیہ زیدی، اور انیس قدوائی جیسی محبوب ہستیاں بھی۔

صالحہ عابد حسین صاحبہ کے جادو نگار قلم نے بڑے ہی دلکش انداز میں ان حضرات کی سیرت اور شخصیت کو اجاگر کیا ہے۔ ایک گراں قدر تحفہ۔

قیمت : ۱۷/-

ترقی اردو بورڈ مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

جدید ہندوستان میں ذات پات مصنف ایم۔ این۔ سری نواس مترجم شہباز حسین

اس کتاب میں یہ بتلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید ہندوستان کے جمہوری طریقۂ کار انتظامیہ اور تعلیمی میدان میں ذات پات نے کیا حصہ لیا ہے۔ سیاسی میدان میں اس کو کس حد تک عمل دخل حاصل ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ قیمت -/۱۰

حیدر علی مصنف نرینڈر کرشن سنہا مترجم اقتدار حسین صدیقی

یہ کتاب نہ صرف حیدر علی کی سوانح ہے بلکہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارویں صدی کی عجیب و غریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ ہے۔ اگرچہ اس کی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی زندگی سے متعلق ہے۔ قیمت -/۱۸

ہندوستانی معیشت مصنف الک گھوش مترجم محمد خلیق

عام طور پر ان ملکوں کو کم ترقی یافتہ کہا جاتا ہے جن کا معیارِ زندگی کم ہو، جن کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہو اور جہاں صنعت و حرفت بہت کم ہو۔ ہندوستان کا حال بھی کچھ ایسا ہی رہا۔ تفصیلات اس کتاب میں ملیں گی۔ قیمت ۲۴/۲۵

ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں مصنف کنور محمد اشرف مترجم قمر الدین

"ہندوستان کے لوگوں کی زندگی اور معاشرت" مرحوم ڈاکٹر اشرف کی لافانی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اس دور میں تصنیف ہوئی جب تاریخ کا مطالعہ محض حکمرانوں کی زندگیوں اور ان کے عسکری کارناموں تک ہی محدود تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے تاریخ کے مطالعے کے لیے بلاشبہ نئی راہیں متعین کر کے ایک قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے۔ قیمت ۱۸/۲۵

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ علی گڑھ ۱

بقیہ اشاریہ صفحہ ۲ سے

بڑھتی رہیں اور نہ یہ سلسلہ پیامِ تعلیم میں جاری رہ سکا۔ نہ کتاب کی اشاعت کا وقت ملا۔ خدا خدا کر کے اب اس کی اشاعت کی نوبت آئی۔ ہم یہ کتاب آفسیٹ پر شائع کر رہے ہیں چونکہ ہماری خواہش ہے کہ زیادہ سے زیادہ بچے اور اساتذہ اس سے مستفید ہوں اس لیے ہم اس کی قیمت کم سے کم رکھنا چاہتے ہیں۔ انشاءاللہ جلد ہی یہ کتاب بعنوان "اُردو کیسے لکھیں" شائع ہو جائے گی۔

انیس صدی کے سلسلے میں صالحہ عابد حسین صاحبہ کی کتاب "انیس سے تعارف" کی اشاعت بھی مکتبہ جامعہ سے ہوگی۔ کتاب تیاری کی منزل میں ہے۔

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی	مصنف	ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ	محمود جالندھری	۲/۲۵
اکبر	"	لارنس بنین	"	رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر		ڈی آر۔ اٹھاوے	"	سش قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	"	ڈی۔ کنکیڈ	"	ڈاکٹر پرتما سرن	۶/۲۵
قاضی نذرالاسلام	"	بسودھا چکرورتی	"	عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	"	ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	"	ایم۔ کے درّانی	۲/۵۰
کچھوا اور خرگوش	"	ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا جلد ۱/-	مجلد	۲/-
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت۔ مرتبہ نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی					۲/۲۵
گرونانک	معنف	گوپال سنگھ	ترجمہ	محمود جالندھری	۳/۲۵
نئی بنتی تصویریں	"	بھگوتی چرن ورما	"	رضیہ سجاد ظہیر	۵/-
تاش کے محل (ناول)	"	بپال رنگن بکما	"	زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ	می پال سوم سندرم	"	حسرت سہروردی	۸/-
سفید خون (ناول)	معنف	نانک سنگھ	"	رتن سنگھ	۸/-
گرو گوبند سنگھ	"	ڈاکٹر نامور سنگھ	"	محمود جالندھری	۳/-
ہندی افسانے	مرتبہ	"	"	اگرسین نارنگ	۹/-
زندگی ایک (ناٹک)	معنف	پنّا لال پٹیل	"	کشور سلطانہ	۱۰/-
پنجابی افسانے	مرتبہ	ہربجن سنگھ	"	محمود جالندھری	۷/-
رنجیت سنگھ	معنف	ڈی۔ آر۔ سود	"	"	۲/۷۵
جدوجہد آزادی	"	بپن چندر	"	غلام ربّانی تاباں	۵/۵۰
بنگروادی	"	ونکیش ماڈگولکر	"	عرش ملسیانی	۵/۲۵
شاعر	"	تاراشنکر بندوپادھیائے	"	پریش کمار ڈے	۸/۷۵
موت کے بعد	"	شورام کارنت	"	محمود سروش	۸/۷۵
آدمی کے روپ	"	یش پال	"	سہیل عظیم آبادی	۱۲/-

ناولستان کے نئے ناول

دھند
صحرا مہدی

ایک مخلص قوم پرست لڑکی کی داستان [illegible] پذیرائی بھی ہوتی ہے اور ملامت بھی۔ ایک ایسی لڑکی کی کہانی جو اپنی منزل کی تلاش میں بھٹکتی رہتی ہے اور [illegible] سے محبت کرنے والے بے قرار دل اور خود اسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔ قیمت: -/8

خاکِ تمنّا
سراج انور

زیر نظر ناول "خاکِ تمنّا" اپنے واقعات، کردار اور پلاٹ کے لحاظ سے ایک جیتی جاگتی، چلتی پھرتی اور زندگی کی حقیقتوں کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک نہایت دلچسپ ناول ہے ایک بار پڑھنے کے بعد بار بار پڑھنے کو جی چاہے گا۔ قیمت 11/50

دھوپ چھاؤں
مسرور جہاں

مسرور جہاں آپ کی جانی پہچانی ناول نگار ہیں۔ زیر نظر ناول آپ کا تازہ ترین ناول ہے۔ جو سماجی ناولوں میں یقیناً نمایاں مقام حاصل کرے گا۔

قیمت: 11/50

منزلیں پیار کی
(نفسیاتی ناول)
ڈاکٹر سیفی پریمی

ہمارے سماج میں کئی جزیرے ہیں جن میں لڑکیاں پھسل کر پہنچ جاتی ہیں۔ کچھ دن بعد وہ نفسیاتی الجھن کا شکار بن جاتی ہیں صرف سماج کا دیا ہوا سپردگی کا تیری۔ ان کی شرافت کا معیار بن کر رہ جاتا ہے "عورت" فنا ہو جاتی ہے قیمت -/8

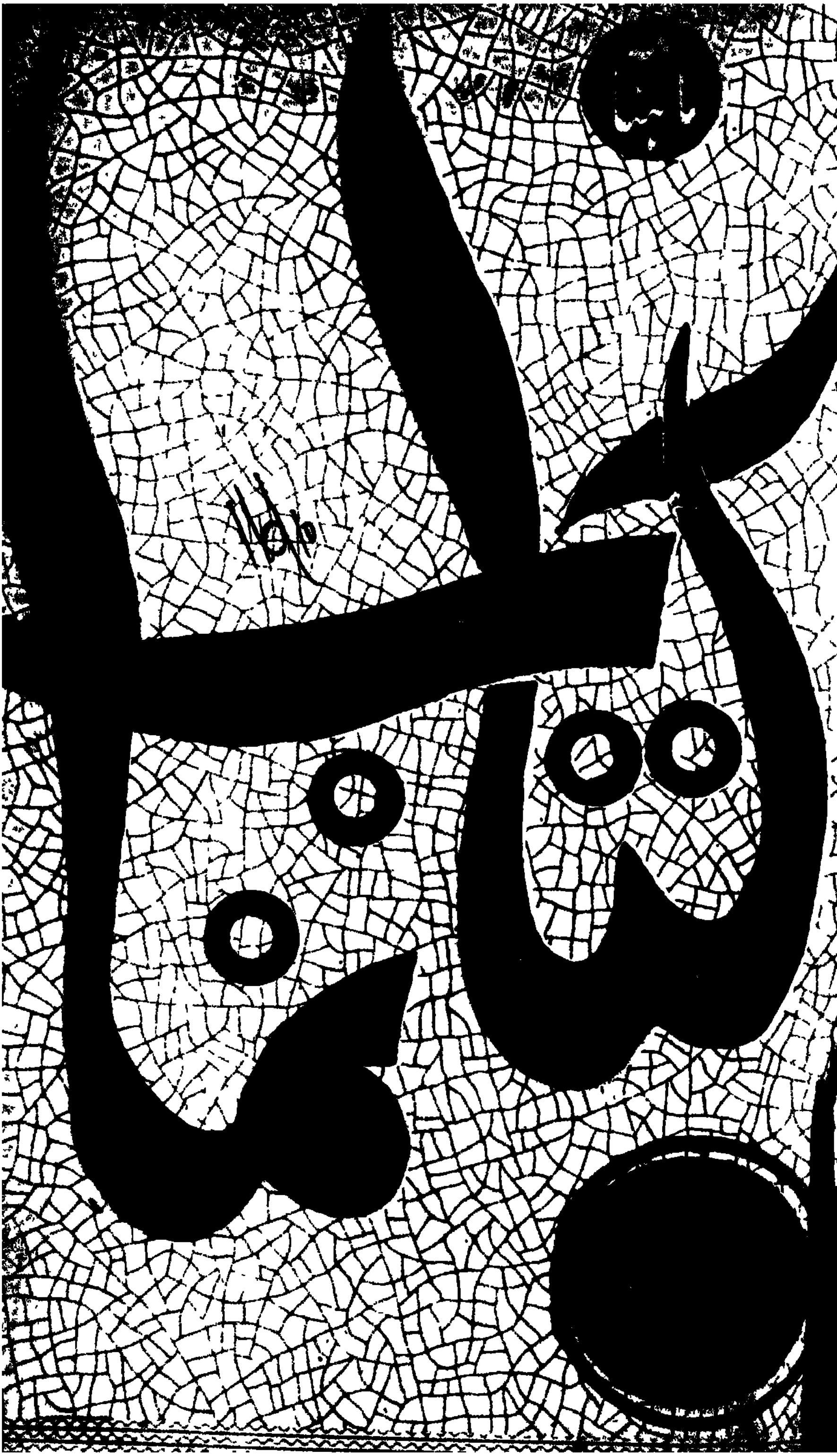
پرنٹر پبلشر سید احمد ولی نے یونین پرنٹنگ پریس دہلی میں چھپواکر جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

AMUN SATIX

[illegible] آبادی	ڈاکٹر محمد حسن	[illegible]
[illegible]	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible] (تدوین)	رشید حسن خاں	[illegible]/۵۰
انتخاب ظفر اکبر آبادی	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]	مالک رام	۴/۴۰
[illegible] آزاد (تلخیص)	ڈاکٹر قمر رئیس	[illegible]/۵۰
[illegible]	(ڈاکٹر) قمر رئیس	[illegible]
[illegible]	(ڈاکٹر) قمر رئیس	[illegible]
[illegible] سعدی	رشید حسن خاں	[illegible]
انتخاب اکبر الہ آبادی	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	[illegible]
انتخاب میر	(ڈاکٹر) محمد حسن	[illegible]
دیوان درد	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible] النسا	صالحہ عابد حسین	[illegible]
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]	(ڈاکٹر) محمد حسن	[illegible]
[illegible] غالب (حصہ اردو)	مالک رام	[illegible]
[illegible] غالب (حصہ فارسی)	مالک رام	[illegible]
[illegible] نسیم	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]	رشید حسن خاں	[illegible]
[illegible]	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	[illegible]
[illegible]	(ڈاکٹر) [illegible] ظہیر الدین صدیقی	[illegible]
[illegible]	(ڈاکٹر) [illegible] انجم	[illegible]
[illegible]	مالک رام	[illegible]
[illegible]	اطہر پرویز	[illegible]
[illegible] طباطبائی	رشید حسن خاں	[illegible]
انتخاب ناسخ	رشید حسن خاں	[illegible]
انتخاب سودا	محمد اکبر الدین صدیقی	[illegible]
[illegible] محمد قلی قطب شاہ	(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی	[illegible]
[illegible]	اطہر صدیقی	[illegible]

KITAB NUMA
NEW DELHI-11

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس۔ دریا گنج۔ دہلی



مینجنگ اڈیٹر
شاہد علی خاں
اڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما

نئی دِلی ۲۵
لائبریریوں کے لیے
سالانہ:- دو روپے

اکتوبر ۱۹۷۵ء
جلد ۱۶ شمارہ ۱۰
سالانہ
۵ روپے
فی پرچہ
۵۰ پیسے

اشاریہ

قارئین کتاب نما کی خدمت میں عید کی مبارک باد!

ہمیں افسوس ہے کہ پچھلے دو تین مہینوں سے کتاب نما کی اشاعت اور ترسیل میں بڑی بے قاعدگی راہ پاگئی۔ چنانچہ ستمبر کا شمارہ جو ۳۰-۳۱ اگست کو ڈاک خانے جانا چاہیے تھا، ۳۰ ستمبر کو پوسٹ کیا جا سکا۔ اب اکتوبر کا پرچہ بھی نو اکتوبر سے قبل نہیں جا سکے گا۔ ہمارے لیے یہ دُکھ کی بات ہے لیکن حالات کے آگے سپر ڈالنی ہی پڑتی ہے

قصّہ یہ تھا کہ اگست کا پورا مہینہ مجھے بستر علالت پر بسر کرنا پڑا۔ بس وہیں سے گڑبڑ شروع ہوگئی۔ پیام تعلیم اور کتاب نما دونوں اس کی زد میں آگئے۔ اوّل الذکر تو کسی نہ کسی طرح بعد از وقت سہی۔ نکل ہی گیا۔ آئی گئی ستمبر کے کتاب نما پر پڑی۔ اس کے علاوہ ایک اور وجہ بھی اکتوبر کے دونوں پرچوں کی تاخیر کا سبب بن گئی۔ وہ یہ کہ مکتبہ جامعہ کا کاروباری سال ۳۰ ستمبر کو ختم ہوتا ہے۔ تقریباً تمام اسٹاف اپنے اپنے کام مکمل کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ راقم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ بہرحال، خدا کا شکر ہے کہ اب حالات پوری طرح قابو میں آگئے ہیں۔ انشاء اللہ نومبر

پرچے وقت پر حاضرِ خدمت ہو سکیں گے۔

اس شمارے میں ڈاکٹر صفدر آہ کا مضمون "میر دشمنی" شائع ہو رہا ہے۔ مضمون خاصا طویل ہے۔ نفسِ مضمون پر ہم کوئی رائے نہیں دینا چاہتے البتہ اتنا عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آہ صاحب کہیں کہیں جارح ہو گئے ہیں۔ انھوں نے خود بھی اس کا اعتراف اپنے مضمون میں کیا ہے۔ اگر جناب نثار احمد فاروقی یا کوئی اور صاحب اس مضمون کے سلسلے میں کچھ لکھنا چاہیں تو کتاب نما کے صفحات ان کے لیے حاضر ہیں لیکن انھیں ڈاکٹر آہ کی عمر اور ادبی مرتبے کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔

اگست کے آخری ہفتے میں الہ آباد کی ادبی اور شعری محفل میں حامد حسن حامد صاحب نے طویل عرصے علیل رہ کر داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ مرحوم کی ادبی سرگرمیاں الہ آباد والوں کو تا دیر یاد رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں رکھے۔

دوسرا ادبی نقصان ڈاکٹر سید راغب حسین صدر شعبۂ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی کا سانحۂ ارتحال ہے۔ مرحوم ابھی صرف ۵۴ برس کے تھے۔ آپ رات کے وقت یونیورسٹی میں اکزامینیشن کمیٹی کے اجلاس میں شریک تھے کہ دل کا دورہ پڑا اور صبح ہوتے ہوتے روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ فارسی زبان کے عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو توفیقِ صبر۔

گاندھی جی کے تعلیمی خیالات

سعید انصاری

گاندھی جی نے ہندوستانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس پر اپنے خیالات و افکار کی گہری چھاپ نہ ڈالی ہو۔ اس میں تعلیم کا ایک مسئلہ بھی آتا ہے جس پر انھوں نے نہ صرف نظری حیثیت سے غور و خوض کیا بلکہ عملی اعتبار سے بھی کچھ تجربے لیے ہیں۔ اس کی جھلک آپ کو اس کتاب میں ملے گی۔

قیمت: ۱۶/۰

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ - دہلی بمبئی علی گڑھ

مکتبہ جامعہ کی ایک نہایت اہم کتاب

اُردو کیسے لکھیں

(صحیح املا)

رشید حسن خاں

محمد حسین حسان مرحوم سابق اڈیٹر "پیامِ تعلیم" کی فرمائش پر جناب رشید حسن خاں نے "حرفوں کا جادو" کے عنوان سے کہانی کے انداز میں "اردو املا" کے موضوع پر بچوں کے لیے ایک سلسلۂ مضامین مئی ۱۹۶۷ء میں شروع کیا تھا جو بہ وجوہ مکمل نہ ہو سکا۔ بعد میں اس موضوع پر دو کتابیں "اُردو املا" از رشید حسن خاں اور املا کمیٹی کی سفارشات "املا نامہ" مرتبہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ۔ ترقی اردو بورڈ سے شایع ہوئیں جس سے اردو والوں میں اس موضوع سے مزید دلچسپی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ ہماری خواہش پر جناب رشید حسن خاں نے اب تک کی معلومات کی روشنی میں یہ نئی کتاب از سرِ نو طلبہ اور پرائمری اسکولوں کے اساتذہ کے لیے تیار کی ہمیں یقین ہے کہ طلبہ اور اساتذہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔ قیمت: ۴/-

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شایع کی گئی)

تذر علی جواد زیدی

ضبط شدہ نظمیں

مرتبین

ڈاکٹر خلیق انجم

مجتبیٰ حسین

ہماری اُردو شاعری نے جدوجہد آزادی میں کتنا اہم رول ادا کیا۔ اس کا اندازہ آپ کو زیر نظر کتاب کے مطالعے سے ہوگا۔ یہی وہ نظمیں ہیں جنھوں نے کبھی ساری قوم میں جوش، ولولے اور جذبۂ حریت کی لہر دوڑا دی تھی۔ ان ضبط شدہ نظموں نے عوام کے دلوں میں ایک نئی جوت جگا دی تھی اور وہ قوم پر مر مٹنے کے لیے آمادہ ہوگئے تھے۔ یہ گرانقدر تحفہ ہماری محبوب وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی نے زیدی صاحب کو کمیٹی کی طرف سے نذر کیا۔ قیمت -/۲۱

تعنیہ

ڈاکٹر آصفہ زمانی

انوار سحر
ایک
تنقیدی جائزہ

دنیا میں قدم رکھنے کے بعد انسان کی دیگر خواہشات میں سے ایک بڑی خواہش "نام اور شہرت" (Name & Fame) حاصل کرنے کی بھی ہوتی ہے خواہ وہ حقیقت میں کچھ بھی نہ ہو۔ لیکن کچھ بزرگ ترین ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی گمنامی کی زندگی ہی پر اکتفا و قناعت کر لیتی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو خود اپنی شہرت نہیں چاہتے۔ شہرت ان کو خود ڈھونڈ نکالتی ہے۔

اس طبقہ میں اگر ڈاکٹر انوار الحسن صاحب کا نام صف اول میں دیکھا جائے تو میرے خیال سے بے جا نہ ہوگا۔ نام و نمود سے دور، سادہ زندگی اور بلند خیالات کے (SIMPLE living and HIGH THINKING) کے اصولوں پر گامزن، لیکن بلند مقاصد اور ٹھوس عقائد پر قائم۔ ڈاکٹر صاحب کی گھریلو زندگی جس قدر سادہ ہے۔ ادب کے میدان میں بھی شہرت حاصل کرنے کی طرف بھی طبیعت کا کوئی خاص میلان نہیں۔ اگرچہ موصوف کی تمام تر زندگی ادب کے میدان میں نئی نئی تخلیقات کرتے ہی گزرتی ہے۔

وہ دل سے اس بات کے متمنی ہیں کہ ادب کے دامن کو وسیع سے وسیع تر کرتے رہیں۔ وہ جس دھن اور لگن سے قلم کو گردش میں لانے رہے ہیں

وہ خود اس بات کا بین ثبوت ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ اپنی تعریف، اپنی شہرت کرنے والوں سے گویا گھبراتے رہتے ہیں اس کی مثال آپ کا مجموعۂ کلام "انوار سحر" ہے جو اب تک لوگوں کی نگاہوں سے صرف اس لیے اوجھل رہا کہ آپ اس کو طبع کروانے اور اپنے کو بحیثیت شاعر پیش کرنے سے گریز کرتے رہے۔ آپ کا شمار بہترین غزل گویوں کی صف میں ہونا چاہیے تھا۔ لیکن آپ ہمیشہ شہرت سے دامن بچاتے رہے ہیں۔ وجہ ہے کہ آپ مشاعرہ وغیرہ میں بھی شامل ہونے سے کتراتے رہے۔ آپ کے بہت قریب دوستوں یا عزیزوں کو ہی صرف اس بات کا علم تھا کہ آپ ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ خوشگو شاعر بھی ہیں، دوستوں اور عزیزوں کے بہت اصرار کے بعد آپ اپنا مجموعہ کلام طبع کروانے پر تیار ہوئے۔

"انوار سحر" قارئین کے سامنے ہے۔ اس کو پڑھ کر آپ کی غزل گوئی میں تو شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں، ساتھ ہی اس کے الفاظ اپنی خاموش زبان میں ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے ہر ہر خاکے، ہر ہر خدوخال اور ان کی خوشیوں، مسرتوں اور غم و درد کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی اپنی نجی زندگی بھی قارئین کے سامنے آموجود ہوتی ہے۔

"انوار سحر" کو ابتدا سے انتہا تک پڑھنے کے بعد جو تاثرات میرے ذہن میں پیدا ہوئے ان پر مختصر روشنی ڈال رہی ہوں۔ ہم ان کی شاعری کو دو بڑے ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے دور میں آپ کی وہ غزلیات شامل کی جا سکتی ہیں جس میں زندگی اُبلتی ہوئی نظر آتی ہے، جہاں زندگی کی چاہ ہے، رنگ و شباب کا دور دورہ ہے۔ جہاں نرگسی آنکھوں سے پینے پلانے کا کام لیا جاتا ہے۔ جہاں ہر خوبصورت چیز کی طرف نظر بھر کر دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ جہاں حسن ہر رنگ میں ایک مخصوص کشش کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ جہاں کبھی سیمیں بدن کی ادائیں اپنی

ادائیں جان لیوا ثابت ہوتی ہیں۔ اگرچہ ہم اس دور کی شاعری کی کوئی تاریخ متعین نہیں کر سکتے ہیں لیکن اس کو ابتدائی دور کی شاعری کے نام سے ضرور موسوم کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کی شاعری سے ایسا اندازہ ہوتا ہے گویا ڈاکٹر صاحب کا احساس دل پہلے پہل کسی کی مست نگاہوں کا شکار ہو بیٹھا۔ آنکھیں چار ہوتا تھیں کہ رگ رگ میں بجلیاں سی دوڑ گئیں اس کیفیت کو انھیں کی زبان سے سنیے ؎

رگ رگ میں جیسے دوڑتی پھرتی ہیں بجلیاں
وہ چشم فتنہ گر تھی جو دل میں اتر گئی

کسی کی مست نگاہوں کا یہ تقاضہ ہے
کہ دورِ جام چلے اور بار بار چلے

قصور ان کی نگاہوں کی شوخیوں کا بھی ہے
ہماری جرائتِ شوق و طلب بڑھانے میں

مری کائنات بدل گئی تری اک نظر کے پیام سے
جو کبھی نصیب نہ ہو سکا وہ سکوں ملا ترے نام سے

معلوم ہوتا ہے کہ محبوب نے خود پہل کی اور ان کے حضور میں یوں سلام پیش کیا ؎

تھا حدودِ دیر و حرم میں جب تری منزلوں کی تلاش تھی
مگر اب وہ راہ بدل گئی تری اک ادائے سلام سے

اور پھر شاعر نے محبت کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھ ہی دیا ؎

جیتا ہوں زمانے میں محبت کے سہارے
اتنا نہ سہارا ہو تو جینا بھی ہے مشکل

دل محبت سے سرشار ہوا تھا تو محبوب کی ہر ہر ادا جان

ہوا ثابت ہونے لگی ہے

ہر اک ادا نے تری مجھ کو لوٹ لیا
کہاں کہاں میں کروں گا دل و جگر کی تلاش

نہ یہ شعبدہ ہے نسیم کا نہ کرشمہ ہے یہ شمیم کا
یہ بہارِ گلشن جانفزا ہے کسی کے حسنِ خرام سے

محشر خرامیٔ قدِ جاناں نہ پوچھیے　　　عنبر فشاں چمن میں نسیمِ سحر گئی

یہ تڑپ یہ دل کی شکستگی یہ مصیبتیں یہ قیامتیں
کبھی تیری لغزشِ گام سے کبھی تیرے حسنِ خرام سے

محبوب کی اداؤں میں زلفوں کا اسیر ہو جانا کوئی نئی بات نہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب کو اُن کی، معطر زلفوں نے بے خود و بے آرام کر دیا تو کیا جائے تعجب؟

خوشبو یہ دور تک کیوں ہے صبا صحنِ باغ میں؟
یہ کس حسین کی زلفِ معطر بکھر گئی؟

اُٹھا رہا ہے کوئی رخ سے گیسوئے مشکیں
بہت حسین ہے یہ منظرِ طلوعِ سحر

ہر گام پہ زنجیرِ تمنا نظر آئی
زلفوں نے کیا تیری گرفتارِ سلاسل

ڈاکٹر صاحب کو احساس ہے کہ انہوں نے اس منزل میں قدم رکھ کر کوئی غلطی نہیں کی کیوں کہ کون ایسا شخص ہوگا جس کے دل کو خوبصورت چہرہ دیکھنے کی تمنا نہ ہو ے

گلوں پہ بس کی نظر خود بخود نہیں جاتی　　　مگر یہ ضد ہے نہ دیکھو [illegible]

اور پھر بارگاہِ الفت میں ہر التجا قبولیت کا شرف حاصل کرنے لگی انھیں کی زبانی ملاحظہ کیجیے ؎

ہر التجا قبول ہوئی ان کے سامنے
کب ان کے در پہ اپنی دعا بے اثر گئی

شاید اسی لیے وہ اتنا کچھ کہنے کی جرأت کر بیٹھے ؎

شیرینیِ لبِ شکر افشاں نہ پوچھیے
تلخابۂ حیات کو آساں کر گئی

اور اب شاعر کو دین و دنیا کا ہوش کہاں ؟

ترے عشق میں ہے وہ بے خودی نہیں ہوش میں مری زندگی
مری بندگی کو ہے واسطہ نہ سجود سے نہ قیام سے

حسن ہر رنگ میں مخصوص کشش رکھتا ہے
وہ تبسم کی ادا ہو کہ ستم کوشی

اب تو شاعر کی زندگی گویا محبوب کے دم سے وابستہ ہو کر رہ گئی۔

وہ آ گئے تو بہاروں نے پھول برسائے
وہ چل دیے تو گلستاں سے برگ و بار چلے

جو آ سکیں وہ تصور میں کبھی تو پلکوں پر
دیے جلاؤ چراغاں کا اہتمام کرو

کسی کی یاد ہی سرمایۂ حیات بن گئی ؎

کسی کی یاد تڑپاتی ہے مجھ کو　　کسی کو یاد میں بھی آ رہا ہوں

ملکۂ کشورِ رعنائی و سیمیں بدنی　　تجھ میں جو شانِ تصور ہے نہ کیا ذہنی

ڈاکٹر انوار کے دلکش رنگ تغزل کا اندازہ ان اشعار سے ہوتا ہے۔

وہ ایک تم ہو کہ تم کو کسی نے کچھ نہ کہا
وہ ایک ہم ہیں کہ رسوا ہوئے زمانے میں

تم اس خطا پہ ہو برہم کہ کیوں قدم چومے
مآل عشق یہی ہے اگر تو کیا ہوگا

تمہیں جو پھیر رہے ہو نظر تو کیا ہوگا؟
یہی ہے میری وفا کا اثر تو کیا ہوگا؟

خبر کیا تھی ہجوم یاس و حرماں لے کے آئے گی
قیامت خیز ارمانوں کا طوفاں لے کے آئے گی

لاکھ چاہا کہ تجھے اپنا بنا لوں لیکن
میری دنیائے محبت کبھی جنت نہ بنی

نہیں رہی ضرورتِ علاج دردِ دل مجھے
کہ دل تو اک کلی ہی تھی مسل گئی مسل گئی

اس وفا نا آشنا سے کی تھی امیدِ وفا
ہائے کس نا مہرباں کو مہرباں سمجھا کیا

آستانِ یار کو اپنا سمجھ بیٹھا تھا میں
ہائے کیوں سجدوں کو وقفِ آستاں سمجھا کیا

رسمِ تجدیدِ ملاقات نہیں ہوتی ہے
بات کیا ہے کہ کوئی بات نہیں ہوتی ہے

تمہیں بھلانے کی کوشش تو کی بہت میں نے
تم ہی خیال میں آئے اگر تو کیا ہوگا

بے چہرہ لمحے

(شعری مجموعہ)

علقمہ شبلی

علقمہ شبلی کی شاعری میں "مسرت و کلفت"، رجائیت و قنوطیت اور بے ہمہ دبا ہمہ کے متضاد پیکر ملتے ہیں۔ جو آج انسان کا مقدر ہیں علقمہ شبلی نے ہمیشہ اپنے ذہن و دماغ کے دریچے کھلے رکھے اور خوش گوار ہواؤں کا خیر مقدم بھی کیا۔ اس کا ثبوت زیر نظر مجموعے میں ملے گا۔

قیمت -/۱۰

اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے

ڈاکٹر عنوان چشتی

شعری ہیئت کیا ہے؟ شعری تجربے اور ہیئت میں کیا تعلق ہے؟ [illegible] کے بعد نئے سماجی اور سیاسی حالات سے متاثر ہو کر اردو نے مغرب سے کون سی ہیئتیں مستعار لیں؟ عظمت اللہ خاں نے ہندی پنگل اور انگریزی عروض سے فائدہ اٹھا کر ہیئت کے کون سے نئے تجربے کیے؟ ان تمام اہم سوالات کا جواب آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔

قیمت: -/۱۴

فارسی کی دل کش داستانیں

ڈاکٹر زہرا خانلری

ترجمہ

ڈاکٹر نورالحسن رضوی

اگرچہ ان داستانوں کا سرچشمہ ایران ہے۔ مگر کم و بیش یہ تمام داستانیں فارسی کے ذریعے اردو میں منتقل ہوئی ہیں اور اردو داں حضرات کے لیے بھی ان کا علم اتنا ہی ناگزیر ہے، جتنا فارسی کے طالب علم کے۔

قیمت : -/۱۸

صفدر آہ

میر دشمنی

مکتبہ جامعہ نے چند ماہ قبل نثار احمد صاحب فاروقی کی ایک کتاب تلاش میر کے نام سے شائع کی ہے۔ یہ کتاب کوئی تصنیف نہیں۔ میر کے موضوع پر فاروقی صاحب کے ان پرانے مضامین کا مجموعہ ہے جو دس پندرہ برس میں مختلف رسالوں میں نکلے ہیں۔

ان مضامین کی بیشتر تردیدیں ہو چکی ہیں۔ پھر جس وقت یہ مضامین نکلے تھے اس وقت قارئین کی معلومات میر کے موضوع پر بہت محدود تھی لیکن آج میری کتاب میرا ور میریات" کی اشاعت کے بعد علی الخصوص میر کی حیات اور شخصیت کے متعلق ایک نیا زاویۂ نظر پیدا ہو چکا ہے

اس وقت تلاش میر کی اشاعت کا مناسب طریقہ یہ تھا کہ فاروقی صاحب اپنے مضامین پر نئی معلومات کی روشنی میں نظر ثانی فرماتے اور جہاں جہاں میں نے یا دوسرے اہل قلم نے ان کی تردید کی ہے ان کا جواب دیتے اور میر پر واحد نئی تصنیف میرا ور میریات کا بھی ذکر فرماتے۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۷ پر فاروقی صاحب نے عبدالباری آسی، مولوی عبدالحق، ڈاکٹر عبداللہ اور خواجہ احمد فاروقی کی کتابوں کا ذکر تو کیا ہے لیکن بالقصد میری کتاب کو یک لخت نظر انداز کر دیا۔

جناب صفدر آہ اردو کے مشہور و معروف ادیب ہیں آپ ان کے اس مضمون سے اختلاف رائے کر سکتے ہیں۔ کتاب نما کے صفحات بھی اس کے لیے حاضر ہیں لیکن اظہار خیال کے لیے جناب صفدر آہ کی بزرگی کا خیال رکھنا بہر حال ضروری ہے۔ ایڈیٹر

۔ حالانکہ وہ جانتے

ہیں کہ یہ کتاب موضوع میر کا جدید ترین باب ہے جس میں ایک دو نہیں درجنوں نئے انکشاف میر کے متعلق کیے گئے ہیں۔

فاروقی صاحب معصوم بنکر یہ نہیں کہہ سکتے کہ انھوں نے میری کتاب دیکھی نہیں تھی۔ ان کی کتاب "تلاش میر" ص۱ سے شروع ہوتی ہے اور ص۱ پر "میرا اور میریات" کا شاذ مستعمل ٹکڑا بمعنے "میر اور موضوع میر" موجود ہے۔ کیا فاروقی صاحب اپنی کسی سابقہ تحریر میں "میرا اور میریات" کا استعمال ان معنوں میں دکھا سکتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ میری کتاب اور اس کا نام ان کے ذہن پر چھایا ہوا ہے۔ میری کتاب پڑھنے کے بعد بظاہر انھوں نے صرف تین چار صفحے کا دیباچہ ہی لکھا ہے۔ لیکن اس مختصر تحریر میں بھی "میرا اور میریات" کا نام ان کے قلم سے پھوٹ نکلا ہے۔

"تلاش میر" میں ص۱۱ پر فاروقی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ اس بات کا انکشاف میں نے کیا کہ میر کی فارسی کا نور چراغ ہدایت سے مستعار ہے۔ فاروقی صاحب کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ ان کا یہ دعویٰ ۱۹۵۷ء کا ہوگا جب انھوں نے ذکر میر کا اردو ترجمہ میر کی آپ بیتی شائع کیا لیکن خواجہ احمد فاروقی کی کتاب میر تقی میر شائع شدہ ۱۹۵۴ء میں ص۹۵-۹۶ پر یہ انکشاف مع اشاریہ موجود ہے۔

فاروقی صاحب نے اپنے دعوے کی تاریخ بتائے بغیر اپنی اسی کتاب کے ص۱۲ پر یہ بھی فرمایا ہے کہ خاکسار کا تذکرہ جس کا نام "معشوق چہل سالہ خود" سمجھا جاتا تھا اس کی حقیقت کا انکشاف انھی کے قلم سے ہوا ہے اور یہ بات فاروقی صاحب ہی نے دریافت کی کہ یہ اس تذکرے کا نام نہیں صرف میر کی پھبتی ہے۔ فاروقی صاحب کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔ "معشوق چہل سالہ خود" کے انکشاف کی تفصیل پروفیسر مسعود حسن ادیب کی کتاب "آب حیات کا تنقیدی مطالعہ" دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۴ء ص۱۳۰-۱۳۱ پر درج ہے۔ اس بحث میں فاروقی صاحب کا نام نامی کہیں نظر نہیں آتا۔

میریات میں فاروقی صاحب کی صرف ایک دریافت ہے جس کے لیے ان کے

تحقیقی تجسس سے زیادہ ان کی خوش بختی کو سراہا جائے گا۔ آگرے کی محمدی لائبریری میں انہیں ۱۲۱۶ھ کی ایک ایسی بیاض مل گئی جس میں محمد حسین آزاد کی نشاندہی کی ہوئی میر کی یہ غزل موجود ہے۔

کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو!
ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے

میر کے مطبوعہ دیوان میں یہ غزل موجود نہیں لیکن اب یہ کلام میر کی ایک حقیقت بن گئی ہے۔ واضح رہے کہ ۱۲۱۶ھ میں میر بقید حیات تھے۔

فاروقی صاحب نے دلی کالج میگزین میر نمبر کے ص ۱۲ پر اور تلاش میر کے صفحہ پر بتایا ہے کہ انہیں میر پسند نہ تھے لیکن جناب اثر لکھنوی سے میر کے متعلق خط و کتابت کرنے کے بعد وہ زبردست میر پرست بن گئے۔ آثر مرحوم میر کے بہترین نقاد تھے لیکن مجھے اس میں شک ہے کہ ان کی کوشش بھی فاروقی صاحب میں میر شناسی اور میر کے احترام کا جذبہ پیدا کر سکی۔ فاروقی صاحب نے میر شناسی کا یہ بہانہ صرف اس لیے تراشا ہے تاکہ لکھنؤ کے ناسخ اور دلی کے غالب ان پے بہرہ اور بد ذوق ہونے کا فتویٰ نہ دے سکیں۔

اسی تلاش میر میں فاروقی صاحب نے ایک مضمون "میر کا آرٹ" تحریر فرمایا ہے۔ عنوان اچھا ہے لیکن اس میں صداقت کہیں نام کو نہیں۔ دوسروں کے خیالات لیکر انہوں نے اس مضمون کو ترتیب دے دیا ہے۔ خود ان کا دل اور ذہن میر کی شاعرانہ عظمت سے بالکل متاثر نہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو میر کی ذات اور شخصیت کے متعلق عناد اور دشمنی کا جو زہر ان کی کتاب تلاش میر میں بھرا ہوا ہے وہ قطعاً نہ ہوتا۔ اس میر دشمنی کا سبب قاضی عبدالودود زدگی ہو یا کچھ اور لیکن یہ حقیقت ہے کہ نثار احمد فاروقی سے بڑا میر کا دشمن اردو ادب میں آج تک پیدا نہیں ہوا ہے۔

فاروقی صاحب نے میر کو بڑا شاعر بہ مجبوری اور بہ مصلحت مانا ہے تاکہ میر کے نام کے ساتھ وہ خود بھی بڑے معلوم ہونے لگیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میر ان کی نظر میں جاہل، مکار، کذا

انتہائی پست اخلاق کے آدمی ہیں۔ جب آدمی کی زندگی کے کسی ایک پہلو سے دل پوری طرح متاثر ہوگا اس میں اگر نقائص بھی نظر آئیں گے تو ان کے اظہار کا انداز بالکل الگ ہوگا۔ میں نے میر اور میریات میں میر پر تنقیدیں کی ہیں لیکن میری تحریروں سے متشکل ہونے والا میر اپنی کمزوریوں کے باوجود بڑا پیارا انسان ہے۔ فاروقی صاحب کے یہاں، تو شروع سے آخر تک (چند اشعار کے علاوہ) میر میں عیب ہی عیب دکھائی دیتے ہیں۔ بدبینی کی بھی حد ہوتی ہے۔

فاروقی صاحب نے میر کے عہد کی پستی و ضلالت کا ذکر کرتے ہوئے میر کو اسی احول کی پیداوار بتایا ہے۔ ان کے خیال میں میر کی کتاب ذکر میر کذب، جہل اور مکاری سے بھری ہوئی ہے۔ فاروقی صاحب کی یہ گفتگو ان کے مضمون میر کے مطالعے کے امکانات میں ص۳۷ سے پہلے ذرا مدھم لہجے میں شروع ہوتی ہے اور علی التدریج نشتر اور خنجر بن جاتی ہے۔

فاروقی صاحب نے ذکر میر کا بھلا برا ترجمہ تو کسی طرح کر ڈالا لیکن وہ اس کتاب کی حقیقت کو بالکل نہیں سمجھے جیسا کہ میں میر اور میریات میں عرض کر چکا ہوں (ص۸) ذکر میر میر کی سوانح عمری نہیں ہے۔ اسے بہت سے بہت ہم ان کی یادداشتوں کی ایک کتاب کہہ سکتے ہیں مثلاً کامسان کے تباہی کے دوران میر لکھتے ہیں۔

"ما تلخ کاماں نیز بہ سبب علاقۂ نوکری و وابستگی دراین اقامت گزیدہ ام و می بینیم کہ آب و خور چند ے ایں جا می دارد یا جائے دیگر بردہ"

(ذکر میر ص۱۲۰)

حسام الدین نے مرہٹوں سے صلح کر لی تو میر کہتے ہیں:۔

"دکنیان در پئے آزردن نجف خاں و متعلان حرام کوزہ اند۔ بہ بینیم چہ صورت میگردد۔ بنا بر این بار روزگار چہ طور ما از شہر برمی آید و کجا می رود"

(ذکر میر ص۱۲۵)

ظاہر ہے یہ عبارتیں کسی مسلسل کتاب کی نہیں ہو سکتیں۔ ان کی صورت صرف

یادداشتیں کی ہیں۔

ذکرِ میر میں کچھ یادداشتیں ایسی بھی ملیں گی جو میر نے ابتدائی ایام میں خان آرزو کی زیر نگرانی انشا پردازی کی مشق کے لیے لکھی تھیں۔ ایسی عبارتوں میں میر نے ازخود یا خان آرزو کے حکم سے چراغ ہدایت (لغت خان آرزو) کے محاورے بکثرت استعمال کیے ہیں۔

ان عبارتوں میں دوسرے خیالات کے ساتھ بیشتر اپنے والد اور دوسرے صوفیوں کے وہ خیالات قلمبند کرنے کی کوشش کی ہے جو بچپن سے ان کے گرد و پیش بیان ہوتے رہے۔

یہ ساری یادداشتیں ان کے پاس جمع تھیں۔ شاید انہیں کسی وقت کتابی صورت دینے کا خیال بھی ان کے ذہن میں ہو۔ لیکن جب خان آرزو سے ان کی لڑائی ہو گئی تو غصے میں میر یہی سوچنے لگے کہ خان آرزو کے خلاف کچھ لکھا جائے۔ لیکن اپنے سب سے بڑے محسن پر الزام تراشی آسان کام نہ تھا۔ وہ دل ہی دل میں پیچ و خم کھا کر چپ ہو جاتے تھے ۱۱۶۹ھ میں خان آرزو کا انتقال ہوا۔ میر نے انہیں ایک دنیا دار آدمی بتایا اور لکھا کہ لکد زمانہ خوردہ مرد۔ اگلے سال ۱۱۷۰ھ میں انھوں نے ایک کتاب لکھنے کا قطعی فیصلہ کیا اور اس کتاب کا تاریخی نام بھی ذکرِ میر رکھ دیا جس سے ۱۱۷۰ کا اخراج ہوتا ہے۔

میر خان آرزو سے ناراض سہی لیکن ان کا ضمیر کبھی نہیں مرا تھا وہ اس تصنیف کے مکروہ اقدام کو ٹالتے ہی رہے اور شاید خان آرزو کی موت کے بعد ان کی دشمنی بھی وقت کے ساتھ ان کے دل سے کم ہوتی گئی۔

مرتال سے واپسی کے بعد میر کے حالات اتنے خراب ہو گئے تھے کہ ان کو مجبوراً خانہ نشین ہونا پڑا۔ اس خانہ نشینی کا ذکر وہ "ذکرِ میر" کی ابتدا ہی میں کرتے ہیں۔ اس تنہائی کے زمانے میں انھوں نے وقت کو پر کرنے کے لیے ۱۱۸۷ھ اور ۱۱۹۷ھ میں ذکرِ میر لکھی جس میں ان کے پاس مندرج ساری یادداشتیں آ گئیں اور ساتھ ہی بقول خود کچھ اور حالات، سوانحِ روزگار، حکایات اور نقلیں درج ہو گئیں ـــــ نیز کم سنی میں انشا پردازی کی جو مشقی یادداشتیں میر نے "چراغِ ہدایت" کے محاورات کا کثرت سے استعمال کیا ہے وہ بھی شاملِ کتاب ہو گئیں۔ واضح رہے کہ "چراغ ہدایت" کے محاورات

کا استعمال ان کی دوسری کتابوں میں نسبتاً بہت کم ملے گا۔ یہ محاورے ذکر میر ہی میں زیادہ ہیں جب کی تصنیف کے وقت میر خان آرزو سے خفا تھے۔

"چراغ ہدایت" سے متاثر یہ عبارتیں "ذکر میر" کی تصنیف کے زمانے کی نہیں ہیں۔ یہ اس وقت کی یادداشتیں ہیں جب میر خان آرزو کو دنیا کا سب سے بڑا عالم اور اپنا استاد اور پیر و مرشد سمجھتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میر خان آرزو کی فارسی کے واحد متتبع ہیں۔ بعض جگہ تو ایسا شبہ ہوتا ہے کہ خان آرزو نے زمانۂ تعلیم میں اپنا چھوٹا سا لغت میر کو رٹا دیا تھا۔ میر ایسے نامور شاعر کا فارسی دیوان اب تک نہیں چھپ سکا ہے۔ کوئی اچھا عالم فارسی اس کو مدون کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔ حالانکہ میری نظر میں خان آرزو کی فارسی کے اثر سے بالغرض اس دیوان کی زبان کا معیار اگر کچھ کم بھی ہو گیا ہے تب بھی میر کے نام کے سبب اس کی اشاعت ضروری ہے۔

غرض ۱۱۸۶ھ میں "ذکر میر" ختم ہو گئی اور اس کی تاریخ میر نے یوں کہی ؎

ز تاریخ آگہ شوی بے گمان　　　فزائی عدد دہ و شش از براں

"ذکر میر" کے عدد ۱۱۷۰ ہیں۔ ان میں اگر سولہ کا اضافہ کر دیا جائے تو ۱۱۸۶ھ ہو جائیں گے۔

میر نے کتاب لکھ لی جس میں ایک طرف ان کی یادداشتیں لکھی گئیں۔ دوسری طرف ان کے دل کی بھڑاس بھی نکل گئی۔ انھوں نے اس کتاب کو رواج عہد کے مطابق شائع نہیں کیا۔ کتاب کے معیار سے وہ مطمئن ہوں یا نہ ہوں لیکن یہ ان کو قطعاً معلوم تھا کہ اس کی اشاعت ہوتے ہی شدید ہنگامے شروع ہو جائیں گے جن سے اس غربت، عسرت اور مصیبت کی حالت میں نمٹنا سخت دشوار ہو جائے گا۔ جنوں زدہ، تلخ اور نامکمل نکات الشعراء کا تجربہ وہ بھولے نہ تھے جس کے بعد انھیں بار بار اپنے تذکرے میں تبدیلیاں کرنا پڑیں (دیکھیے میر اور میریات ص ۵۰ سے ۵۲ تک) بہرحال انھوں نے تو تصنیف کتاب پر خاتمے کی عبارت لکھ کر اسے اپنے بستے میں رکھ دیا۔ اس عبارت میں انھوں نے اپنی خانہ نشینی، فاقہ کشی، علالت اور زندگی سے مایوسی کا ذکر کیا ہے۔ عمر اپنی پچاس سال کی بتائی ہے۔

تیرا بد میر آیات میں میں نے بہ وضاحت دکھایا ہے کہ نواب آصف الدولہ کی طلب پر لکھنؤ جانے تک تقریباً بارہ سال میر خانہ نشین رہے۔ ان ایام میں وہ وقتاً فوقتاً کچھ ور اضافے ذکر میر میں کرتے رہے۔ ۱۱۹۶ھ میں وہ لکھنؤ آ گئے۔ یہاں کچھ لکھنؤ کے حالات اس کتاب میں بڑھائے۔ ۱۱۹۷ھ میں انھوں نے مکرر اس کتاب کو تمام کیا۔ لیکن اب انہیں اس کتاب سے ایک نجی ڈائری سے زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ اس کی اشاعت کا خیال ان کے ذہن سے قطعی طور پر نکل چکا تھا اور وہ اس پر کوئی ذہنی کاوش کرنا نہ چاہتے تھے۔ اس کتاب کی تاریخ انھوں نے انتہائی بے دلی سے یہ کہی۔

ز تاریخ آگہ شوی بے گماں نزائی عدد بست و ہفت از براں

یعنی ذکر میر کے ۱۱۷۰ + ۲۷ = ۱۱۹۷ھ

خاتمے کی عبارت میں اپنی عمر پچاس سال کی جگہ ساٹھ سال لکھ دی۔ خانہ نشینی، غربت اور عسرت کی عبارت اسی طرح چھوڑ دی اسے بدلا نہیں۔ حالانکہ لکھنؤ آنے کے بعد خانہ نشینی اور افلاس کا کوئی سوال ہی نہ تھا جو میر دلی میں فاقے کر رہے تھے ان کو تین سو روپیہ ماہوار تنخواہ، حاکم وقت آصف الدولہ کی داد و دہش کے علاوہ تھی۔ خود نواب نے میر کی کتنی عزت کی۔ اس سے تذکرے بھرے پڑے ہیں۔ اس کے علاوہ لکھنؤ کے معاشرے میں عوام نے انہیں جو عزت دی اس کا ذکر انہیں سب سے زیادہ قریب سے دیکھنے والے تذکرہ نویس صاحب نوادر الکملا سے سنیے۔

"(لکھنؤ میں) شہرۂ سخن کلام زمین و زمان را برگرفت۔ ذرہ ذرہ پرستاں

قطرہ قطرہ محو سپاس۔ چہ تحسینہا کہ نہ دیدند و چہ آفرینہا کہ نہ کشیدند"

میر کی ہر کتاب یہاں تک کہ ان کی درسی کتاب "فیض میر" کا ذکر بھی پرانے تذکروں میں موجود ہے۔ اگر "ذکر میر" شائع ہو جاتی یا اس کے وجود کا علم بھی تذکرہ نویسوں کو ہوتا تو اس پر نہ جانے کیا کچھ لکھا جاتا۔ "ذکر میر" کی سب سے پہلی نقل ۱۲۲۳ھ میں جب غالباً میر مرض موت میں مبتلا ہو چکے تھے کسی نے نہ جانے کیونکر حاصل کی۔ یہی نقل مولوی عبد الحق نے شائع کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ذکر میر غالباً میر کی اہم ترین کتاب ہے لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ یہ میر کی صرف نجی ڈائری کی حیثیت رکھتی ہے جسے وہ قطعاً شائع کرنا نہیں چاہتے تھے آپ دیکھیں گے کہ انھوں نے کتاب کی نوک پلک درست کرنا تو بہت دور اس کے تتمے کو بھی مبہم اور نا تمام چھوڑ دیا۔ خان آرزو ان کے ذہن سے بالکل نکل چکے تھے اور اب وہ اتنے بڑے شاعر اور استاد تھے کہ اردو ادب نے اس وقت تک اس مرتبے اور شہرت کا آدمی نہیں دیکھا تھا۔

ذکر میر اور اس کی تصنیف کی بالاجمال یہ صورت ہے۔ اب میں میر کے متعلق فاروقی صاحب کی زہر افشانیوں کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔

فاروقی صاحب کا یہ کہہ دینا کافی نہیں، کہ میر ایک پست ماحول کی پیداوار تھے لہٰذا ان میں تمام اخلاقی عیب آ گئے تھے۔ کیا فاروقی صاحب نے کبھی اس بات پر بھی غور فرمایا ہے کہ وہ خود کس ماحول میں پیدا ہوئے ہیں۔ آج کے ماحول میں بسنے والے عام طور پر زر پرست، بے ایمان، رشوت خور، ٹیکس چور، اسمگلر، دوا اور غذا میں آمیزش کرنے والے، توہم پرست، علاقہ پرست اور علیحدگی پرست ہیں۔ اس ماحول کی ضلالت اور پستی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن کیا اس وقت بھی ایسے اعلیٰ انسان پیدا نہیں ہوتے جو انسانیت کے لیے چراغ بنے ہوتے ہیں۔ ہم میر جیسے عظیم شاعر کو صرف ماحول کی پستی کی وجہ سے برا انسان کیوں سمجھیں۔ اس میں شک نہیں کہ میر بھی آدمی تھے اور ان میں ماحول کی دین کچھ برائیاں بھی آ گئی تھیں لیکن ان میں خوبیاں اتنی تھیں کہ ان کی شخصیت سارے اردو شاعروں میں سب سے پیاری اور سب سے دلکش نظر آتی ہے

فاروقی صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ میر نے ذکر میر میں اپنے پدر بزرگوار کی درویشی کا جو ذکر کیا ہے وہ سب جھوٹ ہے۔ اگر ان کے والد واسطہ درجے کے بھی درویش ہوتے اور اگر میر ان کی مقبولیت ہوتی تو ان کا کہیں نہ کہیں ذکر ضرور ملتا۔ اس عہد کے تمام تاریخی اور نیم تاریخی ماخذ ان کے وجود سے بے خبر ہیں۔ (ص ۴۰)

میری گزارش یہ ہے کہ مختلف مقامات پر بڑے مقبول شعراء، صوفیاء، علماء اور

بہار دیکھے گئے ہیں جو اپنی زندگی میں مرجعِ خلائق بنے ہوئے تھے لیکن مرنے کے کچھ ہی دن بعد ان کے ناموں کو جیسے وقت نگل گیا۔ میر کے والد بھی اسی قسم کے ایک بزرگ ہو سکتے ہیں۔ بعض اوقات تاریخ اور تذکروں تک نااہلوں کے نام پہنچ جاتے ہیں اور اہل ان سے محروم ہو جاتے ہیں۔ جو ایسی حقیقت ہے جو بدیہی ہے۔

میر کے والد اگر معقول درویش نہ ہوتے تو خواجہ محمد باسط ایسا نامور صوفی ان کے دس گیارہ سال کے بچے محمد تقی کو لے کر اپنے چچا امیر الامرا صمصام الدولہ کے پاس سفارش کے لیے کیوں جاتا؟

اگر میر کے والد کا کوئی مرتبہ نہ ہوتا تو امیر الامرا صمصام الدولہ ان کی موت کے دیر تک اس میں کمیاں کرتے اور ایک گیارہ سال کے بچے کو تیس روپیہ ماہانہ کا وظیفہ اکبر آباد میں بٹھا کر کئی سال تک کیوں دیتے؟ دہلی میں شاعری میں شہرت کے بعد بھی میر کی آمدنی کبھی بائیس تئیس روپیہ ماہوار سے اوپر نہ جا سکی۔

میر نے ذکر میر میں ایک جگہ شیخ عبدالعزیز عزت صدیقی سے اپنی قرابت کا ذکر کیا ہے لیکن قرابتیں ننہالی، سسرالی اور بھی کئی طرح کی ہو سکتی ہیں۔ میر نے یہ کہیں نہیں کہا ہے کہ وہ عزت کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ میر کے دشمنوں نے میر کی سیادت کے لیے اشتباہ تو پیدا کیے ہیں لیکن نسبت رد نہیں کر سکے۔

فاروقی صاحب کو ضد ہے کہ میر شیخ عزت کے قبیلے کے تھے اور شیخ صدیقی تھے۔ دلیل انھوں نے خوب گڑھی ہے کہ میر نے خود کو اور اپنے بھائی محمد رضی کو تو میر کہا ہے لیکن اپنے مختلف البطن بھائی حافظ محمد حسین یا ان کے بیٹے محمد محسن کو میر نہیں کہا ہے۔ حالانکہ اسی ذکر میر میں میر نے صفحہ ۶۳ پر اپنے والد کو میر محمد علی صفحہ ۱۲ اور صفحہ ۵۹ پر خود کو میر محمد تقی صفحہ ۷ پر اپنے چھوٹے بھائی کو میر محمد رضی اور صفحہ ۹۲ پر اپنے لڑکے کو میر فیض علی تحریر کیا ہے۔ اس کے علاوہ حافظ محمد حسن کے بیٹے محمد محسن نے اپنی کتاب محاکمات الشعراء میں اپنے چچا کو میر محمد تقی تحریر کیا ہے۔ محمد محسن میر کے بھتیجے تھے اور ان سے زیادہ میر کے حسب و نسب کو اور کون جانتا [illegible]

فاروقی صاحب نے ایک عقلی گدا اور لگایا ہے کہ میر کے والد نے دوسری شادی کسی شیعہ خاتون کے ساتھ کی تھی جو سیادت کی بھی مدعی ہوں گی۔

میر کی والدہ کا شیعہ ہونا قطعاً ثابت نہیں۔ ہاں میر کے والد بقول میر سید تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی ماں بھی سیدانی ہوں۔ فاروقی صاحب نے میر کو ماں کی طرف سے سید بنانے کی جو کوشش کی ہے وہ بے سروپا اور لایعنی ہے۔

فاروقی صاحب نے پھر ایک پینترا بدلا۔ وہ فرماتے ہیں کمسنی میں شیعی عقائد کی طرف میر کا مائل ہونا تعلیم یا مطالعہ کا نتیجہ نہیں ہو سکتا بلکہ انھوں نے یہ اثر اپنی ماں سے قبول کیا۔

گزارش یہ ہے کہ مذکورہ بالا تینوں باتیں غلط ہیں۔ نہ تو میر کمسنی میں شیعہ ہوئے نہ ان کی والدہ شیعہ تھیں اور نہ ان پر کسی طرف سے ماں کا کوئی اثر نظر آتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ میر کی ماں اور باپ کے تعلقات محمد رضی کی ولادت کے بعد سے کشیدہ ہو گئے تھے اور میر کی ماں اپنی سسرال میں نہیں رہتی تھیں۔ چنانچہ جب ۱۱۴۰ھ کے قریب جب علی متقی خوشاں ہو رہے مقابلے کے لیے لاہور چلے ہیں تو گھر میں سوائے ایک خادمہ کے کسی خاتون کا وجود نہیں ثابت ہوتا۔ اس کشیدگی تعلقات پر مزید روشنی اس طرح پڑتی ہے کہ لاہور سے واپسی پر علی متقی نے اپنے مرید امان اللہ کو نصیحت کی کہ شادی منافی قلندری ہے اور اپنے لیے کہا۔

من مرد وارستہ۔ چوں برق از دام گرجستہ

مزید حیرت اس وقت ہوتی ہے جب میر چند روز کے لیے کمہیر سے آگرے آئے تو اپنے، اور اور منہ بولے چچا امان اللہ کی قبر پر فاتحہ خوانی کا ذکر تو کیا لیکن ماں کی قبر کا تذکرہ نہیں کیا۔ غرض نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ان پر ماں کا اثر بالکل نہ تھا۔

میر نے تبدیلی عقیدہ کا اعلان سن بلوغ میں نہیں شاعری میں مشہور ہونے کے بعد ۱۱۶۰ھ میں دہلی میں کیا۔ یہ تبدیلی عقیدہ مطالعے کا نتیجہ تھی یا دلی میں پھیلی ہوئی اثنا عشریت کا اثر تھی یہ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ لیکن میر کے اپنے عقیدے میں اتنی شدت تھی کہ وہ اپنے

سارے خاندان سے سمجھے، یہاں تک کہ اپنے استاد اور مربی خان آرزو سے بھی لڑ پڑے۔ یہ بات فاروقی صاحب نے بھی صفحہ ۹ پر تسلیم کی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے میرا اور میریات)

ذکر میر میں ص ۵ پر میر نے کہا ہے کہ ایک دن میرے والد نے اپنے مرشد شاہ کلیم اللہ اکبر آبادی سے عرض کیا کہ جیسا آپ جانتے ہیں میں نے اپنے عقائد درست کر لیے ہیں۔ لیکن یہ تو فرمائیے کہ حاکم شام (امیر معاویہ) کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے اعتقاد ہما بتاؤں گا۔

"ایک دن صبح کاذب کے وقت میرے والد محترم خان کی مسجد میں مرشد کو وضو کرا رہے تھے۔ اس وقت مرشد نے کہا: خدا کا شکر کس طرح ادا کروں کہ تمام عمر میں اس (امیر معاویہ) کا نام میری زبان پر نہیں آیا ہے۔ والد کہتے تھے کہ اس کے بعد میں نے بھی اس کا نام کبھی نہیں لیا۔"

فاروقی صاحب فرماتے ہیں کہ میر نے یہ جھوٹ اس لیے گڑھا ہے کیونکہ وہ یہ دکھانا چاہتے تھے کہ میرے والد شیعی عقائد رکھتے تھے۔ میری گزارش یہ ہے کہ اگر میر کو جھوٹ ہی بولنا تھا تو یہ لکھنے سے ان کا قلم کون پکڑ سکتا تھا کہ میرے والد شیعہ ہو گئے تھے انھوں نے تو دیانت داری سے یہ واقعہ نقل کر دیا جس سے وہم و گمان میں بھی میر کے والد کا تشیع ثابت نہیں ہو سکتا۔ ان کے والد کے مرشد ایک تفضیلی سنی اور صوفی تھے۔ انھوں نے اپنا نقطۂ نظر اپنے مرید علی متقی کو بتا دیا جسے مرید نے قبول کر لیا۔ امیر معاویہ کے لیے شیعی نقطۂ نظر بالکل واضح اور صاف ہے۔ نہ تو کوئی شیعہ امیر معاویہ کے لیے اس طرح کا سوال کرتا اور نہ جواب دینے والا شیعہ اس قسم کا جواب دیتا۔

صوفی منش سنیوں کا عام طور پر یہی عقیدہ ہے کہ امیر معاویہ کے موضوع پر گفتگو ہی نہ کی جائے۔ ذکر میر تو ۱۹۲۹ء میں چھپی ہے۔ میں نے مولوی محمد صدیق صاحب مالک صدیق بکڈپو لکھنؤ سے جو ایک وسیع النظر بزرگ تھے شاید ۶۲-۱۹۶۱ء میں یہی بات سنی تھی۔

اس کے علاوہ ذکر میر کی اشاعت سے پہلے میرے ایک نوجوان سنی دوست امیر معاویہ کی مخالفت میں کسی بھی شیعہ سے آگے تھے۔ ان کے والد ایک صاحب مطالعہ صوفی بزرگ تھے۔ امیر معاویہ سے خوش وہ بھی نہ تھے۔ لیکن اپنے صاحبزادے کی یاوہ گوئی انہیں بالکل پسند نہ تھی۔ ایک دن والد صاحب کے پیر صاحب آگئے اور صاحبزادے کو ان کے حضور میں پیش کر دیا گیا۔ اس صحبت میں میں بھی موجود تھا۔ پیر صاحب نے صاحبزادے کی شعلہ بیانی سنی اور بڑے تحمل سے فرمایا کہ برخوردار ہیں کیا ضرور ہے کہ ایسے آدمی کا نام زبان پر لائیں۔ اسے اس کے اعمال کے ساتھ خدا کے سپرد کر دو۔ شاہ کلیم اللہ نے یہی تعلیم علی متقی کو دی ہے۔

فاروقی صاحب نے دیدہ و دانستہ ایک فریب دہ انداز میں مندرجہ بالا لطائف اکبری کا حوالہ دیا ہے۔ یہاں استفسار امیر شام (امیر معاویہ) کے متعلق نہیں ہے بلکہ امیر شام یزید کے متعلق ہے۔ پھر فاروقی صاحب کی دیدہ دلیری تو دیکھیے (چونکہ مرتب لطائف اکبری خواجہ حسن مودودی میر کے ہم عہد تھے لہذا انھوں نے یہ بھی فرما دیا کہ میر نے یہ واقعہ انہیں سے سنا ہو گا۔ بھلا بتائیے لطائف اکبری کے استفسار کو شاہ کلیم اللہ کی تعلیم سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

فاروقی صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب وقت علی متقی نے شاہ کلیم اللہ سے سوال کیا تھا اسی وقت انھوں نے اس کا جواب کیوں نہیں دے دیا۔ یہ کیوں کہہ دیا۔ پھر بتاؤں گا۔

عرض یہ ہے کہ معمولی باتوں کا نمونہ بنا دینا ادائے مرشدانہ ہے۔ اگر شاہ صاحب فوراً جواب دے دیتے تو علی متقی پر وہ اثر نہ ہوتا جو مقصود مرشد تھا۔ سوال کرنے کے کچھ دن بعد صبح کاذب کے وقت مسجد کے ماحول میں جب علی متقی خضوع و خشوع سے مرشد کو وضو کرا رہے تھے اس وقت شاہ صاحب نے بڑے انوکھے انداز سے امیر معاویہ کا نام زبان پر نہ آنے کا رمز بیان فرمایا جسے مرید کے ذہن نے وحی کی طرح قبول کر لیا۔ محرم خاں کی مسجد کو شیعہ مسجد کہنا قطعاً غلط ہے یہاں شاہ کلیم اللہ کا مدرسہ تھا جس

ں وہ بستی طلبا کو درس دیتے تھے۔

اب ذرا بہ زعمِ خود پرستارِ میر جناب فاروقی کی شرانگیزی اور میر کی طرف سے ان کا اخلاقی اور ادبی سوءِ ظن ملاحظہ فرمائیے۔

خان آرزو نے اپنے لغت چراغِ ہدایت میں ایک لفظ سیرابہ لکھا ہے جس کے معنے ہندوستانی نہاری کی طرح کلے اور پائے کا ایک بازاری شوربا بتایا ہے۔ فاروقی صاحب فرماتے ہیں کہ میر نے یہ لفظ نیا دیکھا اور اس کے استعمال کرنے کے شوق میں ایک بے سر و پا جھوٹا واقعہ گڑھ دیا۔ یعنی ذکرِ میر میں اسد اللہ نامی ایک فرضی شخص کو شاہ کلیم اللہ سے بیعت کرائی۔ اب ضروری یہ تھا کہ اس کا ایران سے کچھ رشتہ پیدا کیا جائے تاکہ سیرابہ پز کہلانے کا جواز پیدا ہو۔ لہٰذا اسے کبود جامہ کا باشندہ بتایا۔ اس میں درویشی سے لفظی مناسبت بھی اتفاق سے موجود ہے۔ یہ ایران کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ عموماً دیہات میں نہاری فروش نہیں ہوتے۔ خیر مان لیا کہ اس کی دوکان بھی جو میر نے لکھا ہے کہ بازاری تھی۔ تجارت بالکل ٹھپ پڑی تھی اس اسد اللہ کو خواب میں مرشد کے حکم سے ڈھائی ہزار میل آگرے تک لانے کا واقعہ ذکرِ میر میں درج ہے۔ وہ کذبِ محض ہے جسے میر نے خان آرزو کے لغت کا لفظ سیرابہ پز استعمال کرنے کے لیے وضع کر لیا ہے۔

فاروقی صاحب کے دل میں میر کی طرف سے جو کینہ بھرا ہوا ہے وہ انہیں مبارک ہو لیکن وہ یہ بھول گئے کہ وہ گفتگو میر ایسے شاعر کے لیے کر رہے ہیں جس کے کھدرے ہوئے لفظوں کے نگینے ابدالآباد تک اردو کو مہکاتے رہیں گے۔ میر اگر اپنی پاپوش کی گرد بھی جھاڑ دے تو سیرابہ پز اور چراغِ ہدایت کے نہ جانے کتنے لفظ پیدا ہو جائیں گے۔ اچھی بات وہ نہیں جو غریب الاستعمال ہو اچھی زبان وہ ہے جسے فصحا لکھیں اور بولیں۔ میر ایک فضول سے لفظ کے لیے ایک طویل جھوٹی کہانی تصنیف کریں گے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

یہ جزواً میر کا سنا ہوا اور جزواً دیکھا ہوا واقعہ ہے جسے انھوں نے بلا کم و کاست لکھ دیا۔ توہمات اہلِ مذہب اور مریدوں کے روزمرہ میں داخل ہیں۔ ان توہمات کا تراشہ اندھا اعتقاد ہے عقل نہیں۔ ذکرِ میر میں ہے کہ جل متقی نے اپنے مرشد سے کہا تھا کہ کوئی

الیسی صورت ہو کہ مجھے اپنی موت کا علم ہو جائے۔ مرشد نے کہا کہ جب تم آئندہ میرا پیر بکیودھا مہ کو دیکھو تو سمجھ لینا کہ اگلے سال تک زندہ نہ رہو گے۔ علی متقی کے سال ارتحال سے سال پہلے کبودجامہ میں مرشد نے خواب میں اسداللہ کو ہدایت دی کہ تم فوراً آگرے روانہ ہو جاؤ۔ میرے اور علی متقی کے درمیان ایک اشارہ ہے جو تمہارے پہنچنے سے وہ سمجھ جائیں گے۔

فاروقی صاحب فرماتے ہیں کہ شاہ کلیم اللہ اکبر آباد سے کبودجامہ تک خواب میں بشارت دینے کیوں پہنچ گئے۔ یہی بشارت وہ آگرے ہی میں علی متقی کو دے سکتے تھے تھے۔

گذارش یہ ہے کہ یہ توہمات کی باتیں ہیں۔ تعقل کی نظر میں ایسے خوابوں کی کوئی اہمیت نہیں اگر کوئی بزرگ خواب میں آکر مجھ سے کہیں کہ تم امریکہ روانہ ہو جاؤ تو میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔

فاروقی صاحب ایک مولوی آدمی ہیں اس لایعنی واہمہ کا مطلب وہ خود ہی دریافت کر لیں تو بہتر ہوگا۔ میں نے جو دیکھا اور سنا تھا وہ لکھ دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ میر خود ایک توہم پرست آدمی تھے اور ایسی باتوں پر دل سے اعتقاد رکھتے تھے۔

اسداللہ سیرابہ پیر جب آگرے میں علی متقی کا مہمان تھا تو ایک دن اس نے کہا کہ مجھے۔ رویت باری کے مسئلے میں کچھ تردد ہے۔ جس پر علی متقی نے جواب دیا کہ ہم فقیروں کو کچھ فکر نہیں۔ جب یہ طے ہے کہ وہ عین کائنات ہے تو ہم جدھر نظر ڈالتے ہیں وہی وہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ منزہ ہے اور ہر صورت میں جلوہ گر ہے۔ نظر ہو تو اس کا دیدار ہر وقت نصیب ہوتا ہے۔

واضح ہے اسداللہ ایران سے آیا تھا جہاں رویت باری کی مخالفت میں عام طرح پر بحثیں ہوتی ہوں گی۔ ان بحثوں کا اثر اس پر بھی ہوا اور اس نے اپنے پیر بھائی علی متقی سے اپنا تردد بیان کیا۔ علی متقی نے اس تردد کا جواب خالص صوفیانہ انداز میں یہ کہہ کر دیا کہ وہ منزہ غیر مرئی ہر صورت ظاہر میں جلوہ گر ہے۔

میرے خیال میں رویت باری پر صوفیانہ رنگ میں اس سے بہتر شاید ہی کوئی جواب ہو سکتا ہو۔ اس پر فاروقی صاحب نے معتزلہ، اشاعرہ، شیعہ، سنی سب ہی کچھ کھنگالا اور بار بار اپنی فلسفیت کا غرہ دکھایا۔ حالانکہ فاروقی صاحب کو یقین کر لینا چاہیے کہ ان کی مولویت سے حدبند دماغ کے قریب بھی فلسفہ نہیں آ سکتا۔

خدا ایک لفظ کے علاوہ ہے کیا ؟ - اس لفظ کے معنے مختلف اہل عقیدہ نے مختلف صورتوں میں فرض کر لیے ہیں۔ ایک جگہ وہ نرگونا ہم سے لیکر ہماری آپ کی طرح کھیلتا کھاتا سگن برہم ہے تو دوسری طرف وہ زمان و مکان سے باہر واحد اور احد سے لیکر عرش پر بیٹھا ہوا خدا ہے۔ جہاں عقیدوں کے قائدوں نے ان انسان زاد خیالات کو اجزا، بے اجزا مختلف خانوں میں بانٹا ہے لیکن فکر کرنے والوں کے لیے یہ سارے خیالات خلط ملط ہو کر ایک ہو جاتے ہیں۔ سنت اور صوفی شعرا کے کلام میں طرح طرح کے متضاد خیالات بھرے پڑے ہیں۔ جب ہم اپنے محترم ترین صوفی شعرا کو تناسخ اور وحدت الوجود کی تائید کرتے دیکھتے ہیں تو حیرت ہو جاتی ہے لیکن کس کے منہ میں اتنے دانت ہیں کہ ان پر اعتراض کر سکے۔ میری نظر میں خیالوں کی یہ شگوفہ کاریاں اعتراض کے لیے نہیں لطف لینے کے لیے ہیں۔ صوفی اس گوناگونی کی وجہ سے مولوی سے زیادہ پرکشش ہے۔

ہائے مولویت ! فاروقی صاحب کو یہاں بھی میر کی شرارت نظر آتی ہے ان کے خیال میں رویت باری کی اس بحث سے میر اپنے والد کو شیعہ ثابت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ بے چارے میر نے ساری ذکر میر میں کہیں کنایۃً بھی اس کی کوشش نہیں کی ہے۔ میر نے اپنے والد کے مرض موت میں مبتلا ہونے تک ان کو مغرب اور عشار کی نماز الگ الگ پڑھتے دکھایا ہے جو طریقہ اہل سنت ہے۔ شیعہ مغرب اور عشار کی نماز ملا کر ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔

اس کے بعد پھر فاروقی صاحب فرماتے ہیں کہ میر نے "فشکری رنگ" اور "شکرانگورہ" کے محاوروں کے استعمال کے لیے احمد بیگ کی جھوٹی کہانی وضع کی جو جچ کرے جا رہا تھا

اور جس نے سات مہینے علی متقی کی زیر نگرانی ریاضت کی۔ یہ واقعہ ذکرِ میر میں ص۵۵ سے ص۵۶ تک درج ہے۔

اسی طرح فاروقی صاحب کا ارشاد ہے کہ ص۹۶ ذکرِ میر پر میر خان آرزو سے بگڑ کر جب حوض قاضی پر پہنچے ہیں تو صرف "آبِ کشیدن" کے ورسے کے استعمال کے لیے پانی پینے کا ذکر کیا ہے حقیقتاً انھوں نے پانی نہیں پیا تھا۔

جب کینہ کسی مصنف کے ذہن کو اس پستی تک پہنچا دے تو پھر اس پر رحم کرنا چاہیے۔ میری عرض یہ ہے کہ "شکاری رنگ" "شکر انگور یا آبِ کشیدن" کے استعمال سے میر کے ادبی مرتبے یا فارسی دانی پر کون سے چھینٹے لگ گئے ہیں جس کے لیے انھوں نے فضول جھوٹے واقعات تراشے ہیں۔ ان محاورات سے ہزار درجہ بہتر محاورے وہ کسی وقت بھی بے تکلف لکھ سکتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص احمد بیگ ایران سے ان کے والد کے پاس آیا جس کا رنگ بہ نظرِ میر شکاری تھا۔ اس نے چند دانے انگور کے ان کے والد کو نذر دیے جن کے لیے بتایا کہ یہ ایرانی شکر انگور ہیں۔ میر نے اس واقعے کو نقل کر دیا۔

فاروقی صاحب کا یہ اعتراض بھی مہمل ہے کہ ایک ایران سے آنے والا آگرے ہو کر حج کے لیے کیوں جا رہا تھا۔ یہ سفر کرنے والے کی مرضی تھی وہ آگرہ نہیں مدراس ہو کر حج کرنے جا سکتا تھا۔ میر شہر کوتوال تو تھے نہیں کہ ایک عازمِ حج سالک سے جو ان کا مہمان بھی تھا جرح اور قدح کرتے۔ پھر آگرے میں اولیائے کرام کے مزار تھے تاج محل تھا، علی متقی تھے، شاہی عمارتیں تھیں۔ کیا اتنی ساری چیزیں کسی کو آگرے لانے کے لیے کافی نہیں۔

اسی طرح میر خان آرزو سے جھگڑا کر کے کھانا چھوڑ کر غصے میں بھوکے پیاسے غلط راستے سے بھٹکتے ہوئے حوض قاضی پر پہنچ گئے۔ ایسی حالت میں پانی کی طلب یقینی تھی اور میر نے پانی پیا۔ فاروقی صاحب کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ انھوں نے پانی نہیں پیا تھا میرے لیے میر کو جھوٹا یا مکار سمجھنے سے کہیں آسان یہ ہے کہ خود فاروقی صاحب کو ساقط

ازا غنا سمجویوں

صفحہ ۹ پر پھر فاروقی صاحب نے علی متقی کی زندگی ہی میں میر کو شیعہ بنا دیا ہے اور بتایا ہے کہ میر کے بڑے بھائی حافظ محمد حسن نے باپ کی تین سو کتابوں میں میر کو حصہ نہیں دیا۔ انھوں نے باپ سے یہی کہا ہوگا کہ محمد تقی شیعہ ہو گیا ہے۔ ان کی سب کتابیں تصوف یا مذہب تسنن سے علاقہ رکھتی ہیں۔ میر ان کتابوں کا کیا کرے گا۔

فاروقی صاحب کا حافظہ قطعاً قابل اعتبار نہیں۔ آخر وقت جب علی متقی نے اپنے بڑے لڑکے حافظ محمد حسن کو بلوایا اور اپنی تین سو کتابیں تینوں بھائیوں میں تقسیم کرنے کو کہا اس وقت اپنے ذکر میر کے ترجمے میر کی آپ بیتی میں فاروقی صاحب ہی لکھ چکے ہیں۔

"وہ (حافظ محمد حسن) کہنے لگے کہ میں طالب علم ہوں میرا کتابوں سے بیشتر واسطہ رہتا ہے۔ یہ چھوٹے بھائی (محمد تقی اور محمد رضی) کتابوں سے کوئی ربط نہیں رکھتے۔ ان کے ورق پھاڑ ڈالیں گے۔ ایک پتنگ بنائے گا، دوسرا ناؤ بنا کر پانی میں بہا دے گا۔ اگر آپ یہ کتابیں مجھ ہی کو سونپ دیں تو اچھا ہے ورنہ آپ مختار ہیں۔"

علی متقی بیٹے پر بہت بگڑے اور آخر میں بطور امانت کتابیں انھی کے سپرد کر دیں۔

معلوم نہیں اپنے نئے بیان میں فاروقی صاحب نے دس برس کے سن میں میر کو شیعہ کس مصلحت سے بنا دیا۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ میر ١١٦٠ھ میں شیعہ ہوئے۔ اس سال کا تعین اس طرح ہوتا ہے کہ میر رعایت خاں کے یہاں ١١٦٠ھ میں ملازم ہوئے۔ تبدیلی عقیدہ، میر خان آرزو سے میر کا جھگڑا اور ان کی یہ ملازمت دونوں ایک ہی رات کے واقعے ہیں۔ لہذا میر نے اس واقعے سے ہفتہ عشرہ پہلے تبدیلی عقیدہ کا اعلان کیا ہوگا۔
(تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے میر اور میریات)

بہار بے خزاں نام کا ایک انتہائی لغو تذکرہ ہے۔ جسے قاضی عبدالودود نے ڈاکٹر مختار الدین احمد کے پاس دیکھا ہے اور اسے ایک بیہودہ تذکرہ بتایا ہے۔ اس تذکرے میں ہے کہ میر نے خاندان کی کسی لڑکی سے اکبر آباد میں عشق کیا تھا اور بدنامی کے ڈر سے یہاں سے لکھنؤ بھاگ گئے اور وہیں بحالت جنون مرے۔ جس تذکرہ نویس کو یہ بھی نہ معلوم ہو

میر اکبر آباد سے دلی گئے یا لکھنؤ، ایسے کاذب اور داستان طراز تذکرہ نویس کا بھروسا کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ بات کسی بھی دوسرے تذکرے میں نہیں ہے۔ "میر اور میریات" میں میں نے تفصیل سے اس بحث کو پیش کیا ہے۔ اور اس داستان کو لغو قرار دیا ہے

فاروقی صاحب بھلا میر کو بدنام کرنے کا کار خیر انجام دینے کا ایک موقع بھی ہاتھ سے کیوں جانے دیتے۔ موصوف نے اس مردود اور فرسودہ داستان کو پھر سے حقیقت کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ میر کے جنون کے زمانے میں انھیں چاند میں جو صورت نظر آتی تھی اس کی بنا پر میر کی مفروضہ معشوقہ کا نام بھی از قسم ماہ لقا یا چندا بی بی وغیرہ تجویز کر دیا ہے۔ یہ القائی اور الہامی تحقیق بلا شرکت غیرے فاروقی صاحب کا حصہ ہے۔

میر صرف شاعر اور ادیب تھے۔ انھیں مورخ محقق یا نساب کہنا غلط ہی نہیں خود میر پر بھی زیادتی ہے۔ ذکر میر میں انھوں نے جو واقعات لکھے ہیں وہ بیشتر ان کے سنے ہوئے یا دیکھے ہوئے ہیں۔ ان واقعات کا تاریخ یا شجروں تعلق کرنے کا کبھی کوئی موقع نہیں ملا یا پھر انھوں نے اس کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔ یہ تحریریں ان کی یادداشتیں تھیں۔ اگر انہیں ان کی اشاعت کرنی ہوتی تو ممکن تھا وہ تحقیق مزید بھی کرتے۔

دس برس کے سن میں حافظ محمد حسین ان کے والد کی کتابیں لے گئے جن میں شاید خاندانی شجرے بھی ہوں۔ سولہ سترہ برس کے سن میں وہ وطن چھوڑ کر دلی آ گئے۔ خاندانی حالات کی تفصیل بتانے والے مر چکے تھے۔ تعلیم آگرے میں لبن برائے نام ہوئی تھی۔ بہت سی باتیں انھوں نے سنیں اور شعور کی کمی کی وجہ سے مان لیں۔ یہ قبول کی ہوئی باتیں کتاب حافظہ میں نقش کالحجر بن گئیں۔ کسی نے کہا ہوگا کہ تمہارے دادا فوجدار تھے۔ بچپن میں یہ بات میر نے مانی اور کچھ بڑے ہو کر اپنی یادداشت میں بھی لکھ دی۔ ہو سکتا ہے کہ میر کے دادا نائب فوجدار یا عملہ فوجدار کے کوئی اہم افسر ہوں

احسان اللہ درویش کو اشرفیاں نذر دینے والے صوبہ دار کا نام انہیں غلط یاد رہا وہ بھی یادداشت میں شامل ہو گیا۔ تجسس یا تحقیق کی انہیں ضرورت ہی نہ پیش آئی۔ وغیرہ وغیرہ ایسی باتوں کو بہت سے بہت یادداشت کا تسامح کہہ لیا جائے گا۔ انہیں کذب اور جھوٹ

میر کے وقار پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا

میر کا تذکرہ نکات الشعرا ہمارے اردو شاعروں کا پہلا تذکرہ بالاتفاق مانا گیا ہے۔ یہاں تک کہ میر کے سب سے تلخ ناقد قاضی عبدالودود نے بھی اس خیال کی تائید کی ہے۔ میر کے تذکرے کا سال تصنیف ۱۱۶۵ھ مانا گیا ہے۔ میری نظر میں میر نے نظر ثانی اور نظر ثالث کر کے جو شکل اپنے تذکرے کو دی ہے وہ ۱۱۶۵ھ کی ہے۔ دیوانگی کا دور ختم ہونے کے بعد مریض پر اس مرض کا اثر مدتوں رہتا ہے۔ جنون سے صحت پانے کے بعد میر نے شاعری تو شروع کر دی اور مقبول بھی ہوئے لیکن ان کا مزاج کافی بہکا ہوا تھا۔ جھگڑا، شاعرانہ معرکہ آرائیاں اور ہجویات ان کا روز کا مشغلہ تھا۔ ایک مشاعرے میں جگر نامے جیسی اشتعال انگیز نظم کہہ کر پڑھی جس پر خوب لے دے ہوئی۔ اسی جنون زدہ حالت میں انھوں نے بقول آزاد ایک ہزار اردو شاعروں کا تذکرہ لکھنے کا اعلان کیا۔ مقصد یہ تھا کہ اجگر نامے کی طرح اس تذکرے میں شاعروں کی گردن ناپی جائے۔ اس وقت تک اردو میں ایک ہزار شاعر کہاں تھے جن کا ذکر اپنے تذکرے میں کرتے۔ غرض انھوں نے یہ اشتعال انگیز تذکرہ نامکمل صورت ہی میں ۱۱۶۱ھ میں شائع کر دیا۔

اس تذکرے سے ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا جس کا مقابلہ میر نہ کر سکے اور ۱۱۶۵ھ تک بار بار اس تذکرے میں تبدیلیاں کرتے رہے۔

نامکمل اشتعال انگیز تذکرے کا سال اشاعت ۱۱۶۱ھ اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ میر اور خان آرزو کا جھگڑا ۱۱۶۱ھ میں ہوا۔ یہ تذکرہ اگر خان آرزو سے جھگڑے کے بعد نکلتا تو اس میں خان آرزو کے لیے وہ نہ ہوتا جو ہے بلکہ وہ ہوتا جو ذکر میر میں تحریر ہے۔ پرانے تذکروں میں اس نامکمل تذکرے کا ذکر جس طرح آیا ہے اس میں اور مطبوعہ نکات الشعرا میں کافی فرق ہے۔ یہ فرق خود اس بات کا ثبوت ہے کہ میر کو بار بار اس تذکرے میں تبدیلیاں کرنا پڑیں۔ میرا یہ نظریہ عام روایت سے الگ ہی نہیں اتنا مدلل ہے کہ شاید اسے رد کرنا آسان نہ ہو۔ میرے نظریے کی [illegible] میر اور میریات میں بہ وضاحت درج ہے

میر کے تذکرے کے بعد ۱۱۶۵ھ کے آخر میں دو تذکرے اور نکلے۔ گردیزی کا تذکرہ اور خاکسار کا تذکرہ۔ خاکسار ایک درگاہ کا مجاور تھا۔ اس طرح مذہب کو دام تزویر بنانے والے مفت خور بدترین اخلاقی عیوب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ خاکسار نے اپنے کسی سابق معشوق کے نام سے یہ تذکرہ نکالا تھا۔ میر نے اس کو معشوق چہل سالہ کہا ہے۔ یہ تذکرہ لغو تھا اور ناپید ہو گیا۔

میر کے عنایت فرما فاروقی صاحب کو یہ پسند نہیں کہ میر کے تذکرے کو شرف اولیت ملے۔ لہذا انھوں نے خاکسار کے تذکرے کو مخزن نکات قائم بنا دیا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ ہر چند مخزن نکات کا سال تصنیف ۱۱۶۸ھ ہے لیکن اسے بہ اعتبار تصنیف میر کے تذکرے پر تقدیم حاصل ہے۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ تذکرہ قائم ۱۱۶۸ھ بلکہ اس کے بہت بعد تک تصنیف ہوتا رہا۔ (میر اور میریات صفحہ) میر اور قائم کے تذکروں میں انتخاب کلام میں جو یکسانیت بطور دلیل دکھائی گئی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ میر کا تذکرہ قائم کے تذکرے سے برسوں پہلے تصنیف ہو چکا تھا اور قائم نے میر کے تذکرے سے استفادہ کیا ہے۔

میں نے میر اور میریات میں فاروقی صاحب کے لایعنی خیالات کو تفصیل سے رد کر دیا ہے۔ مگر وہ میری کتاب کا نام لینے سے بھی کتراتے ہیں۔

فاروقی صاحب نے میر پر قائم کے یہاں سے سرقے کا بھی الزام لگایا ہے۔ فاروقی صاحب فرماتے ہیں کہ میر نکات الشعراء کی تصنیف کے درمیان قائم کے ہمسایہ تھے نکات الشعراء مختتم صورت میں ۱۱۶۵ھ میں تیار ہو چکا تھا اور میر امیر خاں کی حویلی میں ۱۱۶۶ھ سے رہنے آئے (دیکھیے میر اور میریات صفحہ ۱۹۶، ۱۱۹) قائم اسی محلے میں رہتے تھے۔

قائم اپنے تذکرے (انڈیا آفس لائبریری) میں خان آرزو کو خان مغفرت نشان تحریر کرتے ہیں۔ خان آرزو کا انتقال ۱۱۶۹ھ میں ہوا۔ قائم کی یہ عبارت قطعاً اس کے بعد تحریر ہوئی ہے۔

انجمن ترقی اردو کے تذکرہ مخزن نکات میں قائم میر کو راجا ناگر مل کے یہاں ملازم

بتاتے ہیں۔ میر راجا ناگر کے یہاں ۱۱۷۱ھ میں ملازم ہوئے۔ ظاہر ہے یہ عبارت کم سے کم ۱۱۶۲ھ میں مرقوم ہوئی یعنی قائم کا تذکرہ اس وقت تک تصنیف ہو رہا تھا۔

بہر حال یہاں بھی فاروقی صاحب کی یہ معاندانہ کوشش کہ میر کو قائم سے کم مرتبہ قرار دیا جائے قطعی ناکام رہی۔ ایسے اٹکل پچو اندازوں کا نام تحقیق نہیں ہوتا۔ خاکسار کا تذکرہ قطعی معدوم ہو چکا ہے اور قائم کے تذکرے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس مضمون میں اس بحث کو اس سے زیادہ تفصیل سے پیش کرنے کی گنجائش نہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ میرا لہجہ کسی حد تک ترش ہو گیا ہے۔ لیکن اردو کے محبوب ترین اور محترم ترین شاعر کے بدترین دشمن سے میٹھی میٹھی باتیں کرنا میرے بس کی بات نہ تھی۔ پھر جتنا بھی کیا جائے تعصب کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا　　اثر صاحب کے سکھائے ہوئے چند اشعار کے علاوہ اردو کے سب سے پیارے شاعر میر میں فاروقی صاحب کو ذم اور برائی کے علاوہ کچھ نظر نہیں آیا۔ ایسی فطری مولبیت کو بس سات سلام۔

نیشنل بک ٹرسٹ آف انڈیا کی تازہ مطبوعات

میلا آنچل　پھنیشور ناتھ "رینو"　مترجم : سلمیٰ صدیقی

یہ ہے میلا آنچل۔ ایک ناول۔ مقامی رنگ لیے ہوئے۔ اس میں پھول بھی ہیں، کانٹے بھی۔ دھول بھی ہے گلال بھی کیچڑ بھی۔ چندن بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناول نگار ان میں سے کسی سے بھی دامن بچا کر نکل نہیں پایا۔ میلا آنچل عالمی ناول کہا جا سکتا ہے۔　قیمت ۱۸/۷۵

راگ درباری　شری لال شکلا　مترجم : راشد سہسوانی

"راگ درباری"، کو ہندی میں بامقصد طنز نگاری کی شروعات کہا گیا ہے یہ کسی طرح بھی کلاسیکی ناولوں سے کم نہیں ہے۔ ایک مختلف طرز کے پلاٹ ایک نئی تجرباتی ٹیکنیک، اور زبان و بیان کی خوبیوں سے بھرپور ناول۔　قیمت ۱۵/۵۰

وِک ویرا جندر　شری لال شکلا　مترجم : راشد سہسوانی

اس ناول میں ویرتا، چین لبو، حیدر علی، حماڈی، کرشن راج، نمبیا وغیرہ کے تاریخی کردار ہیں۔ بدلاؤ اور میسور کا عروج و زوال تاریخ سے مطابقت رکھتا ہے شری لال کا طرزِ تحریر ناول نگاری میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔

قیمت : ۲۲/۵۰

بچوں کے لیے حسین کتابیں

ذاکر صاحب کی کہانی، سعیدہ خورشید عالم

ڈاکٹر ذاکر حسین کی یہ کہانی دلچسپ بھی ہے اور معلوماتی بھی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ کہانی کسی اور کی نہیں ان ہی کی صاحبزادی کی لکھی ہوئی ہے۔

قیمت : ۶/۵۰

الطاف حسین حالی : صالحہ عابد حسین

صالحہ عابد حسین حالی کے خاندان کی ہی ایک فرد ہیں۔ ظاہر ہے۔ حالی کی سوانح ان سے اچھی کون لکھ سکتا ہے۔ پھر صالحہ عابد حسین کو بچوں کے لیے لکھنے کا تجربہ بھی تو بہت ہے۔ اس لیے کہانی اور بھی دلچسپ بن گئی ہے۔ قیمت ۷/۵۰

نئی مطبوعات

گاندھی جی کے تعلیمی خیالات	(تعلیم)	سعید انصاری	۱۵/-
ضبط شدہ نظمیں	(قومی، انقلابی نظمیں)	مرتبہ: خلیق انجم	۲۱/-
لہروں کی آواز	(ناول)	کلی راکرشنا مورتی	۱۹/۵۰
اردو شاعری میں ہیت کے تجربے	(ادب)	ڈاکٹر عنوان چشتی	۱۴/-
عرفان اقبال	(اقبالیات)	بشیر مخفی	۱۰/-
شجر صدا	(شعری مجموعہ)	عمیق حنفی	۱۰/-
مدادِ سنگ	(" ")	بلراج کومل	۱۰/-
تنکے کا سہارا	(ناولٹ)	شکیلہ اختر	۸/-
راجہ رام موہن رائے	(سوانح)	عرش ملسیانی	۶/۵۰
سلطان زین العابدین	(")	رضیہ سجاد ظہیر	۶/۵۰
بے چہرہ لمحے	(شعری مجموعہ)	علقمہ شبلی	۱۰/-
دھرتی کا لمس	(" ")	زاہدہ زیدی	۱۲/-
فارسی کی دلکش کہانیاں	(کہانیاں)	ڈاکٹر نورالحسن انصاری	۱۸/-
تقلید رفتگان	(شعری مجموعہ)	بشیر انبالوی	۱۰/-
اندھیری رات کے مسافر	(تاریخی ناول)	نسیم حجازی	۱۵/-
حرفِ راز	(شعری مجموعہ)	مہندر پرتاپ چاند	۱۰/-
لہر لہر طوفان	(ناول)	گلشن آنند	۸/-
ایک ہی ڈگر	(")	زلیخا حسین	۱۰/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی تازہ پیشکش

غالب اور شاہانِ تیموریہ
مصنف : ڈاکٹر خلیق انجم

اُردو کے مشہور نوجوان محقق ڈاکٹر خلیق انجم نے اکبر شاہ ثانی، بہادر شاہ ظفر شہزادگانِ تیموریہ، نواب زینت محل اور ذوق سے غالب کے تعلقات کا تاریخی شواہد کی روشنی میں مطالعہ کیا ہے۔ اس مقالے سے غالب کی شخصیت اور سیرت کے وہ اہم پہلو اجاگر ہوتے ہیں جو اُن کے فن کو سمجھنے کے لیے بہت ضروری ہیں۔ قیمت : ۹/۵۰

ہوا کے دوش پر
غلام ربانی تاباں

یہ کتاب جناب تاباں کی ان ریڈیائی تقریروں اور خاکوں پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً دہلی ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوتے رہے ہیں۔ ان تقریروں سے ان پرانے شاعروں اور ادیبوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جن کو لوگ بھولتے جا رہے تھے۔ طالب علموں کے لیے نہایت کارآمد کتاب۔ قیمت : ۵/۵۰

(جدید ترکی ادب کے) ارکانِ ثلاثہ
ضیاء الحسن فاروقی

اس کتاب میں ترکی زبان کو نیا اسلوب اور حرارت بخشنے والے قومی ادب کے "ارکان ثلاثہ" ابراہیم شناسی، کمال محمد نامق اور ضیا پاشا کے حالات اور فن پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ انھیں حضرات نے ترکی ادب کو اس قابل بنایا کہ اس کے ذریعہ مغرب کے جدید خیالات و افکار زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکیں۔ قیمت ۴/-

چند اہم کتابیں

(۱)	قدیم اُردو۔ جلد اوّل	مرتبہ : ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۱۵/-
(۲)	" دوم	" " "	۱۳/-
(۳)	" سوم (ابراہیم نامہ)	" " "	۱۶/-
(۴)	قصۂ مہر افروز و دلبر	" " "	۱۳/-
(۵)	شعر و زبان (مجموعۂ مضامین)	" " "	۵/-

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

ضبط شدہ نظمیں

مصنف: نذر علی جواد زیدی
مرتبین: ڈاکٹر خلیق انجم، مجتبیٰ حسین
ناشر: جشن علی جواد زیدی کمیٹی
تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵
قیمت: ۲۱ روپے (مجلد مع گردپوش)

گذشتہ چند ہفتوں میں اردو کی متعدد کتابوں کی اجرا کی رسم ادا کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض کے اجرا کی رسم صدر جمہوریہ فخرالدین علی احمد نے ادا کی اور بعض کے اجرا کی رسم وزیر اعظم اندرا گاندھی کے ہاتھوں انجام پائی۔ لیکن یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ تمام حالیہ اجرا شدہ کتابوں میں نظموں کے پیش نظر مجموعہ، موضوع کی اہمیت کے اعتبار سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر وزیر اعظم نے مشورہ دیا ہے کہ اسے دیوناگری رسم خط میں اور ملک کی دوسری علاقائی زبانوں میں منتقل کرنے کی ضرورت ہے۔

ہماری جدوجہد آزادی کے بہت سے ایسے روشن ابواب ہیں، جو اب تک گوشۂ تاریکی میں ہیں اور جن کی تدوین و ترتیب کی طرف اب تک توجہ نہیں دی جا سکی ہے۔ اس ضمن کا ایک دلچسپ اور اہم موضوع وہ ولولہ انگیز ادب بھی ہے جو ہماری غلامی کے دور میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا مقصد چونکہ جدوجہد آزادی کی تحریک کو تیز تر کرنا تھا، اس لیے اس دور کی برطانوی سامراجی حکومت نے اسے ضبط کر لیا تھا اور اس کی اشاعت ممنوع قرار دی تھی۔

یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ آزادی کا یہ ادب ضایع نہیں ہوا۔ اور سرکاری دستاویزوں کے ساتھ ساتھ اس کا ذخیرہ بھی نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں مقفل اور آہنی الماریوں میں منتقل ہوتا رہا۔ حصول آزادی کے بعد بھی ایک عرصے تک یہ ادب تحقیقی کام کرنے والوں کی دست رس سے باہر رہا۔ ۱۹۵۴ء یا ۱۹۵۵ء میں جب حکومت ہند کو اس طرف توجہ دلائی گئی تو متعلقہ آہنی الماریوں کے قفل کھلے اور تحقیق کرنے والوں کو اس سے استفادہ کرنے کی اجازت دی گئی "ضبط شدہ نظمیں" اسی ذخیرہ سے اخذ کی گئی ہیں اور اس مجموعے کو اس موضوع پر کام کے آغاز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

ضبط شدہ ادب ایک اہم تاریخی موضوع ہے اور اس موضوع پر کسی پروجیکٹ کے تحت، مستقل کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ادبی سے زیادہ اس کی [illegible] اہمیت ہے اور یہ صرف نظم ہی تک یا اردو اور ہندی زبانوں ہی تک محدود نہیں ہے۔ وزیر اعظم نے اس کا اجرا کرتے ہوئے۔ بجا طور پہ اشارہ کیا ہے کہ ملک کی تمام زبانوں میں خصوصاً بنگلہ زبان میں، ضبط شدہ ادب بہ کثرت پایا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے وزارت تعلیم سے یہ توقع کرنا بے محل نہ ہوگا کہ وہ ریاستی حکومتوں کو اس موضوع پر کام کرنے کی طرف توجہ دلائے گی۔ نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں اس موضوع پر جتنا مواد ملتا ہے اس سے زیادہ ریاستی آرکائیوز میں بھی محفوظ ہوگا۔

تحقیقی موضوع سے تعلق رکھنے والی کوئی کتاب بھی حرف آخر نہیں ہو سکتی ہر تحقیقی کتاب جو شایع ہوتی ہے۔ وہ تحقیق کی نئی راہیں کھولتی ہے۔ یہی بات پیش نظر کتاب کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ ہر تحقیقی کتاب میں خامیاں بھی ہوتی ہیں اور کچھ کمیاں بھی ضرور رہ جاتی ہیں۔ "ضبط شدہ نظمیں" بھی اس سے مستثنا نہیں ہو سکی ہیں۔ کتاب پر سرسری نظر بھی اگر ڈالی جائے تو متعدد خامیاں اور کمیاں نظر آئیں گی۔

اس کی سب سے روشن مثال وہ نظمیں ہیں، جو "آزادی کی نظمیں" سے اخذ کی گئی ہیں اور کتاب کے ۸۲ صفحات پر پھیلی ہیں۔ یہ مجموعہ ۱۹۳۹ء میں رام گڑھ کانگرس کے موقع پر سید سبط حسن اور راقم الحروف نے مرتب کیا تھا جو اپنی چند نظموں کی وجہ سے ضبط ہو گیا تھا۔ یہ جوش ملیح آبادی کی اور سردار جعفری کی نظمیں تھیں۔ اس اعتبار سے "آزادی کی نظمیں" کے مجموعے کی تمام نظموں پر ضبط شدہ کا اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس ضمن میں حسرت، چکبست اور ظفر علی خاں کے نام خصوصیت سے لیے جا سکتے ہیں جن کی نظمیں ان کے مطبوعہ دواوین سے اخذ کی گئی تھیں، جو نہ اس وقت ضبط شدہ تھے اور نہ بعد ہی میں ضبط کیے گئے مجاز کی نظم "ایک جلاوطن کی واپسی" کا بھی اسی سلسلے میں ذکر کیا جا سکتا ہے جس کے مخاطب ڈاکٹر سید حسین مرحوم تھے۔ یہ نظم ۱۹۳۷ء میں کہی گئی تھی جب سترہ اٹھارہ سال امریکا میں گزارنے کے بعد ڈاکٹر سید حسین وطن واپس لوٹے تھے یہ نظم نہ اس وقت ضبط ہوئی تھی، نہ بعد میں ضبط ہوئی۔

پیش نظر مجموعے کو دیکھتے وقت ایک کمی یہ بھی محسوس ہوتی ہے کہ اس میں نہ تو نظموں کی شانِ نزول ہی بیان کی گئی ہے اور نہ شعرا کا مختصر احوال ہی درج کیا گیا ہے۔ اس کمی کی بڑی وجہ شاید یہ ہے کہ مرتبین کے پیش نظر کوئی تحقیقی کام نہیں تھا۔ بلکہ ان کا مقصد ایک اہم موضوع کی نشاندہی کرنا تھا اور اس مقصد میں وہ یقیناً کامیاب ہوئے ہیں

ضبط شدہ نظمیں، "جشن علی جواد زیدی کمیٹی کی طرف سے ڈاکٹر خلیق انجم اور مجتبیٰ حسن نے مرتب کی ہیں اس کے لیے یہ دونوں حضرات متذکرہ کمیٹی ہی کے نہیں، ہم سب کے شکریے اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ کمیٹی نے طباعت کا اہتمام مکتبہ جامعہ کے سپرد کیا تھا۔ اس سلسلے میں مکتبہ جامعہ نے اپنے حسن طباعت کے معیار کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔ گرد پوش بھی موضوع سے

مناسبت رکھتا ہے۔ قیمت بادی النظر میں زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن کاغذ اور دوسرے سامانِ طباعت کی گرانی کے پیش نظر اسے بھی زیادہ نہیں کہا جا سکتا۔

عتیق صدیقی

مصنف: محمد شفیع الدین نیّرؔ

'ہماری زندگی'

ناشر: نیر کتاب گھر۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

قیمت: ۲ روپے

بچوں کے ادب میں صرف انہیں تخلیقات کو شمار نہیں کیا جاتا ہے جو کہ واضح طور پر بچوں کے لیے پیش کی گئی ہیں بلکہ وہ تمام نثر و نظم اس میں شامل ہے جو بچوں کو متاثر اور مستفید کرتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو داں بچے بڑے خوش نصیب ہیں۔ کیونکہ اردو کے بیشتر مستند ادیبوں اور شاعروں سے وہ فیض اٹھا سکتے ہیں۔ ہمارے نثری ادب سے ایسے اقتباسات بآسانی میسر آجاتے ہیں جو مدارس کے نصابات کی زینت بن سکیں اور مختلف عمر کے بچوں تک پہنچائے جا سکیں اور ایسے مستند شعرا کی بھی کچھ کمی نہیں ہے جنہوں نے خاص طور پر کچھ نہ کچھ بچوں کے لیے نہ پیش کیا ہو۔ لیکن ایسے چند ہی ہیں جن سے بچوں کو بہت کچھ ملا ہے۔ مثلاً اسمٰعیل، محروم، حفیظ اور افسر لیکن یہ چاروں بھی کلیتاً بچوں کے شاعر نہیں ہیں۔ صرف محمد شفیع الدین نیر ایک ایسی ممتاز ہستی ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو پورے طور پر بچوں کے لیے وقف کیا اور خصوصیت کے ساتھ چھوٹے بچوں کی طرف توجہ فرمائی۔ ان کے تمام شعری سرمائے سے ہمارے ابتدائی مدارس کے بچے بخوبی لطف اندوز ہو سکتے ہیں اور یہ سرمایہ موثر بھی ہے، متنوع بھی ہے اور وافر بھی۔

اب تک نیر صاحب کے دس عدد شعری مجموعے بچوں کے لیے

منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں اُن کی نظموں کا پہلا مجموعہ "بچوں کا تحفہ" شائع ہوا جس کی تعلیمی حلقوں میں بالخصوص بڑی پذیرائی ہوئی۔ "ہماری زندگی" ان کی طرف سے بچوں کے لیے تازہ ترین تحفہ ہے۔ اس مجموعہ کی پہلی نظم "خدا سے دعا" ہے جس کا آخری شعر ہے۔

ہم کو بھی توفیق عطا کر، ہم بھی کچھ خدمت کر جائیں
فرض اپنا ہم بھی پہچانیں پورا اس کو کر کے دکھائیں

دوسری نظم کا عنوان ہے "اچھے شہری" اور تیسری نظم ہے "اپنا گھر" اس مجموعے کی آخری تین نظمیں ہیں "علم کا ترانہ" "محنت کا پھل" اور "جو کرنا ہے، ابھی کر لو" ان نظموں میں اُن کا پیغام ہے، دعوتِ عمل ہے آرزو اور تمنّا ہے جو وہ نونہالانِ وطن کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ ایک طرف بڑے ولولے سے اکساتے ہیں کہ:

بلندیوں پہ علم کی چڑھے چلو، چڑھے چلو   بڑھے چلو، چلے چلو، چلے چلو، بڑھے چلو

اور دوسری طرف بڑی شفقت اور نرمی سے ذہن نشین کراتے ہیں کہ:

محنت سے چل رہے ہیں دنیا کے کارخانے   محنت سے بھر رہے ہیں ہر قوم کے خزانے
جو قوم چاہتی ہے دنیا میں نام کرنا   نیّر وہ جانتی ہے محنت سے کام کرنا

پھر آخر میں متنبہ کرنے کے انداز میں کہتے ہیں کہ:

جو کرنا ہے کر لو، اسی وقت ابھی   یہی زندگی ہے، یہی زندگی

اس آغاز اور اختتام کے درمیان ۲۸ اور نظمیں ہیں جن کا تعلق ہمارے کام کرنے والوں سے ہے۔ مثلاً "جمن باورچی" "راجا رام مہتر" "منگلو دھوبی" "مٹو اپیا" "کسان" "تانگے والا" "استاد صاحب" "ڈاکٹر صاحب" "بابو جی" وغیرہ یہ سب ہمارے سماجی کارکن ہیں جن کے سہارے ہماری زندگی عیش و آرام سے بسر ہوتی ہے۔ ان کی قدر و منزلت ہمارے دل کے اندر ہونی چاہیے۔ نیّر صاحب نے اپنے مخصوص

دل نشیں، دل چسپ انداز اور نرم و شیریں لہجے میں یہی بات بچوں کو سمجھائی ہے۔ یہی ان کا موضوع ہے اور یہی مقصد۔ اسی لیے انھوں نے اپنے اس مجموعے کا نام "ہماری زندگی" تجویز فرمایا ہے۔

"ہماری زندگی" کی یہ نظمیں نہ صرف بامقصد ہیں بلکہ بامزا بھی۔ وہ تعلیم بھی دیتی ہیں اور سامان لطف بھی فراہم کرتی ہیں۔ شفیق صاحب نے ہر ایک سماجی کارکن کی اہمیت واضح کرتے ہوئے اس بات کا بھی التزام رکھا ہے کہ اس کی زندگی سے متعلق کچھ نہ کچھ الفاظ سے بچوں کو ضرور روشناس کرادیں۔ اس طور نہایت موزوں طریقے سے بالکل صحیح سیاق و سباق میں بچوں کے ذخیرۂ الفاظ میں اصطلاحی اور فنی الفاظ کا اضافہ ہوا ہے۔ مثلاً "جمن باورچی" کے ضمن میں سنیے:

جمن خاں اک باورچی ہے　　شہر میں اس کی دھوم مچی ہے
جب چاہو، اس کو بلوالو　　ہر اچھا کھانا پکوالو
پھلکا، دال، چپاتی، دلیا　　قیمہ، سیخ کباب اور قلیہ
زردہ، خشکا اور بریانی　　کھچڑی، فیرینی، بورانی
شاہی ٹکڑے اور مزعفر　　ہر کھانا بہتر سے بہتر
جو بھی اس کا کھانا کھائے　　ہونٹ ہی چاٹتا وہ رہ جائے

اسی طور ان کی نظم "بڑھئی" میں بڑھئی کے اوزاروں کا تعارف ملاحظہ فرمائیے:

اس کے تھیلے میں ہیں کئی اوزار　　کوئی اوزار بھی نہیں ہے بیکار
چیرتا ہے یہ آری سے لکڑی　　ہو وہ کیسی ہی سخت یا موٹی
ہے بسولا بھی ایک اس کے پاس　　ایک چھینی ہے اور ایک پلاس
ہے بسولے سے چھیلتا لکڑی　　چھال کے اک شکل ہو جاتی
صاف کرتا ہے پھر وہ رندے سے　　چھید کرتا ہے اس میں برمے سے

پیچ کش، اور چپڑسی، گنیا خط کشی ایک اور ایک فنا
کام دیتے ہیں یہ سبھی اوزار یہ نہ ہوں پھر تو کام ہے دشوار

غرضیکہ نیرؔ صاحب کی یہ تمام نظمیں ایک سماجی شعور سے بہرہ مند ذہن، ایک استاد کے منصب سے آشنا ضمیر اور ایک شاعر کے پیرائے کے شناسا مزاج اور سب سے بڑھ کر ایک بچوں کے دوست دل کی تخلیق ہیں۔ ان میں حکمت بھی ہے، نادرت بھی ہے اور لطافت بھی۔

نیرؔ صاحب اب اپنے فرائض منصبی سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہونے کے بعد "عیش با فراغت" کی منزل میں داخل ہو چکے ہیں۔ لیکن اُن کی زندگی... "شیشہ و سنگ گراں" کے مصداق گزری ہے۔ وہ کارزار حیات کے محاذ میں جس نے اپنا جہاں آپ پیدا کیا ہے۔ لیکن بچوں کے اس محسن کی ہم نے آج تک کیا پذیرائی کی ہے؟ کیا بچوں کا یہ منفرد شاعر، ہمارے سحاب کرم کا مستحق نہیں ہے جبکہ ان دنوں یہ گھٹا خوب ٹوٹ کر برستی ہے کبھی انعام واکرام کی صورت میں، کبھی امداد و اعزاز کی شکل میں۔ نیرؔ اس نوازش بے پایاں میں چمن و صحرا کا بھی امتیاز نہیں پایا جاتا ہے کیا بچوں کے ادیب و شاعر یونہی تشنہ بلب رہیں گے؟

عبداللہ ولی بخش قادری

اردو افسانے

مرتبہ: رضیہ سجاد ظہیر
پبلشر: نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا اے، ۵ گرین پارک، نئی دہلی ۱۶
قیمت: دس روپے پچاس پیسے

'اردو افسانے' کی ترتیب کے لیے موزوں مرتب کا انتخاب کیا گیا ہے اور رضیہ سجاد ظہیر نے ۲۴ کہانیوں کا موزوں انتخاب پیش کیا ہے۔ اس انتخاب میں جاگیرداری نظام، ملک کی تقسیم اور آزادی سے پیدا شدہ مسائل کے ساتھ ہندوستانی سماج کے مختلف طبقات کی زندگی کی عکاسی

ہے - ۱۹۳۶ء سے حالیہ دور تک کی کہانی کا اسلوب اور تکنیک کا روپ رنگ ہمارے سامنے آتا ہے - موضوعات کی وسعت میں فقیر، مالک مکان اور کرایہ دار، قاتل، شوہر پرست بیوی، سگریٹ پینے کی تشنگی میں ماچس کی بیکراں تلاش، کمپیوٹر، بدصورتی کا احساس کمتری، غریبی، دلچسپ پٹھانی کردار، شکار میں تشدد، یورپ کی فضا میں ہندوستانی کردار، دوشیزہ کو بچے کی تمنّا اور کھلونے، نفسیاتی اور جنسی مسائل شامل ہیں - اس طرح انتیس کہانیوں میں جہانِ نو بہ نو کی نمود قاری کو نظر آئے گی۔

اس کے علاوہ دو کہانیوں میں سے ایک کہانی مشرقی تعلیم یافتہ خاتون کی ہے جو اپنے رفیقِ حیات کی ذہنی ہم آہنگی میں جاگیر داری نظام اور رجعت پرستی کی دنیا سے نکل کر ہر حادثہ کا پامردی سے مقابلہ کرتی ہے - اپنی اخلاقی برتری، وطن پرستی، انسان دوستی اور مارکسی عقائد سے نئی نسل کا چراغ بدایت بنتی ہے مگر اس کہانی میں اس کے تاریخ ساز اور عہد آفریں جیون ساتھی کے کردار کو نہایت مبہم رکھا گیا ہے - مثلاً

"ایک طرف ننھے بھائی تھے جن کو ایسی سیاست کا شوق تھا جو بار بار انھیں جیل بھجوایا کرتی تھی"

میرے نزدیک اس کردار کو اگر گلابی علامتوں میں پیش کیا جاتا تو افسانوی ادب کا نہایت جاندار اور امر کردار ثابت ہوتا - نیز رقیہ بھابی کی تابناکی اور بڑھ جاتی - ظاہر ہے رقیہ بھابی اور ننھے بھائی سے مراد رضیہ سجاد ظہیر اور بنّے بھائی ہیں -

دوسری کہانی میں ایک دوشیزہ اپنے پسندیدہ ساتھی کی جلد ماں بننے والی ہے اس نے نئے معصوم وجود کے لیے کھلونے جمع کر رکھے ہیں — افزائش نسل کا فریضہ، عورت کی ماں بننے کی تمنا اور ممتا کا یہ تصور کہانی کے موضوع کو بلندی اور طہارت عطا کرتا ہے - لیکن افسانہ

نے اپنی شخصیت کی رعنائی کو کیڈی لک، شاندار ہوٹل۔ اعلیٰ طبقے کے اقتدار پسند افراد کے ساتھ تمی بار اور راتی مدت تک مصروف رکھا ہے کہ کہانی کا اچھوتا اور پیارا موضوع ضمنی حیثیت میں داخل ہو گیا ہے۔

یہ اکیس افسانے عمدہ ہیں اور مقبول افسانہ نگاروں کے قلم کا نتیجہ بھی بعض کہانیوں میں زبان و بیان کی معمولی خامیاں مل سکتی ہیں اور کتابت کی غلطیاں بھی۔ لیکن موضوع، پلاٹ کے ارتقا، کردار نگاری، انجام اور دلچسپی کا عنصر وغیرہ اوصاف سب میں مشترک ہیں۔ اب میں بقیہ تین کہانیوں کے عنوانات افسانہ نگاروں کے نام بتا کر اظہار خیال کروں گا اس لیے کہ میرے افسانوی انتقاد کے پیش نظر یہ کہانیاں "اردو افسانے" کی بہتر نمائندگی کرتی ہیں۔

خواجہ احمد عباس کی کہانی "لال اور پیلا" کا ہیرو گوپال ایک محنت کش فرد ہے اور آرٹسٹ بھی۔ اس شخصیت کے دونوں پہلوؤں کو احمد عباس نے نہایت فنی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ اس کردار کی تخلیق، اس کا ارتقا اور اس میں امتزاجی رنگ افسانہ نگار کے اعلیٰ تخیل اور بہتر فن کا مظہر ہے آرٹسٹ گوپال نے گندی گلی کی تصویر میں اپنے خون سے لال رنگ بھر کر عوام کو سرخ سویرے کی بشارت دی ہے اور اپنے پیلے چہرے سے عوام کی زبوں حالی کا اظہار کیا ہے ——— غیاث احمد گدی کی کہانی "پہیہ" ازدواجی زندگی کے توازن کو پیش کرتی ہے پوری کہانی میں کہانی کے عنوان سے بہت کام لیا گیا ہے اس کہانی میں مچھو رانی کا کردار پریم چند کے یہاں گومتی کی یاد دلاتا ہے۔ گومتی کا کردار اپنے عمل سے ظہور میں آتا ہے اور مچھو رانی کا کردار بیانیہ حسن کے ذریعہ بھی مچھو رانی ایک حقیقی کردار ہے اور اس کے سامنے بہت سے سماجی اصلاحی کردار کھوکھلے اور کتابی ثابت ہوتے ہیں۔ مچھو رانی میں عورت نفسیاتی اور جنسی آسودگی کو متعدد اشخاص میں تلاش کرتی ہے اس وطیرے کو اخلاقیات کے معصوم بندے آوارگی کا نام دے سکتے ہیں۔

افسانہ نگار نے عورت کے ایک فطری رجحان کو پیش کیا ہے۔ عورت اپنے بزدل خاوند سے مطمئن نہیں ہوتی۔ وہ بیباک، جری اور بارعب خاوند سے محبت کرتی ہے اس لیے کہ عورت کو اپنا تحفظ چاہیے۔ بھکوراں کی یہی تلاش تھی اور آخر کار کامیاب زندگی گذارنے کے لیے اس کو لمبا تڑنگا سرخ پٹھان مل جاتا ہے۔

واجدہ تبسم کی کہانی "اترن" کے تار و پود اعلیٰ طبقے کی شہزادی پاشا اور نچلے طبقے کی انا کی بیٹی "چمکی" سے بنے ہیں۔ اس کہانی میں طبقاتی شعور کو پیش کیا گیا ہے۔ جاگیرداری نظام نے طبقات کو جنم دیا مگر انسان کی روح کچلی نہ جا سکی۔ چمکی اور پاشا دونوں بچپن کی سرحد پار کر کے جوانی کی منزل میں قدم رکھتی ہیں۔ چمکی کو زندگی بھر پاشا کی "اترن" کے کپڑے پہنے نصیب ہوئے جو اس کی روح میں کانٹا بنکر کھٹکتے رہے اور انتقام کا جذبہ پرورش پاتا رہا۔ اس کو صرف ایک نیا جوڑا ملا تھا اور وہی اس کی زندگی کی پاکیزہ میراث تھا۔ پاشا کی شادی کا ہنگامہ محل میں برپا تھا۔ نکاح سے پہلے چمکی اپنا وہی لباس زیب تن کر کے رُت جگے کے میدہ کا تھال لے کر دولہا میاں کے کمرے میں داخل ہوئی اُس نے "اترن" کا انتقام لے لیا۔
رخصت کے دوسرے دن ڈیوڑھی کے دستور کے مطابق جب شہزادی پاشا اپنی اُترن اپنا سہاگ کا جوڑا چمکی کو دینے گئیں تو چمکی نے مسکرا کر کہا۔
"میری استعمال کی ہوئی چیز اب زندگی بھر آپ بھی"...... اس کی ہنسی نہ تھمتی تھی۔

یہ کہانی انسان کی زندگی پر "کار بد" کی مُہر نہیں لگاتی بلکہ جاگیرداری سماج کی اُن جڑوں تک قاری کا ذہن پہنچاتی ہے جہاں سے بدی کا شجر نشوونما پاتی ہے۔ بہتر سماج کی تعمیر کے لیے اُن جڑوں کو تباہ کرنا ضروری ہے۔
رضیہ سجاد ظہیر نے کتاب کے آغاز میں "اردو افسانہ — ایک مختصر جائزہ" میں پریم چند کے افسانوں کا مجموعہ "سوز وطن" سے ابتدا کی

افسانوی ادب کو چھ ادوار میں تقسیم کرکے ہر دور کے نمائندہ افسانہ نگاروں کے نام دیے ہیں۔ اُردو افسانے کی ارتقائی شکل کی نشاندہی کی ہے اس انتخاب میں کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، احمد ندیم قاسمی، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور وغیرہ کی کہانیاں شامل نہیں ہیں۔ نیز مرزا ادیب افسانہ نگاروں کے نام بھی نظر نہیں آتے۔ سوا نح کا علم مرتب کو ہوگا۔ مگر قارئین کو کمی کا احساس رہے گا۔

رضیہ سجاد ظہیر مطمئن ہیں کہ اردو افسانہ اب دنیا کی کسی بھی زبان کے افسانوں کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔ یہ خوش آیند علامت ہے۔

نیشنل بک ٹرسٹ اور مکتبہ جامعہ اس اشاعت پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ رضیہ سجاد ظہیر کی تلاش اور محنت لائق تحسین ہے۔ کتاب کا صوری حسن، معنوی حسن سے ہمکنار ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

ترقی اردو بورڈ مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شایع کیں

جدید ہندوستان میں ذات پات مصنف: ایم۔ این سری نواس مترجم: شہباز حسین

اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید ہندوستان کے جمہوری طریقۂ کار، انتظامیہ اور تعلیمی میدان میں ذات پات نے کیا حصہ لیا ہے۔ سیاسی میدان میں اس کو کس حد تک عمل دخل حاصل ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ قیمت: ۱۰/۰

حیدر علی مصنف: نریندر کرشن سنہا مترجم: اقتدار حسین صدیقی

یہ کتاب نہ صرف حیدر علی کی سوانح ہے۔ بلکہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارویں صدی کی عجیب و غریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ ہے۔ اگرچہ اس کی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی زندگی سے متعلق ہے۔ قیمت ۱۷/۰

ہندوستانی معیشت مصنف: الگ گھوش مترجم: محمد خلیق

عام طور پر ان ملکوں کو کم ترقی یافتہ کہا جاتا ہے۔ جن کا معیار زندگی کم ہو، جن کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہو اور جہاں صنعت و حرفت بہت کم ہو، ہندوستان کا حال بھی کچھ ایسا ہی رہا۔ تفصیلات اس کتاب میں ملیں گی۔
قیمت: ۲۷/۲۵

ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں مصنف: کنور محمد اشرف مترجم: قمر الدین

ہندوستان کے لوگوں کی زندگی اور معاشرت، مرحوم ڈاکٹر اشرف کی لافانی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اس دور میں تصنیف ہوئی جب تاریخ کا مطالعہ محض حکمرانوں کی زندگیوں اور ان کے عسکری کارناموں تک ہی محدود تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے تاریخ کے مطالعے کے لیے بلاشبہ نئی راہیں متعین کرکے ایک قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔ قیمت ۱۸/۲۵

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳۔ علی گڑھ

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

چک ویر راجندر — مصنف: شری نواش — ترجمہ: راشد سہسوانی — ۲۲/۵۰
راگ درباری — " : شری لال شکل — " : " " — ۱۵/۵۰
میں — " : ہری نرائن آپٹے — " : کشور سلطان — ۹/۰
جدوجہد آزادی میں مجلس قانون ساز کا رول — " : منور نجن جھا — " : غلام ربانی تاباں — ۱۳/۵۰
آب حیات — " : محمد حسین آزاد — تلخیص: پروفیسر احتشام حسین — ۹/۷۵
قومی شاعری — " : مختلف شعرا — مرتبہ: علی سردار جعفری — ۴/۰
چار دیواروں میں — " : ایم ٹی واسدیو نائر — مترجم: ظفر ادیب — ۷/۷۵
فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی — " : ویکم محمد بشیر — " : اطہر پرویز — ۵/۷۵
گنگا چیل کے پنکھ — " : لکشمی نندن بورا — " : رضیہ سجاد ظہیر — ۶/۷۵
برہمن لڑکی — " : شری دمرو ینکٹیش کیتکر — " : اگر سین نارنگ — ۷/۰
ملیالم افسانے — مرتبہ: اوم چیری این این پلے — " : " " — ۸/۷۵
تامل افسانے — " : می پال اسوم اسندرم — " : حسرت سہروردی — ۸/۰
ہندی افسانے — " : ڈاکٹر نامور سنگھ — " : اگر سین نارنگ — ۹/۰
پنجابی افسانے — " : ہربھجن سنگھ — " : محمود جالندھری — ۷/۰
اردو افسانے — " : رضیہ سجاد ظہیر — " : " " — ۱۰/۰

ذاکر حسین سیریز کی کتابیں

ابو خاں کی بکری — ڈاکٹر ذاکر حسین — ۳/۰ — انوکھی دکان — بیگم قدسیہ زیدی — ۳/۵۰
گلابو چچا ہیا اور پریزاد — بیگم قدسیہ زیدی — ۲/۵۰ — دنیا کے جانور — " " — ۲/۵۰
راجہ رام موہن رائے — عرش ملسیانی — ۲/۵۰ — خواجہ الطاف حسین حالی — صالحہ عابد حسین — ۶/۵۰
سلطان زین العابدین (بڈشاہ) — مصنف رضیہ سجاد ظہیر — ۴/۵۰
ذاکر صاحب کی کہانی — " سعیدہ خورشید عالم — ۴/۵۰

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ — دہلی ۶ — بمبئی ۳ — علی گڑھ ۱

مطبوعات مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سنٹر بمبئی

۱۔ اُردو میں ہندوستانی شاعری (انتخاب) از ڈاکٹر جعفر حسن

قیمت ۴ روپے

۲۔ رانی کیتکی کی کہانی : از : انشا مرتبہ: ڈاکٹر عبدالستار دلوی

(ہندی اور اردو میں ایک ساتھ تفصیلی لسانی مقدمے کے ساتھ)

قیمت : ۱۵ روپے

۳۔ لکھنؤ کی لسانی خدمات۔ از حامد اللہ ندوی

قیمت ۱۲ روپے

۴۔ ہندستان کا لسانی مسئلہ اور گاندھی جی کا حل

از : ڈاکٹر بابو رام سکسینہ (انگریزی) قیمت: ۳ روپے

۵۔ ہندستانی : قومی زبان یا عوامی زبان۔

از: ڈاکٹر سی۔ ڈی۔ دیشمکھ (انگریزی)

قیمت : ۴ روپے

۶۔ ہندستان: کثیر لسانی ملک کے لسانی مسائل اور قومی یکجہتی

از: ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی۔

قیمت چار روپے پچاس پیسے

تقسیم کار مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ۳

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی	مصنف: ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ: مخمور جالندھری	۸/۲۵
اکبر	" : لارنس بینس	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	" : ڈی آر۔ اٹھاولے	" : ش۔ قدوائی	۲/۲۵
عظیم بائی	" : ڈی۔ کنکیڈ	" : ڈاکٹر پرماتما سرن	۶/۲۵
قاضی نذرالاسلام	" : بسودھا چکرورتی	" : عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	" : ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	" : ایم کے درّانی	۲/۵۰
کچھوا اور خرگوش	" : ڈاکٹر ذاکر حسین بلا جلد ۱/۰	مجلد	۲/۰
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت	مرتبہ: نیشنل گاندھی صدی سوسائٹی		۲/۲۵
گرونانک	مصنفہ: گوپال سنگھ	ترجمہ: مخمور جالندھری	۳/-
مشتی بنتی تصویریں	" : بھگوتی چرن ورما	" : رضیہ سجاد ظہیر	۵/۰
تاش کے محل (ناول)	" : سیال رنگنا یکما	" : زینت ساجدہ	۵/۵۰
سفید خون (")	" : نانک سنگھ	" : رتن سنگھ	۸/-
تامل افسانے	مرتبہ: می پاں سوم سندرم	" : حسرت سہروردی	۸/-
گرو گوبند سنگھ	مصنف: ڈاکٹر نامور سنگھ	" : مخمور جالندھری	۳/-
ہندی افسانے	مرتبہ: " " "	" : آگر سین نارنگ	۹/-
زندگی ایک ناٹک	مصنف: پنا لال پٹیل	" : کشور سلطانہ	۱۰/۰
پنجابی افسانے	مرتبہ: سرجیت سنگھ	" : مخمور جالندھری	۳/-
رنجیت سنگھ	مصنف: ڈی آر سود	" : "	۲/۷۵
جدوجہد آزادی	" : بپن چند	" : غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
بنگلہ دیش	" : ڈینکلش پانڈ گولک	" : عرش ملسیانی	۵/۲۵
شاعر	" : تارا شنکر بندوپادھیائے	" : پریم پال اشک	۱۶/۷۵
موت کے بعد	" : شیورام کارنت	" : محمود سروش	۸/۷۵
آدمی کے روپ	نیشر پال	" : سہیل عظیم آبادی	۱۲/-

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵، بمبئی ۳، علی گڑھ

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

بالپو (حصہ اول دوم)	مصنف: ایف سی سفرینیاس	مترجم: صالحہ عابد حسین	۳/۰
کشمیر	": بالا سنگھ تصاویر: پیکا نند	": خدیجہ عظیم	۱/۵۰
پرندوں کی دنیا	": جمال آرا	": محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰
ہماری ندیوں کی کہانی	": لیلا مجمدار	": رضیہ سجاد ظہیر	۱/۵۰
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	": لیلا وتی بھاگوت	" : " "	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	": منوج داس	": صغرا مہدی	۱/۵۰
آزادی کی کہانیاں (اول دوم)	": وشنو پربھاکر	": انور کمال حسینی	۳/۰
ہماری ریلیں	": جگجیت سنگھ	": عرش ملسیانی	۱/۵۰
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	": کے سی کھنہ تصاویر: کرشن کھنہ		۱/۵۰
آؤ ناٹک کھیلیں	": اوما نند	مترجم: رفیعہ منظور الامین	۱/۵۰
بہت دن ہوئے (اول دوم)	": ایم چیکسی و پی ایم جوشی	": رضیہ سجاد ظہیر	۳/۰
بہادروں کی کہانیاں	": راجیندرا وستھی	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
روہت و نندیا	": کرشنا چیتنیہ	" : " "	۱/۵۰
سدا بہار کہانیاں	": شانتا رنگا چاری	" : " "	۱/۵۰
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی اول دوم	": میر نجابت علی	": سید احسان	۳/۰
بڑا پانی	": لیلا مجمدار	": صالحہ عابد حسین	۱/۵۰
موڈا	": ملک راج آنند	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
ہاکی کا کھیل	": سریندر سانیال	": پریتم لال	۱/۵۰
خار پلی کا خاندان	": منوہر داس چترویدی	": محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	": بریگیڈیر گیان سنگھ	": محمد ذاکر	۱/۵۰
پھول اور شہد کی مکھی	": اشوک داور	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
سب کا ساتھی سب کا دوست	": اما شنکر	" : " "	۱/۵۰
سونا کی سیر	": تارا تیواڑی	" : " "	۱/۵۰
چندا با کا کھیل		": ایس ملک رحمان	۱/۵۰

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ علی گڑھ ۲

معیاری ادب

یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء سے بڑھتی ہوئی گرانی سے مجبور ہو کر کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ براہ کرم آرڈر دیتے وقت نئی قیمتوں کو ضرور مدنظر رکھیں

نام کتاب	مرتبہ	لائبریری اڈیشن	طلبا اڈیشن
مقدمہ شعر و شاعری	رشید حسن خاں	۵/۰	۴/۰
انتخاب سراج اورنگ آبادی	ڈاکٹر محمد حسن	۲/۷۵	۱/۷۰
موازنہ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۶/۰	۵/۰
انتخاب مراثی (انیس و دبیر)	" " "	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب نظیر اکبر آبادی	" " "	۶/۰۰	۵/۰
نیرنگ خیال	مالک رام	۳/۴۰	۲/۴۰
فسانہ آزاد (تلخیص)	ڈاکٹر قمر رئیس	۹/۵۰	۸/۵۰
فردوس بریں	" " "	۳/۷۵	۲/۷۰
شریف زادہ	" " "	۴/۴۰	۳/۴۰
حیات سعدی	رشید حسن خاں	۵/۳۰	۴/۳۰
انتخاب اکبر الہ آبادی	ڈاکٹر محمد صدیق الرحمن قدوائی	۴/۷۰	۳/۷۰
انتخاب میر	ڈاکٹر محمد حسن	۶/۰	۵/۰
دیوان درد	رشید حسن خاں	۴/۳۰	۳/۳۰
مجالس النساء	صالحہ عابد حسین	۴/۳۰	۳/۳۰
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۱۱/۰	۱۰/۰
امراؤ جان ادا	ڈاکٹر محمد حسن	۸/۵۰	۷/۵۰
یادگار غالب (حصہ اردو)	مالک رام	۸/۰	۷/۰
" " (" فارسی)	" "	۱۰/۰	۹/۰
مثنوی گلزار نسیم	رشید حسن خاں	۴/	۳/
[illegible]		۱۲/۵۰	۱۱/۵۰

[redacted]

نام کتاب	مرتبہ	لائبریری اڈیشن	طلبا اڈیشن
فسانۂ مبتلا	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	۷/۵۰	۶/۵۰
انتخاب ولی	ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰	۳/۵۰
افادات سلیم	ڈاکٹر خلیق انجم	۷/۵۰	۶/۵۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۶/۵۰	۵/۵۰
قصۂ حاتم طائی	اطہر پرویز	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب سودا	رشید حسن خاں	۱۴/۵۰	۱۳/۵۰
انتخاب ناسخ	" "	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۷/-	۶/-
انتخاب ذوق	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب مضامین سرسید	انور صدیقی	۵/	۴/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

ادب۔ تنقید، انشاء

مسالک و منازل ضیاء احمد بدایونی ۲۲/-
نگارشات پروفیسر محمد مجیب ۱۶/-
غالب اور شاہانِ تیموریہ خلیق انجم ۹/۵۰
ہوا کے دوش پہ غلام ربانی تاباں ۵/۵۰
قدیم دلی کالج مالک رام ۴/۵۰
سرسید سے اقبال تک آل احمد سرور ۱۲/۵۰
نظر اور نظریے " " " ۷/۵۰
طنزیات و مضحکات رشید احمد صدیقی ۱۰/۵۰
اشخاص و افکار ضیاء الحسن فاروقی ۴/۵۰
تجزیے ڈاکٹر گیان چند ۱۳/۵۰
اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ ڈاکٹر محمود الہی ۱۶/-

خواتین کربلا کلام انیس کے آئینہ میں صالحہ عابد حسین ۱۲/-
حسرت کی شاعری ڈاکٹر یوسف حسین خاں ۲/۵۰
کاروانِ فکر " " " ۳/۷۵
اردو اسپیز سید ظہیر الدین مدنی ۵/۵۰
اردو مرثیہ سید صفارش حسین ۹/-
بکھرے ورق سونیتی کمار چٹرجی ۴/-
پردیسی کے خطوط مجنوں گورکھپوری ۲/۷۵
تنقید کیا ہے آل احمد سرور ۶/۷۵
جدید ترکی ادب کے ارکان ثلاثہ ضیاء الحسن فاروقی ۴/-
یادوں کے سائے عتیق صدیقی ۱۶/-
تلاش، مرتبہ نثار احمد فاروقی ۱۲/-

تعبیر اقبال — میکش اکبر آبادی — ۵/-
فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سید ضمیر حسن — ۴/-

تذکرے، سیرت، شخصیت

وہ صورتیں الٰہی — مالک رام — ۱۰/-
ہمارے ذاکر صاحب — رشید احمد صدیقی — ۹/-
اکابر تعلیم — سعید انصاری — ۱۲/-
تذکرہ معاصرین — مالک رام — ۱۶/-
ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں — سالم قدوائی — ۱۴/-
پریم چند کے خطوط — مدن گوپال — ۴/۵۰
قلم کا مزدور — " " — ۵/-
گنجہائے گرانمایہ — رشید احمد صدیقی — ۷/-
ڈاکٹر ذاکر حسین — عبداللطیف اعظمی — ۷/۵۰
داستان اشک و خوں — خواجہ غلام السیدین — ۲/۵۰
شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد — ۸/۵۰
شراب کہنہ — رشید نعمانی — ۴/-

تاریخ، سیاسیات ۔ روداد

مذہب اور جدید ذہن — ڈاکٹر بشیر الحق — ۴/۵۰
دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر — مہر محمد خاں شہاب — ۴/-
مسلمان اور سیکولر ہندوستان — ڈاکٹر بشیر الحق — ۴/-
دنیا: اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد — عبدالسلام قدوائی — مجلد، غیر مجلد
اسلامی عقائد و مسائل مذہب — جمال الدین اعظمی — ۴/-

مسلمان اور عصری مسائل — ڈاکٹر عابد حسین — ۷/۵۰
کتاب و سنت کے جواہر پارے — مولانا جمال الدین اعظمی — ۷/۲۵
سماجی تبدیلیاں — رام شرن شرما — ۲/-
مغلیہ سلطنت میں زرعی تعلقات — سید نور الحسن — ۴/-
تعلیمات اسلام (اول، دوم) — مولانا عبدالسلام قدوائی — ۴/-
آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی — ۵/-
اسلام کی اخلاقی تعلیمات — امام غزالی — ۹/۵۰
امریکہ کے کالے مسلمان — ڈاکٹر بشیر الحق — ۲/۵۰
مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ — طاہر محمود — ۴/-
کتاب کی کہانی — سید احمد حسن نقوی — ۱/۵۰
پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات — سری پرکاش — ۴/-
ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت — اے اے فیضی — -/۵۰
تاریخ الامت (اول) — مولانا اسلم جیراجپوری — ۳/۵۰
" " (دوم) " " — ۵/-
" " (سوم) " " — ۳/۵۰
" " (چہارم) " " — ۴/۲۵
" " (پنجم) " " — ۴/۲۵
" " (ششم) " " — ۴/۲۵
" " (ہفتم) " " — ۴/-

تاریخ امامت (ہشتم) مولانا اسلم جیراجپوری ۷/۵۰
کچھ پرانے خط پنڈت جواہر لال نہرو ۱۴/-
یادگار شخصیتیں " " " ۷/-

سفر نامے

عروس نیل سلطان آصف فیضی (زیر طبع)

تعلیم و تربیت

تعلیم۔ فلسفہ اور سماج ڈاکٹر سلامت اللہ ۱۲/۵۰
بنیادی استاد کے لیے " " " ۸/۵۰
جامعہ کا طریقہ عبدالغفور مدھولی ۲/۵۰
چند پروجیکٹ " " " ۲/۵۰
موجودہ تعلیمی مسائل عبداللہ ولی بخش قادری ۴/۵۰
ہم کیسے پڑھائیں ڈاکٹر سلامت اللہ ۷/۵۰
تعلیمی خطبات ڈاکٹر ذاکر حسین ۸/-
کھیل کے ذریعے تعلیم (اول دوم) عبدالغفار مدھولی ۴/-
مدرسہ ابتدائی کی کہانی " " " ۲/-

ناول، افسانے اور خاکے

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے راجندر سنگھ بیدی ۱۰/-
جلیس انور کمال حسینی ۵/-
کالا شہر گورے لوگ احسان الحق ۷/-
اللہ میگھ دے رضیہ سجاد ظہیر ۷/۵۰
دلدل ترجمہ: " " ۵/۵۰
سات سال " " " ۶/-
اپنی اپنی صلیب صالحہ عابد حسین ۹/-
آبجو " " " ۵/-

پابجولاں صغرا مہدی ۹/-
دوسرے کنارے تک عزیز قیسی ۳/۵۰
زندگی کی لہر ساؤ منگ ۴/-
آدمی کا مقدر ترجمہ قرۃ العین حیدر ۸/۵۰
آلپس کے گیت " " " " ۳/-
خیالی پلاؤ " " " " ۲/۵۰
ڈنگو " " " " ۳/-
ماں کی کھیتی " " " " ۲/۵۰
یودوکیہ " " " " ۲/-
پت جھڑ کی آواز " " " " ۷/-
ایک تھی انیتا امرتا پریتم ۴/-
باپ بیٹے ترجمہ انور عظیم ۶/-
باغ و بہار مرتب: رشید حسن خاں ۹/۵۰
بیوہ منشی پریم چند (زیر طبع)
گئودان " " " ۱۳/-
میدان عمل " " " ۹/۵۰
واردات " " " ۵/۵۰
چاند کا پتا سلطان آصف فیضی ۳/-
پیار کا موسم مہندر ناتھ ۴/۵۰
شکست ناتمام ترجمہ: زہرہ سیدین ۲/-
دلی کی شام بلقیس جہاں ۸/-
صلاح الدین ایوبی قاضی عبدالستار ۴/۵۰
اپنے دکھ مجھے دیدو راجندر سنگھ بیدی ۷/-

افسانے اور خاکے

پرندہ اور دوسرے افسانے آصف مجیب ۱۴/-

بستی حویلی مرزا محمود بیگ ۲/۵۰
جذبوں کا سفر رام لعل ۴/-
خیالستان سجاد حیدر یلدرم ۴/۵۰
کیمیاگر پروفیسر محمد مجیب ۲/۵۰
نرمان جیلانی بانو ۵/۵۰

ڈرامے

تنہائی ساگر سرحدی ۴/۵۰
جہاں آرا (اوپیرا) رفعت سروش ۵/۵۰
آذر کا خواب قدسیہ زیدی ۴/-
جان نثار " " ۲/-
آزمائش پروفیسر محمد مجیب ۲/-
خانہ جنگی " " " ۲/۲۵
انجام " " " ۱/۵۰
کھیتی " " " ۱/۵۰
اوپر کی منزل کرتار سنگھ دُگل ۵/-
آئینۂ ایام ترجمہ: خلیق احمد ۴/۵۰
پردۂ غفلت: ڈاکٹر عابد حسین ۲/-
کیا خوب آدمی تھا " " ۲/۲۵
دروازے کھول دو کرشن چندر ۳/-
سراج الدولہ ترجمہ: اشفاق حسین ۲/-
نقشِ آخر اشتیاق حسین قریشی ۲/-

نظم

پچھلے پہر جاں نثار اختر ۷/-
آوارہ سجدے کیفی اعظمی ۶/-

نئی نظم کا سفر مرتبہ: خلیل الرحمٰن اعظمی [illegible]
آتشِ گل جگر مرادآبادی ۴/-
نئی دنیا کو سلام سردار جعفری ۸/-
پچھلی رات فراق گورکھپوری ۸/-
انتخابِ حالی سفارش حسین ۶/۵۰
غالب کے اردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب ۵/۵۰

بچوں کی کتابیں

ارکانِ اسلام مولانا اسلم جیراجپوری -/۶۰
عقائدِ اسلام " " " -/۴۰
رسولِ پاکؐ عبدالواحد سندھی [illegible]
چار یار الیاس احمد مجیبی ۲/۵۰
آں حضرتؐ " " اردو -/۸۰
" " " ہندی -/۶۰
پاک کہانیاں (دو حصوں میں) مقبول احمد سیوہاروی ۳/-
خلفائے اربعہ خواجہ عبدالحی فاروقی ۲/۴۰
نبیوں کے قصے " " ۱/۵۰
مسلمان بیبیاں اعجاز الحق قدوسی ۲/-
ہمارے رسولؐ خواجہ عبدالحی فاروقی ۲/۴۰
ہمارے نبیؐ سید نواب علی رضوی اردو -/۴۰
" " " ہندی -/۴۰
سرکارِ دو عالمؐ محمد حسین حسان [illegible]

انوکھا عجائب خانہ (۴ حصے) محمد حسین حسان ۲/-
بجلی کی کہانی علی احمد خاں -/۵۰
پڑدادا کی کہانی محمد عبدالغفار -/۸۰
مفید معلومات دوم، سوم، چہارم ۳/۵۰
" " پنجم ۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی -/۵۰
خبر رسانی کے طریقے رفیعہ منظور الامین ۱/-
دہلی ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی ۲/-
تاریخ ہند کی کہانیاں (اول) نجمہ سلطان ۱/-
" " " (دوم) ضیاء الرحمٰن ۱/۲۰
" " " (سوم) مشتاق احمد اعظمی ۱/-
" " " (چہارم) " " " ۱/۲۵
سماجی زندگی (اول) احمد حسین غلام ابرار ۱/-
" " (دوم) " " " ۱/۲۵
" " (سوم) " " " ۱/۴۰
" " (چہارم) " " " ۱/۲۵
سمندر کے کنارے سلطانہ آصف فیضی ۱/۵۰
" " نیچے " " " ۲/۵۰
قدرت کے کرشمے ادارہ -/۸۰

کہانیاں، ناول، ڈرامے

ایک نہ مانی یوسف ناظم ۲/-
انعامی مقابلہ محمد حسین حسان ندوی ۱/-
دعوت مٹھائی کی " " -/۷۰
جیت کس کی " " ۱/-
انصاف کا تخت " " -/۷۵
چینی کی گڑیا " " ۱/۵۰

بہادر ستارے محمد حسین حسان ندوی -/۶۵
چچا غالب " " " ۲/-
تانبیل خاں " " " -/۵۰
شیر خاں ترجمہ؛ قرۃ العین حیدر -/۵۰
میاں ڈھینچو کے بچے " " " -/۵۰
بھیڑیے کے بچے " " " -/۵۰
لومڑی کے بچے " " " -/۵۰
بہادر " " " -/۷۵
سونے کا پنجرہ احسان الحق -/۶۵
بدنصیب شہزادی ابرار محسن ۱/-
عقل کا سودا " " ۱/۲۰
تیس مار خاں " " -/۹۰
جنگل کا راجہ " " ۱/-
جمی حسن عبدالرحمٰن (دو حصے) ایل لاگن ۵/-
خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا کوثر بانو ۱/۴۰
چوری کی عادت عبدالغفار مدھولی -/۵۰
چھوٹا لڑکا " " " -/۵۰
غیر ذمہ دار لڑکا " " " -/۵۰
چٹانوں کی کہانی محمد امین ۲/-
دلی دور ہے مجیب احمد خاں -/۵۰
بندر کا گھر خضر برنی -/۴۵
کوے والا ترجمہ؛ مجیب احمد خاں ۲/-
جب اور اب آصفہ مجیب ۱/۷۵
تین کوڑیاں اقبال امروہوی ۱/۲۰
پریم کی جیت اسد اللہ کاظمی -/۳۷

ترکوں کی کہانیاں	مرتبہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	۱/۵۵	ڈاکو کی گرفتاری	ایم۔ ندیم	/۵۰
مزہ چکھائیں گے	” ” ”	/۲۵	ستاروں کی سیر	کرشن چندر	۱/۷۵
چھوٹی لالٹین	مشتاق احمد	/۲۵	لال مرغی	عبدالواحد سندھی	/۵۰
تین اناڑی	عصمت چغتائی	۱/۴۰	مزیدار پہیلیاں	محمود علی خاں	/۶۵
چقماق کی ڈبیا	برکت علی فراق	/۴۰	ننھا ٹٹو	خورشید سلطان	/۴۰
تیس مار خاں کے کارنامے	ایم ندیم	/۵۰	چنبیلی	محمد حسین حسان	/۵۰
چمپاوت کا آدم خور شیر	محمد معین	/۳۵	شیدلا	پروفیسر محمد مجیب	/۵۰

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کی

پیشے		**جھلکیاں**		فوری علاج (حادثہ)	/۳۱
بڑھئی	/۳۱	احمد علی	/۳۱	فوری علاج (ہڈی ٹوٹنا)	۳۱
احمد خاں دکان دار	/۳۱	سید سلیمان	/۳۱	**ڈراما اور سوانح**	
بھشتی	/۳۱	احمد ندیم	/۳۱	استری دھن	/۳۱
پیارے میاں درزی	/۳۱	اکبر الہ آبادی	/۳۱	ٹھیک بات چیت کی جے	/۳۱
تانگے والا	/۳۱	حیات اللہ انصاری	/۳۱	اجمیری خواجہ رح	/۳۱
کلو حلوائی	/۳۱	سہیل عظیم آبادی	/۳۱	امیر خسرو رح	/۳۱
عبدالرحمن راج	/۳۱	عبدالحق	/۳۱	غوث پاک رح	/۳۱
مرغی پالیے	/۵۰	میر امن	/۳۱	سوامی دیانند	/۳۱
نعیم خاں حجام	/۳۱	نذیر احمد	/۳۱	گاندھی جی (اوّل)	/۳۱
تمدن، معاشیات		**حفظانِ صحت**		” ” (دوم)	/۳۱
چناؤ کا بھید	/۳۱	دق اور اس کا علاج	/۳۱	گرو نانک	/۳۱
سرکاری ٹیکسوں کا راز	/۳۱	زچہ بچہ	/۳۱	مصطفےٰ کمال (دوم)	/۳۱
ضلع کی سرکار	/۳۱	طاعون اور چیچک	/۳۱	نظام الدین اولیا رح	/۳۱
کارخانوں کے قانون	/۳۱	فوری علاج (زخم گھٹنا)	/۳۱	کرشن کنہیا	/۳۱

کہانیاں

مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ

کہانیاں (اوّل)	-/۳۱	دن رات (اوّل)	-/۳۱	**ہماری درسی کتابیں**	
” (دوم)	-/۳۱	” ” (دوم)	-/۳۱	اُردو قاعدہ	-/۵۰
پنچ تنتر (اوّل)	-/۳۱	ہوائی جہاز (حصہ دوم)	-/۳۱	” ” رنگین	-/۶۵
” ” (دوم)	-/۳۱	فٹ بال	-/۳۱	اُردو کی پہلی کتاب	-/۶۵
کھیتی باڑی		ہلکے پھلکے کھیل	-/۳۱	” ” دوسری ”	۱/۳۵
آم کے باغ لگائیے	-/۳۷	**متفرق**		” ” تیسری ”	۲/-
اپنی کھیتی ایک چک کرو	-/۳۱	پنجابی لوک گیت	-/۳۱	” ” چوتھی ”	۲/۲۵
پپیتے کے باغ لگائیے	-/۳۱	تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں		” ” پانچویں ”	۲/۵۰
پھلوں کی کھیتی	-/۳۱	آستین کا سانپ محمد حسین حسان	-/۵۰	” ” چھٹی ”	۲/۴۰
پیڑوں کی کانٹ چھانٹ	-/۳۱	الٹی دوا ” ”	-/۵۰	” ” ساتویں ”	۲/۷۰
جانور بھلا چنگا رہے	-/۳۱	برف کا گھر ” ”	-/۵۰	” ” آٹھویں ”	۲/۷۰
ساگ سبزی اگائیے	-/۳۱	تاڑ کے ایڈیشن ” ”	-/۵۰	اُردو کی دوسری برائے دہلی	۱/۶۵
کواپریٹو فارمنگ	-/۳۱	چاند ” ”	-/۷۰	اُردو کی تیسری برائے دہلی	۲/۲۰
کھاد بنائیے کھاد ڈالیے	-/۳۱	دیمک ” ”	-/۸۲	اُردو کی چوتھی برائے دہلی	۲/۶۵
لیمو، انار، بیر	-/۳۱	کتنی زمین ” ”	-/۶۲	**ہندی**	
مقدمے کی مار	-/۳۱	بادشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ	-/۵۰	سرل ہندی پرائمر	-/۲۵
نتھو دھنوان ہو گیا	-/۳۱	بچے کی بری عادتیں ڈاکٹر [illegible]	-/۵۰	” ” ” (اوّل)	-/۴۸
مذہب		بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں	-/۵۰	” ” ” (دوم)	۱/-
ابو داؤد شریف	-/۳۱	بے گناہ مجرم شفیق الرحمٰن قدوائی	-/۵۰	بال پریم (اوّل)	-/۴۸
ابن ماجہ شریف	-/۳۱	تین سوال عبداللطیف اعظمی	-/۵۰	” ” (دوم)	۱/-
نسائی شریف	-/۳۱	جونی کی چوٹ معین الدین	-/۷۵	” ” (سوم)	۱/۲۵
				” ” (چہارم)	۱/۲۵
کفن دفن	-/۳۱	چیچک مشتاق احمد	-/۶۲	نو پربھات	۱/۶۲
معلومات				**حساب**	
چاند تارے	-/۳۱	موسم کے بارے میں سو سوال } محمد امین	[illegible]	جدید حساب درجہ دوم } ترجمہ یار محمد [illegible]	[illegible]

پرنٹر پبلشر سید احمد علی نے جمال پرنٹنگ پریس دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شایع کیا۔

KITAB NUMA

ماہ نامہ

کتاب نما

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی

نئی اور اہم مطبوعات

پچھلے پہر	جاں نثار اختر	۶/-
بیاضِ مریم	سکندر علی وجد	۱۲/-
~~آوارہ سجدے~~	~~کیفی اعظمی~~	[illegible]
آتشِ گل	جگر مرادآبادی	۸/-
مسالک و منازل	ضیاء احمد بدایونی	۲۲/-
مغلیہ ہندوستان میں زرعی تعلقات	سید نورالحسن	۴/-
سماجی تبدیلیاں ازمنۂ وسطیٰ کے ہندوستان میں	رام شرن شرما	۲/-
قدیم دلی کالج	مالک رام	۴/۵۰
انتخاب حالی	مرتبہ سفارش حسین رضوی	۶/۵۰
یادوں کے سائے	عتیق صدیقی	۱۸/-
تلاشِ میر	نثار احمد فاروقی	۱۱/-
ہوا کے دوش پر	غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
جدید ترکی ادب کے ارکان ثلاثہ	ضیاء الحسن فاروقی	۴/-
مذہب اور جدید ذہن	ڈاکٹر مشیر الحق	۷/۵۰
غالب اور شاہانِ تیموریہ	ڈاکٹر خلیق انجم	۹/۵۰
نگارشات	پروفیسر محمد مجیب	۱۶/-
جانے والوں کی یاد آتی ہے	صالحہ عابد حسین	۱۸/-
ہاتھ ہمارے قلم ہوئے	راجندر سنگھ بیدی	۱۰/-
مسرت سے بصیرت تک	آل احمد سرور	۱۲/۵۰
وہ صورتیں الٰہی	مالک رام	۱۶/-
دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر	مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی	۴/-
نظر اور نظریے	آل احمد سرور	۱۲/۵۰
ہمارے ذاکر صاحب	رشید احمد صدیقی	۹/-
طنزیات و مضحکات	رشید احمد صدیقی	۱۰/۵۰

مینجنگ اڈیٹر
شاہد علی خاں
اڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما

نئی دلی ۲۵
لائبریریوں کے لیے
سالانہ : دو روپے

نومبر ۱۹۷۵ء
جلد ۱۶ شمارہ ۱۱
سالانہ
۵ روپے
فی پرچہ
۵۰ پیسے

اشاریہ نما

ابھی اسلامی دنیا مولانا شاہد فاخری الہ آبادی کے سوگ سے فراغت بھی نہ پاسکی تھی کہ اسے ۲۳۔ اکتوبر کو اس سے بھی بڑے اور بہت بڑے صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ صدمہ تھا مولانا سید محمد میاں صاحب کی رحلت کا جس نے نہ صرف ہندوستان بلکہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی صفِ ماتم بچھادی۔

مولانا مرحوم علم کا ایک آفتاب تھے جس کی روشنی سے برسہا برس تک مذہبی اور علمی دنیا منور رہی۔ وہ ایک جید عالم تھے اور جنگِ آزادی کے ایک جری سپاہی جنھوں نے پانچ بار سنتِ یوسفی پر عمل کیا اور قید و بند کے شدائد برداشت کیے۔ قید خانے میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمنؒ سیوہاروی، اور حافظ ابراہیمؒ جیسے اہلِ علم اور مدبرین کی صحبت نصیب ہوئی۔

مولانا کو علمی اور تدریسی کاموں سے زیادہ دلچسپی تھی اس لیے عملی سیاست سے کنارہ کش ہو کر دینی اور علمی خدمت کے میدان میں قدم رکھا اور آخری دم تک درس تدریس اور تصنیف و تالیف کے کاموں میں مصروف رہے۔ بہت سی مفید مذہبی اور تاریخی کتابیں لکھیں۔

آپ کے دینی تعلیم کے رسالے اور چارٹ پورے ہندوستان میں مقبول ہیں۔ اور بے شمار دینی مدرسوں میں پڑھائے جاتے ہیں۔

آخری اہم تصنیف تھی "تحریک شیخ الہند" جسے صدر جمہوریہ ہند سے

بہ نفسِ نفیس ۵ جولائی کو جاری کیا۔ اس سلسلہ کی دوسری کتاب "اسیرانِ مالٹا" ہے جو طباعت کے مراحل طے کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

آغا شورش کاشمیری مدیر ہفت روزہ چٹان۔ لاہور ایک بے باک صحافی، آتش بیان مقرر اور پرگو شاعر تھے۔ ۲۴۔اکتوبر کو ان کے اچانک انتقال سے آسمانِ ادب و صحافت سے ایک اور چمکتا ستارہ غائب ہوگیا۔ مرحوم کی عمر ۶۱ سال کی تھی۔ شعروادب اور صحافت کے مردِ میدان ہونے کے علاوہ برِصغیر کی جنگِ آزادی کے حری سپاہی بھی تھے کئی بار جیل کاٹی، پہلی بار چودہ پندرہ سال کی عمر میں انگریزوں کے دور میں اور آخری بار ساٹھ سال کی عمر میں پاکستان میں مولانا آزاد کے مداحوں میں تھے۔ ان کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے صدر اور وزیرِ اعظم نے بھی ان کی وفات پر خراجِ عقیدت پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

اکتوبر ۱۹۷۵ء کی گیارھویں تاریخ کو لندن میں آزاد اردو شاعری کے بانی نذر محمد راشد کا انتقال ہوگیا۔ وہ ن۔ م۔ راشد کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی آزاد نظموں نے دنیائے شاعری میں پہلے پہل تو ایک تہلکہ سا مچا دیا اور کئی طرف سے اس "بدعت" پر اعتراض ہوئے۔ لیکن مرحوم اپنے عقیدے میں اتنے پختہ تھے کہ جو نئی راہ انھوں نے اختیار کی تھی اس پر آگے ہی بڑھتے رہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کے استقلال نے نئی نسل کے بہت سے شاعروں کو اپنی طرف متوجہ کیا جو ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے یہاں تک اس نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی جو آج تک جاری ہے۔ انتقال کے وقت مرحوم کی عمر ۶۵ برس کی تھی اور اقوامِ متحدہ کے ممتاز عہدے پر فائز تھے۔ ان کے انتقال سے برصغیر ایک بڑے شاعر سے محروم ہوگیا۔

کیفی اعظمی کا شعری مجموعہ "آوارہ سجدے" دسمبر ۷۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کتاب میں شامل ایک نظم پر کچھ احباب نے اعتراض کیا جس کے پیشِ نظر مکتبہ جامعہ نے کتاب کی فروخت روک دی۔

**

کتب ۲ ۴ نومبر ۱۹۷۵ء

مکتبہ جامعہ کی ایک اہم کتاب

اُردو کیسے لکھیں

(صحیح املا)

رشید حسن خاں

محمد حسین حسّان مرحوم سابق اڈیٹر "پیامِ تعلیم" کی فرمائش پر جناب رشید حسن خاں نے "حرفوں کا جادو" کے عنوان سے کہانیوں کے انداز میں اُردو املا کے موضوع پر بچوں کے لیے ایک سلسلۂ مضامین مئی ۱۹۷۰ء میں شروع کیا تھا جو بوجوہ مکمل نہ ہو سکا۔ بعد میں اسی موضوع پر دو کتابیں "اُردو املا" از رشید حسن خاں اور املا کمیٹی کی سفارشات "املا نامہ" مرتبہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ترقیٔ اُردو بورڈ سے شائع ہوئیں۔ جس سے اُردو والوں میں اس موضوع سے مزید دلچسپی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ ہماری خواہش پر جناب رشید حسن خاں نے اب تک کی معلومات کی روشنی میں یہ نئی کتاب از سرِ نو طلبہ اور پرائمری اسکولوں کے اساتذہ کے لیے تیار کی۔
ہمیں یقین ہے کہ طلبا اس سے زیادہ
سے زیادہ فائدہ
اُٹھائیں گے

قیمت: -/۴

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کی گئی)
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ - دہلی ۶ - بمبئی ۳ - اور علی گڑھ ۱

صفدر آہ

میر انیس کی شاگردی اور وراثت

انیس کے جشن صد سالہ کے موقع پر پاکستان میں ڈاکٹر قمقام حسین جعفری نے شاگردانِ انیس پر ایک گراں قدر کام کیا ہے جس کا اجمالی تعارف میں نے جون ۱۹۷۵ء کے کتاب نما میں پیش کیا تھا۔ میرے اس تعارف کے متعلق مرزا جعفر حسین صاحب کا ایک مراسلہ اگست ۷۵ء کے کتاب نما میں نکلا ہے۔

آج تک تمام استادانِ شاعری اور استادانِ مرثیہ گوئی کا فیض عام رہا ہے۔ ان بزرگوں نے کبھی اپنے فن کو خاندان یا اولاد کے لیے مختص نہیں کیا۔ بیشتر یہی ہوا ہے کہ ان اساتذۂ کرام سے خاندان اور اولاد سے زیادہ استفادہ ان کے شاگردوں نے کیا ہے۔ لیکن مراسلہ نگار مرزا جعفر حسین صاحب نے انیس کے انتقال کے ایک سو ایک سال بعد آج کے لکھنؤ میں ایسی "جلیل القدر" ہستیوں کا پتہ لگا لیا ہے۔ جو سو سال قبل اور ڈیڑھ سو سال کے اندر ہونے والے واقعات کی شہادت دے سکتی ہیں۔ ایسے جلیل القدروں کے لیے دروغ باف کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ مرزا صاحب کے ارشاد کے مطابق یہ مفروضہ جلیل القدر بتلاتے ہیں کہ میر انیس نے ساری دنیا کی روایت استادی کے خلاف اپنے خاندان اور اولاد کے علاوہ کسی کو اپنا شاگرد نہیں کیا۔ مرزا صاحب کو کیا معلوم کہ انھوں نے ایسی کوتہ اندیشی سے انیس کی سر بہ فلک شخصیت کو ایک خاندان پھست بالشتیہ بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر جعفری نے مستند تذکروں کے حوالوں سے انیس کے چھبیس شاگردوں کی نشان دہی کی ہے جن میں فارغ نمایاں ترین ہے۔ ایک صدی کے ان کے

پڑھے حقایق کے سامنے بھلا مرزا جعفر حسین یا ان کے جلیل القدروں کی کون سنے گا۔
واضح رہے یہ ۲۶ شاگرد اُن درجنوں شاگردوں کے علاوہ ہیں جو انیس سے صرف خواندگی سیکھتے تھے۔

فارغ اور انیس کی شاگردی (۱) فارغ ان کا تاریخی تخلص جس سے ۱۲۸۱ھ کا استخراج ہوتا ہے۔ یہی وہ سال ہے جب فارغ انیس کے شاگرد ہوئے تھے۔

(۲) برسوں استاد کی خدمت کرکے پہلے فارغ نے خواندگی اور رموزِ مرثیہ گوئی انیس سے سیکھے۔ اس کے بعد جب خود استاد نے مرثیہ کہنے کا حکم دیا تو فارغ نے پہلا مرثیہ کہا جس کا مطلع تھا:

میں بلبلِ حدیقۂ تعلیم انیس ہوں

۲۸۶ بند (تقریباً سوا ہزار [۱۲۵] بیتوں) کے اس مرثیے پر انیس نے بڑی شفقت اور مسرت سے خود فارغ کے رنگ میں اصلاح دی اور شاگرد کی بے پناہ ذہانت کو دیکھ کر وہ رموز تعلیم فرمائے جن سے فارغ کی رزم نگاری کی صلاحیتیں نکھر کر اوجِ ثریا سے باتیں کرنے لگیں۔

(۳) فارغ نے ادبِ مرثیہ کے سب سے بڑے مرثیے کہے ہیں۔ ان کے مرثیے اتنے بڑے ہیں جو نفیس کے تقریباً آٹھ مرثیوں کے برابر ہیں۔ نفیس کی پوری مطبوعہ جلد سے فارغ کا صرف ایک مرثیہ تقریباً ڈیڑھ گنا ہے۔

(۴) فارغ کے انتقال کے بعد حالِ فارغ کے نام سے ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں حکیم نہال حسن کی لکھی ہوئی فارغ کی سوانح عمری بڑے دیدہ زیب انداز میں شایع ہوئی۔ اس کتاب میں فارغ پر انیس کے کرمِ خصوصی اور انیس کی شاگردی کا ذکر بہ تفصیل موجود ہے۔

(۵) بڑی سائز کے تقریباً ایک ہزار صفحات پر فارغ کے مراثی کی جلد "گنجینۂ فارغ" کے تاریخی نام سے ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں بڑے اہتمام سے شایع ہوئی اور صرف دو سال میں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئی۔ ان مراثی میں بھی جابجا انیس کی شاگردی کا ذکر ہے۔

(۶) فارغ کی شاعری اور شخصیت پر میری کتاب فردوسی ہند ۱۹۵۲ء میں

لگی جسے سرکاری اور غیر سرکاری انعامات بھی ملے اور ایم۔ اے کے نصاب میں بھی شامل رہی۔

(۷) فارغ کا ادب اردو کا سب سے بڑا مرثیہ میرے مقدمے کے ساتھ ۱۹۷۶ء میں شایع ہوا۔

(۸) ۱۹۲۵ء سے ۱۹۷۵ء تک ایک درجن سے زیادہ مختلف اہلِ قلم کے اور خود میرے مضمون فارغ پر شایع ہوئے۔ غالباً انیس و دبیر کے علاوہ فارغ پر ہر مرثیہ گو سے زیادہ لکھا گیا ہے۔ اس کے باوجود بھی جناب مرزا جعفر حسین صاحب کو میرے اور فارغ کے نام کی جستجو کرنا پڑی۔ ایسے صاحبِ مطالعہ اور اور واقف کارانِ مرثیہ اب کہاں ملیں گے!

وراثتِ انیس کس قدر عبرت کی بات ہے کہ جناب ہادی صاحب اور جناب عباس صاحب جو مرثیہ گوئی تو درکنار شاعر اور ادیب بھی نہیں ہیں۔ انیس کی وراثت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ میرے علم میں آج تک نہ تو ان دونوں حضرات کا کوئی مجموعہ کلام شایع ہوا ہے۔ نہ ادبی رسائل ہی میں ان کا ذکر نظر سے گذرا۔ خاندان انیس کے افراد کا احترام تو کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اُن سب کو وارثِ انیس کسی طرح نہیں مانا جا سکتا۔

انیس کی وراثت کی سند یہ ہے کہ ۲۵۔ رجب کو وہ مجلس کون پڑھتا ہے جسے انیس پڑھتے تھے۔ انیس کے بعد یہ مجلس ان کے فرزند اکبر میر نفیس نے پڑھی۔ پھر ان کے پوتے دولہا صاحب نے پڑھی۔ اس کے بعد ان کے پر پوتے للّن صاحب پڑھتے رہے یہ سارے حضرات مرثیہ گو تھے اور اپنی اس خاندانی مجلس کے لیے ہر سال نئے مرثیے کہتے تھے۔

للّن صاحب کے لاولد فوت ہونے کے بعد چونکہ خاندانِ انیس میں کوئی اہل باقی نہیں رہا لہٰذا یہ مجلسِ خاندانِ عشق کے چشم و چراغ جناب رشید کی طرف منتقل ہو گئی اور اب ہر پچیس ۲۵ ویں رجب کو وہی بدولت افسر وز

ممبر ہوتے ہیں۔

مجھے ہادی صاحب یا عباس صاحب کا ذکر کرنے کی مطلق ضرورت نہ تھی۔ لیکن انھوں نے فاروقی صاحب کو ایسا لایعنی اور لغو بیان دیا جس کے بعد ان کی غلط گوئی کی تردید میرے لیے ناگزیر ہو گئی۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ دونوں حضرات عارف صاحب کے بھتیجے اور بابو صاحب کے چچا زاد بھائی ہیں جن سے مجھے فخر نیاز مندی حاصل تھا۔

خاندانِ انیسؔ | خاندانِ انیسؔ میں انیسؔ کے بعد سب سے بہتر مرثیہ گو ان کے بھتیجے میر وحیدؔ تھے لیکن انیسؔ اور وحیدؔ کے والد انسؔ کی کشیدگی نے اس بے عدیل شاعر کو اس طرح مٹایا کہ اب جا کر لکھنؤ سے نہیں، شاید جونپور سے ان کے مرثیہ شایع ہوتے ہیں۔ لیکن یہ دور وہ ہے جب ادب مرثیہ سے دلچسپی قریب قریب ختم ہو چکی ہے۔

میر نفیسؔ عالم تھے، استاد تھے، صاحبِ فن تھے، ماہرِ زبان تھے، انیسؔ کے جانشین اور وارث تھے لیکن ان کے مراثی میں شعریت ان کے مرتبے سے کم تھی۔ لوگ کہتے ہیں۔ نفیسؔ کی شعریت ان کی علمیت کے نیچے دب گئی۔ میں اس تنقید کو درست نہیں سمجھتا۔ نفیسؔ ہی کے عہد میں پیارے صاحب رشیدؔ بھی بڑے ذی علم بزرگ تھے۔ لیکن ان کے مرثیوں کے لفظ لفظ میں قند و شیر میں گھلی ہوئی ہے۔ نفیسؔ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ خاندانِ انیسؔ کے وہ آخری مرثیہ گو ہیں جس کے یہاں حدودِ مرثیہ برقرار ہیں۔ ان کے بعد تو مرثیہ صرف مسدس نگاری بن گیا جس میں شاعرانہ خوبیوں کے باوجود مرثیے کے معیار و اقدار غائب ہیں۔

دولھا صاحب نے بیشک رنگِ انیسؔ سے الگ خوا ندگی کا ایک ایسا رنگ پیدا کیا جس میں چیخ و پکار کی جگہ چشم و ابرو کا لطیف کام بھی تھا۔ لیکن وہ اپنے رنگ کے خود ہی موجد اور خود ہی خاتم تھے۔

عہدِ حال میں مسدس نگاری کے ساتھ خوانندگی کا کمال صرف راجہ صاحب محمود آباد میں نظر آیا، لیکن سال گذشتہ موت نے انھیں بھی ہم سے چھین لیا۔

فارغ کی رزم نگاری | میں نے عرض کیا تھا کہ انیس کے بعد فارغ سے بہتر رزم نگار آج تک پیدا نہیں ہوا۔ فردوسی کی آواز اگر اردو میں سننا ہو تو فارغ کو پڑھیے۔ یہ ایک ناقدانہ حقیقت ہے جو کلام فارغ کی چند جھلکیوں سے آپ کے سامنے ابھی واضح ہو جائے گی۔

فردوسی نے رستم کی بلند قامتی کے لیے کہا ہے ؎

از آں کس کہ بر پائے پیشش براست
نشستہ بہ یک سر از و برتر است

(سامنے کھڑے ہوئے آدمی سے بیٹھے ہوئے بھی اس کا سر نکلتا ہوا ہے)

اب فارغ کے ایک دیو قامت پہلوان کو دیکھیے جو جناب علی اکبر سے مقابلے کے لیے آرہا ہے ؎

سب سے آگے ہے نئی شکل کا اک دیو مہیب
کوہ تن زشت کی بھی صورت و ہیئت ہے عجیب
تند و پُر شور شرارت میں شیاطین کا ادیب
موت بھاگے آئے تو ڈرتی ہوئی سرکش کے قریب

مرکے بکتا ہے تو سب فوج لعین دبتی ہے
تن کا لنگر ہے کہ سائے سے زمین دبتی ہے

طولِ قامت کو نہ دیکھے سے رہے تابِ شکیب
پاؤں تک جائیں زمیں پر جو نہ رو کے ہو رکیب
وہ فرس اور وہ تن ظالم و پُر مکر و فریب
قد بڑھائے ہوئے بیٹھا ہے فلک پر آسیب

لاکھ اڑے گردِ قدم خاک نہ سر تک پہنچے
اٹھ کے پہنچے جو بگولا تو کمر تک پہنچے

مختصر کہ اس دیو نے دیکھا جو ادھر اور ادھر
بھاگے وحشت میں درختوں سے پرندے اڑ کر
بن گیا دشت بلاخیز فسادات کا گھر
دور تک گرد چلی آگ تھی نار کی نظر

اس غضنفر کی طرف رخش کو پھیرا دوڑا
دھوپ پر مینہ کی سیاہی سے اندھیرا دوڑا

ایسا ڈراؤ تا پہلوان سارے رزمیہ ادب میں بمشکل ہی مل سکے گا۔
فارغ گھوڑے کی تیز روی کے لیے کہتے ہیں ؎

گھیرے گر تو عدو خاک سنبھلنے پائے
وقت جب ہو، وہ نہ کاوے سے نکلنے پائے

مضمون انتہا پر پہنچ گیا ہے۔ اس پر بیت لگا کر فارغ نے قوتِ تخلیق کا اعجاز دکھایا ہے فرماتے ہیں ؎

اس جگہ عالمِ تصویر کا ہنگام رہے
صبح ہو صبح رہے، شام جو ہو شام رہے

گھوڑے کی تیز روی کا مضمون شاید اس سے آگے کہیں نہیں نظر آئے گا۔
امام حسین کی تلوار کھینچی ہے۔ تلوار کھینچنے میں نیام سے جو زرانے کی آواز آتی اس کی ترجمانی دیکھیے ؎

قبضے پہ ہاتھ ڈالا جو شاہِ انام نے
کھینچتے ہی الحذر کی صدا دی نیام نے

خوانندگی میں خطِ کشیدہ الحذر کی رے کو کافی کھینچ کر پڑھیے۔ آپ کو یہ معلوم ہو گا کہ تلوار نہیں قیامت چنگھاڑتی ہوئی نیام سے نکل آئی ہے۔
دشمن کی زخمی فوج ؎

چرّاتے کھلتے زخموں کے شرّاٹے خون کے

خلاقی مضامین کے ساتھ فردوسی کا یہ لب و لہجہ اور ہمہمہ فارغ کے علاوہ اُردو میں کہیں نہیں مل سکتا۔ اس مضمون میں تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ مرثیے کے فن اور فارغ کو سمجھنے کے لیے میری کتاب فردوسی ہند پڑھیے۔
مرزا جعفر حسین صاحب یہ بھی سن لیں کہ میں ایک آزاد نقاد ہوں ——
باقی صفحہ

جامعہ ملّیہ اسلامیہ کے قدیم اور جدید اساتذہ اور طلبہ

علّامہ اقبال کو اپنا خراجِ عقیدت

ماہنامہ کتاب نما کے

اقبال نمبر

کے

ذریعے پیش کر رہے ہیں

نگراں

شیخ الجامعہ پروفیسر مسعود حسین خاں

مہمان اڈیٹر

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

اس نمبر کی ترتیب کا کام جامعہ ملّیہ اسلامیہ کے شعبۂ اردو

کے سپرد کیا گیا ہے

اس کے

معیاری ہونے کا یقین دلانے کے لیے صرف اتنا ہی بتا دینا

کافی ہوگا کہ اس کی ترتیب کی نگرانی پروفیسر مسعود حسین خاں صاحب

شیخ الجامعہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ نے قبول کرلی ہے

تفصیلات

عنقریب پیش کی جائیں گی

پچھلے پہر

(شعری مجموعہ)

جاں نثار اختر

جاں نثار اختر اس دور کے اُن ممتاز شاعروں میں سے ہیں جن پر ہماری شاعری بلاشبہ فخر کرسکتا ہے۔ اُن کے یہاں دلآویزی متلاشی لاشیں بھی ہیں، زندگی کی کڑی دھوپ میں تیز قدموں سے چلنے والے ایسی ہی ساتھوں پر چھالوں کی طرح چمکتے ہوئے سکے بھی۔ رات گئے دل کی اُبھرتی ہوئی چوٹیں بھی۔ غرض ایک عجیب غریب دنیا ہے جس میں آوازیں، چیخیں، سرگوشیاں اور ارمانوں کے نہ جانے کتنے روپ نگر آباد ہیں۔

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کی گئی)

قیمت: سات روپے

پہلا دیو راج چنانا میموریل خطبہ ۱۹۶۹ء

سماجی تبدیلیاں

(ازمنۂ وسطیٰ کے ہندوستان میں (۵۰۰ سے ۱۲۰۰ سنِ عیسوی)

مصنف: رام شرن شرما

مترجم: قاضی عبدالرحمٰن

ازمنۂ وسطیٰ کے ہندوستان میں کون کون سی سماجی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اُس زمانے میں ذات برادری کا کیا تصور تھا اور کیا عقائد و معاملات تھے، ان سب باتوں کا پورے پس منظر کے ساتھ بالتفصیل جائزہ لیا گیا ہے

قیمت ۱/۲ روپے

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کی گئی)

نذر علی جواد زیدی

ضبط شدہ نظمیں

مرتبین:- ڈاکٹر خلیق انجم ـ مجتبیٰ حسین

ہماری اردو شاعری نے جدوجہد آزادی میں کتنا اہم رول ادا کیا ہوگا اندازہ آپ کو زیرِ نظر کتاب کے مطالعے سے ہوگا۔ یہی وہ نظمیں ہیں جنھوں نے کبھی ساری قوم میں جوش سولے اسی جذبۂ حریت کی لہر دوڑا دی تھی یعنی "ضبط شدہ نظموں" نے عوام کے دلوں میں ایک نئی حرارت لگا دی تھی اور وہ قوم پر مٹنے کے لئے آمادہ ہوگئے تھے۔
یہ گرانقدر تحفہ ہماری محبوب وزیراعظم محترمہ اندرا گاندھی نے جناب علی جواد زیدی صاحب کو کمیٹی کی طرف سے نذر کیا۔

قیمت ۲۴/-

تقسیم کار:- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

"ناولستان" کے نئے ناول

د صند　　صغرا مہدی

ایک مخلص قوم پرست لڑکی کی داستان، جس کے خلوص کی پذیرائی بھی ہوتی ہے اور مخالفت بھی۔ ایک ایسی لڑکی کی کہانی جو اپنی منزل کی تلاش میں الجھتی اور بھٹکتی رہتی ہے اور دوسروں سے محبت کرنے والا بے قرار دل خود اسے کسی کا ہو جانے نہیں دیتا۔　　قیمت: -/۸

خاکِ تمنا　　سراج انور

زیرِ نظر ناول "خاکِ تمنا" اپنے واقعات، کردار اور پلاٹ کے لحاظ سے ایک جیتی جاگتی، چلتی پھرتی اور زندگی کی حقیقتوں کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک نہایت دلچسپ ناول جسے ایک بار پڑھنے کے بعد بھی بار بار پڑھنے کو دل چاہے گا۔　　قیمت ۱۱/۵۰

نئی مطبوعات

سورج کے تماشائی (شعری مجموعہ) ترتیب: ابراہیم انجم

اس مجموعے میں بڑودہ کے چھے نمائندہ شاعروں کی غزلیں شامل ہیں۔ جو ان کے فکروفن کی صحیح عکاسی کرتی ہیں۔ قیمت: دس روپے

ذکرِ سیدین (خواجہ غلام السیدین، شخصیت وافکار) شمس طہرانی

اس کتاب میں سیدین صاحب کی زندگی کے نہ صرف مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بلکہ ان کے علم وفکر پر بھی تحقیقی نظر ڈالی گئی ہے۔
قیمت: دس روپے

وطن (ناول) عبدالمنان تاجر

ہمارے ملک کو قومی یک جہتی، جذباتی ہم آہنگی اور باہمی یگانگت کی کتنی شدید ضرورت ہے "وطن" اسے اجاگر کرنے میں پوری طرح کامیاب ہے۔ قیمت: دس روپے

سنسکرت ڈراما (مقدمہ وکرم اُروسی) محمد عزیز مرزا

اس کتاب کے مطالعہ سے اُردو قارئین پر سنسکرت ڈراما کی ماہیت واضح ہو جائے گی اور وہ وکرم اُروَسی ہی نہیں بلکہ سنسکرت کے دوسرے ڈراموں کی خوبیاں بھی سمجھ سکیں گے۔ قیمت: چار روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر دہلی ۲۵۔ دہلی۔ بمبئی اور علی گڑھ ملا

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

سورٹھ تیرا بہتا پانی

مصنف: جھوبر چند میگھانی
مترجم: مظہر الحق علوی
ناشر: نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا۔ نئی دہلی
تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی ۲۵ دلی ۶
بمبئی ۳ علی گڑھ ۱
قیمت: تیرہ روپے

میری ناقص معلومات کے مطابق اس صدی کے نصف اوّل میں گجراتی زبان کے اور بڑے شاعروں اور ادیبوں میں دو خاص ادیب و شاعر گذرے ہیں۔ اوّل شری نانالال کوی (مرحوم) جو خود ایک مشہور و ممتاز گجراتی شاعر دلپت رام کے بیٹے تھے۔ اور دوسرے کتاب مندرجہ عنوان کے مصنف شری جھوبیر چند میگھانی (مرحوم) یہ حسن اتفاق ہے کہ مجھے ان دونوں نامور ہستیوں سے ملنے اور خصوصاً میگھانی (مرحوم) سے بھرے مجمعوں میں ان کا کلام انہی کی زبان سے سننے کی مسرت حاصل رہی ہے۔

شری نانالال کوی مرحوم سانولے رنگ کے بلند و بالا اور شاندار شخصیت کے باوقار انسان تھے۔ اور مذاقِ ادب کے لحاظ سے مغلیہ خاندان کے پہلے چھ فرمان فرماؤں کے علمی و فنی اور دوسری خوبیوں کے مداح تھے۔ اور اس مقابلہ میں میگھانی مرحوم کسی قدر چھوٹے قد اور بھرے جسم اور کھلے رنگ کے شگفتہ مزاج اور خوش آواز اور قوم پرستی کے نشے میں سرشار اور وسیع معنوں میں

انسان دوست تھے۔

پیشِ نظر کتاب کی بنیاد ان لوک گیتوں اور کہانیوں پر ہے جو سوراشٹر کے عوام کی زبانوں پر جاری اور ان کے فرصت کے اوقات کی جگ بیتیوں ہی نہیں بلکہ خود ان میں سے بہتوں کی آپ بیتیوں کی زندہ یادگاریں ہیں۔ اس داستان کو زمانۂ وقوع کے لحاظ سے دیکھا جائے تو کہانی کا آغاز پہلی عالم گیر لڑائی (سنہ ۱۹۱۴ء) سے شروع ہو کر اس کے خاتمہ یا گاندھی یگ کی صبح تک پھیلا ہوا ہے۔

اس دور میں سوراشٹر کی دیہاتی اور قصباتی زندگی کا کیا نقشہ تھا۔ انگریز افسروں اور انگریزوں کے مقرر کردہ چھوٹے موٹے دیسی افسروں مقامی زمینداروں راجاؤں "دربادروں" ٹھاکروں اور ان کے کارداروں کے کارناموں یا کولیوں اور کسانوں کی درگت کے نظارے ایک چلتی پھرتی تصویر کی طرح سامنے آتے اور ایک خاص اثر دل پر چھوڑ کر گزر جاتے ہیں اور انسان بھونچکا ہو کر رہ جاتا ہے۔ سامنے آنے والوں میں بُرے سے بُرے بھی ہیں اور اچھے سے اچھے بھی۔ پوری کاٹھیاواڑی سماج نہ دیوتاؤں کی تھی نہ شیطانوں کی۔ اور انصاف سے دیکھا جائے تو ایسا ہی رنگ تقریباً ہر سماج کا ہوتا ہے۔ حکومت قانون کی ضرور تھی مگر کچھ لوگ بے صبرے ہو کر عموماً قانون اپنے ہاتھ میں لے لیتے تھے اور اس کا نتیجہ بھی بھگتتے تھے "حق" و "ناحق" اور "فرض" کی لڑائی جو ازل سے چلی آرہی ہے۔ اس میں ہمیشہ سوال سامنے یہی رہا کہ فیصلہ کیوں کر ہو، کہاں ہوا اور کیا ہو۔ اسی کی تلاش آدم زاد کا تی بیگانوں ہی سے نہیں اپنوں سے بھی روٹھے ہوئے دکھائی دیتی ہیں۔ لڑائی کے لیے لوگوں کو بہانہ چاہیے۔ آج ایک کے خلاف ہیں تو کل دوسرے کے۔ اور تاریخی حقیقت کا داستان یہی ہے کہ حکومت کسی کی بھی ہو کسی نام سے بھی ہو اور کیسی بھی ہو اس کے مخالفوں اور موافقوں کا چھوٹا یا بڑا طبقہ ہمیشہ رہتا آیا

ہے۔ اور حکومت کیسی ہی فعال و قابل و عادل ہو مخالفوں کو اس کے ہر عیب اور کمالات کمیاں ہی نظر آیا کرتی ہیں۔ ان حالات میں خدا توفیق دے تو غیر ذمہ دارانہ غوغاؤں اور افواہوں سے متاثر نہ ہوئے بغیر قانون سے قائم شدہ حکومت سے تعاون حسب استطاعت ملک اور اہل ملک کی موزوں و مناسب خدمت ہے۔ اس کتاب کے متن کی داد تو گجراتی والے ہی دے سکتے ہیں۔ ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ سوراشٹر کی زبان کا لب ولہجہ اور انداز گفتگو، طرز خطاب اور اسلوب جواب، طنز و مزاح بات چیت میں تلخی و شیریں محاورے اور کہاوتیں سماج کے رسم ورواج، پسند و ناپسند جا بجا محسوس طور پر نظر آ رہی ہیں۔ میگھانی مرحوم عوام کے جذبات و محسوسات انہی کی زبان اور انہی کے لب ولہجہ میں بیان کرنے میں ماہر تھے۔

حضرت مترجم قابل داد ہیں کہ آپ نے اس کتاب میں ترجمہ کا حق ادا کر دیا ہے۔ ترجمہ میں محاورے موجود ہیں۔ مقامی لفظ بے تکلف لائے ہیں غریب لفظوں اور اصطلاحوں کی بریکٹ میں تشریح موجود ہے۔ تاریخی شخصیتوں اور نکتوں پر حاشیہ میں نوٹ ہیں۔ متن میں آئے ہوئے سورٹھی گیتوں کے حاشیہ میں ترجمے ہیں۔ کتاب میں مذکورہ بعض تاریخی یا جغرافیائی مقامات کو خود جا کر مترجم نے دیکھا ہے۔ اگر کوئی بات الجھی بنی ہوئی ہے تو دوسرے اہل علم و خبر سے معلوم کرنے اور حلّ مشکلات کا کھلا شکریہ ادا کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا۔

کتاب کے "پیش لفظ" میں شری موہن لال بھٹ نے کتاب اور صاحب کتاب کا تعارف کرایا ہے۔ میرے نزدیک مترجم کتاب کا بھی حق تھا کہ کتاب کے پڑھنے والوں سے ان کا بھی تعارف کرایا جاتا۔ کیونکہ کسی بھی زبان کے مصنف کا خطاب اپنے ہم زبانوں کو سنانے کی محنت برداشت کرنا اور ایک بڑی ذمہ داری اپنے ذمہ لینا ہے۔ ہر زبان نہ جاننے والے

کے لیے چیستاں ہوتی ہے اور چیستان مترجم کے ذریعہ بلبل ہزار داستان بن جاتی ہے۔ اس لیے جس طرح مصنف سے شناسائی ضرورت علمی ہے اس طرح مترجم سے تعارف علمی و ادبی لوازم میں سے ہے۔ یہی بات اس سلسلہ کی کسی کتاب کے ریویو میں "کتاب نما" کے ذریعہ اربابِ اقتدار کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں۔ اور اب پھر اسی بات کو اس موقع پر بھی دہراتا ہوں۔ کاش وہ اس عرضداشت پر توجہ فرمائیں۔

(مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی)

خورشید
(پارسی ڈرامہ)

مرتب: ڈاکٹر مسیح الزماں (مرحوم)
پبلشرز: کتاب نگر، لکھنؤ
قیمت: پانچ روپے

اردو ڈرامے کی روایت پارسی تھیٹر سے شروع ہوتی ہے [illegible] میں بمبئی میں ایک تھیٹر موجود تھا۔ جو پبلک کے چندے سے تعمیر ہوا [illegible] میں ڈرامے بھی دکھائے جاتے تھے۔ ڈاکٹر میمونہ دلوی کی تحقیق کے مطابق —— ڈاکٹر بھاردواجی لاڈ نے ۱۸۵۳ء میں راجہ گوپی چند اور جلندھر کے نام سے ڈرامہ ہندو ڈرامیٹک کور کے لیے قلم بند کیا...... ڈاکٹر لاڈ نے اس ڈرامے کی مقبولیت کے بعد سیتا کی شادی کے نام سے ایک ڈراما لکھا۔ اس کے بعد متعدد ڈرامے اسٹیج پر دکھلائے گئے جو بے حد مقبول ہوئے۔

خورشید بھی تھیٹر کی اسی تحریک کا ایک سلسلہ تھا ۱۸۷۱ء میں بہرام جی فریدوں جی مرزبان نے ایک گجراتی ڈرامے "سونا نامول لی خورشید" کو اردو میں ترجمہ کیا چونکہ مرزبان اردو کا اہلِ زبان نہیں تھا اس لیے اس نے ڈرامے کو یہ شکل تمام اردو کا جامہ پہنایا۔ خورشید اردو کا پہلا ڈرامہ ہے اس میں نامور پارسی اداکاروں نے حصہ لیا۔ ڈرامے کو دلچسپ بنانے کے لیے گانے بھی شامل کیے

خورشید کا پلاٹ اجمال کے ساتھ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

خورشید مردوں کی ہوس اور ایک عورت کی خودداری، وفاشعاری اور کردار کی مضبوطی کی کہانی ہے۔ حسین خورشید دہلی کے بادشاہ فتح شاہ کی بیویوں میں ایک ہے۔ کوتوال اس کی طرف دست ہوس بڑھاتا ہے اور جب وہ اسے دھتکار دیتی ہے تو بادشاہ سے خورشید کو نیلام کر دینے کی اجازت لیتا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ خود وہ نیلام میں خورشید کو خریدلے لیکن اتفاق سے فیروز نامی ایک سوداگر دو گز چوڑے حوض بھر سونے کے عوض اسے خرید کر اپنی بیوی بناتا ہے اور جاکر سندھ میں رہنے لگتا ہے۔ وہاں کے بادشاہ کی نیت بھی خورشید کے حسن پر بگڑتی ہے اور دھوکے سے اپنے محل میں بلوا کر اسے اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہے۔ خورشید حیلہ کر کے چار مہینہ کی مہلت مانگتی ہے۔ یہ مدت ختم ہونے کے قریب ہوتی ہے کہ پریشان حال فیروز خورشید کے مکان کے پاس سے گزرتا ہے۔ خورشید اس سے وعدہ کرتی ہے کہ رات میں وہ اس کے ساتھ نکل چلے گی۔ یہ بات غازی خاں سن لیتا ہے اور رات کو فیروز کے بجائے خورشید کے ساتھ روانہ ہو جاتا ہے۔ خورشید کسی طرح غازی خاں سے اپنے کو بچاتی ہے۔ تو وہ شہر اسے۔ جہاں گیر اور جہاں بخش اسے جنگل میں مل جاتے ہیں جو اسے بنا بنانے کے درپے ہوتے ہیں۔ ان کے چنگل سے نکل کر خورشید مردانہ بھیس اختیار کر لیتی ہے۔ اس علاقہ کی شہزادی گل چہرہ جو شکار کھیلنے جنگل میں آتی

فارسی ادب بعہد اورنگ زیب

ڈاکٹر نور الحسن انصاری

سیاسی خلفشار کے باوجود اس عہد نے فارسی ادب کا دامن جن گہر پاروں سے لبریز کیا وہ دقیع بھی ہیں اور عظیم بھی ایک تحقیقی مقالہ۔

قیمت : -/۱۶

ہے خورشید کو تیمور کے بھیس میں دیکھ کر اس پر عاشق ہو جاتی ہے اور اپنے ساتھ شاہی محل میں لے جاتی ہے۔ وہاں بالآخر فیروز سے ملاقات ہو جاتی ہے اور دوسرے کرداروں کی مرادیں بھی بر آتی ہیں۔ سب کے رشتے واضح ہو جاتے ہیں اور ہنسی خوشی اختتام ہوتا ہے۔

ڈراما کردار نگاری کے نقطہ نظر سے بے حد کامیاب ہے۔ خورشید اور فیروز شروع سے آخر تک چھائے رہتے ہیں۔ مافوق الفطرت عناصر بالکل نہیں ہیں۔ مکالمے بہت چست اور موزوں ہیں۔ البتہ کہیں کہیں قواعد کی غلطیاں اور گجراتی الفاظ و محاورے بے لطفی پیدا کر دیتے ہیں۔ مگر اس کے لیے مترجم معافی کا مستحق ہے۔ کیوں کہ خود مترجم نے دیباچہ میں اعتراف کیا ہے کہ "ہندوستانی اس کمترین کی زبان نہیں ہے بلکہ قاعدے وغیرہ کی تعلیم نہیں لی ہے۔ مگر محض دوستوں کی خوشنودی کے لیے اس کمترین نے موافق طاقت اپنی کے زبان ہندی میں اس کو نقل کرنے کی کوشش کی ہے تو عبارت ہندی میں اور قواعد میں خامی اور خطا رہی ہوگی"

خورشید کا پلاٹ گٹھا ہوا اور مربوط ہے۔ گانوں اور اشعار نے ڈرامے کے لطف کو دوبالا کر دیا ہے۔

ڈاکٹر مسیح الزماں نے ایڈیٹنگ میں تحقیق کے تمام تقاضوں کا لحاظ رکھا ہے۔ حواشی میں بعض علاقائی الفاظ کے معانی بھی لکھ دیے ہیں۔ مرتب نے 'خورشید' کی دریافت کر کے اُردو ڈرامے کی تقدیم کو اور وسعت دی ہے اور اُردو ادب میں ایک اہم اضافہ بھی کیا ہے۔

(سید نظر برنی)

فن کی تلاش

از: سید رضا حسین زیدی

قیمت: چھ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر۔ نئی دہلی

رضا حسین زیدی آرٹسٹ ہیں اور بہت اچھے آرٹسٹ۔ یہ میں جانتی

تھی: اردو لکھنے کی اتنی اچھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس کی خبر نہ تھی۔ گذشتہ گرمیوں میں انھوں نے کتاب کا مسودہ دکھا کر اشاعت کے بارے میں مجھ سے مشورہ مانگا تھا۔ جب میں نے اس پر ایک نظر ڈالی تو اندازہ ہوا کہ اچھی خاصی کتاب ہے اور ہم دونوں نے اسے چھپوانے کی رائے دی۔ لیکن اب کتاب چھپ کر آئی اور عزیزی رضا حسین نے تحفۃً دی تو دوبارہ اطمینان سے اُسے پڑھا اور بڑی خوشگوار حیرت ہوئی۔ یہ چھوٹی سی کتاب اپنے اندر صرف معلومات کی دنیا ہی نہیں رکھتی اور ایک اچھا سفرنامہ ہی نہیں ہے بلکہ اردو کی ایک اچھی کتاب بھی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے کے وقت ہم فن کار ادیب کے ساتھ ساتھ ، ہالینڈ۔ جرمنی ، انگلستان کی سیر بھی کرتے ہیں اور وہاں کے میوزیم اور نادر شاہکار کو بھی جیسے خود دیکھتے ہیں ساتھ ہی فن کار کے احساس کی نزاکت ، خیالات کی پاکیزگی ، مشاہدہ کی باریکی سے متاثر ہوتے ہیں۔ وطن سے گہرا لگاؤ۔ عزیزوں کی الفت اور بدیسی دوستوں اور ساتھیوں کی قدر اور احسان شناسی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ بعض جگہ گنے چنے لفظوں میں اور کہیں ایک آدھ شعر میں اپنے احساسات کو بڑی خوبی سے ادا کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی ایک خوبی اس کے اندازِ بیان کی سادگی ہے جس سے مصوری کے فن سے ناواقف لوگ اور عام قاری بھی اس سے لطف اٹھا سکتے ہیں۔ کتاب نوجوانوں ، عورتوں اور پختہ عمر کے لوگوں سب کے لیے دلچسپ اور مفید ہے۔ ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ آرٹسٹ مصنف آئندہ بھی اردو میں لکھنے کا کام کرتے رہیں گے۔

(صالحہ عابد حسین)

یادوں کے گلاب

شاعر: سلطان عباسی

ناشر: اردو سماج پبلیکیشنز ۵۔ ۷ ڈاکٹر موتی لال بوس روڈ۔ لکھنؤ

قیمت: دس روپے

"یادوں کے گلاب" جواں فکر شاعر سلطان عباسی کی موضوعاتی نظموں کا

حسین و جمیل مجموعہ ہے جس کے متعلق پنڈت آنند نرائن ملاؔ نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ـــــ "یہ مجموعہ لکھنؤ کے نوجوان شاعر سلطان عباسی کے ادبی سفر کا پہلا قدم ہے۔ جو صرف قدم ہی نہیں ایک منزل بھی ہے یہ ان کی شاعری کے ایک مخصوص رنگ کی نمائندگی کرتا ہے...... ان کی شاعری کی ایک اور نمایاں خصوصیت بھی ہے۔ وہ اس گروہ میں نہیں جو ماضی سے اپنے رشتے توڑنے ہی کو اپنی ادبی قامت کی بلندی کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ ادبی ارتقا کے قائل معلوم ہوتے ہیں اور ہر ماضی کا جائزہ لیتے ہوئے آنے والے کل کی طرف گامزن ہیں اور اس طرح ان کے کلام میں ادبی روایات کا ایک تسلسل ملتا ہے۔ وہ آج کی آواز بھی ہیں اور آنے والے کل کی آواز بھی............................ "یادوں کے گلاب" لکھنؤ کے گلابوں کی کیاری میں ایک "نئی قلم" کا اضافہ ہے"

زیر نظر مجموعہ اپنی تزئین اور ترتیب کے اعتبار سے اس بحرانی دور میں مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ ترتیب و تہذیب سے لے کر طباعت و اشاعت کے سخت مرحلوں تک یہ کتاب اپنا جواب آپ ہے۔ کتاب میں شامل تمام نظمیں اپنے نفسِ موضوع سے پورا پورا انصاف کرتی ہیں اور موضوعات بھی ان عصری تقاضوں کے تحت منتخب کیے گئے ہیں جو موجودہ دور کے لیے صرف فیشن کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ وقت کی ایک اہم ضرورت بن گئے ہیں۔ "امن کے نگر میں ظلم" "عفریت" "جاگتے رہو" "خودداری" "سپاہی شاعر" "گرو نانک" "روی شنکر" "لتا منگیشکر" "اہنسا کی تحریک" "سرحد اس پار" اور "یادوں کے گلاب" چند ایسی نظمیں ہیں جن کے بارے میں پروفیسر سید احتشام حسین رضوی مرحوم نے لکھا تھا۔

"...... اس طرح کے موضوعات میں یہ خرابی ضرور ہوتی ہے کہ ایسی شخصیتوں کے بارے میں بہت سے لوگ ہم خیال نہیں ہو سکتے اور شاعر کا

انداز بیان بھی دوسروں کے دلوں میں کوئی تڑپ پیدا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ یہ بڑی بات ہے کہ سلمان عباسی نے جن افراد اور واقعات کو اپنا موضوع بنایا ہے ان کے صحت مند، خوشگوار، جمہوری اور ترقی پسند پہلوؤں ہی پر زور دیا ہے اور اس طرح اپنے ان اخلاقی اور امن پسندانہ جذبات کی ترجمانی کی ہے جن کو زیادہ لوگ سراہیں گے۔"

"یادوں کے گلاب" تین قسم کی نظموں پر مشتمل ہے جنھیں باقاعدگی اور خوش سلیقگی کے ساتھ تین ابواب میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

(۱) "شعلہ و شبنم" (۲) "آئینے" ، (۳) "عقیدت کے پھول"

پہلے باب میں قومی اور وطنی نظمیں شامل ہیں۔ دوسرے میں ملک اور قوم کے ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے نمایاں افراد کی سیرت اور شخصیت کو آئینہ دکھایا گیا ہے اور تیسرے میں چند قابلِ احترام اور برگزیدہ شخصیات کو لعبد از خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

بحیثیت مجموعی "یادوں کے گلاب" اعلیٰ قسم کی فنی اور ادبی خوبیوں کا ایک حسین گلدستہ ہے۔ خیالات کی پختگی، ترتیب کی خوش سلیقگی طباعت و اشاعت کی آراستگی، پہلی ہی نظر میں سما جانے کی صلاحیت سے بھرپور ہے کتاب کی جاذبیت ادب سے متعلق ہر شخص کو دعوتِ نظارہ دیتی ہے اور قاری کی داد و ستائش کی متقاضی ہے۔

"یادوں کے گلاب" کو اترپردیش اردو اکاڈمی سے اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر انعام سے بھی نوازا گیا ہے۔ واقعی زیرِ نظر مجموعۂ کلام قابلِ توجہ اور قابلِ قدر ہے۔ (اختر پیرزادہ محسن ایم اے)

حیدر علی

مصنف: نریندر کرشن سنہا

پبلشر: نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

قیمت: سترہ روپے

یہ کتاب نہیں بلکہ حیدر علی پر انسائیکلوپیڈیا ہے۔ صرف اردو ہی نہیں

انگریزی ادب میں بھی اب تک کوئی کتاب حیدر علی پر اتنی جامع نہیں لکھی گئی جتنی سراپا مصنف نریندر کرشنا سنہا نے لکھی ہے۔ حیدر علی ایک ایسی پراسرار حیرت انگیز شخصیت ہے جس پر لکھنا انتہائی مشکل ہے۔ ہمیشہ مصنفین نے مختلف حوالوں سے حیدر علی کی شخصیت پر روشنی ڈالی ہے لیکن ہمیشہ ایک دوسرے کی رائے سے شدید اختلاف کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ حیدر علی کی شخصیت کے گرد سارا سیاسی ماحول گھومتا دکھائی دیتا ہے یہ وقت بھی ایسا تھا کہ ہر لمحہ ایک نہ ایک حادثہ پیدا ہوتا رہا اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس دور میں کئی طاقتیں (مرہٹے، انگریز، فرانسیسی، میسور، حیدرآباد وغیرہ) ایک دوسرے سے کبھی برسرپیکار نظر آئیں اور کبھی دو طاقتوں کے بیچ کسی تیسری طاقت کے خلاف سازش کی تیاریاں دکھائی دیتیں لیکن ان سیاسی ہنگاموں کا روح رواں ہمیشہ حیدر علی ہی رہا۔

تاریخ داں کے لیے ہمعصر تبصروں کا ہونا بہت ضروری ہے۔ حیدر علی کے بارے میں ایسے ہمعصر تبصروں کی بہت کمی ہے۔ اس امر کی طرف مصنف نے بھی اشارہ کیا ہے ـــ "حیدر علی کی زندگی اور کارناموں کو پوری طرح جاننے کا سب سے بہتر ذریعہ یا تو اس کے جانی دشمن مرہٹوں اور انگریزوں کی دستاویزات ہیں۔ یا پرتگالیوں، ولندیزیوں اور فرانسیسیوں کے موافقانہ اور غیرجانبدارانہ دستاویزات ہیں۔ اصل مواد اگرچہ بہت زیادہ ہے تاہم وہ اس کے کردار پر پوری روشنی نہیں ڈالتے۔ فارسی سوانح اور تامل تیلگو اور کناڈی مخطوطے بے کیف ہیں۔ ان سے صرف معمولی معلومات ہی مل سکتی ہیں...... واقعات سے ہم پوری طرح سے واقف ہیں اور ماحول کا پورا پس منظر بھی جانتے ہیں۔ لیکن اس دور کے لوگوں کی گفتگو اور ان کے مزاج کے بارے میں تاریخی شواہد ٹھیک ٹھیک طور سے ہمارے علم میں نہیں آتے۔"

مصنف کے اس بیان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حیدر علی کے بارے میں حقیقت کو بیان کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ لیکن لائق مصنف نے بڑی خوبی کے ساتھ تاریخی شواہد کی تشریحات کی روشنی میں حقیقت کو بیان کیا ہے۔ مختلف

خیالات کو یکجا اس طرح کیا ہے کہ خود پڑھنے والا بھی اپنی رائے خود قائم کر سکتا ہے۔ کتاب کے آخر میں صفحہ ۳۰۹ تا ۳۴۰ تک ضمیمے شامل کیے ہیں جو انتہائی کارآمد ہیں۔ حقیقت میں اگر یہ ضمیمے نہ ہوتے تو کتاب ادھوری رہ جاتی۔ ان ضمیموں میں مصنف نے حیدر علی کے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ جنھیں تاریخ کے طالب علم کے لیے بہت مفید کہا جا سکتا ہے۔

حیدر علی کے تذکرے کے ساتھ جہاں مصنف نے ٹیپو سلطان سے حیدر کا مقابلہ کیا ہے، حالانکہ وہ محض تذکرۃً ہے، لیکن بہت خوب ہے۔ دو لوگوں کے فرمانرواؤں کے نصب العین اور سیاسی شعور کو چند جملوں میں بیان کر دینا بڑی بات ہے۔ یہ ریمارک بہت خوب ہے کہ "حیدر علی اور ٹیپو میں وہی فرق ہے۔ جو قیصر ولیم ثانی اور بسمارک میں تھا۔" مغربی تاریخ کا طالب علم اس جملہ کی اہمیت سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

میری نظر سے اب تک جتنے ترجمے گذرے ہیں ان میں یہ سب سے اچھا ترجمہ ہے سلیس اور سادہ زبان جو مضمونِ کتاب کا بھی خیال رکھتی ہے۔ مترجم نے یہ بات ابتدا سے ہی ذہن میں رکھی ہے کہ وہ تاریخی کتاب کا ترجمہ کر رہا ہے کسی داستان کا نہیں۔ اس لیے زبان موضوع کا ساتھ دیتی ہے اس کے لیے مترجم اقتدار حسین قابلِ مبارک باد ہیں۔

کہیں کہیں، مگر بہت کم کتابت میں املا کی غلطیاں ہیں۔ ویسے طباعت اور کتابت کا معیار اعلیٰ ہے۔ (نفیس صدیقی (رامپور)

سماجی تبدیلیاں

مصنف: پروفیسر رام شرن شرما
پبلشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵
قیمت: دو روپے

بڑی خوشی کی بات ہے کہ اردو ادب میں ایسی کتابیں دیکھنے کو ملنے لگیں جن کی کمی بڑی شدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ خاص طور سے تاریخ

کے سلسلہ میں اُردو ادب میں مدتوں سے کوئی اچھی کتاب نہیں شایع ہوئی تھی۔ تاریخ ایک ایسا مضمون ہے کہ جس میں ایک تحقیق پرانی تاریخ کی لکیر بدل دیتی ہے۔ اس لیے تاریخ کے سلسلہ میں ایڈوانس اسٹڈی سے متعلق کتابوں کی بہت ضرورت ہے۔ اُردو میں جو کچھ سیاسی سرمایہ موجود ہے۔ وہ اس قابل نہیں کہ طلبا اس پر اکتفا کر سکیں نہ زیادہ تر تاریخی گوشوں پر روشنی نہیں ڈالی گئی۔ مکتبہ جامعہ لائق مبارک باد ہے کہ وہ ملک کے تاریخی عالموں کی کتابوں کے ترجمے شایع کر کے اُردو خزانہ کو مالا مال کر رہا ہے

"سماجی تبدیلیاں" پروفیسر رام شرن شرما کی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے۔ لائق مصنف نے بڑے اختصار کے ساتھ ان سماجی تبدیلیوں کا ۵۰۰ سے ۱۲۰۰ سنہ عیسوی تذکرہ کیا ہے جو اس عہد میں ہوتی رہیں مصنف نے ہندوستانی سماج کا کوئی ایسا گوشہ نہیں چھوڑا جو بیان کے لائق تھا۔ کتاب کی عبارت اور فٹ نوٹ میں دی گئی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسی کتاب مصنف نے نہیں چھوڑی ہے جسے ہم ضروری سمجھتے ہوں۔

کتاب کی ابتدا میں مصنف نے اس دور کی ان اقتصادی تبدیلیوں کا ذکر کیا ہے جو سماجی تبدیلیاں لانے میں کارفرما رہی ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حکمرانوں نے اراضی اور اراضی کے لگان مذہبی اور غیر مذہبی لوگوں کے حق میں منتقل کیے تھے جس کی وجہ سے سماج میں بہت بڑی بڑی تبدیلیاں پیدا ہوتی رہیں زمینوں کی عطیات جو کہ پجاریوں یا حکام کو ان کی فوجی خدمات کے صلہ میں دیئے جاتے تھے۔ سماجی تبدیلیاں لانے کا بنیادی محرک بنے۔ مصنف کے اس نظریے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا نظریہ ترقی پسندانہ ہے۔ اس موضوع پر روشنی

ڈالتے ہوئے وہ لکھتے ہیں ـــــ " آراضی کے طریقۂ تقسیم سے ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بھی شاہی اختیارات بے جان ہو کر رہ گئے تھے۔ جاگیرداروں کو معاشیاتی اور انتظامی اختیارات سونپنے کے سبب مرکزی حکومت اور جاگیرداروں کے درمیان اقتصادی اور سیاسی تعلقات کا انقطاع ہوا جس کے نتیجہ میں بہت سارے خود مختار معاشی و انتظامی حلقے وجود میں آ گئے۔۔۔۔ ۔۔۔۔ ایک ایسی سماجی طبقاتیت کی صورتِ حال پیدا کر دی جس کی بنیاد اراضی یا دوسری صورت میں لگان کی غیر مساوی تقسیم پر تھی۔"

مصنف نے ان تجارتی اور دستکارانہ پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی جن کی وجہ سے سماج میں تبدیلیاں آتی رہیں جیسے تجارت کا زوال، تاجروں اور کاریگروں کا منتقل ہونا وغیرہ وغیرہ۔ مصنف نے بڑی تفصیل کے ساتھ برہمنوں کی زندگی اور طرزِ فکر پر روشنی ڈالی ہے جو مذہبی اعتبار سے سماجی تبدیلیاں لانے کے سب سے بڑے محرک رہے۔ ایک طرف ہندوستان کے باشندوں کو چار ورنوں (طبقات) میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ تو دوسری طرف زمین کے عطیہ کے سبب نئے سماجی طبقے پیدا ہو گئے تھے۔ ان دونوں کے ٹکراؤ سے مزید طبقات وجود میں آئے۔ اس پہلو کو مصنف نے بڑی تفصیل سے پیش کیا ہے۔ کتاب کے چند اقتباسات حسبِ ذیل ہیں۔

"کایستھوں کے ایک پیشہ ور تعلیم یافتہ فرقہ کی حیثیت سے عروج کے باعث محرروں اور کاتبوں کے عہدوں پر برہمنوں کی اجارہ داری ختم ہو گئی۔۔۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ برہمنوں کی تحریروں میں کایستھوں کا نام کہیں بھی اچھائی سے نہیں دیا گیا۔"

"البیرونی کا بیان ہے کہ وید پڑھنے کے الزام پر شودروں اور ویشیوں کی زبان کاٹ لی جاتی تھی۔"

"عہدِ وسطیٰ کا ابتدائی دور افزائش اور انتشار کا زمانہ تھا۔

موجودہ ورن مختلف جاتوں میں منتقل ہو گئے تھے اور بہت سے نئے قبیلے اور جاتیں ان میں ضم کر لی گئی تھیں۔"

"بیشتر اچھوت جاتیں پسماندہ قبائل سے تعلق رکھتی تھیں جو برہمنی تہذیب کے پھیل جانے سے ہندو سماج میں داخل ہو گئی تھیں۔

"شودر جاتوں کی تعداد میں زبردست اضافہ کا سبب یہ تھا کہ پیشے جاتوں میں تبدیل ہونے لگے۔"

"یہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ وہ مذہبی فرقے جو پیدائش کی بنیاد پر جات کی تفریق مٹانے کے لیے وجود میں آئے تھے خود انھیں کو جات کے نظام نے نگل لیا۔"

"اس موجودہ جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شمالی ہند میں مسلمانوں کی آمد سے قبل سماج میں کچھ اہم تبدیلیاں واقع ہو چکی تھیں۔ آراضی اور فوجی طاقت کی غیر یکساں تقسیم سے جاگیردارانہ مراتب وجود میں آئے۔ یہ مراتب بعض کسی ورن کے تصور کو مد نظر رکھے ہوئے بنے تھے اور یہ عمل خصوصاً اعلیٰ اور تعلیم یافتہ گروہوں میں ہوا۔"

مترجم نے عمدہ ترجمہ کیا ہے لیکن کہیں "انقطاع اور "اغلب" جیسے مشکل الفاظ استعمال کرکے تحریر کو مشکل بنایا ہے۔ طباعت اور کتابت عمدہ ہے۔

نفیس صدیقی

میر سید امیر ماہ بہرائچی

مصنف: معین احمد علوی
ملنے کا پتہ: حفیظ بکڈپو۔ خنجر شہید۔ بہرائچ
قیمت: ۷۵ پیسے

فاضل مصنف کاکوری کے رہنے والے ہیں اور ان کا رشتہ داری کا سلسلہ محسن کاکوروی کے خاندان تک پہنچتا ہے۔ عرصہ سے بہرائچ میں بسلسلۂ ملازمت مقیم ہیں۔ ان کو شروع سے بزرگانِ دین کے حالات معلوم کرنے میں دلچسپی تھی۔ رسالہ

"معارف" میں ان کے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ اور سید امیر ماہ بہرائچی کے متعلق مضامین شایع ہو چکے ہیں۔ آخر الذکر مضمون زیر نظر کتابچہ کی شکل میں شایع کیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے تمام مواد حاصل کرکے سید امیر ماہ صاحب کی سوانح عمری لکھی ہے۔ اور کافی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ بہرائچ اور کاکوری کے کتب خانوں سے خاص طور پر مدد لی ہے۔ فیروز شاہ تغلق کے متعلق مصنف نے پروفیسر خلیق احمد نظامی کی کتاب "سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات کا یہ اقتباس پیش کیا ہے۔

" میر سید امیر ماہ بہرائچ کے مشہور و معروف مشایخ طریقت میں تھے۔ سید علاء الدین المعروف بہ علی جاوری سے بیعت تھی۔ وحدت الوجود کے مختلف مسائل پر رسالہ المطلوب فی العشق المحبوب لکھا تھا۔ فیروز شاہ جب بہرائچ گیا تھا تو ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور "بسیار محبت نیک و گرم برآمد" فیروز شاہ کے ذہن میں مزار (حضرت سید سالار مسعود غازی) سے متعلق کچھ شبہات تھے۔ جن کو امیر ماہ نے رفع کیا۔ عبد الرحمٰن چشتی (مصنف مراۃ الاسرار) کا بیان ہے کہ اس ملاقات کے بعد فیروز شاہ کا دل دنیا کی طرف سے سرد پڑ گیا تھا اور اس نے باقی عمر یاد الٰہی میں کاٹ دی۔ یہ بیان مبالغہ آمیز ضرور ہے لیکن غلط نہیں، بہرائچ کے سفر کے بعد فیروز پر مذہب کا غلبہ ہو گیا تھا۔" (صفحات ۷۵ اور ۸۰) مصنف نے میر سید امیر ماہ بہرائچی کے حالات مختصر طور پر بیان کرنے کے بعد ان کی اولاد و امجاد، ان کا روحانی سلسلہ، ان کی وفات، ان کی تصانیف اور ان کے مزار مبارک کے موضوعات پر روشنی ڈالی ہے اور جگہ جگہ مستند کتابوں سے حوالے دے کر اپنے بیان کو باوزن بنا دیا ہے۔ اس قسم کی معلومات فراہم کرنے کے لیے ایسے کتابچوں کی ہمیشہ ضرورت رہے گی اور مصنف اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں۔

مبشر علی صدیقی

مصر الجدید

مصنف: اے محمد ابراہیم
ناشر: ادارہ ثقافت اسلامیہ
قیمت: پندرہ روپے

یہ قصہ دوسری جنگ عظیم کے دوران کا ہے۔ ۱۹۴۴ء کے اواخر میں مصر جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ شاہ فاروق کا دور تھا۔ میرے قاہرہ پہنچنے کے چند ہی روز بعد ایک برطانوی اخبار میں شاہ فاروق کا ایک انٹرویو شائع ہوا۔ مصری اخبارات نے بھی اس انٹرویو کو "فرمودۂ شاہ" کی حیثیت سے اپنے صفحات میں نمایاں جگہ دی۔ اس انٹرویو کی ایک بات مجھے کبھی نہیں بھولتی۔

"اس جنگ کے بعد دنیا میں کتنے بادشاہ باقی رہیں گے؟ اخبارنویس نے شاہ فاروق سے سوال کیا۔

"صرف پانچ" انھوں نے بے ساختہ جواب دیا
"پانچ کون؟" اخبارنویس نے حیرانی کے ساتھ پوچھا۔
"چار تاش کے" انھوں نے جواب دیا "اور پانچواں برطانیہ کا"

شاہ فاروق نے جب یہ جواب دیا تھا، اس وقت انھیں شاید اس کا احساس نہیں رہا ہوگا کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جن فرماں رواؤں کو ان کی سلطنت سے محروم ہونا پڑے گا، ان میں خود ان کا نام سرفہرست ہوگا اور اس "حادثے" سے انھیں جولائی ۱۹۵۲ء میں دوچار ہونا ہی پڑا۔ اسی "حادثے" کا دوسرا نام انقلابِ مصر ہے۔

فراعین کے دور سے لے کر فاروق کے عہد تک مصر ان گنت انقلابوں سے دوچار ہوا ہے۔ لیکن مصر کا یہ جدید انقلاب بیسویں صدی کی پیداوار ہے۔ اور ان تمام خصوصیات کا حامل ہے، جو بیسویں صدی کے لیے مخصوص ہیں۔ مثلاً کسی نوآبادیاتی ملک کی حکومت کا تختہ الٹ جانے کے بعد انقلاب پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ یہ بات نوآبادیاتی ملکوں کے انقلابوں کے معاملے میں خصوصیت سے کہی

جا سکتی ہے۔ مصر بھی اپنی نام نہاد "آزادی" کے باوجود ہندوستان ہی کی طرح برطانیہ کا نوآبادی تھا۔ اس کا انقلاب بھی آہستہ آہستہ اپنی آخری منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہی محمد ابراہیم صاحب کی کتاب "مصر الجدید" کا بنیادی موضوع ہے۔ مصنف نے اس انقلاب کی تفصیل اور اس کے پس منظر کو اجمال کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش ہے۔

کسی ملک کے بارے میں کامیابی کے ساتھ لکھنے کے لیے دو باتیں ضروری ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ لکھنے والا اس ملک کی زبان سے واقف ہو اور اس ملک کے مصنفین سے نیز اخبارات و رسائل سے استفادہ کرنے کا اہل ہو۔ دوسرے یہ کہ متعلقہ ملک سے اور وہاں کے حالات سے وہ ذاتی واقفیت رکھتا ہو۔ غالباً یہ دونوں باتیں "مصر الجدید" کے مصنف کی دسترس سے باہر تھیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ کتابیات میں ہیکل کی (CAIRO DOCUMENTS) کے علاوہ کسی عرب یا مصری مصنف کا نام نظر نہیں آتا۔ انگریزی میں بھی بیسویں صدی کے مصر پر مصریوں نے متعدد کتابیں لکھیں ہیں۔

کتاب کے تیرھویں باب میں مصنف نے "سیاسی تاریخ" کے عنوان سے مصر کی جدید تاریخ کا جو پس منظر بیان کیا ہے وہ تشنہ اور ناقص ہے۔ مثلاً وفد پارٹی کو، یا اس کے سربراہ نحاس پاشا کو "انگریز نواز" گردانا صحیح نہیں ہے۔ مصر میں وفد پارٹی کی وہی سیاست تھی جو ہندوستان میں انڈین نیشنل کانگرس کی تھی۔ دونوں میں قریبی مماثلت ہی نہیں تھی، دونوں پارٹیاں ایک دوسرے سے عملاً بھی قریب تھیں۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کا تعاون بھی حاصل تھا۔ اس کا سلسلہ ۱۹۲۰ء سے شروع ہوا تھا۔ مصر میں سب سے بڑے "انگریز نواز" تو خود فاروق تھے۔ لیکن دوسری جنگِ عظیم کے دوران جب اٹلی کی فوجیں مصر کے ریگستانی علاقوں میں تیزی سے بڑھنے لگیں اور فاروق کو اس کا اندیشہ ہوا کہ پورے مصر پر محوری طاقتوں کا قبضہ ہو جائے گا تو فاروق اور ان کے اس وقت کے وزیرِ اعظم علی ماہر پاشا

نے اتحادیوں کی طرف سے اپنا رویہ بدل دیا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ ایک دن صبح تڑکے برطانوی ٹینکوں نے فاروق کے قصر العابدین کا محاصرہ کر کے علی ماہر کو برطرف کرنے اور ان کی جگہ پر نحاس کو وزیر اعظم بنانے پر مجبور کر دیا۔ جو انگریزوں کا حلیف نہیں حریف رہا تھا۔ بعض واقف حال مصریوں کا خیال تھا کہ جیسے برطانوی سنگینوں نے فاروق کو علی ماہر کو برطرف کرنے پر مجبور کیا تھا۔ ان ہی سنگینوں نے نحاس کو یہ عہدہ قبول کرنے پر مجبور کیا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ جنگ ختم ہوتے ہی فاروق نے انگریزوں ہی کے ایما سے نحاس کو برطرف کر دیا۔

اردو میں قدیم یا جدید مصر پر اب تک کوئی جامع کتاب نہیں لکھی گئی ہے، اس اعتبار سے محمد ابراہیم صاحب کی "مصر الجدید" ایک اہم خلا کو پر کرتی ہے۔ کتاب کے آخر میں آخذ کی جو فہرست درج ہے۔ وہ مصنف کے وسعتِ مطالعہ کی نشان دہی کرتی ہے۔ تصاویر کے اضافے نے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے۔

عتیق صدیقی

کلیاں اور کانٹے

مصنف: ملک ہندی
قیمت: دو روپے
ملنے کا پتہ: پروانہ بک ڈپو۔ بازار جوگی پورہ بدایوں

بدایوں کی سرزمین نے کچھ ایسے ادیب و انشا پرداز بھی پیدا کیے ہیں۔ جو اپنے اصل نام سے منظر عام پر آنا نہیں چاہتے۔ ان میں سب سے اہم میر محفوظ علی بدایونی ہیں۔ جنھوں نے ایک دو نہیں چند فرضی ناموں سے مضامین لکھے۔ لیکن ان کے طرزِ نگارش سے لوگ ان کو پہچان لیتے تھے۔ ان کا ایک مضمون کسی رسالہ میں پڑھ کر سید سلیمان ندوی نے ان کو ایک خط میں لکھا تھا۔ "بھائی صاحب، آپ لاکھ نقاب لگا کر سامنے آئیں مگر ہم نے پہچان لیا کہ یہ مضمون سید محفوظ علی بدایونی کا ہے۔" میر صاحب تو مزاح و طنز نگار تھے جو نہ کرتے تھوڑا تھا۔ لیکن خدا جانے ضیاء علی اشرفی کو کیا سوجھی کہ یہ مختلف رسائل میں مختصر افسانے

"ملک ہندی" کے نام سے لکھتے رہے اور اب افسانوں کا مجموعہ "کلیاں اور کانٹے" کے نام سے شائع کیا ہے۔

مختصر افسانے کی عمر اردو ادب میں کچھ زیادہ نہیں۔ انگریزی ادب کے بڑھتے ہوئے اثرات کے ساتھ یہ اردو ادب میں داخل ہوا اور دیکھتے دیکھتے دوسری اصناف پر چھا گیا۔ مختصر افسانہ ہماری موجودہ سیمابی زندگی کی پیداوار ہے۔ اور اب "منی افسانے" لکھے جانے لگے ہیں۔ مختصر افسانے کی ایک کامیاب مثال ذیل کا امریکی افسانہ ہے جو باوجود انتہائی مختصر ہونے کے اپنی جگہ پر نہایت مکمل ہے۔

"...... اچھا تو آپ بھوتوں کے قائل نہیں" چلتی ہوئی گاڑی کے ایک ڈبہ میں ایک مسافر نے دوسرے مسافر سے کہا۔

"جی نہیں — قطعی نہیں۔" دوسرے مسافر نے جواب دیا۔

"واقعی۔" اور یہ کہہ کر دوسرا مسافر غائب ہو گیا۔

زیر نظر مجموعہ میں ملک ہندی صاحب کے دس افسانے اس ترتیب سے ہیں۔

(۱) سکے (۲) پاگل (۳) تقدیر (۴) انتقام (۵) پیغام (۶) نیرنگیٔ حیات (۷) خواب (۸) تصادم (۹) کلہاڑی (۱۰) انجام۔

ملک ہندی اپنے افسانوں کا مواد روزمرہ کی زندگی کے معمولی واقعات سے لیتے ہیں لیکن ان معمولی واقعات میں سیلاب، آتش زنی اور زلزلہ سبھی کچھ شامل ہیں۔ وہ تو یہ تقدیر کے قائل ہیں۔ لیکن اپنے کرداروں کو تدبیر کرنے سے باز نہیں رکھتے۔ گاؤں کی کھلی فضا، وہاں کے سیدھے سادے کسان اور مزدور اور ان کا روزانہ کا کام یعنی کھیتی باڑی کا پیشہ ہمیں ان افسانوں میں جا بجا بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح نظر آئے گا۔ شہری زندگی کے مرقعے بھی ملتے ہیں وہ رمزیت اور اشاریت کا استعمال نہیں کرتے یا بہت کم کرتے ہیں بلکہ اپنی بات کو سیدھے طریقے اور سیدھی زبان میں کہنے کے عادی ہیں۔ ان کے

افسانے بہت کم وقت میں پڑھے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان کے کردار پڑھنے والے کے دماغ پر اپنا دائمی اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ اور یہی ان کی فن کارانہ پختگی کی دلیل ہے۔ افسانہ "سکے" کا اختتام ملاحظہ فرمایئے۔

"یونہی طرح دن گزرتے رہے۔ اس دوران میں خدا بخش کا بھی انتقال ہوگیا۔ اس کے مرنے کے تھوڑے دن بعد اس کی بیوی بھی چل بسی۔ فاطمہ کی دلداری کرنے والا جیب کوئی نہ رہا اور وہ اکیلی رہ گئی تو رحیم اسے اپنے گھر لے آیا۔ حالانکہ اس کی داڑھی اب تل چاول ہو چکی تھی اور فاطمہ کے چہرے پر بھی جھریاں نمودار تھیں مگر وہ دونوں ساتھ ساتھ رہ رہے تھے —— سرخاب کے جوڑے کی مانند چنبیلی کی بیل کی طرح جو کسی آم کے درخت سے لپٹ کر رہ گئی ہو" (صفحہ ۲۲)

مکالمہ نگاری کا انداز دیکھیے :-

"اجنبی کے چہرے پر ایسی حسرت آمیز مسکراہٹ تھی جس پر سیکڑوں المیہ داستانیں نثار ہو رہی تھیں۔ اس نے اپنی گھنی داڑھی اور سر کے اُلجھے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "تم نے شاید مجھے پہچانا نہیں۔" میں اس کے چہرے کو بغور دیکھ کر خاموش ہوگیا جس کا مطلب اظہار معذرت تھا۔ اس نے پھر کہا۔

"تم ۱۹۳۲ء میں انٹرمیجیٹ میں تھے؟"

"جی —— اور آپ ——؟"

"میں اس سال ایم۔ اے فائنل میں تھا۔"

میں بڑے تعجب سے اس کو دیکھنے لگا۔

"آپ ایم۔ اے فائنل میں تھے —!"

"جی ہاں میں ایم۔ اے فائنل میں تھا۔ آپ مجھے بھول گئے شاید۔ میں ابھی یاد دلاتا ہوں۔ دیکھیے ممتاز ہوسٹل میں آپ بھی رہتے تھے میں بھی"

کتاب کا پیش لفظ گوپی چند نارنگ نے لکھا ہے اور متعدد ادیبوں کی آرا بھی
ان افسانوں کے متعلق کتاب میں درج ہیں۔ غرض کہ "کلیاں اور کانٹے" ہمارے
مختصر افسانوں کے مجموعوں میں ایک اچھا اضافہ ہے۔ (مبشر علی صدیقی)

مصنف: عتیق صدیقی

یادوں کے سائے

ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

قیمت: اٹھارہ روپے

دوسری جنگ عظیم کے دوران مشرق وسطیٰ کے بعض ممالک خاص طور سے مصر،
عراق اور ایران، اتحادیوں کی ان سرگرمیوں کا مرکز تھے۔ جن کا تعلق ہندوستان کی
سیاست اور ہندوستان کی جنگ آزادی سے براہ راست تھا۔ عتیق صدیقی کو اپریل
۱۹۴۳ء سے مارچ ۱۹۴۷ء تک انھیں ملکوں میں رہنے کا اتفاق ہوا تھا۔
"یادوں کے سائے" اس دوران میں ہونے والے سیاسی ڈرامے کا پورا تاثر
ہے۔ عتیق صاحب ایک تماشائی کی حیثیت سے ڈرامے میں داخل ہوتے ہیں لیکن
آہستہ آہستہ ایک موثر کردار کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ "ہندوستانی اخبار نویسی
اور گلکرسٹ اور اس کا عہد" کے مصنف کو اہل اردو صف اول کے محقق کی
حیثیت سے جانتے ہیں لیکن ان کا یہ روپ پہلی بار سامنے آیا ہے۔

عتیق صاحب ایک باشعور، ذہین اور حساس انسان ہیں۔ اس لیے وہ
اتحادیوں اور ہندوستان کی سیاست سے بخوبی واقف تھے۔ اس کے
علاوہ مشرق وسطیٰ میں جب تک ان کا قیام رہا۔ وہ ریڈیو یا اخبار سے
منسلک رہے۔ آخری دنوں میں انھوں نے کچھ دنوں کے لیے عرب لیگ میں
ملازمت کی تھی۔ اس لیے وہ اس عہد کی سیاست پر انتہائی معروضی انداز میں
تبصرہ کرتے ہیں۔ شملہ کانفرنس، پنڈت نہرو، جناح صاحب اور آغا خاں
کے بارے میں ان کے تاثرات قابل قدر ہیں۔

دوسری جنگ عظیم نے مشرق وسطیٰ کے ملکوں کی سیاسی، تہذیبی اور سماجی زندگی کو متاثر کیا تھا۔ اس کے بہت واضح نقوش "یادوں کے سائے" میں ملتے ہیں۔ عتیق صاحب نے ان ملکوں کی تہذیبی زندگی پر خاصی روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً ایک صاحب کی منگنی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس موقعہ پر رقص اور حشیش کے استعمال کا جس طرح ذکر کیا ہے۔ وہ ہماری معلومات میں اضافہ ہے۔ اس طرح عروس النیل کے تہوار پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ اور ایسے بہت سے واقعات بیان کیے ہیں۔ جن سے عربوں اور ایرانیوں کی نفسیات سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس دو سال کے عرصے میں عتیق صاحب کا بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑا۔ جن میں سے بیشتر کا ذکر اس رپورتاژ میں کیا گیا ہے۔ عتیق صاحب کو فن خاکہ نگاری پر خاصا عبور ہے۔ وہ مختصر الفاظ میں اشخاص کا تعارف کراتے ہیں۔ مگر یہ مختصر الفاظ اس شخصیت کے بارے میں عتیق صاحب کے تاثر کی مکمل عکاسی کر دیتے ہیں۔

اس رپورتاژ میں کیپٹن مریم اور جولیا کا بہت مختصر ذکر ہے۔ لیکن یہ دونوں شخصیتیں اور خاص طور سے کیپٹن مریم کی شخصیت ہمارے ذہن پر ایک دائمی نقش چھوڑ جاتی ہے۔ ان دونوں سے عتیق صاحب کا وہی رشتہ ہے۔ جو ایک سنجیدہ، تعلیم یافتہ اور حساس نوجوان کا کسی حسینہ سے ہو سکتا ہے کیپٹن مریم سے عتیق صاحب کے تعلقات اس حد تک تھے کہ عتیق صاحب اور مریم ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور جب کچھ لوگوں کی آمد کی خبر ملتی ہے تو مریم کو "اپنا سکرٹ درست کرنے اور ہٹ کے بیٹھنے" کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس کے باوجود عتیق صاحب نے یہ پورا واقعہ بلکہ عشقیہ داستان محتاط اور مہذب الفاظ میں سنائی ہے۔

یہ مشہور ہے کہ نگار میں جو مضامین "ادارے" کے نام سے شائع ہوتے تھے اور جن کے متعلق اس زمانے میں لوگوں کا یقین تھا کہ وہ

نیاز فتحپوری کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ چار آنے اور زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے فی صفحہ کی اُجرت پر لکھوائے جاتے تھے۔ اس کتاب سے معلوم ہوا کہ کچھ دنوں تک عتیق صاحب بھی نگار کے لیے اجرت پر لکھنے والوں میں شامل رہے ہیں۔

عتیق صاحب کی نثر بہت شگفتہ اور دلآویز ہے۔ وہ محقق ہیں، ادیب اور صحافی ہیں۔ مدتوں انھوں نے ریڈیو اور اخبار میں کام کیا ہے۔ اس لیے ہر لفظ کو ناپ تول کر اختصار کے ساتھ اپنی بات کہتے ہیں۔ محقق کی طرح محتاط رہتے ہیں، ادیب کی حیثیت سے نثر میں شگفتگی پیدا کرتے ہیں اور صحافی اور ریڈیو کے فن کار کی حیثیت سے صرف ان الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں جو سادہ ہوں سہل ہوں اور جن کی مدد سے بات زیادہ موثر اور دل نشین ہو سکے۔

"یادوں کے سائے" میں بہت سے ایسے فقرے ہیں جو پڑھنے والے کے ذہن پر نقش ہو جاتے ہیں۔ مثلاً "ذہانت اگر زیادہ بڑھ جائے تو اس کے ڈانڈے حماقت سے مل جاتے ہیں۔" مصر میں ایک خاتون سے گفتگو کے دوران یہ فقرہ ملاحظہ ہو: "مصر میں اکثر زلیخائیں کسی یوسف کو اسی لیے خریدتی ہیں کہ وہ خود اس کے ہاتھوں تک جائیں" یا "اُردو کا بگڑا ہوا خط خود بخود عربی بن جاتا ہے۔" کمیونسٹ مردوں سے زیادہ کمیونسٹ عورتیں "ڈائی لکٹی کل میٹریالزم" اپنے اوپر طاری کر لیتی ہیں!"

"یادوں کے سائے" اردو کی رپورتاژی ادب میں ایک اہم اضافہ ہے۔ کتاب بہت خوبصورت اور صاف ستھری چھپی ہے۔ مکتبہ جامعہ کی روایت کے مطابق ہے۔

(خلیق انجم)

قول و قسم

شاعر: حفیظ بنارسی

ناشر: فردوس پبلیکیشنز، بیت العلم گلی محلہ

قیمت: ۱۲ روپے

اُردو شاعری کی دنیا میں حفیظ بنارسی محتاج تعارف نہیں رہے۔ مشاعروں

اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ انھوں نے اپنی ذات اور اپنے کلام سے ایک وسیع حلقے کو متعارف کرادیا "درخشاں" اور "بادۂ عرفان" کے بعد "قول و قسم" ان کا تیسرا مجموعۂ کلام ہے جس میں ان کی ۴۳ نظمیں شامل ہیں اور یہ تمام نظمیں قومی اور وطنی ہیں۔

حفیظ بنارسی کی محبوب صنفِ سخن اگرچہ غزل ہے اور بقول خود بڑی حد تک ان کی شہرت اور مقبولیت کا باعث بھی وہی ہے مگر اس مجموعۂ کلام کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ نظموں سے بھی ان کی دلچسپی کچھ کم نہیں ہے۔ انھوں نے مختلف دور میں مختلف موضوعات پر کافی نظمیں لکھی ہیں۔

"آغازِ سخن" میں وہ لکھتے ہیں میں نے اپنی شاعری کا آغاز دراصل نظم گوئی ہی سے کیا تھا۔ شروع میں کچھ عشقیہ اور رومانی اشعار کہے تھے۔ مگر میری پہلی شعری تخلیق جسے مکمل کہہ سکوں ایک قومی نظم ہی تھی۔ جو میں نے آزادیٔ وطن کے بعد کہی تھی "قول و قسم" کی اشاعت اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ اس پہلی شعری تخلیق کے بعد سے حفیظ بنارسی نے بیشتر قومی تحریکات، واقعات اور حادثات سے متاثر ہو کر ان پر نظم کہنا قومی فرض سمجھا ہے۔ لیکن ان کی تمام تر نظمیں ہنگامی نہیں ہیں، بلکہ حب الوطنی اور قومی یکجہتی جیسے ہمہ گیر اور دائمی موضوعات نے بھی ان کی نظموں میں بکثرت جگہ پائی ہے اور ان نظموں کی اہمیت کسی صورت میں کم نہیں ہوگی۔

شاعر سیاست کا شعور رکھتا ہوا ور سیاسی طور پر بیدار ہو تو اس کے جذبات میں اخلاص اور اس کی بات میں ایک وزن پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ شاعر جو سیاسی شعور نہیں رکھتے یا کسی نقطۂ نظر کے بغیر شعر کہتے ہیں ان کی شاعری میں نہ وہ درد ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اثر جو ایسی شاعری کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ جو حفیظ بنارسی کے اس مجموعہ کلام میں موجود ہے۔ شاعر جو کو شاعری بناتا ہے تو کوئی نہ کوئی نظریہ قبول کرنا پڑے گا ــــ خوشی کی بات ہے کہ حفیظ بنارسی کی نظموں میں

درد، تڑپ اور اثر بدرجہ اتم موجود ہے۔" ان کا کلام وطن دوستی کے جذبے سے معمور ہے اور اس میں ہندوستانیت کے عناصر کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔" ڈاکٹر طلحہ رضوی برق کے ارشاد کے مطابق " حفیظ بنارسی کی ان نظموں میں اپنے دیس کی سوندھی مٹی کی مہک، صبح بنارس کی دلفریب رعنائی اور شام اودھ کا کیف آگیں سلونا پن ہے۔ ان کی نظر مقامی اور نظریہ آفاقی ہے۔"

مختلف شعرا کی وطنی اور قومی نظمیں اکثر نظر سے گزرتی رہتی ہیں لیکن ایک شاعر کی ۴۴ قومی نظموں کا مجموعہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ جذبات کی صداقت اور اظہار کی قدرت " قول و قسم " کی تمام نظموں کی نمایاں خصوصیت ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں بہار اکیڈمی، پٹنہ نے اپنے اشاعتی پروگرام کے تحت مالی تعاون کیا ہے۔ غالباً اسی لیے اس کتاب کی ظاہری شکل و صورت بھی خاصی دیدہ زیب ہے۔ گرد پوش خوبصورت، کتابت و طباعت نفیس اور کاغذ عمدہ۔ اس کے لیے حفیظ بنارسی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

(شکیل اختر فاروقی)

میں
(ناول)

مصنف: ہری نرائن آپٹے
مترجم: کشور سلطان
ناشر: نیشنل بک ٹرسٹ۔ انڈیا۔ نئی دہلی
قیمت: نو روپے

ہری نرائن آپٹے کو جدید مراٹھی ناول میں نئی لہر پیدا کرنے کا شرف حاصل ہے۔ انھوں نے بائیس ناول، کہانیوں کے چار مجموعے، آٹھ ڈرامے اور کچھ تنقیدی مضامین شائع کیے۔ ان کا اپنا ذاتی اخبار " کرم نک " مہاراشٹر کے مقبول ترین اخبارات میں شمار ہوتا تھا۔ زیر تبصرہ ناول بھی ان کے ہفتہ وار اخبار میں ۱۸۹۳ء سے ۱۸۹۵ء تک قسط وار شائع ہوا۔ بعد میں یہ ۱۹۱۲ء میں کتابی شکل میں زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

ہری نرائن کے ناولوں میں مہاراشٹر کے تعلیم یافتہ متوسط طبقے کی کردار نگاری کا عنصر زیادہ غالب ہے پہلی جنگ عظیم میں ہندوستانی فوجیوں نے جس شجاعت کا ثبوت دیا، وہ آج تاریخ کا جزو لاینفک بن چکا ہے۔ قومی رہنماؤں کے انقلابی نظریات نے ایک عام شہری کے ذہن و مزاج میں انقلاب برپا کر دیا اور جنگ آزادی میں کچھ اور تیزی نظر آنے لگی۔ عوام انگریزی سامراجیت اور استبداد کے زبردست مخالف ہونے لگے اور ان کے اندر جذبۂ قومی و خودداری پہلے سے زیادہ بھرپور اور توانا ہو گیا۔ آپٹے کے ناولوں میں اس عہد کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات کی عکاسی ہونا فطری تھا۔ ان کے کردار متحرک، جان دار اور حقیقی معلوم ہوتے ہیں۔

" میں " مصنف کی خود نوشت ہے جو ناول کی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار بھاؤ آنند خود ہی اپنی کہانی بیان کرتا ہے۔ ہری بھاؤ، جس کی زندگی ابتدا میں معاشی زبوں حالی کا مقابلہ کرنے میں گذرتی ہے۔ آگے چل کر ایک مصلح اور اعلیٰ تعلیم یافتہ کردار کے روپ میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ وہ ایک آدرش وادی اور انسانیت پرست کردار ہے جس کی کردار سازی میں شیورام پنت کو بے حد دخل ہے۔ انگریزی عہد میں ہندوستانیوں کے جذبۂ حب الوطنی کو بیدار کرنے، تعلیمی ذوق کو عام کرنے اور اپنے مشن کو کامیاب بنانے کے لیے آخری دم تک برہم چاری رہنے کا عہد کر کے بھاؤ آنند اپنی زندگی کی تمام خوشیوں کو تیاگ کر خدمتِ قوم کا بیڑا اٹھاتا ہے

پورے ناول میں کہیں بھی رومانی پہلو کا شائبہ تک نہیں ہے یہ حیرت انگیز ہے۔ حالاں کہ ناول کا ایک کردار سندری بھی ہے جو بھاؤ آنند کے ساتھ اصلاحی کاموں میں شروع سے آخر تک پیش پیش رہتی ہے۔

ہیرو کی اچانک موت سے قاری کو دھکا پہنچتا ہے۔ کیونکہ بھاؤ سے بھاؤ آنند بننے کے دوران اس کی زندگی بے داغ اور معصومانہ ہے۔ اور

"اس کی زندگی ایک پھول کی مانند اپنی پنکھڑیاں کھولتی ہے اور رفتہ رفتہ اپنا حسن بکھیرتی ہے۔"

ناول کے دوسرے کردار تائی، روجی، بھاؤ کی ماں، سندری اور تائی بھی کافی جان دار ہیں لیکن سنجیدگی، خلوص، جمالیات، تعلیمی شوق اور وسعت قلب و نظر کی حسین آمیزش صرف ہری بھاؤ آنند کے کردار میں نظر آتی ہے۔

ترجمہ کا فن ایک مشکل فن ہے۔ اس ناول کا مترجم نے ترجمہ کو صرف لغوی ترجمہ تک محدود رکھا ہے کیونکہ اس میں اردو زبان کی جمالیاتی شگفتگی اور بےساختگی کا فقدان ہے۔

سید نظر برنی

ایٹم کی کہانی

مصنف: اندرجیت لال

ناشر: سلوچنا پرکاشن۔ ۴۷۹۳۔ نمک پھاٹک حوض قاضی دہلی ۶

قیمت: پانچ روپے

سائنس کو آسان پیرائے میں عوام تک پہنچانا صرف آگاہی پھیلانا نہیں۔ سائنسی مزاج کی تشکیل کرنا بھی ہے اُردو میں اس طرح کی کاوشوں کی ضرورت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ یہ بڑی حد تک صرف شعر و افسانہ کی زبان بنتی جا رہی ہے۔ حالیہ مدّت میں ہندوستان نے دو عہد ساز سائنسی تجربے کیے ہیں۔ ایٹمی دھماکے کے ذریعہ اس نے ایٹم کو اور مصنوعی سیارہ چھوڑ کر خلائی سائنس کو پرامن مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں کے مقابلے میں یہ تجربے شاید زیادہ وقیع نہ سمجھے جائیں۔ لیکن ہندوستان کے محدود وسائل اور مستقبل کے عزائم کے پیش نظر انھیں حقیر بھی نہیں سمجھنا چاہیے۔ ان کارناموں سے عوام کو ذرا تفصیل کے ساتھ روشناس کرانا ان میں خود اعتمادی، سائنسی تجسس اور سائنسی مزاج پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس سلسلے میں اندرجیت لال کی کتاب ایٹم کی کہانی اُردو کے سائنسی ادب میں پذیرائی کے قابل اضافہ ہے۔ اس مختصر

سی تعارفی کتاب میں مصنف نے ایٹم کے تصور کی تاریخ تباہ کن ہتھیاروں میں ایٹم کا رول۔ ریڈیائی تابکاری کی امکانی برکتیں۔ ہندوستان میں نیوکلر سائنس کی پیش رفت اور پہلا دھماکہ سب کو سمو لیا ہے۔ انداز بیان سلیس ہے۔ غیر ضروری تکنیکی اصطلاحوں اور فارمولوں سے دامن بچایا گیا ہے۔ لیکن (شاید اردو داں طبقے کے مزاج کے پیش نظر) مصنف جابجا اشعار کی پیوندکاری کی ترغیب سے نہیں بچ سکے ہیں کہیں کہیں (شکر ہے کہ صرف کہیں کہیں) بیان میں الجھاؤ بھی رہ گیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں "یہی اصول ہے جس کی بنا پر ایٹم نے ایک دن جنم لیا"، جب کہ مصنف یہ کہنا چاہتے تھے کہ "ایٹم کے تصور نے ایک دن جنم لیا" یا "یہ شعاعیں...... طبعی طور پر تبدیلی نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں "طبعی" کی بجائے "طبیعی" ہونا چاہیے تھا۔ بہرحال مجموعی اعتبار سے کتاب صاف ستھری چھپی ہے اور یہ ایک مفید اور معلوماتی کاوش ہے اور یہ اس قابل ہے کہ ثانوی سطح تعلیم کے لیے اسے اضافی درسی مواد میں شمار کیا جائے۔ اُردو کے سائنسی ادب میں یہ کتاب ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

جلیس عابدی

سینک سماچار

سالنامہ ۷۵ء

اڈیٹران اُردو

چندر موہن لامبہ، راشد سہسوانی

پریم پال اشک

قیمت: دو روپئے

مسلح افواج کا یہ باتصویر ہفت روزہ جو ہندی، گورکھالی، مراٹھی، پنجابی، انگریزی، تیلگو، تامل، ملیالم اور بنگالی زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں بھی شایع ہوتا ہے۔ اپنی روایتی لوازمات اور طمطراق کے ساتھ جلوہ گر ہو گیا ہے۔ یہ سالنامہ معنوی اور صوری اعتبار سے بھرپور اور معیاری ہے۔ اس میں بیشتر مضامین مطبوعہ ہیں لیکن ضرورت اور موضوع کے لحاظ سے ان کی اشاعت

کا جواز موجود ہے۔ پہلے حصّے میں نائب صدر جمہوریہ کے مضمون "سماجی نابرابری فرسودہ ہو چکی ہے" میں سماج کے پسماندہ طبقوں کو اونچا اٹھانے پر زور دیا گیا ہے نائب وزیر دفاع شری پٹنائیک کے مضمون میں نوجوانوں کی آبادکاری کے مسئلہ پر ٹھوس اور بنیادی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ سابق ایڈمرل ایس کے چٹرجی نے اپنے تاثرات میں ہندوستانی بحریہ کے ابتدائی اور وسطی زمانے کے حالات بڑے دلچسپ اور دل آویز ڈھنگ سے بیان کیے ہیں۔

۱۹۷۵ء خواتین کا بین الاقوامی سال ہے اس لیے سالنامہ میں خواتین کے متعلق دو مقالوں کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ شریمتی لکشمی این مینن نے اپنے مضمون "قومی تحریک میں خواتین کا حصّہ" کے تحت ہندوستانی خواتین کی ان خدمات کو سراہا ہے جو انھوں نے ملک و قوم کی فلاح و بہبود کی خاطر جنگ آزادی کے دوران انجام دی تھیں۔ ڈاکٹر وینا موزمدار نے مضمون بعنوان "بھارت میں خواتین کا مرتبہ" میں خواتین کے عملی کارناموں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تیسرا حصّہ ہندوستانی افواج کے مختلف شعبوں کے تعارف اور ان کے دائرہ عمل کے لیے وقف ہے۔ بی ادنیال کا مضمون "آئی این ایس دہلی - بحیرۂ عرب کی لہروں پر" اور "آئی این ایس انڈیا" (مصنفہ کیتھ فلوری) میں بحری بیڑہ کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی حصّہ میں ڈی ایس مہتہ کا "معذور لوگوں کے لیے امید اور مسرت کی کرن"، ایس پی مینچ کا "بھارت الیکٹرانکس لمیٹڈ" اور "مغربی سیکٹر میں آئر ڈیفنس" (مصنفہ [illegible] لیفٹیننٹ جے سی ملک) بھی شامل ہیں جو کافی معلومات افزا اور دلکش مضامین ہیں۔

پانچواں حصّہ ادبی مضامین اور نظموں کے لیے وقف ہے۔ سعادت نظیر کے مضمون "جدید اردو نثر میں ظرافت" تشنہ رہ گیا ہے۔ انھوں نے صرف چند نثر نگاروں کا ذکر کیا ہے۔ طنزگو اور مزاح نگار شعرا کے ذکر کے لیے چند

سطروں کا مجمل ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ گوپی ناتھ امن کا مضمون "صوفی سنت۔ یک جہتی کی بنیاد" عالمانہ اور بہترین مثالوں سے آراستہ ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کا مقالہ جنگ آزادی میں اردو صحافت کے رول پر ہمہ جہت روشنی ڈالتا ہے جس میں متن کی وسعت کے علاوہ اسلوب کی شگفتگی اور شادابی قارئین کی توجہ کا مرکز ہے۔ دوارکاداس شعلہ نے اپنے مضمون میں بیرسٹر نورالدین احمد کی زندگی کے بعض ایسے تاریک گوشے منور کیے ہیں جو دہلی کی تہذیب کی نمائندہ شخصیت کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

م۔ک۔ مہتاب کی کہانی "پاروتی" اور گوبند چندن کی کہانی "ایک اور سفر" دلچسپ کہانیاں ہیں جن میں پلاٹ گٹھا ہوا اور کردار نگاری کے تمام جوہر پوشیدہ ہیں۔

منظومات کے حصے میں سرشار بلند کا گیت اور پریم وار برٹنی کی نظم "سرخ گلاب کی بیٹی" قارئین کی توجہ کی طالب ہیں۔

سالنامہ میں تصاویر کا انتخاب اور ان کے (Captions) بہت عمدہ اور دل کش ہیں مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ "سینک سماچار" کے مدیروں کی یہ کاوش ہماری مبارکباد اور تحسین کی مستحق ہے۔ (سید نظر برنی)

بقیہ میرانیس کی شاگردی صفحہ ۱

بزرگوں کا نقالچی نہیں۔ فارغ کے لیے میں نے اظہار حقیقت کیا ہے۔ مندرجہ سطور سے جس کی فی الجملہ تائید ہو سکتی ہے۔

میں ایک معروف، بیمار، اور بوڑھا آدمی ہوں مجھے افسوس ہے کہ جناب مرزا جعفر حسین کی خدمت کرنے کا وقت اب مجھے نہ مل سکے گا۔

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی تازہ پیشکش

غالب اور شاہان تیموریہ
مصنف ڈاکٹر خلیق انجم

اردو کے مشہور نوجوان محقق ڈاکٹر خلیق انجم نے اکبر شاہ ثانی، بہادر شاہ ظفر، شہزادگان تیموریہ، نواب زینت محل اور ذوق سے غالب کے تعلقات کا تواریخی شواہد کی روشنی میں مطالعہ کیا ہے۔ اس مطالعے سے غالب کی شخصیت اور سیرت کے دو اہم پہلو اجاگر ہوتے ہیں جو ان کے فن کو سمجھنے کے لیے بہت ضروری ہیں۔ قیمت: ۹/۵۰

ہوا کے دوش پر
غلام ربانی تاباں

یہ کتاب جناب تاباں کی ان ریڈیائی تقریروں اور خاکوں پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً دہلی ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوتے رہے ہیں۔ ان تقریروں سے ان پرانے شاعروں اور ادیبوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جن کو لوگ بھولتے جا رہے تھے۔ طالب علموں کے لیے نہایت کارآمد کتاب ہے۔

قیمت: ۵/۵۰

ارکانِ ثلاثہ
(جدید ترکی ادب کے)
ضیاء الحسن فاروقی

اس کتاب میں ترکی کو نیا اسلوب اور حرارت بخشنے والے قومی ادب کے "ارکانِ ثلاثہ" ابراہیم شناسی، کمال محمد نامق اور ضیا پاشا کے حالات اور فن پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ انھیں حضرات نے ترکی ادب کو اس قابل بنایا کہ اس کے ذریعے مغرب کے جدید خیالات و افکار زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکیں۔

قیمت: ۴/۰

ہندوستان ہمارا (اردو زبان کی قومی نظموں کا انتخاب)
مرتب: جاں نثار اختر

اردو کے اصنافِ سخن پر اگر ہم ابتدا سے لے کر آج تک ایک غائر نظر ڈالیں تو ہم اس نتیجے پر آسانی سے پہنچ جائیں گے کہ وہ غزل ہو یا نظم، مثنوی یا قصیدہ، حتیٰ کہ مرثیوں تک میں مشترکہ ہندوستانی تہذیب سمائی ہوئی ہے۔ اس کا ثبوت زیر نظر کتاب سے مل سکتا ہے۔

قیمت: ہر دو حصہ - بیس روپے

نیشنل بک ٹرسٹ آف انڈیا کی تازہ مطبوعات

میلا آنچل — پھنیشور ناتھ "رینو" — مترجم: سلمیٰ صدیقی

یہ ہے میلا آنچل۔ ایک ناول، مقامی رنگ لیے ہوئے۔ اس میں پھول بھی ہیں کانٹے بھی دھول بھی ہے، گلال بھی کیچڑ بھی، چندن بھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناول نگاروں میں سے کسی سے بھی دامن بچا کر نکل نہیں پاتا۔ میلا آنچل عالمی ناول کہا جا سکتا ہے۔ قیمت: ۱۸/۷۵

راگ درباری — شری لال شکلا — مترجم: راشد شہسوانی

"راگ درباری" کو ہندی میں بامقصد طنز نگاری کی شروعات کہا گیا ہے۔ یہ کسی طرح بھی کلاسکی ناول سے کم نہیں ہے۔ ایک مختلف طرز کے پلاٹ ایک نئی تجرباتی ٹیکنیک، اور زبان و بیان کی خوبیوں سے بھرپور ناول۔ قیمت: ۱۵/۵۰

چک ویر راجندر — شری نواس — مترجم: راشد شہسوانی

اس ناول میں ویرتا، چین بسوا، حیدر علی، ماڈی، کرشنا راج، بھنیا وغیرہ کے تاریخی کردار ہیں۔ بہرطور اور میسور کا عروج و زوال تاریخ سے مطابقت رکھتا ہے۔ شری نواس کا طرز تحریر ناول نگاری میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ قیمت: ۲۲/۵۰

بچوں کے لیے حسین کتابیں

ذاکر صاحب کی کہانی — سیدہ خورشید عالم

ڈاکٹر ذاکر حسین کی یہ کہانی دلچسپ بھی ہے اور معلوماتی بھی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ کہانی کسی اور کی نہیں انھیں کی صاحبزادی کی لکھی ہوئی ہے۔

قیمت: ۶/۵۰

الطاف حسین حالی — صالحہ عابد حسین

صالحہ عابد حسین حالی کے خاندان ہی کی ایک فرد ہیں۔ ظاہر ہے حالی کی سوانح ان سے اچھی کون لکھ سکتا ہے۔ پھر صالحہ عابد حسین کو بچوں کے لیے لکھنے کا تجربہ بھی ہے۔

قیمت: ۹/۵۰

تقسیم کار:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵، دہلی ۶، بمبئی ۳، علی گڑھ ۲

نئی مطبوعات

یاد اقبال		مرتبہ خواجہ عبدالحمید	۶/-
تعلیمات اقبال (تصور زمان و مکاں)		پروفیسر یوسف سلیم چشتی	۱۲/۵۰
کلیات حالی مع شرح		مرتبہ مجیب احمد	۴۰/-
مطالعہ خطوط غالب		عبدالقوی دسنوی	۳/-
اردو لسانیات		ڈاکٹر شوکت سبزواری	۸/-
نظام رامپوری { زندگی، فن اور انتخاب کلیات }		دور آفریدی	۵/-
لکھنؤ کی لسانی خدمات		ڈاکٹر حامداللہ ندوی	۱۴/-
خلافت امویہ اور ہندوستان		قاضی اطہر مبارکپوری	۲۹/-
مکارم اخلاق	(حصہ اوّل)	علامہ شیخ رضی اللہ	۱۹/۵۰
تفسیر مظہری	جلد (۱۲)	قاضی ثناء اللہ عثمانی	۲۵/-
سات تحریریں		عبدالقوی دسنوی	۱۲/-
ہندوستان کا نظم و نسق	(دستور)	تاج سلطانہ	۴/۵۰
کربل کتھا یعنی دہ مجلس	(ادب)	مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی	۱۰/-
کاروانِ زندگی کے	(ناول)	مینا ناز	۱۲/-
دھنک کے سائے	(")	شاہینہ شمیم	۱۰/-
حنا کی خوشبو	(")	دیبا خانم	۱۲/-
تخلیقی عمل	(ادب)	وزیر آغا	۱۲/-
ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر		ڈاکٹر محمد عمر	۲۰/-
بھنور	(ناول)	عفت موہانی	۱۰/-
سورج کے اندھیرے	(حیرت انگیز ناول)	مظہرالحق علوی	۱۵/-
اگر اماں جیتی رہتے	(ناول)	عطیہ پروین	۷/۵۰
گل رنگ	(شعری مجموعہ)	وزیر علی برکوتی	۷/-

(۱) اردو ہندی کا لسانیاتی رشتہ از: رام آسرا راز قیمت ۱۲/- (۲) زینت از صغریٰ مہدی قیمت
(۳) میرے ہونے کی آگ لطف [illegible] ۱۲/- کلیات اقبال [illegible] از علامہ اقبال
قیمت ۱۲/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی اہم کتابیں

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

دھرتی کی آواز	مصنف ۔ کلی رما کرشنا مورتی	ترجمہ مہاراج نرائن رانہ	۱۹/۵۰
چکمیلا چندر	مصنف سری نواس	ترجمہ راشد سہسوانی	۲۲/۵۰
راگ درباری	″ شری لال شکل	″ ″	۱۵/۵۰
بین	″ ہری نرائن آپٹے	″ کشور سلطان	۹/۰
ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں مجلس قانون ساز کا رول	″ منورنجن جھا	″ غلام ربانی تاباں	۱۳/۵۰
آب حیات	″ محمد حسین آزاد	تلخیص پروفیسر احتشام حسین	۶/۷۵
قومی شاعری	″ مختلف شعراء	مرتبہ: علی سردار جعفری	۴/۰
چار دیواروں میں	″ ایم۔ ٹی واسدیو نائر	مترجم: ظفر ادیب	۷/۷۵
پاتھما کی بکری اور بچپن کی ساتھی	″ ویکم محمد بشیر	″ اطہر پرویز	۵/۷۵
گنگا چیل کے پنکھ	″ لکشمی نندن بورا	″ رضیہ سجاد ظہیر	۹/۷۵
برہمن لڑکی	″ شری دھر وینکٹیش کیتکر	″ اگرسین نارنگ	۷/۰
ملیالم افسانے	مرتبہ اوم چیری این این پلّے	″ ″	۸/۷۵
تامل افسانے	″ می پا سوم سندرم	″ حسرت سہروردی	۸/۰
ہندی افسانے	″ ڈاکٹر نامور سنگھ	″ اگرسین نارنگ	۹/۰
پنجابی افسانے	″ ہربجن سنگھ	″ مخمور جالندھری	۷/۰
اردو افسانے	″ رضیہ سجاد ظہیر	″ ″	۱۰/۰

ذاکر حسین سیریز کی کتابیں

ابو خاں کی بکری	ڈاکٹر ذاکر حسین	۳/۰	انوکھی دکان	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰
گبرو جیا اور پیلا	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰	دنیا کے جانور	″ ″	۲/۵۰
اسلام میں عورت کے حقوق	وشن ملیانی	۲/۵۰	خواجہ الطاف حسین حالی	صالحہ عابد حسین	۶/۵۰
سلطان زین العابدین (بڈشاہ)	مصنف رضیہ سجاد ظہیر				۲/۵۰
ڈاکٹر صاحب کی کہانی	″ سیدہ خورشید عالم				۲/۰

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی	مصنف ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ مخمور جالندھری	۲/۲۵
اکبر	" لارنس بینیں	" رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	" ڈی سی آر اٹھاولے	" سشن قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	" ڈی کنکیڈ	" ڈاکٹر پریاتما سرن	۲/۲۵
قاضی نذرالاسلام	" بسودھا چکرورتی	" عرش ملسیانی	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	" ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا مجلد ۱/۰ مجلد	۲/۰
کبیر	" ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	" ایم کے درانی	۲/۵۰
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت	مرتبہ نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی		۲/۲۵
گرونانک	مصنف گوپال سنگھ	ترجمہ مخمور جالندھری	۳/۰
منتخب تصویریں	" بھگوتی چرن ورما	" رضیہ سجاد ظہیر	۵/۰
تاش کے محل (ناول)	" مپال رنگنایکما	" زینت ساجدہ	[illegible]/۵۰
سفید خون (ناول)	" نانک سنگھ	" رتن سنگھ	۸/۰
تامل افسانے	مرتبہ جی پال سوم سندرم	" حسرت سہروردی	۸/۰
گرو گوبند سنگھ	مصنف ڈاکٹر نامور سنگھ	" مخمور جالندھری	۳/۰
ہندی افسانے	مرتبہ " " "	" اگرسین نارنگ	۹/۰
زندگی ایک (ناٹک)	مصنف پنّا لال پٹیل	" کشور سلطانہ	۱۰/۰
پنجابی افسانے	مرتبہ ہربجن سنگھ	" مخمور جالندھری	۴/۰
رنجیت سنگھ	مصنف ڈی آر سود	" "	۲/۷۵
جدوجہد آزادی	" بپن چندر	" غلام ربانی تاباں	[illegible]/۵۰
[illegible]	" ایلیس ہاڈ گولکر	" عرش ملسیانی	[illegible]
[illegible]	" [illegible] پادھیائے	" پریش کمار دے	[illegible]
[illegible]	" شیورام کارنت	" محمود سروش	[illegible]
[illegible]	" یش پال	" سہیل عظیم آبادی	[illegible]

ترقی اردو بورڈ مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

جدید ہندوستان میں ذات پات مصنف: ایم این۔ سری نواس مترجم: شہباز حسین

اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید ہندوستان کے جمہوری طریقہ کار انتظامیہ اور تعلیمی میدان میں ذات پات نے کیا حصہ لیا ہے۔ سیاسی میدان میں اس کو کس حد تک عمل دخل حاصل ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ قیمت: ۱۰/۸

حیدر علی مصنف: نریندر کرشن سہنا مترجم: اقتدار حسین صدیقی

یہ کتاب نہ صرف حیدر علی کی سوانح ہے بلکہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارویں صدی کی عجیب وغریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ ہے۔ اگرچہ اس کی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی زندگی سے متعلق ہے۔

قیمت: ۱۷/۰

ہندوستانی معیشت مصنف: الک گھوش مترجم: محمد خلیق

عام طور پر ان ملکوں کو کم ترقی یافتہ کہا جاتا ہے جن کا معیار زندگی کم ہو جن کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہو اور جہاں صنعت وحرفت بہت کم ہو۔ ہندوستان کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ تفصیلات اس کتاب میں ملیں گی۔ قیمت: ۲۷/۲۵

ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں مصنف: کنور محمد اشرف مترجم: قمر الدین

ہندوستان کے لوگوں کی زندگی اور معاشرت، مرحوم ڈاکٹر اشرف کی لافانی تصنیف ہے یہ کتاب اس دور میں تصنیف ہوئی جب تاریخ کا مطالعہ محض حکمرانوں کی زندگیوں اور ان کے عسکری کارناموں تک ہی محدود تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے تاریخ کے مطالعے کے لیے بلا شبہ نئی راہیں متعین کر کے ایک قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔

قیمت: ۱۸/۲۵

تقسیم کار:—
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵، بمبئی، علی گڑھ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی اہم نئی کتابیں

قدیم دلّی کالج
مالک رام

اُردو ادب کی تاریخ میں "دلی کالج" سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک تعلیمی ادارہ تھا۔ لیکن اُردو نثر کا مرکز اور منبع اور اُردو کے لیے ضمانت بھی تھا۔
قدیم دلّی کالج کی تاریخ مولوی عبدالحق مرحوم نے لکھی تھی۔ اسی تاریخ کو مالک رام نے مکمل کر دیا ہے۔
قیمت ۵۰/۱۲

مسالک و منازل
(فارسی مقالات ادبی و انتقادی) ضیاأحمد بدایونی

"مسالک و منازل" ضیاء احمد بدایونی کے چند تحقیقی و تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے جن میں آپ نے خاقانی، نظامی، فیضی جیسے بلند پایہ شعراء کے کلام پر تنقیدی نظر ڈالی ہے۔
قیمت: ۲۴/۰

انتخاب حالی
مؤلفہ سفارش حسین رضوی

حالی پہلے شاعر ہیں جنھوں نے شعر کو رسمی عشق اور رسمی تصوف کی تنگ گلیوں سے نکال کر زندگی کے وسیع میدان میں پہنچا دیا۔ مناظر قدرت کی مصوری، تاریخ کی آئینہ داری، قومی اور وطنی جذبات کی ترجمانی۔ معاشرے کی تنقید۔ اور اصلاح کا کام جس سلیقے سے حالی نے کیا ہے اس کی ایک جھلک آپ کو اس انتخاب میں ملے گی۔

قیمت: ۶/۵۰

ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ - دہلی ۶ - بمبئی ۳ - علی گڑھ ۱

معیاری ادب

یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء سے بڑھتی ہوئی گرانی سے مجبور ہو کر کتابوں کی قیمتوں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ براہ کرم آرڈر دیتے وقت نئی قیمتوں کو ضرور پیش نظر رکھیں۔

نام کتاب	مرتبہ	لائبریری ایڈیشن	طلبہ ایڈیشن
مقدمہ شعر و شاعری	رشید حسن خاں	۵/-	۴/-
انتخاب سراج اورنگ آبادی	ڈاکٹر محمد حسن	۲/۷۰	۱/۷۰
موازنۂ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۶/-	۵/-
انتخاب مراثی (انیس و دبیر)	" " "	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب نظیر اکبرآبادی	" " "	۶/-	۵/-
نیرنگ خیال	مالک رام	۳/۳۰	۲/۳۰
فسانۂ آزاد (تلخیص)	ڈاکٹر قمر رئیس	۹/۵۰	۸/۵۰
فردوس بریں	" " "	۳/۷۰	۲/۷۰
شریف زادہ	" " "	۴/۳۰	۳/۳۰
حیات سعدی	رشید حسن خاں	۵/۳۰	۴/۳۰
انتخاب اکبر الہ آبادی	ڈاکٹر صدیق الرحمن قدوائی	۴/۷۰	۳/۷۰
انتخاب میر	ڈاکٹر محمد حسن	۶/-	۵/-
دیوان درد	رشید حسن خاں	۴/۳۰	۳/۳۰
مجالس النساء	صالحہ عابد حسین	۴/۳۰	۳/۳۰
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۱۱/-	۱۰/-
امراؤ جان ادا	ڈاکٹر محمد حسن	۸/۵۰	۷/۵۰
یادگار غالب (حصہ اردو)	مالک رام	۸/-	۷/-
" " " (حصہ فارسی)	" "	۱۲/-	[illegible]
مثنوی گلزار نسیم	رشید حسن خاں	۴/-	[illegible]
گذشتہ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نام کتاب	مرتبہ	لائبریری اڈیشن	طلبہ اڈیشن
فسانۂ مبتلا	ڈاکٹر صدیق الرحمن قدوائی	۷/۵۰	۶/۵۰
انتخاب ولی	ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰	۳/۵۰
افادات سلیم	ڈاکٹر خلیق انجم	۷/۵۰	۶/۵۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۶/۵۰	۵/۵۰
قصہ حاتم طائی	اطہر پرویز	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب سودا	رشید حسن خاں	۱۴/۵۰	۱۳/۵۰
انتخاب ناسخ	" " "	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۷/-	۶/-
انتخاب ذوق	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب مضامین سرسید	انور صدیقی	۵/-	۴/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

ادب ۔ تنقید ، انشاء

مسالک و منازل ضیاء احمد بدایونی ۲۲/-

نگارشات پروفیسر محمد مجیب ۲۶/-

غالب اور شاہان تیموریہ خلیق انجم ۹/۵۰

ہوا کے دوش پر غلام ربانی تاباں ۵/۵۰

قدیم دلی کالج مالک رام ۴/۵۰

مسرت سے بصیرت تک آل احمد سرور ۱۲/۵۰

نظر اور نظریے " " ۱۲/۵۰

طنزیات و مضحکات رشید احمد صدیقی ۱۰/۵۰

اشخاص و افکار ضیاء الحسن فاروقی ۹/-

تجربے ڈاکٹر گیان چند ۱۳/۵۰

[illegible] ڈاکٹر [illegible]

خواتین کربلا کلام انیس کے آئینے میں صالحہ عابد حسین ۱۶/-

حسرت کی شاعری ڈاکٹر یوسف حسین خاں ۲/۵۰

کاروان فکر " " " ۳/۷۵

اردو اسپیز سید ظہیر الدین مدنی ۵/۵۰

اردو مرثیہ سید سفارش حسین ۶/-

بکھرے ورق سونیتی کمار چٹرجی ۴/-

پردیسی کے خطوط مجنوں گورکھپوری ۲/۷۵

تنقید کیا ہے آل احمد سرور ۶/۷۵

جدید ترکی ادب کے ارکان خمسہ ضیاء الحسن فاروقی ۴/-

یادوں کے سائے عتیق صدیقی [illegible]

[illegible] نظام احمد فاروقی [illegible]

[illegible] — [illegible] اکبرآبادی ۸/-

فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سید محمد حسن ۴/-

تذکرے، سیرت، شخصیت

[illegible] الٰہی — مالک رام ۱۰/-

ہمارے ذاکر صاحب — رشید احمد صدیقی ۹/-

اکابر تعلیم — سعید انصاری ۱۲/-

تذکرۂ معاصرین — مالک رام ۱۶/-

ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں — سالم قدوائی ۱۶/-

پریم چند کے خطوط — مدن گوپال ۴/۵۰

قلم کا مزدور — " " ۵/-

گنجہائے گرانمایہ — رشید احمد صدیقی ۴/-

ڈاکٹر ذاکر حسین — عبداللطیف اعظمی ۶/۵۰

داستان اشک و خوں — خواجہ غلام السیدین ۶/۵۰

شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد ۸/۵۰

شراب کہنہ — رشید نعمانی ۴/-

تاریخ، سیاسیات، اقتصاد

مذہب اور جدید ذہن — ڈاکٹر مشیر الحق ۴/۵۰

دین الٰہی اور اس کا پس منظر — [illegible] ۴/-

مسلمان اور سیکولر ہندوستان — ڈاکٹر مشیر الحق ۴/-

دنیا اسلام سے پہلے — عبدالسلام قدوائی [illegible]

اسلام کے بعد [illegible]

[illegible]

مسلمان اور عصری مسائل — ڈاکٹر عابد حسین [illegible]

کتاب و سنت کے جواہر پارے — مولانا [illegible] اعظمی ۲/۵۰

سماجی تبدیلیاں — رام شرن شرما ۲/-

مغلیہ سلطنت میں زرعی تعلقات — سید نور الحسن ۴/-

تعلیمات اسلام (اول، دوم) — [illegible] قدوائی ۹/-

آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی ۹/-

اسلام کی اخلاقی تعلیمات — امام غزالی ۹/۵۰

امریکہ کے کالے مسلمان — ڈاکٹر مشیر الحق ۲/۵۰

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ — طاہر محمود ۴/-

کتاب کی کہانی — سید محمد حسن نقوی ۱/۵۰

پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات — سری پرکاش ۴/-

ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت — اے اے فیضی [illegible]

تاریخ الامت (اول) — مولانا اسلم جیراجپوری [illegible]

" " (دوم) " " ۴/-

" " (سوم) " " [illegible]

" " (چہارم) " " [illegible]

[illegible]

تاریخ الامت (ہشتم) مولانا اسلم جیراجپوری ۲/۵۰
کچھ پرانے خط پنڈت جواہر لال نہرو ۱۰/-
یادگار شخصیتیں " " " ۶/-

سفر نامے

عروس نیل سلطان آصف فیضی (زیر طبع)

تعلیم و تربیت

تعلیم فلسفہ اور سماج ڈاکٹر سلامت اللہ ۲/۵۰
بنیادی استاد کے لیے " " ۸/۵۰
جامعہ کا طریقہ عبدالغفور مدھولی ۲/۵۰
چند پروجیکٹ " " ۲/۵۰
ہم کیسے پڑھائیں ڈاکٹر سلامت اللہ ۴/۵۰
موجودہ تعلیمی مسائل عبداللہ ولی بخش قادری ۲/۵۰
تعلیمی خطبات ڈاکٹر ذاکر حسین ۸/-
کھیل کے ذریعہ تعلیم (اول دوم) عبدالغفار مدھولی ۲/-
مدرسہ ابتدائی کی کہانی " " ۲/-

ناول، افسانے، اور خاکے

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے راجندر سنگھ بیدی ۱۰/-
جلیس الدو کمال حسینی ۵/-
کالا شہر گورے لوگ احسان الحق ۶/-
اللہ میگھ دے رضیہ سجاد ظہیر ۴/۵۰
[illegible] ترجمہ: " " " ۸/۵۰
[illegible] " " ۶/-
[illegible] ۶/-

پانچ جوان [illegible] مہدی ۶/-
دوسرے کنارے تک عزیز قیسی ۲/۵۰
زندگی کی لہر ساؤمنگ ۳/-
آدمی کا مقدر ترجمہ: قرۃ العین حیدر ۷/۵۰
آلپس کے گیت " : " " " ۳/-
خیالی پلاؤ " : " " " ۲/۵۰
ڈنگو " : " " " ۳/-
ماں کی کھیتی " : " " " ۲/۵۰
لیو دو کیہ " : " " " ۲/-
پت جھڑ کی آواز مصنفہ " " " ۴/-
ایک تھی انیتا امرتا پریتم ۴/-
باپ بیٹے ترجمہ انوار عظیم ۶/-
باغ و بہار مرتب: رشید حسن خاں ۶/۵۰
بیوہ منشی پریم چند (زیر طبع)
گئودان " " " ۱۲/-
میدان عمل " " " ۹/۵۰
واردات " " " ۵/۵۰
چنار کا پتا سلطانہ آصف فیضی ۳/-
پیار کا موسم مہندر ناتھ ۴/۵۰
شکست ناتمام ترجمہ: زہرہ سیدین ۴/-
دلی کا شام بلقیس جہاں ۸/-
صلاح الدین ایوبی قاضی عبدالستار ۶/-
اپنے دکھ مجھے دیدو راجندر سنگھ بیدی [illegible]

افسانے اور خاکے

[illegible]

[illegible] حویلی   مرزا محمود بیگ   ۲/۵۰
[illegible] سفر   رام لعل   ۴/۰
خیالستان   سجاد حیدر یلدرم   ۴/۵۰
کیمیاگر   پروفیسر محمد مجیب   ۲/۵۰
[illegible]   جیلانی بانو   ۵/۵۰

ڈرامے

تنہائی   ساگر سرحدی   ۴/۵۰
جہاں آرا (اوپیرا)   رفعت سروش   ۵/۵۰
آذر کا خواب   قدسیہ زیدی   ۴/۰
جان ہار   " "   ۲/۰
آزمائش   پروفیسر محمد مجیب   ۲/۰
خانہ جنگی   " " "   ۲/۲۵
انجام   " " "   ۱/۵۰
کھیتی   " " "   ۱/۵۰
اوپر کی منزل   کرتار سنگھ دگل   ۵/۰
آئینۂ ایام   ترجمہ: خلیق احمد   ۴/۵۰
پردۂ غفلت: ڈاکٹر عابد حسین   ۲/۰
کیا خوب آدمی تھا   " " "   ۲/۲۵
دروازہ کھول دو   کرشن چندر   ۳/۰
سراج الدولہ   ترجمہ: اشفاق حسین   ۲/۰
نقش آخر   اشتیاق حسین قریشی   ۲/۰

نظم

[illegible]   جاں نثار اختر   [illegible]
[illegible]   سکندر علی وجد   [illegible]

نومبر ۱۹۷۰ء

نئی نظم کا سفر   ترتیب: خلیل الرحمٰن اعظمی   ۱۲/۵۰
آتش گل   جگر مرادآبادی   ۴/۰
نئی دنیا کو سلام   سردار جعفری   ۸/۰
پچھلی رات   فراق گورکھپوری   ۸/۰
انتخاب حالی   سفارش حسین   ۲/۵۰
غالب کے اردو کلام کا انتخاب   پروفیسر محمد مجیب   ۵/۵۰

بچوں کی کتابیں

ارکان اسلام   مولانا اسلم جیراجپوری   -/۶۰
عقائد اسلام   " " "   -/۶۰
رسولِ پاکؐ   عبدالواحد سندھی   ۲/۰
چار یار   الیاس احمد مجیبی   ۲/۵۰
آں حضرتؐ   " " اردو   -/۸۰
" " " ہندی   -/۶۰
پاک کہانیاں دو حصوں میں   مقبول احمد سیوہاروی   ۳/۰
خلفائے اربعہ   خواجہ عبدالحی فاروقی   ۲/۴۰
نبیوں کے قصے   " " "   ۱/۵۰
مسلمان بیبیاں   اعجاز الحق قدوسی   ۱/۰
ہمارے رسولؐ   خواجہ عبدالحی فاروقی   ۲/۴۰
ہمارے نبیؐ   سید نواب علی رضوی (اردو)   [illegible]
" " " (ہندی)   [illegible]
سرکار دو عالم   محمد حسین حسان   [illegible]
سبیل الرشاد   [illegible]

انوکھا عجائب خانہ (دو حصے) محمد حسین حسان ۲/۰
بجلی کی کہانی علی احمد خاں ۰/۵۰
پردادا کی کہانی محمد عبدالغفار ۰/۸۰
مفید معلومات دوم، سوم، چہارم ۳/۵۰
〃 〃 پنجم ۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی ۰/۵۰
خبر رسانی کے طریقے رفیعہ منظور الامین ۱/۰
دہلی ڈاکٹر مجاہد حسین زبیری ۲/۰
تاریخ ہند کی کہانیاں (اول) خجستہ سلطان ۱/۰
〃 〃 〃 (دوم) ضیاء الرحمٰن ۱/۷۰
〃 〃 〃 (سوم) مشتاق احمد عظمی ۱/۰
〃 〃 〃 (چہارم) 〃 〃 ۱/۲۵
سماجی زندگی (اول) احمد پٹیل و غلام ابرار ۱/۰
〃 〃 (دوم) 〃 〃 ۱/۲۵
〃 〃 (سوم) 〃 〃 ۱/۴۰
〃 〃 (چہارم) 〃 〃 ۱/۲۵
سمندر کے کنارے سلطان آصف فیضی ۱/۵۰
〃 〃 نیچے 〃 〃 ۲/۵۰
قدرت کے کرشمے ادارہ ۰/۸۰

کہانیاں، ناولیں، ڈرامے

پلک نہ مارو یوسف ناظم ۲/۰
انعامی مقابلہ محمد حسین حسان ندوی ۱/۰
دعوت ملاقاتی کی 〃 〃 ۰/۶۰
جیت کس کی 〃 〃 ۱/۰
انصاف کا تخت 〃 〃 ۰/۷۵
چینی کی گڑیا 〃 〃 ۰/۵۰

بہادر سپاہی محمد حسین حسان ندوی ۰/۷۵
چچا غالب 〃 〃 〃 ۲/۰
تابیل خاں 〃 〃 〃 ۰/۵۰
شیر خاں ترجمہ: قرۃ العین حیدر ۰/۵۰
میاں ڈھینچو کے بچے 〃 〃 〃 ۰/۵۰
بھیڑیے کے بچے 〃 〃 〃 ۰/۵۰
لومڑی کے بچے 〃 〃 〃 ۰/۵۰
بہادر 〃 〃 〃 ۰/۷۵
سونے کا پنجرہ احسان الحق ۰/۶۵
بدنصیب شہزادی ابرار محسن ۱/۰
عقل کا سودا 〃 〃 ۱/۷۰
تیس مار خاں 〃 〃 ۰/۹۰
جنگل کا راجہ 〃 〃 ۱/۰
جن حسن عبدالرحمٰن (دو حصے) ایل لاگن ۵/۰
خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا کوثر پالنو ۰/۴۰
چوری کی عادت عبدالغفار مدھولی ۰/۵۰
چھوٹا لڑکا 〃 〃 ۰/۵۰
غیر ذمہ دار لڑکا 〃 〃 ۰/۵۰
چٹانوں کی کہانی محمد امین ۲/۰
دلی دور ہے مجیب احمد خاں ۰/۵۰
بندر کا گھر خضر برنی ۰/۴۵
کہے دادا ترجمہ: مجیب احمد خاں ۲/۰
جب اور اب آصف مجیب [illegible]
تین کوڑیاں اقبال امروہوی [illegible]
پریم کی جیت اسد اللہ کاظمی [illegible]

[illegible]	[illegible]		ڈاکو نگرستان	ایم ندیم	-/۵۰
جو چمکایں گے	" " " "	-/۳۵	ستاروں کی سیر	کرشن چندر	۱/۷۵
چھلانشین	مشتاق احمد	-/۲۵	لال پری	عبدالواحد سندھی	-/۵۰
تین اناڑی	عصمت چغتائی	۱/۴۰	مزیدار پہیلیاں	محمود علی خاں	-/۶۵
چقماق کی ڈبیا	برکت علی فراق	-/۴۰	ننھا ٹٹو	خورشید سلطان	-/۳۰
تیس مار خاں کے کارنامے	ایم ندیم	-/۵۰	چنبیلی	محمد حسین حسان	-/۵۰
چمگادڑ کا آدم خور شیر	محمد معین	-/۳۵	شیدا	پروفیسر محمد مجیب	-/۵۰

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

مرتبہ - ادارۂ تعلیم و ترقی جامعہ کی

پیشے		جھلکیاں		فوری علاج (حادثہ)	-/۳۱
بڑھئی	-/۳۱	احمد علی	-/۳۱	فوری علاج (ہڈی کا ٹوٹنا)	-/۳۱
احمد خاں دکان دار	-/۳۱	سید سلیمان	-/۳۱	**ڈراما اور سوانح**	
بہشتی	-/۳۱	احمد ندیم	-/۳۱	ٹھیک بات چیت کیجیے	-/۳۱
پیارے جان درزی	-/۳۱	اکبر الہ آبادی	-/۳۱	اجمیری خواجہؒ	-/۳۱
تانگے والا	-/۳۱	حیات اللہ انصاری	-/۳۱	امیر خسروؒ	-/۳۱
کلو حلوائی	-/۳۱	سہیل عظیم آبادی	-/۳۱	غوث پاکؒ	-/۳۱
عبدالرحمن راج	-/۳۱	عبدالحق	-/۳۱	سوامی دیانند	-/۳۱
مرغی پالیے	-/۵۰	میر امن	-/۳۱	گاندھی جی (اول)	-/۳۱
نصیب خاں حجام	-/۳۱	نذیر احمد	-/۳۱	" " (دوم)	-/۳۱
تمدن معاشیات		**حفظان صحت**		گرو نانک	-/۳۱
چاند کا بھید	-/۳۱	دق اور اس کا علاج	-/۳۱	مصطفیٰ کمال (دوم)	-/۳۱
سرکاری ٹیکسوں کا راز	-/۳۱	زچہ بچہ	-/۳۱	نظام الدین اولیاؒ	-/۳۱
ملک کی سرکار	-/۳۱	طاعون اور چیچک	-/۳۱	کرشن کنہیا	-/۳۱
کارخانوں کے قانون	-/۳۱	فوری علاج (دم گھٹنا)	-/۳۱	**کہانیاں**	

مرتبہ :- ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ کی

کہانیاں (اول) -/۳۱
" (دوم) -/۳۱
پنچ تنتر (اول) -/۳۱
" " (دوم) -/۳۱

کھیتی باڑی

آم کے باغ لگائیے -/۳۷
اپنی کھیتی ایک چک کرو -/۳۱
پپیتے کے باغ لگائیے -/۳۱
پھلوں کی کھیتی -/۳۱
پیڑوں کی کانٹ چھانٹ -/۳۱
جانور بھلا چنگا رہے -/۳۱
ساگ سبزی اگائیے -/۳۱
کوآپریٹو فارمنگ -/۳۱
کھاد بنائیے کھاد ڈالیے -/۳۱
[illegible]، انار، بیر -/۳۱
مقدمے کی مار -/۳۱
نقشہ و عنوان بھوگیا -/۳۱

مذہب

ابوداؤد شریف -/۳۱
ابن ماجہ شریف -/۳۱
نسائی شریف -/۳۱
کفن دفن -/۳۱

معلومات

چاند تارے -/۳۱

دن رات (اول) -/۳۱
" " (دوم) -/۳۱
ہوائی جہاز (حصہ دوم) -/۳۱
فٹ بال -/۳۱
ہلکے پھلکے کھیل -/۳۱

متفرق

پنجابی لوک گیت -/۳۱

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

آستین کا سانپ محمد حسین حسان -/۵۰
الٹی دوا " " -/۵۰
برف کا گھر " " -/۵۰
تاؤ کے ایڈیشن " " -/۵۰
چاند " " -/۷۰
دیمک " " -/۸۲
کتنی زمین " " -/۶۲
بادشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ -/۵۰
بچے کی بری عادتیں ڈاکٹر [illegible] -/۵۰
بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں " " -/۵۰
بے گناہ مجرم شفیق الرحمٰن قدوائی -/۵۰
تین سوال عبداللطیف اعظمی -/۵۰
پھوپی کی چوٹ معین الدین -/۸۵
چیچک مشتاق احمد -/۶۳
موسم کے بارے میں سو سوال } محمد امین -/۸۲

ہماری درسی کتابیں

اردو قاعدہ -/۵۰
" " رنگین -/۶۵
اردو کی پہلی کتاب -/۶۵
" " دوسری کتاب ۱/۳۵
" " تیسری کتاب ۲/۰
" " چوتھی " ۲/۲۵
" " پانچویں " ۲/۵۰
" " چھٹی " ۲/۶۰
" " ساتویں " ۲/۷۰
" " آٹھویں " ۲/۷۰
اردو کی دوسری بالغوں کے لیے ۱/۶۵
" " تیسری " " ۲/۲۰
" " چوتھی " " ۲/۶۵

ہندی

سرل ہندی پرائمر -/۲۵
" " (اول) -/۴۸
" " (دوم) ۱/۰
بال پریم (اول) -/۴۸
" " (دوم) ۱/۰
" " (سوم) ۱/۲۵
" " (چہارم) ۱/۲۵
نو پربھات ۱/۴۴

حساب

جدید حساب حصہ دوم [illegible]

جدید حساب (درجہ سوم) ترجمہ محمد یونس ۲/۷۰	طالبات کے لیے گھریلو سائنس (درجہ سوم) ترجمہ محمودہ بیگم رشید ۲/۲۵
جدید حساب (درجہ چہارم) ملکہ بیگم قزلباش ۳/۵۰	" " ("چہارم) " : " " ۳/۶۵
	" " (" پنجم) " : " " ۴/۴۰
جدید حساب پنجم محمد یونس ۳/۳۰	ہماری دلی (درجہ سوم) " : " " ۴/-

قاعدہ یسّرنا القرآن

مکتبہ جامعہ نے تعلیمی اصولوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے قاعدہ یسّرنا القرآن کو نئی ترتیب، آسان و عام فہم ہدایتوں کے ساتھ شایع کیا تھا۔ اس قاعدہ کو بحمدللہ والدین اور معلمین دونوں نے، بہت پسند کیا ہے۔ اظہار پسندیدگی کے ساتھ ہمارے بعض کرم فرماؤں نے قاعدے کو بہتر بنانے کے سلسلے میں اپنی گراں قدر تجویزوں سے نوازا۔ ان تجویزوں کی روشنی میں قاعدہ یسرنا القرآن کا دوسرا اڈیشن شایع ہوکر آگیا ہے۔

سائز ۲۹×۲۲/۸ سفید گلیز کاغذ آفسیٹ کی چھپائی

بورڈ آف اسٹڈیز ان اردو، بمبئی یونیورسٹی سے منظور شدہ

آئینۂ ادب (حصہ نثر و نظم) مرتبین: ڈاکٹر سید یحیٰی رضا۔ ڈاکٹر آدم شیخ
فرسٹ ایر آرٹس۔ سائنس اور کامرس کے لیے ہائیر لیول۔
قیمت: ۵/۵۰

انوار ادب (حصہ نثر و نظم) مرتبین: پروفیسر نسیم احمد صدیقی۔ ڈاکٹر مجاہد حسین صاحب۔ انٹرمیڈیٹ آرٹس۔ سائنس اور کامرس کے لیے۔
قیمت: ۶/۵۰

پرنٹر پبلشر سید احمد ولی نے جمال پرنٹنگ پریس دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دلی ۲۵ سے شایع کیا۔

معیاری ادب

	مرتب	لائبریری ایڈیشن	طلبہ ایڈیشن
مقدمۂ شعر و شاعری	رشید حسن خاں	۵/-	۴/-
انتخاب سراج اورنگ آبادی	(ڈاکٹر) محمد حسن	۳/۷۰	۱/۷۰
موازنۂ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۶/-	۵/-
انتخاب مراثی (انیس و دبیر)	رشید حسن خاں	۵/-	۴/۵۰
انتخاب نظیر اکبرآبادی	رشید حسن خاں	۶/-	۵/-
نیرنگ خیال تلخیص	مالک رام	۳/۳۰	۲/۳۰
فسانۂ آزاد (تلخیص)	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۹/۵۰	۸/۵۰
فردوس بریں	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۳/۷۰	۲/۷۰
شریف زادہ	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۴/۳۰	۳/۳۰
حیات سعدی	رشید حسن خاں	۵/۳۰	۴/۳۰
انتخاب اکبر الہ آبادی	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	۴/۷۰	۳/۷۰
انتخاب میر	(ڈاکٹر) محمد حسن	۶/-	۵/-
دیوان درد	رشید حسن خاں	۴/۳۰	۳/۳۰
مجالس النسا	صالحہ عابد حسین	۴/۳۰	۳/۳۰
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۱۱/-	۱۰/-
امراؤ جان ادا	(ڈاکٹر) محمد حسن	۸/۵۰	۷/۵۰
یادگار غالب (حصہ اردو)	مالک رام	۸/-	۷/-
یادگار غالب (حصہ فارسی)	مالک رام	۱۰/-	۹/-
مثنوی گلزار نسیم	رشید حسن خاں	۴/-	۳/-
گذشتہ لکھنؤ	رشید حسن خاں	۱۲/۵۰	۱۱/۵۰
فسانۂ مبتلا	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	۷/۵۰	۶/۵۰
انتخاب ولی	(ڈاکٹر) سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰	۳/۵۰
ایجادات سلیم	(ڈاکٹر) خلیق انجم	۷/۵۰	۶/۵۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۶/۵۰	۵/۵۰
قصۂ حاتم طائی	اطہر پرویز	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب ناسخ	رشید حسن خاں	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب سودا	رشید حسن خاں	۱۴/۵۰	۱۳/۵۰
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۷/-	۶/-
انتخاب ذوق	(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب مضامین سرسید	انور صدیقی	۵/-	۴/-

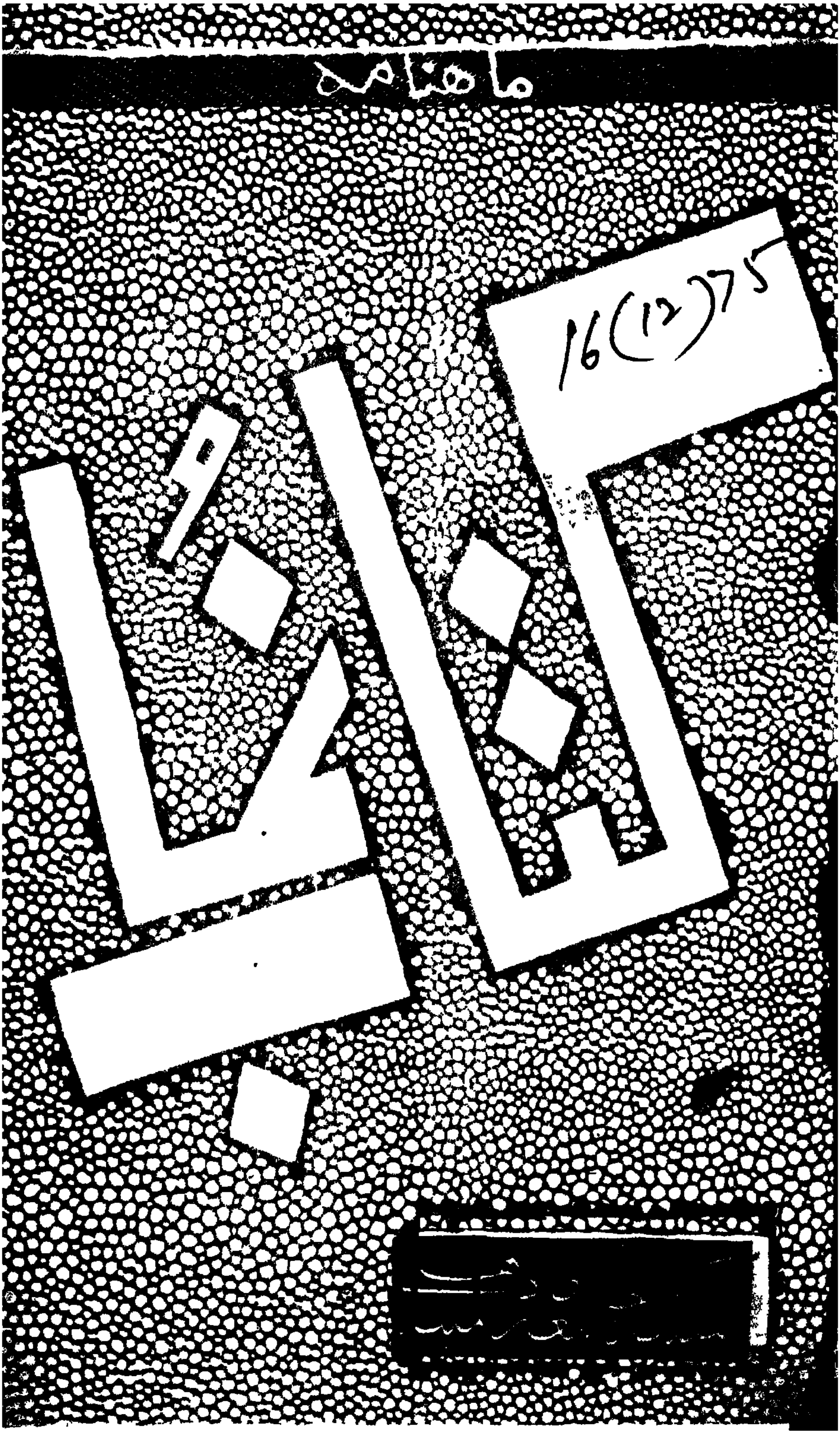
Regd. No. D. (S)-098

NOVEMBER 1975

KITAB NUMA

NEW DELHI-110025.

لبرٹی آرٹ پریس [illegible] مکتبہ جامعہ لمیٹڈ [illegible]


ماہنامہ
16(12)75

نئی اور اہم مطبوعات

پچھلے پہر	جاں نثار اختر	۶/-
بیاضِ مریم	سکندر علی وجد	۱۲/-
~~آوارہ سجدے~~	~~کیفی اعظمی~~	~~۶/-~~
آتشِ گل	جگر مراد آبادی	۸/-
مسالک و منازل	ضیاء احمد بدایونی	۲۲/-
مغلیہ ہندوستان میں زرعی تعلقات	سید نور الحسن	۴/-
سماجی تبدیلیاں ازمنۂ وسطیٰ کے ہندوستان میں	رام شرن شرما	۲/-
قدیم دلی کالج	مالک رام	۴/۵۰
انتخاب حالی	مرتبہ سفارش حسین رضوی	۶/۵۰
یادوں کے سائے	عتیق صدیقی	۱۸/-
تلاش میر	نثار احمد فاروقی	۱۱/-
ہوا کے دوش پر	غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
جدید ترکی ادب کے ارکان ثلاثہ	ضیاء الحسن فاروقی	۴/-
مذہب اور جدید ذہن	ڈاکٹر مشیر الحق	۴/۵۰
غالب اور شاہانِ تیموریہ	ڈاکٹر خلیق انجم	۹/۵۰
نگارشات	پروفیسر محمد مجیب	۱۶/-
جانے والوں کی یاد آتی ہے	صالحہ عابد حسین	۱۸/-
ہاتھ ہمارے قلم ہوئے	راجندر سنگھ بیدی	۱۰/-
مسرت سے بصیرت تک	آل احمد سرور	۱۲/۵۰
وہ صورتیں الٰہی	مالک رام	۱۶/-
دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر	مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی	۴/-
نظر اور نظریے	آل احمد سرور	۱۲/۵۰
ہمارے ذاکر صاحب	رشید احمد صدیقی	۹/-
طنزیات و مضحکات	رشید احمد صدیقی	۱۰/۵۰

منیجنگ ایڈیٹر
شاہد علی خاں
ایڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما
نئی دہلی ۲۵
لائبریریوں کے لیے
سالانہ : دو روپے

دسمبر ۱۹۷۵ء
جلد ۱۶ شمارہ ۱۲
سالانہ
۵ روپے
فی پرچہ
۵۰ پیسے

اشاریہ

نومبر کا مہینہ بڑی چہل پہل کا مہینہ ہے۔ اس مہینے کی ۱۴ تاریخ کو ملک بھر میں عموماً اور دہلی میں خصوصاً پنڈت جواہر لال نہرو کی ۸۶ ویں سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔

پانچ دن بعد یعنی ۱۹ نومبر کو ان کی صاحبزادی، وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی ۵۸ سال کی ہو گئیں۔ ان کی سالگرہ پر بھی ملک بھر میں خوشیاں منائی گئیں اس موقع پر تمام ملک میں کئی ریاستی سرکاروں اور غیر سرکاری اداروں نے بہت سے ایسے فلاح و بہبود کے پروجیکٹوں کا آغاز کیا جس کا تعلق وزیر اعظم کے بیس نکاتی پروگرام سے ہے اور جس کا مقصد عوام خصوصاً پسماندہ طبقوں کو راحت پہنچانا ہے۔

۲۵ نومبر کو جامعہ ملیہ اسلامیہ کا جلسۂ تقسیم اسناد ہے۔ اس تقریب کے مہمانِ خصوصی، جموں و کشمیر کے وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ فارغ طلبا سے خطاب فرمائیں گے۔

آل انڈیا اردو ایڈیٹرس کانفرنس کا اجلاس ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ نومبر کو کلکتے میں ہو رہا ہے۔ اس موقع پر ان مسائل پر غور و خوض ہوگا جن سے اردو کے اخبار و رسائل سے دوچار ہیں۔ ایک سیمینار بھی ہوگا جس کا موضوع ہے "اردو صحافت اور دورِ جدید کے تقاضے" جلسہ کی صدارت "سب ساتھ" (دہلی) کے مدیر

جناب حیات اللہ انصاری فرمائیں گے۔ مجلس استقبالیہ کے چیئرمین جناب احمد سعید ملیح آبادی ہیں اور جنرل سکریٹری راقم کے بہت پرانے رفیق اور ساتھی رئیس الدین فریدی صاحب ایڈیٹر روزنامہ ہند۔

راقم بھی اس کانفرنس میں شرکت کے لیے کلکتہ جارہا ہے ہماری کوشش یہ ہوگی کہ کانفرنس کے موقع پر کتاب نما بھی قارئین کے مطالعہ میں آجائے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے درخواست کی ہے کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے جلسے میں پڑھی جانے والی شیخ الجامعہ کی رپورٹ اور شیخ محمد عبداللہ صاحب کا خطبہ اسی شمارے میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔ نیز حیات اللہ انصاری اور احمد سعید ملیح آبادی صاحبان کے بھی اسی شمارے کی زینت بنانے کا جتن کریں۔ قوی امید ہے کہ ہمارے جنرل منیجر صاحب کی توجہ خاص سے یہ دونوں چیزیں کتاب نما کے ذریعہ بروقت کلکتے پہنچ سکیں گی۔

بمبئی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پرانے طالب علم اور مکتبہ جامعہ کے سب سے بڑے ہمدرد جناب معین الدین حارث کی بیگم کے انتقال کی خبر سے جو پچھلے مہینہ ہوا اہل جامعہ کو سخت صدمہ پہنچا۔ جامعہ کی موجودہ برادری میں بہت کم لوگ ایسے لوگ ہیں جو حارث صاحب سے ذاتی طور پر واقف ہیں۔ ان کے لیے مرحومہ کے انتقال کی خبر کسی قریبی عزیز کی موت کی طرح تکلیف دہ ثابت ہوئی۔

جامعہ سے بہت سے طالب علم فارغ ہوکر پورے ملک میں پھیل گئے، مگر جو لگاؤ حارث صاحب کو اس ادارے سے ہے اس کا عشر عشیر بھی اس دور کے دوسرے طلبا میں نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کو حارث صاحب کے اس شفقت کا علم ہے جو انھیں اپنی مادر علمی سے ہے۔ انھیں بھی ہر چیز سے اتنی ہی تکلیف پہنچی۔ جتنی کہ ان کے ساتھیوں کو ہوئی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔

بحر صحافت کے ایک اور بزرگ شناور انیس احمد عباسی کی کشتی حیات بحیرۂ عرب کے ساحل سے ٹکراکر پاش پاش ہوگئی۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ مرحوم

نے سید جالب دہلوی کے مشہور اخبار "ہمدم" سے لکھنؤ میں اپنی صحافتی زندگی شروع کی تھی۔ بعد میں "حقیقت" کے نام سے خود اپنا ایک اخبار جاری کیا جس کے ذریعہ کافی مدت تک ملک کو قوم پرستی کی تلقین کرتے رہے۔ ۸۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

اکتوبر کے تیسرے ہفتہ میں اپنے لڑکوں سے ملنے کراچی جا رہے تھے۔ جاتے وقت دہلی کے پالم ہوائی اڈے پر ایک حادثہ میں ٹانگ ٹوٹ گئی۔ مگر مرحوم نے جن کے ہمراہ ان کی اہلیہ بھی تھیں سفر ملتوی نہیں کیا۔ اسی حال میں کراچی پہنچے۔ جہاں انھیں ہوائی اڈے سے اسپتال لے جایا گیا۔ اور وہیں انتقال ہوا۔ خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

۱۶ نومبر کو دہلی کے کہنہ مشق شاعر اور ادیب جناب طالب دہلوی نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ فالج کا حملہ جان لیوا ثابت ہوا۔ طالب صاحب کا شمار اساتذہ میں ہوتا تھا۔ بہت سے شاعروں کو ان سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ طالب صاحب ادیب بھی تھے اور صحافی بھی۔ ایک زمانے میں "آج کل" کی کرسیِ ادارت پر بھی فائز تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف اور مؤلف تھے۔ ان کے انتقال سے دہلی کے ادبی حلقے پر ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۷۵ سال کی تھی۔ دعا ہے کہ طالب صاحب کی روح کو شانتی اور سکون میسر ہو۔ پس ماندگان کو توفیقِ صبر۔

یہ سطور لکھی ہی جا رہی تھیں کہ بھوپال سے علامہ محوی صدیقی کے انتقال کی منحوس خبر موصول ہوئی۔ مولانا محمد حسین محوی نے جو خدمات ہندو پاک میں انجام دیں انھیں کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ جہاں سیکڑوں شاگرد آج بھی موجود ہیں اور اردو کی شمع کو روشن کیے ہوئے ہیں۔ محوی صاحب کو مکتبہ جامعہ سے بڑا لگاؤ تھا۔ جامعہ کے رسالہ "پیام تعلیم" کے ابتدائی دور (۱۹۲۶ء) میں آپ کا کلام شائع ہوتا رہا۔ آخری عمر میں بھوپال میں سکونت اختیار کی اور زندگی کے ۹۰ سال پورے کرنے کے بعد وہیں کی سرزمین بھی آخری آرام گاہ بنی۔ پچھلے ہفتے ان کے عزیز شاگرد محمد عبداللہ شرفی کا خط موصول ہوا تھا جس میں مولانا کی علالت کا ذکر تھا۔ ہم دعا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفایاب کرے لیکن قبل اس کے کہ ہماری دعا بابِ اجابت تک پہنچے۔ خالقِ حقیقی نے انھیں اپنے پاس بلا لیا۔ اب تو یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

رپورٹ شیخ الجامعہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ

محترم امیر جامعہ۔ عزت مآب شیخ محمد عبداللہ صاحب۔
معزز خواتین و حضرات۔ ساتھیو اور عزیزو!

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے جلسۂ تقسیم اسناد کے اس موقع پر شیخ صاحب نے ہماری دعوت کو جس محبت اور بے ساختگی کے ساتھ قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی ہے اس کے لیے میں جامعہ برادری اور اپنی دونوں کی جانب سے ان کی خدمت میں نیازمندانہ ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔ شیخ صاحب اس تعلیمی برادری کے لیے اور یہ برادری شیخ صاحب کے لیے اجنبی نہیں۔ ہماری قومی آزادی کی تاریخ میں تعلیم اور سیاست کی دو متوازی تحریکات ملتی ہیں جن کی سمت، سنگ میل اور منزل مقصود ایک رہے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ شیخ صاحب اور جامعہ کے مابین ایک ربطِ باہمی اور کششِ پنہاں عرصہ دراز سے قائم ہے۔ حریت کا وہ جذبہ جس نے اس ادارہ کو جنم دیا تھا اسی نے وادیٔ کشمیر میں "شیرِ کشمیر" کا قالب اختیار کیا۔ لیکن کشمیر سے جامعہ کا یہ رشتہ تحریکِ آزادی تک محدود نہیں۔ جب آپ کی قیادت میں کشمیر نے اردو کو سرکاری زبان کے منصب پر فائز کیا تو جامعہ ملیہ اور مکتبۂ جامعہ نے آپ کی ریاست کے لیے درسی کتب مرتب اور فراہم کیں۔ اور اس طرح اردو کے ناتے کشمیر کا اس ادارے سے ایک اور رشتہ استوار ہوا۔ یہ رشتہ اہلِ بینش و دانش کے لیے آج بھی بامعنی ہے۔

جناب محترم!

اِس ادارے، اس کے بانیوں اور اِس کے ممتاز کارکنوں کا جو مقام آپ کے دل میں ہے، اس سے ہم لوگ بخوبی واقف ہیں۔ یہی آپ کو کشاں کشاں پہلے بھی یہاں لایا تھا اور یہی آج بھی آپ کو یہاں لایا ہے۔ اجازت دیجیے کہ مولانا حسرت موہانی کا ایک شعر ہلکی سی تحریف کے بعد خدمت عالی میں پیش کر سکوں:

جامعہ آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی
کھینچ لایا ہے کوئی شاہد یہاں کے قریب

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے، اس ادارے کی تخلیق کا اصل محرک آزاد قومی تعلیم کا جذبہ تھا۔ پچھلی نصف صدی میں جامعہ ملیہ نے کئی سطحات پر قومی تعلیم کی جانب رہبری کی ہے: ایک ہندوستانی زبان کو ذریعۂ تعلیم کا مرتبہ بخشا۔ مدارس کی تعلیم کو صنعتی تعلیم کے ذریعے سماجی زندگی سے مربوط کرنے کی کوشش کی۔ بنیادی تعلیم کے تصور کو فروغ دیا۔ مذہبی و اخلاقی تعلیم کو شخصیت کی تربیت کا وسیلہ بنایا اور اسلامیت اور ہندوستانیت کے درمیان وہ حسین توازن قائم کیا جو برسوں سے آپ کا خواب رہا ہے۔ وہ اسلامیت جو تنگ نظری کا شکار نہیں ہے اور وہ قومیت جسے شادیانہ وطن پرستی کا آزار نہیں ہے۔

حضرات!

جامعہ کے لیے یہ سال منصوبہ بندی کا سال رہا ہے۔ چونکہ بعض تاریخی اسباب کی بنیاد پر چند دہوں میں اس ادارے کا محدود ارتقا حسب منشا نہیں ہو سکا۔ اس لیے موجودہ پلان میں تقریباً پونے دو کروڑ کے ترقیاتی پروگراموں کا ایک منصوبہ یو۔جی۔سی کو پیش کیا گیا ہے۔ جس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ تعلیم۔

تاریخی اور اُردو کے علاوہ (جن میں فی الحال پوسٹ گریجویٹ تعلیم کا انتظام ہے) باقی ماندہ شعبوں میں بھی پوسٹ گریجویٹ سطح کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ کہنے کو ہماری حیثیت ڈیمڈ یونیورسٹی کی ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ہم اپنے ہم مرتبہ اداروں مثلاً گجرات ودّیا پیٹھ اور کاشی ودّیا پیٹھ سے بھی (جسے حال میں ریاستی یونیورسٹی کا مرتبہ حاصل ہوا ہے) اس اعتبار سے بہت پیچھے ہیں۔ ان دونوں میں علی الترتیب ۸ اور ۱۰ مضامین میں ایم۔ اے تک تعلیم دی جاتی ہے۔ جبکہ جامعہ میں جیسا کہ ذکر کر چکا ہوں، یہ صرف تین شعبوں تک محدود ہے۔ جامعہ کے بنیادی مقاصد میں اس کا اقامتی کردار بھی ہے لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیمی اداروں کے طلبہ اور طالبات کی رہایش کے لیے ہم بمشکل .. نشستیں فراہم کر سکتے ہیں۔ اسی لیے طلبہ کے لیے ہوسٹل کے پُرانے مطالبہ کا اعادہ کیا گیا ہے۔ کچھ اسی قسم کی صورت جامعہ کے اسٹاف اور دیگر کارکنان کے لیے رہایش مہیّا کرنے کی ہے، جو سخت ناکافی ہے۔ ہمارے لیے ایک بات جو نہایت تشویش کا باعث ہے، یہ ہے کہ بعض بیرونی عناصر کی دخل اندازیوں اور قبضہ بیجا کی وجہ سے یہ "نگر" جو جامعہ کے معماروں نے شہر کے ہنگاموں سے دور ایک نہایت پُر فضا مقام پر بسایا تھا، اب "سلم" کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ جامعہ کی زمینوں کو قبضہ مخالفانہ سے بچانے اور ڈی۔ ڈی۔ اے سے جامعہ کیمپس کے لیے نشان زدہ علاقہ حاصل کرنے کے لیے ہم جان توڑ کوشش میں مصروف ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان دونوں کاموں میں باوجود تگ و دو کے ابھی تک کامیابی کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی ہے۔ نہ تو بیرونی عناصر کو ہٹانے کا دہلی ایڈمنسٹریشن ابھی تک کوئی انتظام کر سکی ہے اور نہ ہمارے

محدود وسائل میں اضافے کی کوئی شکل پیدا ہوسکی ہے کہ ہم ڈی۔ ڈی۔ اے کی شرح پر زمینوں کی قیمت ادا کرکے ان کو خرید سکیں۔ بات بن بن کے بگڑ جاتی ہے۔ معاملات اُلجھے کے اُلجھے رہتے ہیں۔ غرض کہ ہم ہیں اور تماشائے اہلِ کرم!

اُردو زبان کا جامعہ پر جو قرض ہے اس کی ادائیگی کی ایک صورت تو یہ پیدا ہوئی کہ یہاں اس زبان کے ایسے شعبے کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جو اعلیٰ تحقیق کا مرکز بن سکے۔ دوسری تجویز موجودہ پلان میں اُردو کرسپانڈنٹ کورس کی پیش کی گئی ہے۔ جس کے ذریعے بی۔ اے (آنرز) تک کی تعلیم غیر رسمی طریقے پر اُردو کے ذریعے سے دی جاسکے۔ اگر یو۔ جی۔ سی نے اس تجویز کو منظور کرلیا تو ایک لحاظ سے یہ اپنی نوعیت کا واحد شعبہ ہوگا جو ایک منتشر لسانی اقلیت کی تعلیمی ضروریات کو غیر رسمی طریقہ تعلیم کے ذریعہ پوری کرے گا۔ اس لسانی اقلیت کی تعداد اب تین کروڑ تک پہنچ چکی ہے اور اس کی زبان اس اعتبار سے ہندوستان کی چھٹی بڑی زبان ہے۔ یہ طریقۂ تعلیم ہماری قومی تعلیمی پالیسی کے عین مطابق بھی ہے جہاں غیر رسمی طریقہ تعلیم پر بجا طور پر زور دیا گیا ہے۔ خیال ہے کہ اُردو کرسپانڈنٹ کورس سے اُردو کے وہ دور افتادہ مدرس اور تنگ و تاریک گلیوں میں رہنے والی وہ برقع پوش لڑکیاں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاسکیں گی جن کی رسمی تعلیم اور تعلیم گاہوں تک بوجوہ رسائی ممکن نہیں۔

عام رپورٹ

نیا تعلیمی سال داخلوں کے اعتبار سے حسب معمول رہا۔ امیدواروں کی خاصی تعداد آنرز کورسز کی خواہش مند رہی۔ داخلوں کی کل تعداد 2165 رہی جن میں سے 943 طالب علموں کا تعلق اعلیٰ تعلیمی اداروں سے تھا اور 1222 کا تعلق اسکولوں سے۔ شعبہ تاریخ کے ایم۔ اے میں اور شعبۂ اُردو کے پی۔ ایچ۔ ڈی

کے کورس میں طلبا کی تعداد علی الترتیب دوگنی اور تگنی ہوگئی جو ان شعبہ جات کے مستقبل کے لیے ایک خوش آئند فال ہے۔

جامعہ کالج

اسی سال شعبہ اُردو اور شعبۂ تاریخ میں پروفیسروں کا تقرر عمل میں آیا۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ شعبۂ اُردو اور ڈاکٹر اطہر انصاری شعبۂ تاریخ کے لیے منتخب کیے گئے۔ شعبۂ اُردو میں ریڈری پر ڈاکٹر افتخار الحسن عنوان چشتی صاحب کا تقرر کیا گیا۔ ان تقررات سے دونوں شعبوں میں نئی جان سی پڑ گئی ہے۔ بالخصوص صدرِ شعبۂ اُردو کی سرگرمی ہے اس شعبہ کی جانب سے کئی سیمنار اور توسیعی خطبات کا انتظام کیا گیا۔ شرکت کرنے والوں میں ڈاکٹر یوسف حسین خاں۔ پروفیسر آل احمد سرور اور ڈاکٹر سید اعجاز حسین کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ شعبہ نے مرکزی انیس صدی کمیٹی کے اشتراک سے ایک کل ہند انیس سیمپوزیم کا انعقاد بھی کیا جس میں جامعہ کے علاوہ دہلی اور بیرونِ دہلی کے نامور ادیبوں نے مقالات پیش کیے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے سال رواں میں کئی مقالے اندرون و بیرونِ ہند کے رسائل میں شائع ہوئے۔ انھوں نے زبان و ادب کے کئی سیمناروں میں جامعہ کے نمائندہ کی حیثیت سے شرکت بھی کی۔ شعبۂ اُردو کے دیگر اساتذہ محمد ذاکر صاحب اور حنیف کیفی صاحب نے علی الترتیب انگریزی میں غالب کے اشعار کا ترجمہ اور تنقیدی مضامین شائع کیے۔ یہ امر باعث خوشی ہے کہ اُردو کے مشہور شاعر اور قائد پنڈت آنند نرائن ملا صاحب نے سال رواں میں جیب خاص سے ایک گراں قدر رقم عطا کی جس سے ہر سال ایم۔ اے۔ اور بی۔ اے (اُردو) میں اول آنے والے طالب علموں کو طلائی تمغے دیئے جائیں گے۔ اسی طرح شیروانی چیریٹیبل ٹرسٹ نے اُردو ایم۔ اے کے طلبہ کے لیے ۱۰۰ روپے

ماہوار کا ایک وظیفہ قائم کیا۔ ہم اس اُردو نوازی کے لیے ملا صاحب اور شیروانی ٹرسٹ دونوں کے ممنون ہیں۔

شعبہ تاریخ کے اساتذہ نے امسال تین اہم تصانیف شائع کیں۔ پروفیسر اظہر انصاری نے EUROPEAN TRAVELLERS UNDER THE MUGHALS. ڈاکٹر سریندر ناتھ سنہا نے SUBAH OF ALLAHABAD UNDER THE MUGHALS. اور ڈاکٹر سدھیر چندرا نے DEPENDENCE AND DISILLUSIONMENT. تینوں تصانیف کا علمی حلقوں میں خیر مقدم کیا گیا۔ شعبہ نے توسیعی خطبات کا پروگرام امسال بھی کامیابی سے سرانجام دیا۔ بیرونی اساتذہ میں دہلی کے راجندر پرشاد صاحب اور یو۔ این۔ ڈے صاحب اور علی گڑھ کے اقتدار عالم خاں صاحب نے حصہ لیا۔

پروفیسر اظہر انصاری نے ہسٹاریکل کمیشن کے اجلاس لکھنؤ میں ایک مقالہ پیش کیا اور مجیب اشرف اور خالد سیف اللہ صاحبان نے انڈین ہسٹری کانگریس میں جامعہ کی نمائندگی کی۔

جامعہ کالج کے پرنسپل ضیاء الحسن فاروقی صاحب نے سال کے دوران مین بلجیم میں منعقدہ ورلڈ کونسل آف ریلیجنس فار پیس کی دوسری عالمی کانفرنس میں جامعہ کی جانب سے شرکت کی اور ہائڈل برگ یونیورسٹی کے ساؤتھ ایشیا انسٹی ٹیوٹ کی دعوت پر "اسلام ان ساؤتھ ایشیا" کے بین الاقوامی سیمنار میں مقالہ پڑھا۔ اسی سال ان کی نئی تصنیف "جدید ترکی ادب کے ارکانِ ثلاثہ" مکتبۂ جامعہ نے شائع کیا۔

شعبہ عربی اور فارسی کے اساتذہ جناب عبدالحلیم ندوی، اجتبا ندوی، کبیر احمد جائسی اور ضیاء الحسن ندوی صاحبان نے معتدد رسائل میں علمی مضامین شائع کیے۔ اور آل انڈیا اسلامک اسٹڈیز اور دیگر کانفرنسوں اور سیمناروں میں جامعہ کی نمائندگی

کی۔ عبدالحلیم ندوی صاحب کا جدید عربی سے متعلق ایک مضمون فنی اور اصطلاحی انسائیکلوپیڈیا "اللسان العربی" مراکش میں شائع ہوا۔

ان شعبہ جات کی جانب سے خطبات اور سیمینار بھی منعقد کیے گئے۔ بیرونی مقررین اور مقالہ نگاروں میں مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب، ایرانی کلچرل ہاؤز کے ڈائرکٹر محمد کاظم کامران صاحب اور ڈاکٹر نورالحسن انصاری کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، جنھوں نے اعلیٰ سطح کے تحقیقی مقالات پیش کیے۔

سائنس کے اساتذہ میں شعبۂ کیمسٹری کے صدر ڈاکٹر سید افتخار علی صاحب اور ڈاکٹر شکیل احمد صاحب نے تحقیقی مقالے شائع کیے۔ صدر شعبۂ فزکس ڈاکٹر زاہد حسین زیدی صاحب پڑھانے کے طریقوں کا مطالعہ کرنے کی غرض سے چند ماہ کے عرصے کے لیے انگلستان گئے اور وہاں مختلف یونیورسٹیوں کے طریقۂ تعلیم کو دیکھا اور کانفرنسوں میں شرکت کی۔

جامعہ کالج کے طالب علم حسب معمول مصروف کار اور بیکار دونوں رہے۔ لیکن خوشی کی بات ہے کہ بیکار کا انداز صرف انجمن اتحاد کے الکشن تک رہا جس کے داغ ہائے سیاہ اب تک کالج کے بام و در پر باقی ہیں۔ لیکن ذمہ داری سنبھالتے ہی انھوں نے اپنے عمل کا حساب لیا اور نئی قیادت میں انتظامیہ کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ ان کی اسپورٹس کی سرگرمیاں بدستور جاری رہیں اور مقابلوں میں شرکت شد و مد کے ساتھ ہوتی رہی۔ باوجودیکہ دلی مراد تک پہنچنے کے مواقع کم حاصل ہوسکے۔ اقامتی زندگی کی طرح اسپورٹس بھی ہمارے تعلیمی نگر کا ایک کمزور پہلو ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ جوں جوں جامعہ کا اقامتی کردار واپس آتا جائے گا، کیمپس کی کھیل کود کی سرگرمیاں بڑھتی جائیں گی۔

ٹیچرس کالج اور دیگر ادارے

توسیعی پروگرام کی مشاورتی کمیٹی کے منظور شدہ پروگرام کے تحت محکمہ تعلیم دہلی ضلع جنوبی کے اشتراک سے "کام کے تجربے" اور "تعلیم کو پیشہ ورانہ بنانے" پر ۴۵۰ پرنسپلوں نے سمپوزیم میں شرکت کی اور اس کی رپورٹ شائع کی۔ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر سلامت اللہ صاحب نے مختلف تعلیمی کانفرنسوں میں شرکت کی۔ ان کی ایک تصنیف "تعلیم۔ فلسفہ اور سماج" پر اتر پردیش اُردو اکیڈمی کی جانب سے انعام ملا۔ دیگر اساتذہ ڈاکٹر ایس۔ سی۔ روہیلا، ریاض شاکر خاں اور سید اقبال مہدی زیدی صاحبان نے بھی مختلف کانفرنسوں میں شرکت کی۔ طالب علموں کی مختلف انجمنوں نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور لیڈی شری رام کالج میں منعقدہ مقابلوں میں حصہ لے کر "غالب رننگ ٹرافی" جیتی۔

جامعہ اسکول آف سوشل ورک کے اساتذہ، پرنسپل شمس الرحمان محسنی، پی۔ کے گاندھی اور یاسین صدیقی صاحبان نے مختلف کانفرنسوں میں شرکت کی اور علمی مقالے اور سروے رپورٹیں شائع کیں۔

جامعہ کے مختلف مدارس۔ جامعہ ہائر سکنڈری اسکول۔ مڈل اسکول۔ نرسری اور بالک ماتا سنٹرز میں طلبا کی مجموعی تعداد ۱۲۲۲ رہی۔ ہائر سکنڈری اسکول نے امسال اپنا ایک ایسا گوہر گراں مایہ اُردو کے استاد مرحوم محمد حسین عرف ابّو کی شکل میں کھویا جن کی محبت اور شرافت کا نقش عرصے تک جامعہ برادری کے دل پر قائم رہے گا۔ طلبہ نے اپنے رسالہ "امنگ" کا خاص نمبر اسی محبوب شخصیت کے لیے وقف کر دیا۔ پرنسپل عبدالحق خاں صاحب نے جغرافیہ سے متعلق دو ورکشاپوں میں شرکت کی اور اس کے ایک سیشن کی صدارت کی۔

خط و کتابت اُردو کورس حسب سابق عبدالغفار مدھولی صاحب کی نگرانی میں

کم وسائل کے باوجود کامیابی سے چلتا رہا۔ اس کورس سے استفادہ کرنے والوں میں ہندوستان کے ۲۵ صوبوں اور علاقوں کے حضرات شامل ہیں اور بیرونِ ہند میں نیپال اور جنوبی افریقہ کے کچھ لوگ بھی اس کورس سے مستفید ہو رہے ہیں۔

ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری ایک لائق لائبریرین کی قیادت میں اور ریسرچ اسکالرز کی توجہ کا مرکز بنتی جا رہی ہے۔ اردو اور عربی مخطوطات کی فہرستیں مکمل کر لی گئی ہیں۔ اور ان کی نقول ملک کے اہم تحقیقی اداروں کو بھیج دی گئی ہیں۔ لائبریری کو کئی عطیات ہندوستان اور بیرونِ ہند سے موصول ہوئے ہیں۔ فارسی کی ۱۲۸ کتابوں کا ایک گراں مایہ سیٹ ایرانی یونیورسٹیوں کی جانب سے عطیہ ملا ہے۔ بیگم سجاد ظہیر نے مرحوم سجاد ظہیر کے ذخیرۂ کتب کا بڑا حصہ جامعہ کی لائبریری کو عنایت کیا ہے۔ رابطۂ عالم اسلامی نے بھی اپنی مطبوعات کا ایک سیٹ بطور تحفہ دیا ہے۔ ہمیں امید ہے اور ہماری کوشش ہے کہ کچھ عرصے میں جامعہ کی لائبریری علوم و السنہ مشرقی پر ریسرچ کرنے والوں کا شمالی ہند میں اہم مرکز بن جائے گی۔

حضرات!

لیجیے اب میں اعداد و شمار کی اکتا دینے والی داستان کے خاتمے پر آ پہنچا ہوں۔ ایک سال کسی ادارہ کی عمر کا ایک پل سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس لیے پل بھر کی اس مدت میں کسی کارنمایاں کی تلاش بیکار ہے۔ ہاں اگر اس مختصر رپورٹ سے ہماری نشو و نما کی سمت کا ہلکا سا اندازہ اور اس جذبۂ بیتاب کا معمولی سا احساس ہو جائے، جو اس بستی کے رہنے والوں کو شب و روز مصروف عمل رکھتا ہے، ان خوابوں کی ایک دھندلی سی جھلک مل جائے جن کا غمناک کارخلیش ہوشیار کئے اس دور میں کچھ دیوانوں کی آنکھوں میں آج بھی ملتا ہے، تو یہ ایک لمحہ بھی لمحۂ جاودانی بن سکتا ہے۔

جامعہ کے اہلِ فکر کے سامنے اس ادارے کی موجودہ دَور میں معنویت کا سوال ہر لحظہ رہتا ہے۔ جو لوگ ہمارے مقاصد سے بے خبر ہیں وہ مسلسل تجویز کرتے رہتے ہیں کہ اس کی پیداوار کو بازار کے بھاؤ کے مطابق بنا یا جائے لیکن آپ کے علم میں ہے کہ ابتدا سے اس کے بانیوں نے جامعہ کا ایک بھاؤ بھی مقرر کر رکھا ہے جو ہمیشہ بازار کے بھاؤ کا تابع نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہمارے ذہن میں یہ بالکل واضح ہے کہ اس ادارے کی نشوونما کی سمت اور رفتار ایک خاص نہج اور ڈگر پر ہونی چاہیے۔ اسی میں اس کی معنویت کا راز پنہاں ہے۔ ہم نئے تعلیمی تجربات سے، جامعہ کی تاریخ گواہ ہے، کبھی نہیں گھبرائے۔ ہم نے معاش اور معیشت کے تقاضوں کا اپنی درسیات میں ہمیشہ خیال رکھا ہے۔ لیکن ہمیں اس سے ماورا کی بھی فکر رہی ہے۔ انسان کی جستجو رہی ہے۔ ایسے طالب علم ڈھالنے کی کوشش کرتے رہے ہیں جو کار آفریں، کارکشا اور کارساز ہوں۔ جن کا دماغ اور ضمیر دونوں بیدار ہوں۔ تعلیم کا یہی وسیع مفہوم اور تصوّر جامعہ کے کارکنوں کے پیشِ نظر ہمیشہ رہا ہے۔ اسی لیے جامعہ کی نشوونما بے تحاشا نہیں، متعینہ راہ پر ہونا چاہیے۔ اشخاص کے لیے نہیں، ادارے کے حق میں ہونی چاہیے۔

مہمانِ محترم!

ہم ہر سال اپنی داستان مختصر تمہید اور خاتمے کے ساتھ کسی گوشِ شنوا کے لیے مرتب کرتے ہیں۔ ہمارے لیے یہ باعثِ مسرت وسعادت ہے کہ امسال داستان سنانے کے لیے ہمیں آپ جیسی شخصیت میسر آئی۔ یہ مختصر بھی ہو سکتی تھی لیکن ؏

من از ذوقِ حضوری طول دادم داستانے را

شیخ محمد عبداللہ
(وزیراعلیٰ جموں و کشمیر)

خطبۂ جلسۂ اسناد

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

۲۵ر نومبر ۱۹۷۵ء

جناب امیر جامعہ، جناب شیخ الجامعہ، خواتین و حضرات!

جب شیخ الجامعہ کی طرف سے مجھے جلسۂ تقسیم اسناد کے موقع پر خطبہ پڑھنے کی دعوت ملی تو مجھے آپ کے انتخاب پر کچھ تعجب ہوا کہ آپ نے کیوں کر ایک سیاسی شخصیت کو یہ فریضہ انجام دینے کی دعوت دی۔ شروع میں یہ دعوت قبول کرکے مجھے جھجک سی بھی محسوس ہوئی۔ پھر جیسے جامعہ کی ساری تاریخ میرے محشرِ خیال میں عود کر آئی اور میرے تصور میں وہ سارے قومی رہنما ایک ایک کرکے چھا گئے جنہوں نے جامعہ کو قومی تعلیم کی ایسی دانشگاہ بنانے کا عزم کیا تھا جہاں نہ صرف مسلمانوں کی ذہنی تہذیب کا سامان کرکے اُن کو قومی زندگی میں اپنا رول ادا کرنے کے لیے تیار کرنا مقصود تھا بلکہ اُن کی نظر میں جامعہ قومی تعلیم کی ایک ایسی تجربہ گاہ تھی جس سے پوری قوم کو اپنا مستقبل تعمیر کرنے کے لیے ہدایت ملتی۔ اس طرح میرے اندر ایک تحریک پیدا ہوئی کہ مجھے آپ کی دعوت کو قبول کرلینا چاہیے۔

میں یہ بیان کرتے ہوئے بے انتہا مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ جامعہ کے ساتھ میرا گہرا تعلق رہا ہے۔ اس تعلق کی ایک بنیاد یہ ہے کہ جن اکابر ملت نے اس قومی ادارے کی بنیاد رکھی، اس کی آبیاری کی اور اس کو معراجِ کمال پر پہنچایا اُن میں اکثر کا فیضانِ صحبت مجھے حاصل رہا ہے اور اُن کے ساتھ میری فکری ہم آہنگی رہی ہے۔

مہاتما گاندھی، مولانا محمد علی، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسی عظیم ہستیاں جامعہ کی تحریک کے بانیوں میں تھیں اور ان سب حضرات کے خیالات سے میں متاثر ہوا ہوں۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا رہا ہوں۔

جامعہ کی تحریک کو جس بے لوث خدمت اور اخلاص سے ڈاکٹر ذاکر حسین خان

مرحوم نے جاری رکھا اور جامعہ کو عظیم قومی تعلیمی ادارہ بنانے میں جس لا مثال جذبے کا ذاکر صاحب نے مظاہرہ کیا اُس سے میرے قلب و جگر میں وہ آسودگی میسر رہی ہے جس کا اظہار کسی بھی پیرایہ بیان میں ممکن نہیں۔

جامعہ کو سید عابد حسین، محمد مجیب اور شفیق الرحمان قدوائی جیسے وفا شعار کارکن ملے اور ان جاں نثاروں نے جامعہ کے تئیں جو خدمت گزاری انجام دی اس کا عکس میرے دل پر نقش ہے۔

اس لیے جامعہ کی فضا میرے لیے اجنبی فضا نہیں کہ سارے قومی خدمت گزاروں کا جانا پہچانا ماحول ہے۔

جامعہ کے ساتھ میرا دو میرا تعلق اُس نظریے کی بنیاد پر قائم رہا ہے جس نظریے نے جامعہ کو وجود بخشا۔ وہ نظریہ قومی تعلیم کا نظریہ ہے۔

جامعہ کی تحریک کے پس منظر میں جو عوامل کارفرما تھے اُن میں مسلمانوں کا یہ پُرزور مُطالبہ شامل تھا کہ مسلمانوں کو اپنی تمدنی زندگی اپنی تعلیم کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ اور یہ کہ مسلمانوں کی تہذیبی اور ثقافتی انفرادیت کو قائم رکھا جانا چاہیے۔ مگر اس بات سے کس شخص کو انکار ہو سکتا ہے کہ جامعہ کا مقصد ایک ایسی دانش گاہ کا قیام تھا جہاں ایسی تعلیم کا بندوبست ہو جو نئے ہندوستان کو ایسے شہری فراہم کرے جو اچھے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے ہندوستانی بھی ہوں، جو ملک سے بے تعلق ہو کر تحفظ نہ چاہیں بلکہ ذمہ داری کا بوجھ خوشی سے اپنے سر لے سکیں، جن کی اخلاقی قوت اتنی ہو کہ وہ اپنے ذاتی فائدے پر قومی منفعت کو ترجیح دے سکیں، جو اپنی ذات کی تمام قوتوں کو ترقی دے کر ایسی اخلاقی شخصیت بنائیں کہ ملک کی خدمت کو سب سے اعلیٰ قدر تصور کریں۔ یہی وہ تعلیم تھی جس کی تربیت و تزئین کا سامان جامعہ کو بہم کرنا تھا۔ یہ تعلیم مروجہ اداروں میں ممکن نہ تھی کیونکہ وہاں "میکالے" کی وہ تعلیم رائج تھی جس کی انگریز حکمرانوں کو ضرورت تھی۔ جامعہ کی تعلیم میکالے کی تعلیم کا جواب تھی کیونکہ جامعہ کے بانی کاروں کو احساس تھا کہ آزادی کی صبح طلوع ہونے والی ہے۔ اور پھر آزاد ہندوستان کو وہ تعلیم کام نہ آئے گی جس کا منشاء ذہنی تہذیب اور اخلاقی تربیت کے بجائے بس کچھ پڑھوا لکھوا کر سامراج کو قائم رکھنے کے لیے قلمی مزدوروں کی ایک فوج فراہم کرنا تھا۔ اس تعلیم

میں نہ قومی ضرورتوں کے احساس کی گنجائش تھی نہ فرد کی ذہنی استعداد کا لحاظ۔
کتنی خوش نصیبی کی بات ہے کہ قومی رہنماؤں نے آزاد ہندوستان کی ضرورتوں کا احساس کرتے ہوئے قومی تعلیمی ادارے قائم کرنے کی طرف توجہ کی اور اسی احساس نے کہیں جامعہ کا رُوپ دھار لیا، تو کہیں شانتی نکیتن کا، کہیں واردھا کا تو کہیں کاشی ودیا پیٹھ کا۔ اس نوع کے سبھی اداروں کی قدر مشترک، قومی تعلیم رہی ہے۔ اور مجھے اس تحریک سے والہانہ عقیدت رہی ہے اور اسی تعلق سے جامعہ کو ہمیشہ اپنے خلوص و محبت کا مستحق سمجھتا رہا ہوں۔
جامعہ کے ساتھ میرا ایک اور تعلق بھی رہا ہے۔ یہ تعلق ایک نامحسوس ربط پنہاں بھی رہا ہے یہ ربط عبارت ہے اس گہرے تعلق سے جو اس ادارے کی زندگی کے نشیب و فراز اور میری نجی زندگی کے درمیان پایا جاتا ہے۔ ہم دونوں ایک ہی مادر درسگاہ کے زائیدہ ہیں۔ جامعہ کی جد و جہد تعلیم اور تہذیب کے میدان میں ہے، میری تگ و دَو کا تعلق بنیادی طور پر ملک کی سیاست سے رہا ہے۔ وسیع تر مفہوم میں ہم دونوں کے مقاصد اور فیصلہ ایک ہے۔ ہم دونوں نے ملک کی سب سے بڑی اقلیت کی تہذیبی اور ثقافتی انفرادیت کے تحفظ کی کٹھن ذمہ داری قبول کی ہے۔ دونوں نے قومی یک جہتی اور جذباتی ہم آہنگی کا عہد و پیمان باندھا ہے۔ دونوں جمہوریت اور سیکولرازم میں یقین رکھتے ہیں اور دونوں مذہبی اور اخلاقی قدروں کو کامیاب اور شریفانہ زندگی کی اساس سمجھتے ہیں۔
جناب امیر جامعہ، جامعہ کے ساتھ جس شخص کے اتنے گہرے روابط ہوں، وہ کیوں کر آپ کے درمیان حاضر ہونے سے انکار کر سکتا!
جامعہ پر اب تک ٥٥ برس بیت چکے ہیں۔ اس دور میں جامعہ کو معراج کمال حاصل ہوا ہے۔ جامعہ کی جملہ کامیابیوں کا احاطہ کرنا اس وقت ممکن نہیں، تاہم چند ایک باتوں کا تذکرہ ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔
سنہ ۱۹۲۰ء میں بقول پنڈت جواہر لال نہرو، ترک موالات کے اس "تندرست بچے" نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی کوکھ سے جنم لیا تو اس وقت اعلیٰ تعلیم اونچے طبقے کی میراث سمجھی جاتی تھی۔ جامعہ ملیہ پہلا قومی ادارہ ہے جس نے تعلیم کی برکتوں کو نچلے اور متوسط طبقے تک پہنچانے کی کوشش کی اور ابتدائی تعلیم کی طرف خاص طور پر دھیان دیا۔ ہندوستانی ماحول اور اسلامی

تعلیمات کی روشنی میں نصاب تعلیم مرتب کیا اور چھوٹے بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ کی۔

مجھے آزادی کے بعد بھی سالہا سال تک قید و بند کی زندگی گزارنا پڑی اور اس وجہ سے جامعہ کے اداروں کو تفصیل سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن جن لوگوں نے آزادی سے پہلے کی جامعہ کو دیکھا ہے، بالخصوص ابتدائی تعلیم و تربیت کو، وہ تسلیم کریں گے کہ اس جیسی تعلیم و تربیت کا ملک میں کہیں اور انتظام نہیں تھا۔

جامعہ نے ایثار و قربانی اور خلوص و محبت کی جو مثال قائم کی ہے اس کی نظیر بھی اس برصغیر کی تاریخ میں بہ مشکل ملے گی۔ بات صرف اتنی نہیں تھی کہ جامعہ کا بجٹ بہت مختصر تھا اور اساتذہ اور کارکنوں کی تنخواہیں بہت کم تھیں، بلکہ سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ جامعہ کے ماحول اور یہاں کی تعلیم و تربیت کو دیکھ کر کوئی شخص یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اتنے مختصر بجٹ اور اتنی کم تنخواہوں میں عظیم اور شاندار کام کیا جا سکتا ہے۔ استادوں اور کارکنوں کے نشاط کار، ایثار، ان کی اُمنگ اور لگن اور دن رات کی محنت اور کوشش دیکھ کر ذرا بھی اس کا اظہار نہیں ہوتا کہ ان کے کچھ ذاتی مسائل بھی ہیں۔

قومی خدمت اور جماعتی ایثار و خلوص کی یہ داستان میں نے دو وجوہ سے بیان کی ہے، ایک تو انہیں منازل سے میں بھی گزرا ہوں جن سے جامعہ اور جامعہ کے کارکن گزرے ہیں، اس لیے راستے کے صبر آزما اور دل شکن مشکلات سے بخوبی واقف ہوں اور کارکنانِ جامعہ کے عزم و حوصلہ اور ایثار و قربانی کی صحیح معنی میں قدر کر سکتا ہوں۔ دوسرے جامعہ کے نئے اساتذہ اور نئے کارکنوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ آج اگرچہ جامعہ کو حکومت کی امداد حاصل ہے، اساتذہ کی تنخواہیں وہی ہیں جو دوسری یونیورسٹیوں میں ہیں، آج جامعہ بڑی حد تک فارغ البال ہے، کم از کم ان مشکلات سے دوچار نہیں جن سے آزادی سے قبل دوچار تھی، مگر اس کے باوجود جامعہ ملیہ اور عام یونیورسٹیوں میں فرق ہے اور ہونا چاہیے۔ جامعہ کی شہرت اور جامعہ کی خصوصیت اس وقت باقی رہ سکتی ہے جب ایثار و قربانی اور انتھک محنت اور سعی و عمل کی شاندار روایات کو باقی رکھا جائے۔ میرے کہنے کا مدعا یہ نہیں کہ آپ دوسری یونیورسٹیوں کے اساتذہ سے کم تنخواہ لیں۔ آپ ضرور وہ تنخواہ لیں جس کے قواعد اور اپنی استعداد و لیاقت کے لحاظ سے آپ مستحق ہیں، مگر آپ اپنے آپ کو جامعہ کے ملازم نہیں سمجھیں بلکہ جامعہ کو اپنا ادارہ سمجھیں اور اسی لگن اور خلوص و محبت کے ساتھ کام کریں جس

کی شاندار روایات کا نام جامعہ ملیہ اسلامیہ ہے۔

جامعہ کی نصف صدی سے زائد زندگی میں بلاشبہہ طالب علموں، استادوں اور اداروں کی تعداد کے لحاظ سے جامعہ نے بڑی ترقی کی ہے اور اس ترقی پر جامعہ کے ارباب حل و عقد مبارک باد کے مستحق ہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ اس ادارے کے اساتذہ اور کارکن اس کا جائزہ ضرور لیں کہ آیا انھوں نے اپنے بزرگوں کی روایات کو زندہ رکھا ہے یا نہیں؟ اگر زندہ رکھا ہے تو بڑی خوشی کی بات ہے اور اگر نہ رکھا ہو تو اس کی ضرور کوشش کریں۔ جامعہ ملیہ اگر عام یونیورسٹیوں کی طرح ایک یونیورسٹی بن گئی تو کم از کم مجھے ذاتی طور پر کوئی خوشی نہ ہوگی۔ مجھے صرف اس وقت خوشی ہوگی جب جامعہ کا ماضی اس کے جبینِ مستقبل سے جھلکے۔

ظاہر ہے یونیورسٹی اُسی کو کہتے ہیں جہاں جملہ مضامین میں اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو اور تحقیق و جستجو کا معقول اور اعلیٰ انتظام ہو۔ مگر سوال یہ ہے کہ جامعہ کا اصل میدانِ عمل کیا ہو جس سے جامعہ جانی اور پہچانی جائے اور جس پر جامعہ کی شہرت اور نیک نامی کی بنیاد ہو اور جو اپنے ماضی کی روایات سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہو۔ میرے خیال میں اس میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ وہی خصوصیات اور نصب العین جو جامعہ کے بانیوں نے اس عظیم ادارے کے لیے مقرر کیے تھے وہی قائم و دائم رہیں۔ جامعہ میں علوم مشرقیہ، اسلامیات اور سوشل ورک کی تعلیم و تحقیق کا اتنا عمدہ انتظام ہونا چاہیے اور کتابوں کا اتنا ذخیرہ ہو کہ جو شخص بھی ان علوم میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا یا تحقیق کرنا چاہے۔ وہ جامعہ میں آنے کے لیے مجبور ہو۔

اردو شروع سے جامعہ کا ذریعۂ تعلیم رہی ہے اور اس لحاظ سے جامعہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ممتاز رہی ہے۔ اس کی یہ خصوصیت ہر حال میں باقی رہنی چاہیے یہ اس کی شاندار روایات اور اس کے بانیوں کی فکر اور مقاصد کا لازمی حصّہ ہے۔ ان بزرگوں نے قومی تعلیم کی پہلی شرط یہ بتائی تھی کہ وہ مادری زبان میں ہو اور اس ادارے کے لیے اردو کا انتخاب کیا گیا تھا۔ جامعہ عثمانیہ کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ دوسرا بڑا ادارہ ہے جہاں قومی تعلیم کی اس ڈگر کو کامیابی کے ساتھ اپنایا گیا۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ جامعہ ملیہ میں تعلیم ابتدائی درجوں سے لے کر اعلیٰ مدارج تک اردو میں دی جاتی ہے۔ جامعہ ملیہ نے اردو کے بہت سے صاحب طرز ادیب اور مقرر پیدا کیے اور اردو کی علمی حدود کو کئی سمتوں میں وسیع کیا ہے۔ چونکہ اردو ریاست جموں و کشمیر کی سرکاری زبان ہے اس لیے ہم اردو

سے متعلق جامعہ ملّیہ کے تعلیمی تجربات میں ہمیشہ دلچسپی لیتے رہے ہیں اور جامعہ کے اداروں کی مرتب کردہ کتب سے ہمارے یہاں کے طلبہ نے ہمیشہ استفادہ کیا ہے۔ کشمیر اور جامعہ ملّیہ کے درمیان اردو کا رشتہ ایک مضبوط تہذیبی و تعلیمی رشتہ ہے اس لیے جامعہ کو اس سلسلے میں ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیے۔

میری خواہش ہے کہ جامعہ کا شعبۂ اُردو، اردو تحقیق و تدریس کا ایک ایسا مرکز بن جائے جہاں ملک کے مختلف گوشوں سے جوق در جوق تشنۂ علم آکر سیراب ہوتے رہیں۔ ہماری قومی زندگی میں اردو کی جو اہمیت ہے اس کا پورا اندازہ ہماری نئی نسل کو نہیں، لیکن سر تیج بہادر جیسے ہمارے بزرگوں کو خوب علم تھا جنھوں نے کہا تھا کہ "اردو ہندو اور مسلمانوں کا وہ مشترک ورثہ ہے جو ناقابل تقسیم ہے۔

تعلیمی ادارے ہوں یا جماعتیں اور انجمنیں یا اشخاص، ان کی معنویت اسی وقت باقی رہ سکتی ہے جب وہ زمانے اور تبدیلیوں کا ساتھ دیں۔ جامعہ جب قائم ہوئی تھی اُس وقت کے حالات اور موجودہ حالات میں بڑا فرق ہے۔ جامعہ کو فعال اور زندہ ادارہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ تبدیلیوں کا ساتھ دے۔ قومی خدمت شروع سے اس کا نصب العین رہا ہے۔ اس کام کے لیے جو نئی راہیں پیدا ہوئی ہیں انھیں بغیر کسی جھجک اور تامل کے اختیار کرنا چاہیے۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ آزادی کے بعد جامعہ سکول آف شوشل ورک قائم ہوا ہے اور سماجی کاموں کے لیے کم مدتی ٹریننگ کا عورتوں کے لیے انتظام ہے اور مختلف ریاستوں کی عورتیں یہاں ٹریننگ لیتی ہیں۔ اسی طرح جامعہ کا ٹیچرس کالج بھی ملک کی مفید خدمت انجام دے رہا ہے اگرچہ اس کی بنیاد ۱۹۳۸ء میں رکھی گئی تھی اور اُس وقت کا مقصد بنیادی تعلیم کے اسکولوں کے لیے استاد تیار کرنا تھا اُس زمانے میں ریاست جموں و کشمیر نے بھی اس سے فائدہ اُٹھایا، مگر اب اس کالج نے کافی ترقی کی ہے اور ایم۔ ایڈ اور ریسرچ کا اچھا انتظام ہے۔

بہر حال جامعہ نے جو ترقی کی ہے اور خدمت انجام دینے اور کام کرنے کی جو نئی نئی شاہراہیں پیدا کی ہیں وہ سب کی سب قابلِ تعریف ہیں مگر خدمت اور کام کے بہت سے شعبے ہیں جو دعوتِ عمل دے رہے ہیں۔

جناب امیر جامعہ! اب اجازت دیجیے کہ میں ایک حرفِ شکایت بیان کروں:

مجھے اہلِ سیاست سے شکایت ہے جو گذشتہ پچیس برسوں کے دوران اربابِ اختیار رہے ہیں کہ انھوں نے تعلیم کو وہ اہمیت نہ دی جو دی جانا چاہیے تھی۔

ہمارے یہاں اقتصادی منصوبے ترتیب دے کر صنعتی، زرعی، اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے ضمن میں جو کچھ کیا گیا ہے وہ کچھ کم نہیں ہے اور بلاشبہ اقتصادی ترقی کے اعتبار سے ایک خوش حال مستقبل کی بنیاد پڑ گئی ہے۔ مگر تعلیم کے معاملے میں جو بے اعتنائی برتی گئی ہے اُس کے مضرت رساں اثرات کچھ تو نمودار ہو چکے ہیں اور کچھ آنے والے دنوں میں نمودار ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم کو وہ اہمیت ابھی تک نہیں ملی ہے جو ملک کی فلاح اور قوم کی تعمیر و ترقی کے لیے ضروری تھی۔

ہم نے دریاؤں کا رُخ موڑ کر بجلی پیدا کی اور خشک زمینوں کو سیراب کیا، ہم نے فولاد اور کوئلے سے کام لے کر ملک کے طول و عرض میں کارخانوں کا جال بچھا دیا۔ ہم نے دھرتی کی چھاتی کرید کر وہ معدنیات حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی جو صنعتی ترقی کے لیے ضروری تھی۔ ہم نے نقل و حمل کے ذرائع میں حیرت انگیز حد تک وسعت دے دی۔ ہم نے جدید ٹکنالوجی سے استفادہ کر کے زرعی انقلاب کی کامیاب کوشش کی۔ الغرض ہم نے قومی اقتصادی ترقی کے لیے بڑی تگ و دو کی ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ خوش آیند منزل ابھی نہیں آئی جس کے لیے ہم نے اتنے مراحل طے کر لیے ہیں۔ مگر میں گذشتہ برسوں میں سوچتا رہا ہوں کہ ہمارے منصوبہ سازوں اور اربابِ اختیار نے اپنے منصوبوں میں تعلیم کو وہ درجہ نہیں دیا جو تعلیم کو ملنا چاہیے تھا۔ تعلیم کی اہمیت کو روپے پیسوں سے ناپ کر یہ ظاہر کرنا کہ فلاں منصوبے میں اتنی رقم تعلیم کے لیے مخصوص ہوئی تھی، دراصل اعداد و شمار کا گورکھ دھندا ہے۔ مجھے اعداد و شمار کے ساتھ کوئی دل چسپی نہیں۔ مجھے تعلیم کے سلسلے میں سعی و عمل کے مظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شعبے کو اولیت کا مقام حاصل نہیں رہا ہے!

تعجب کا مقام ہے کہ جس ہندوستانی کی فلاح و بہبود کے لیے ہم نے نہریں کھدوائیں، سڑکیں بنوائیں، کارخانے قائم کیے، بجلی کی ضو پاشیاں بساطِ ہندوستان میں چاروں طرف بکھیر دیں، اُس کی ذہنی تہذیب، اخلاقی تربیت اور فکری بالیدگی کی طرف وہ توجہ نہ کی جو کرنا چاہیے تھی۔ اس غفلت شعاری کے مظاہر و نتائج ہمارے سامنے ہیں۔

ملک بھر کی ریاستوں میں تعلیم کا محکمہ سب سے کم اہم (Least Prestigeous) جان کر چند گنی چنی شخصیتوں کو چھوڑ کر ان وزراء کو سونپا جاتا ہے جو یہ کم اہم محکمہ قبول قبول کرنے کے لیے مجبور رہتے۔

یہ تعلیم کی اہمیت کے تئیں احساس کی کمی ہی تو ہے کہ طلوعِ آزادی کے ربع صدی بعد بھی ہم علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ ہمارا نظامِ تعلیم ناقص، طریقِ امتحان فرسودہ اور نصابِ تعلیم انقلاب کی حد تک اصلاح طلب ہے۔

تعجب انگیز بات ہے کہ آزادی کے ستائیس برس بعد بھی ہم تعلیم کے معاملے میں قومی ضرورتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں اور ابھی تک ہمارے تعلیمی ادارے ڈگری ساز کارخانے بنے ہوئے ہیں۔ سالہا سال سے ہم پیشہ وارانہ تعلیم کی باتیں کرتے رہے، اور "کام کے مدرسوں" کو قائم کرنے کی ضرورت محسوس کرتے رہے ہیں، مگر کیا ہم سے ملک گیر سطح پر اس کا اہتمام ہو سکا ہے؟ حالت یہ ہے کہ تعلیم یافتہ بے روزگاری ہماری سماج کی سب سے بڑی علت کے روپ میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

میں نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ تعلیم یافتہ بے روزگار تلاشِ روزگار میں کس طرح سرگرداں رہتے ہیں۔ میں نے سائنس کی ڈگری یافتہ لوگوں کو کلرک بنتے، کامرس کے سند یافتہ لوگوں کو مدرس بنتے اور انجینیرینگ کے تربیت یافتہ افراد کو دوکانداری کا دھندا کرتے دیکھا ہے۔

دوستو! اس عمل میں مجھے بڑا ہی کفرانِ نعمت نظر آتا ہے۔ خدا نے ہمارے نوجوان کو جو ذہنی قوتیں ودیعت کی ہیں، ان کی پوری پرورش ہم سے نہیں ہو سکی ہے اور اب جو وہ فارغ التحصیل ہو چکے ہیں تو سماج ان سے کوئی فائدہ حاصل کرنے سے معذور ہے!

ایک حرفِ شکایت قومی تعلیمی اداروں سے ہے جن کو اسی اُمید پر قائم کیا گیا تھا کہ یہ نئی روشنی پھیلائیں گے اور آزاد ہندوستان کے شہریوں کو حقیقی فلاح سے ہمکنار کریں گے۔ مگر اب تک ہم ستائیس بار آزادی کی سال گرہ منا چکے ہیں۔ مگر کیا ہم قومی تعلیم کی ضوپاشیاں ملک بھر میں بکھیر سکے ہیں؟ مجھے تو لگتا ہے کہ ہمارے قومی تعلیمی ادارے وہ حق ادا نہیں کر رہے ہیں جو ان کے سپرد کر دیا گیا تھا۔

جامعہ ہو یا شانتی نکیتن، علی گڑھ ہو یا بنارس، یہ ادارے قومی تعلیم کا وہ

منشا پورا نہیں کر سکے ہیں، جو ان کے وجود سے مقصود تھا۔ کچھ قومی ادارے تو ایسے بھی ہیں جہاں ارتقا کی جگہ انحطاط نے لی ہے۔ اس ضمن میں علی گڑھ کا ذکر برمحل نظر آتا ہے۔

بڑی بد قسمتی کی بات ہے کہ ایک طرف علی گڑھ کی تہذیبی انفرادیت رو بہ زوال ہے اور دوسری طرف تعلیم کے کام میں یہ ادارہ بھی ملک کے دیگر اداروں کے بالکل مشابہ ہو گیا ہے۔ کیا ہم بتا سکتے ہیں کہ بنارس اور علی گڑھ ملک کی دوسری یونیورسٹیوں کے مقابلے میں قوم کے لیے زیادہ فائدے مند اور فعال ہیں؟

کچھ لوگ قومی اداروں کے تئیں اپنی والہانہ عقیدت میں ان اداروں کے مقصدِ وجود کو یکسر نظر انداز کرتے ہیں، مگر میں اپنی جگہ محسوس کرتا ہوں کہ واردھا میں جس تعلیم کا تار و پود تیار کیا گیا تھا اور خیال تھا کہ سبھی قومی تعلیمی ادارے اسی نوع کی تعلیم کے لیے منظم ہو جائیں گے، وہ تار و پود بکھر چکا ہے۔

اب ہمارے تعلیمی منصوبہ سازوں نے ایک نئی سکیم جس کو قومی خدمت کی سکیم کہا جاتا ہے، رائج کی ہے تاکہ نئی نسل میں قوم کی خدمت کا جذبہ اُجاگر کیا جا سکے۔ مگر مجھے اس سکیم کی کامیابی کے زیادہ امکانات نظر نہیں آتے۔ اس سکیم کا سارا زور اُس پیسے پر ہے جو مرکزی سرکار ریاستی حکومتوں کو فراہم کر رہی ہے۔ قومی خدمت کا احساس پیسے سے اُجاگر نہیں ہوتا، اُس کے لیے ایثار چاہیے اور یہ ایثار پہلے وہاں سے شروع ہو جائے جہاں ملک و قوم کی ترقی کی مصلحتیں وجود پاتی ہیں، ترقی کے خاکے بنتے ہیں اور نقشے اُبھرتے ہیں۔ اس ضمن میں اربابِ اختیار کا سب سے بڑا ایثار یہی ہوگا کہ وہ تعلیمی اداروں کو تعلیم کا صحیح مقصد پورا کرنے کے لیے متحرک کریں۔ اور ترقی کے منصوبوں کا حرفِ اوّل تعلیم قرار دیں۔

جنابِ امیر جامعہ! ایک حرفِ شکایت بیان کرتے ہوئے میرا تخاطب صرف جامعہ سے ہوگا۔

جامعہ کو یہ فخر حاصل رہا ہے کہ جامعہ کے بانیوں میں وہ لوگ تھے جنھوں نے قوم کو بنیادی تعلیم کا نظریہ دیا تھا۔ اور ایک وقت تھا کہ چار دانگِ ہندوستان میں بنیادی تعلیم کا چرچا تھا۔ دیکھا دیکھی یہ نظریہ ہندوستان بھر میں پھیلنے لگا اور کئی ریاستوں میں یہ کام کے مدرسے قائم ہو گئے۔ خیال تھا کہ ملک بھر میں کام کے مدرسے قائم ہوں گے اور بنیادی تعلیم بھی تحریک

مضبوط ہوگی۔ مگر یہ خیال غلط ثابت ہوا اور رفتہ رفتہ "کام کے مدرسے" اجڑ گئے! اور "بنیادی تعلیم" کی تحریک ختم ہوگئی۔ میں اس نظریئے کا قایل ہوں کہ مدرسوں میں تعلیم کے ساتھ کام کی شمولیت سے بہترین جسمانی و ذہنی تربیت ہو سکتی ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ بنیادی تعلیم کے ضمن میں ملک بھر میں کیا کام ہو رہا ہے۔ جموں و کشمیر ریاست میں "کام کے مدرسے" باقی نہیں رہے۔

میرا اندازہ ہے کہ ملک بھر میں بنیادی تعلیم کی یہی حالت ہوگی۔ مجھے جامعہ سے یہ شکایت نہیں کہ جامعہ نمونے کا "کام کا مدرسہ" کیوں نہیں بنا — اگر اب بھی جامعہ کو بنیادی تعلیم کا ماڈل قرار دیا جائے اس سے میری تشفی ممکن نہیں۔ مجھے جامعہ سے یہ شکایت ہے کہ جامعہ نے بنیادی تعلیم کی تحریک کے سلسلے میں سارے ملک کو رہنمائی کیوں میسر نہ کی۔ اگر جامعہ کے اربابِ اختیار اب بھی اس کا اہتمام کریں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ میری نظر میں جامعہ ہی بنیادی تعلیم کے نظریہ کی وارث ہے اور اس نظریہ سے متعلق قدروں کی امین بھی!

جنابِ امیرِ جامعہ!

اب روئے سخن طلبہ کی جانب کرتا ہوں!!

میرے عزیزو! تم جامعہ سے صرف کاغذ کی سند لے کر نہیں جا رہے ہو۔ یہ سند دوسری جامعات کی سندوں سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ یہ ایک ایسے قومی ادارے کی طرف سے مل رہی ہے جس نے تعلیم کا ایک عملی اور کرداری تصور پیش کیا ہے۔

آج جب تم اس دانشگاہ سے رخصت ہو رہے ہو تو میرے دل میں یہ تحریک پیدا ہو رہی ہے کہ آپ سے کہوں کہ تم ملک کی سیوا میں بھی اپنا حق ادا کرو۔ تم اپنے سماج اور اپنی قوم سے محبت کرو کہ اس میں تم کو زندگی اور حسن کا ایک نیا تصور، شوق اور عبادت کا ایک نیا کرشمہ سامنے نظر آ جائے گا۔

مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہو رہا ہے کہ تمہارے چاروں طرف اب بھی جہالت خود غرضی، معاشرتی نابرابری اور سماجی ناانصافی اور نہ جانے کیا کیا بدعتیں ہلا بنائے ہوئے ہیں۔ میں آرزو مند ہوں کہ تم ان بدعتوں سے کوئی سمجھوتہ کرنے کے بجائے ان سے

نبرد آزما ہونا تاکہ نئے ہندوستان میں زندگی کی نئی طرح استوار کرنے میں تمھارا حصّہ تو ادا ہو جائے ۔

آپ کو ایک اور بات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہندوستان بہت سارے مذہبوں اور تہذیبوں کا ملک ہے ۔ ہماری قومی تعلیم گاہوں، جن میں جامعہ کو ممتاز مقام حاصل رہا ہے، کا یہ بھی مقصدِ وجود رہا ہے کہ نئی نسل کو مختلف مذہبوں اور تہذیبوں کے خزانوں سے اخلاق کی دولت سمیٹنے کی تربیت کریں تاکہ وہ اپنے سماج کی اور خود اپنی زندگی سنوار سکے۔ مجھے اُمید ہے کہ جامعہ نے آپ کو اخلاق کی دولت حاصل کرنے میں مدد دی ہوگی اور آپ میں قدروں کا احساس اُجاگر کیا ہوگا جو ہندوستان نے مغرب سے مستعار نہیں لی ہیں بلکہ ہندوستان صدیوں سے ان انمول قدروں کا امین رہا ہے ۔

میرے عزیزو ! کئی لوگوں نے قدروں کو دینی، اخلاقی، سیاسی، سماجی اور جمالیاتی قسموں میں تقسیم کیا ہے ۔ میں نہیں مانتا کہ قدروں کا یہ بٹوارا صحیح ہے ۔ میں یہی مانتا ہوں کہ وہ قدریں لازوال ہیں جو انسان کو اخلاقی وجود بخشتی ہیں اور جوہرِ انسانیت سے مشرف کرتی ہیں !

جامعہ اعلیٰ انسانی اور اخلاقی قدروں کی مبلغ و ترجمان رہی ہے ۔ آپ کو اس بات کے لیے خوشی ہونی چاہیے کہ آپ جامعی ہیں ۔ گاندھی، محمد علی اور ذاکر حسین کی قدروں کے امین !

خدا کرے، یہ سند آپ کو مبارک ہو اور آپ اپنے لیے ہی نہیں، ملک و قوم کے لیے مبارک ثابت ہوں ۔

بچّوں کے لیے

ترقی اردو بورڈ کی چند مطبوعات

1	خط کی کہانی	غلام حیدر	3-75
2	پیسے کی کہانی	غلام حیدر	3-00
3	گاندھی جی کے مختلف رُوپ	انو بندھو پادھیائے	3-00
4	بچّوں کے نہرو	ایم۔ چلاپتی راؤ	7-50
5	چڑیاں	سلطانہ آصف فیضی	3-00
6	بھکاری راجہ	کے۔ شیو کمار	1-50
7	مہاگری	ہیم لتا	3-75
8	جانور اور ان کے بچے	این۔ این۔ موزمدار	2-75
9	سرسید احمد خاں	میر نجابت علی	1-00
10	راجہ رام موہن رائے	ایس۔ ایل۔ گھوش	3-50
11	چراغ کا سفر	سید محمد ٹونکی	1-50
12	ہمارا جسم	اکرام احمد	3-50
13	سجاتا اور جنگلی ہاتھی	شنکر	4-00
14	پنچ تنتر کی کہانیاں (چار حصے)	کے۔ شیو۔ کمار	24-25
15	چندر دیو	ہیم لتا	3-00
16	سب کا باپو	سلطانہ آصف فیضی	0-55
17	ہری اور دوسرے ہاتھی	پل بسواس	6-00
18	ناگ منی	ساوتری	3-00

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

جامعہ نگر، نئی دلی 110025 دلی 110006 بمبئی 400003 علی گڑھ 202001

خطبہ صدر مجلسِ استقبالیہ

(احمد سعید ملیح آبادی صدر مجلسِ استقبالیہ)

معزز مندوبین، اہلیانِ گرامی! خواتین حضرات!

اس شہر کلکتہ میں آپ کا استقبال کرتے ہوئے مجھے دلی مسرت ہو رہی ہے آپ حضرات نے ہماری ناچیز دعوت قبول کی اور ملک کے طول و عرض سے دور دراز سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے یہاں تشریف لائے اور اپنے قیمتی وقت کے کئی شب روز ہمیں عنایت کیے۔ اپنی طرف سے اور مجلسِ استقبالیہ کے تمام اراکین کی جانب سے نیز مغربی بنگال کے عوام کی طرف سے میں آپ سب کا خیر مقدم کرتا ہوں اور آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

مجھے آپ سے معذرت بھی کرنا ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں آل انڈیا اردو ایڈیٹرس کانفرنس کا اجلاس گزشتہ سال اسی مہینے اسی شہر کلکتہ میں ہونے والا تھا مگر کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ کانفرنس کی تیاریاں پوری نہ ہو سکیں۔ پھر ارادہ ہوا کہ سالِ رواں کے موسمِ بہار میں اجلاس کریں، وہ بھی نہ ہو سکا۔ کئی بار التوا نے ہمیں پریشان اور بددل سا کر دیا۔ پھر عجلت میں ہم نے طے کیا کہ اگست کے آخر میں اجلاس کر ڈالیں۔ تاریخیں طے پا گئیں، اعلان ہو گیا۔ مگر قدرت ہمارے فیصلے سے متفق نہیں تھی۔ اگست کا مہینہ سیلابوں کا تھا۔ کئی ریاستیں سیلاب کی لپیٹ میں آ گئیں اور پٹنہ جہاں ہماری کانفرنس کا صدر دفتر ہے۔ طوفانِ نوح کا شکار ہو کر گلے گلے پانی میں ڈوب گیا۔ حالات نے ہمیں ایک بار پھر التوا پر مجبور کر دیا۔ اس کے علاوہ ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کے سبب ایسا لگتا تھا کہ شاید ابھی کچھ اور عرصہ تک ہم کانفرنس نہ کر سکیں۔

خدا کا شکر ہے کہ راستے کی تمام مشکلات دور ہو گئیں اور تاخیر سے سہی مگر ہم

اپنے ارادوں کے مطابق آج اپنی کانفرنس کے سہ روزہ اجلاس کا آغاز کر رہے ہیں۔

ہماری کانفرنس کا پہلا اجلاس لکھنؤ میں نومبر ۱۹۷۳ء میں دھوم دھام سے ہوا تھا۔ اُس کا افتتاح وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے کیا تھا۔ ملک کی بہت سی نامور شخصیتیں لکھنؤ اجلاس میں شریک ہوئی تھیں اور اسے خطاب کیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آل انڈیا اردو ایڈیٹرس کانفرنس کو ملک میں کس قدر اہمیت اور عزت و وقار کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لکھنؤ اجلاس کے موقع پر میں نے سینٹرل کمیٹی کے سامنے تجویز رکھی تھی کہ اگلا اجلاس کلکتہ میں ہو۔ ساتھیوں نے اس تجویز کو پسند اور قبول کیا تھا۔ کہنے کو تو میں نے لکھنؤ میں یہ بات کہدی مگر انہیں معلوم تھا کہ اتنی بڑی ذمہ داری کا کام کون سنبھالے گا؟ خود اپنے اندر میں اس کی نہ صلاحیت پاتا تھا نہ سکت۔ مگر جب زبان سے یہ بات نکل ہی گئی تھی تو اسے انجام دینے کے لیے کسی مجبوری کو پکڑا گیا اور واقعی یہی میری سزا تھی! لیکن اب سوال یہ تھا کہ آخر یہ کام ہو کیسے؟

پچھلے سال کی بات ہے کہ پٹنہ ہیڈ آفس سے کانفرنس کے کنوینر ڈاکٹر خالد رشید صبا اور دوسرے صاحبان کلکتہ تشریف لائے اور ہم لوگ وزیر اعلیٰ مغربی بنگال شری سدھارتھ شنکر رائے کے پاس اس غرض سے پہنچے کہ وہ کانفرنس کے افتتاح کی دعوت بخوشی قبول فرمائیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے نہ صرف افتتاح کی دعوت بخوشی قبول کی بلکہ یہ سن کر بہت مسرور ہوئے کہ اردو ایڈیٹروں کی کانفرنس ہم کلکتہ میں کر رہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ نے اپنے تعاون کا ہمیں یقین دلایا اور انھوں نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ اگر ہمیں اپنے وزیر اعلیٰ کی اس درجہ حمایت اور اعانت نہ حاصل ہوتی تو ہمارے لیے کانفرنس کا اتنا بندوبست کرنا بہت دشوار ثابت ہوتا۔ وزیر اعلیٰ صاحب ہم سے زیادہ کانفرنس کے معاملے میں پرجوش، مستعد اور ثابت قدم نکلے۔ اور برابر ہماری ہمت بڑھاتے رہے۔ لہٰذا اسے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جانب سے

اور مجلس استقبالیہ کی جانب سے اور آپ مجھے اجازت دیں تو آپ سب کی طرف سے وزیر اعلیٰ شری سدھارت شنکر رائے کا شکریہ ادا کروں۔ اُن کی ذات سے ہمیں پوری امید ہے کہ مغربی بنگال میں اردو صحافت کے فروغ اور اردو زبان کے تحفظ و ترقی کے لیے وہ اسی طرح ہمارا ساتھ دیتے رہیں گے۔ وزیر اعلیٰ شری رائے کا یہ مشن ہے کہ مغربی بنگال کو نمونے کی سیکولر اسٹیٹ بنایا جائے، جہاں تمام کمزور اور پچھڑے ہوئے لوگوں کو خاص کر مذہبی اور لسانی اقلیتوں کو انصاف ملے اور ترقی کے یکساں مواقع میسر آئیں۔ ان کا یہ جذبہ اُن کی خاندانی روایات کے مطابق بھی ہے، وہ اس گھرانے کے چشم و چراغ ہیں جس نے دیش بندھو چترنجن داس جیسا وسیع النظر اور قومی اتحاد کا علم بردار لیڈر ملک کو دیا تھا۔ جس کے ساتھ زمانے نے اگر وفا کی ہوتی تو آج اس ملک کی تاریخ بھی کچھ اور ہوتی۔ اور جغرافیہ بھی۔

حضرات! یہ وہی سرزمین بنگال ہے جس نے نیتا جی سبھاش چندر بوس جیسا جیالا لیڈر پیدا کیا تھا جس نے برلن اور ٹوکیو سے لے کر برما کے جنگلوں تک ہندوستان کی آزادی اور اتحادِ قوم کے واسطے اپنی جان کی بازی لگا دی، اور جناب والا اسی سونار بنگال کی دھرتی پر کبھی ٹیگور نے نغمہ سرائی کی اور کبھی نذرالاسلام کے انقلابی ترانوں نے لہو گرمایا۔ اسی سرزمین پر آخری تاجدار اودھ جان عالم واجد علی شاہ اختر مٹیا برج کی بستی میں محوِ خواب ہیں۔ یہ فاتح فورٹ ولیم نواب سراج الدولہ کی سرزمین ہے جس نے آزادی کی جنگ میں انگریزوں کے دانت کھٹے کیے تھے۔ اور یہ مجاہدِ آزادی ابوالکلام آزاد کی نگری ہے جہاں سے الہلال ملک میں صورِ آزادی بن کر گونجا جس نے دلوں کو نئی تمنا اور خون کو نئی حرارت دی جس کے قلم اور علم و فضل نے ذہنوں کی آبیاری کی اور جس نے صحافت، خطابت اور قیادت کے میدان میں اپنا پرچم ہمیشہ بلند رکھا۔ آزاد صرف صاحبِ قلم ہی نہیں تھے، صاحبِ سیف بھی تھے۔ مگر ان کے ہاتھ میں تلوار

کی شمشیر آبدار بن کر چمکا۔

کلکتہ کی تاریخ اردو صحافت پر نظر ڈالیں تو امام الہند ابوالکلام آزاد کے ساتھ ایک اور نام افقِ صحافت پر مولانا ملیح آبادی کا ابھرتا ہے جو کبھی مولانا آزاد کے اخبار پیغام[1] میں رفیقِ کار تھے اور کبھی اپنے اخبارات "ہند" "الہند" "ہند جدید" روزنامہ ہند ہفتہ وار ہند" "اجالا" اور "آزاد ہند" میں سرگرم انگریز کے تسلط سے نجد و حجاز کی آزادی کے لیے عبدالعزیز بن مسعود جنگ شروع کرتے ہیں تو اس کی حمایت میں کلکتہ سے عربی زبان میں ہفتہ وار "الجامعہ" ملیح آبادی نکالتے ہیں جس کی ہزاروں کاپیاں اُس وقت عربوں میں تقسیم کے لیے جاتی تھیں۔ قسطنطنیہ سے انور پادشاہ نے "جہانِ اسلام" جاری کیا جس کا مقصد انگریز کی مقبوضات خصوصاً ہندوستان میں انقلاب برپا کرنا تھا تو اس ترکی اخبار "جہانِ اسلام" کے اردو سیکشن کو عبدالرزاق ملیح آبادی ایڈیٹ کرتے ہیں اور جب ۱۹۲۱ء میں پرنس آف ویلز کی ہندوستان میں آمد پر بائیکاٹ کی تحریک چلتی ہے تو اردو کے یہ دونوں صحافی مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ملیح آبادی علی پور سینٹرل جیل کی کوٹھریوں میں بند ہو جاتے ہیں جہاں ان کے ساتھ دیش بندھو سی۔ آر۔ داس اور نیتا جی سبھاش چندر بوس بھی ہیں اور مولوی شائق احمد عثمانی (ایڈیٹر عصرِ جدید) مولانا محمد اکرم خاں (ایڈیٹر جمہور) حکیم سعید الرحمٰن دہلوی، مولانا محمد یعقوب ندوی اور مولوی محمد عثمان مونگیری بھی بند ہیں۔ ان حضرات کا بھی تعلق اردو صحافت ہی سے تھا۔

اسی شہر کلکتہ میں ملک کے اور بھی کئی نامور صحافی رہے ہیں۔ قاضی عبدالغفار، چراغ حسن حسرت، قدوس صہبائی، اختر حسین رائے پوری، شاہ خلیل الرحمٰن، ابن الحسن فکر، سلیم رائے پوری وغیرہ۔ مولانا محمد علی جوہر نے بھی اپنی صحافتی زندگی

---

[1] مولانا ملیح آبادی نے مولانا آزاد کے روزنامہ پیغام کو بھی ایڈیٹ کیا اور الہلال کے دورِ ثانی میں بھی شریک کار تھے۔

کا آغاز کلکتہ ہی سے "کامریڈ" نکال کر کیا تھا جسے بعد میں وہ دہلی لے گئے۔

خدا کے فضل سے آج بھی کلکتہ میں اردو صحافت کا ڈنکا بج رہا ہے۔ سات روزنامے، متعدد سہ روزہ، ہفتہ وار اور ماہنامے شائع ہوتے ہیں۔ اردو کتابوں کی تصنیف و تالیف و ترجمہ اور طباعت و اشاعت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حکومت مغربی بنگال بھی اردو کا ایک پندرہ روزہ "مغربی بنگال" کے نام سے نکالتی ہے۔ کلکتہ یونیورسٹی میں ایم۔ اے تک اردو تعلیم کا بندوبست ہے اور اردو میڈیم کے بہت سے غیر سرکاری اور سرکاری امداد پانے والے پرائمری، ہائی اور ہائر سیکنڈری اسکول لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے ہیں۔ کلکتہ کارپوریشن کے پرائمری اسکولوں اور کئی سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں بھی اردو زبان کی تعلیم کا پورا انتظام ہے۔ مدرسوں اور مکتبوں کا بھی ریاست میں وسیع حلقہ ہے اور مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے نام سے ایک سرکاری ادارہ بھی موجود ہے۔ بعض اسکول اور کالج اردو میں اپنے میگزین بھی نکالتے ہیں۔

حضرات! سمع خراشی کی معافی کے ساتھ ایک بار پھر میں آپ سب کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ مگر یہ بتانا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپ ہمارے معزز مہمان بھی ہیں اور اپنے میزبان بھی۔ کیونکہ یہ کانفرنس آپ کی اپنی ہے۔ ہم سے جو بھی خدمت بن پڑے گی اس کے لیے حاضر ہیں پھر بھی آپ کو کسی قسم کی تکلیف ہو یا آرام میں کمی محسوس ہو تو اس کے لیے ابھی سے دست بستہ معافی طلب کرتا ہوں۔ امید ہے کلکتہ میں آپ کا قیام خوش گوار ہوگا اور آپ کی کانفرنس کامیاب ہوگی اور یہاں سے اردو ایڈیٹرس کانفرنس کا ایک نیا سفر شروع ہوگا اور منزل کی جانب ہمارے قدم تیز تیز اٹھیں گے۔

آخر میں اُن تمام احباب، ہمدردوں اور اداروں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے دامے، درمے، سخنے ہماری ہمت افزائی اور مدد کی۔ مجلس استقبالیہ کے تمام عہدیداروں، ممبروں اور رضاکاروں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے تعاون اور اشتراک اور ان تھک محنت کے بغیر کانفرنس کے وسیع انتظامات

ممکن نہیں تھے۔

اب میں اپنے صوبے کے وزیر اعلیٰ شری سدھارت شنکر رائے سے درخواست کرتا ہوں کہ آل انڈیا اردو ایڈیٹرس کانفرنس کے اس سالانہ اجلاس کا افتتاح فرمائیں۔ کانفرنس کا افتتاح آپ سب کو مبارک ہو۔

ہندوستان ہمارا (دو جلدوں میں)

(اردو زبان کی قومی نظموں کا انتخاب)

مرتبہ: جاں نثار اختر

اردو کے اصنافِ سخن پر اگر ہم ابتدا سے لیکر آج تک غائر نظر ڈالیں تو ہم اس نتیجے پر آسانی سے پہنچ جائیں گے کہ وہ غزل ہو یا نظم مثنوی یا قصیدہ حتیٰ کہ مرثیوں تک میں مشترکہ ہندوستانی تہذیب نمایاں ہوئی ہے اس کا ثبوت زیرِ نظر کتاب سے مل سکتا ہے قیمت :- بیس روپے

اوراقِ دل

شاعر: ماہر چاندپوری
ناشر: بزمِ شعراء رام پور
قیمت: پانچ روپے

ڈاکٹر ماہر چاندپوری اردو کے ان خاموش خدمت گاروں میں ہیں جو گزشتہ تیس سال سے شعر و سخن کی خدمت کر رہے ہیں۔ "اوراقِ دل" ان کے سو شعروں کا انتخاب ہے جو جیبی سائز میں شائع ہوا ہے۔ ۱۵۰ کے اشعار اس بات کے شاہد ہیں کہ انھوں نے اپنے تاثرات کو سیدھے سادے الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے ان کی شاعری پر اردو غزل کے روایتی غزل کا اثر ہے اس میں ایسا شعار کی بھی کمی نہیں جن میں اس دور کے حالات کا عکس ملتا ہے

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

لہروں کی آواز	مصنف : کلکی رام کرشنا مورتی	ترجمہ : جے نرائن راز	۱۹/۵۰
چک ویر راجندر	" : شری نواس	" : راشد سہوانی	۲۲/۵۰
راگ درباری	" : شری لال شکل	" : "	۱۵/۵۰
نیا	" : ہری نرائن آپٹے	" : کشور سلطان	۹/-
جدوجہد آزادی میں مجلس قانون ساز کا رول	" : مسٹر رنجن جھا	" : غلام ربانی تاباں	۱۲/۵۰
آب حیات	" : محمد حسین آزاد	تلخیص پروفیسر احتشام حسین	۶/۷۵
قومی شاعری	" : مختلف شعراء	مرتبہ : علی سردار جعفری	۴/-
چار دیواروں میں	" : ایم۔ٹی واسدیونائر	مترجم : ظفر ادیب	۷/۷۵
فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی	" : ویکم محمد بشیر	" : اطہر پرویز	۵/۷۵
گنگا چیل کے پنکھ	" : لکشمی نندن بورا	" : رضیہ سجاد ظہیر	۶/۷۵
برہمن لڑکی	" : شری دھر وینکٹش کیتکر	" : اگر سین نارنگ	۷/-
ملیالم افسانے	مرتبہ : ادم چیری این این پلے	" : "	۸/۷۵
تامل افسانے	" : پی بال سوم سندرم	" : حسرت سہروردی	۸/-
ہندی افسانے	" : ڈاکٹر نامور سنگھ	" : اگر سین نارنگ	۹/-
پنجابی افسانے	" : ہربھجن سنگھ	" : مخمور جالندھری	۷/-
اردو افسانے	" : رضیہ سجاد ظہیر	" : "	۱۰/-

ذاکر حسین سیریز کی کتابیں

ابو خاں کی بکری	ڈاکٹر ذاکر حسین	۳/-	انوکھی دکان	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰
گلابو چوہیا اور پرپزلو	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰	دنیا کے جانور	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰
راجہ رام موہن رائے	عرش ملسیانی	۲/۵۰	خواجہ الطاف حسین حالی	صالحہ عابد حسین	۶/۵۰

سلطان زین العابدین (بڈشاہ)	مصنف : رضیہ سجاد ظہیر	۶/۵۰
ذاکر صاحب کی کہانی	" : سیدہ خورشید عالم	۶/۵۰

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی	مصنف :- ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ : مخمور جالندھری	۳/۲۵
پنڈت وشنو دگمبر	″ : ڈی آر اٹھاوے	″ : ش قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	″ : ڈی کنکیلے	″ : ڈاکٹر پرتا ماسرن	۶/۲۵
قاضی نذر الاسلام	″ : بسودھا چکرورتی	″ : عرش ملسیانی	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	″ : ڈاکٹر ذاکر حسین باجلد	:- ۱/ مجلد	۲/-
کبیر	″ : ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	مترجم : ایم کے درانی	۲/۵۰
گاندھی کا ہندوستان کثرت میں وحدت	مرتبہ : نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی		۲/۲۵
گرونانک	مصنف : گوپال سنگھ	ترجمہ : مخمور جالندھری	۳/-
مٹی بنتی تصویریں	″ : بھگوتی چرن ورما	″ : رضیہ سجاد ظہیر	۵/-
تاش کے محل (ناول)	″ : بیال رنگنا یکما	″ : زینت ساجدہ	۵/۵۰
سفید خون (ناول)	″ : نانک سنگھ	″ : رتن سنگھ	۸/-
تامل افسانے	مرتبہ : پی پال سوم سندرم	″ : حسرت سہروردی	۸/-
گورو گوبند سنگھ	مصنف : ڈاکٹر نامور سنگھ	″ : مخمور جالندھری	۳/-
سندھی افسانے	مرتبہ : ″ ″ ″	″ : اگر سین نارنگ	۹/-
زندگی ایک (ناٹک)	مصنف : پنا لال پٹیل	″ : کشور سلطانہ	۱۰/-
پنجابی افسانے	مرتبہ : ہرکشن سنگھ	″ : مخمور جالندھری	۷/-
رنجیت سنگھ	مصنف : ڈی آر سود	″ : ″ ″	۲/۷۵
جدوجہد آزادی	مصنف : بپن چندر	ترجمہ : غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
بنگر واڑی	″ : وینکٹیش ماڈگولکر	″ : عرش ملسیانی	۵/۲۵
شاعر	″ : تارا شنکر بندوپادھیائے	″ : پریتی کمار ڈے	۸/۷۵
موت کے بعد	″ : شورام کانت	″ : محمود سروش	۸/۷۵
آدمی کے روپ	″ : یش پال	″ : سہیل عظیم آبادی	[illegible]
اکبر	لارنس بینین	ترجمہ : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰

خطبۂ صدارت

حیات اللہ انصاری

حضرات!

میں آپ لوگوں کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے صدر بلا مقابلہ منتخب کر لیا۔ یہ اعزاز بہت بڑا اعزاز ہے، اس کا مجھے احساس ہے۔ ساتھ ساتھ مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ اس کی ذمہ داریاں بھی بہت ہیں کیوں کہ ایک نوزائیدہ جماعت کو متحرک اور باقاعدہ بنانا بے حد مشکل کام ہے۔ لیکن جب آپ نے یہ بوجھ میرے کندھوں پر ڈالا ہے تو سہارا بھی دیتے رہیں تاکہ یہ کشتی ساحل تک پہنچ سکے۔

اُردو اخباروں کی جغرافیائی پوزیشن بہت اہم ہے۔ وہ شمالی ہند میں کلکتہ سے لے کر سری نگر تک اور دہلی سے لے کر بمبئی اور بنگلور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ گیارہ اہم ریاستوں میں اردو بولنے والے اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ وہاں اردو اخباروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اہم شہروں مثلاً کلکتہ، پٹنہ، بنارس، لکھنؤ، کان پور، رام پور، دہلی، جالندھر، سری نگر، بھوپال، بمبئی، مدراس اور بنگلور سے اردو روزنامے بھی نکلتے ہیں اور ہفتہ وار اور ماہنامے بھی۔ ان کے علاوہ اور بھی اہم شہر ایسے ہیں جہاں سے ہفتہ وار اور ماہنامے نکلتے ہیں۔ ان جرائد میں کافی ایسے ہیں جو اعلا پائے کے معیاری اخبار ہیں۔ جو اخبار مالی دشواریوں یا اور مجبوریوں کی وجہ

سے ابھی معیاری نہیں بن سکے ہیں وہ اس جد و جہد میں لگے ہوئے ہیں اور خوب سے خوب تر ہوتے جا رہے ہیں۔

ہمارے اخبار ایک پہلو سے بہت ممتاز ہیں۔ وہ یہ کہ ہر قسم کی سیاست کی نمائندگی کرتے ہیں، اور ان میں ہر مذہب کے ترجمان موجود ہیں۔ ابھی ایمرجنسی آنے تک اردو میں آر، اس، اس، جن سنگھ، آنند مارگ اور جماعتِ اسلامی کے ترجمان بھی موجود تھے۔ اب وہ تو نہیں ہیں، لیکن اور سیاسی پارٹیوں کے ترجمان موجود ہیں۔ ان کے علاوہ سناتن دھرم، آریہ سماج، اسلام سکھ ازم، عیسائیت اور ان کی شاخوں کے نمائندے بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ رنگا رنگی اور نمائندگی آپ کو اور کسی زبان میں نہیں ملے گی۔

جس طرح ہمارے ملک میں ایسی رنگا رنگی ہے، جس میں یک رنگی بھی پائی جاتی ہے۔ اسی طرح اردو اخباروں کی رنگا رنگی میں بھی یک رنگی پائی جاتی ہے۔ رنگا رنگی کی بات تو میں نے بتا ہی دی، اب دیکھیے یک رنگی۔ جیسے ہی ایمرجنسی کا اعلان ہوا، اردو اخباروں کی اکثریت نے، جن میں غیر کانگریسوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، ایک زبان ہو کر اس کی حمایت کی اور کہا کہ امن اور سکون کے لیے ایسے اقدام کی ضرورت تھی۔ صرف تھوڑے سے اخباروں نے کنارہ کشی اختیار کی۔ لیکن جب وزیرِ اعظم نے اپنے بیس نکات کا اعلان کیا تب تو سو فی صدی اردو اخباران کی طرف آ گئے۔ کہنے لگے کہ جب ایسا ٹھوس اور عملی کام ہو رہا ہے تو اس میں شامل ہو جانا چاہیے۔ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے سے کیا حاصل ؟

اردو اخباروں کے اس رویّہ کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ سب کے سب اپنے باہمی نظریاتی اختلافوں کے باوجود حبِ وطن سے سرشار ہیں اور وطن کو نظریوں سے بلند سمجھتے ہیں۔ اس بات کا ثبوت آزادی کے بعد بارہا مل چکا ہے۔ مثلاً جب بھی ہندستان پر بیرونی ملکوں نے حملہ کیا ہے سب نے اس کی مخالفت کی اور اپنے وطن کے دفاع میں جی جان سے ایک ہو گئے ہیں۔

دوسری چیز جس میں سب اردو اخبار ایک ہیں وہ ہے اردو کی بقا کا مسئلہ۔ جب بھی اُردو پر کوئی حملہ ہوتا ہے، سب ایک ہو کر دفاع کرتے ہیں۔ اس مطالبے میں سب برابر کے شریک رہے ہیں کہ اردو کو ان ریاستوں میں جہاں جہاں اس کے بولنے والے کافی تعداد میں ہیں سرکاری طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ یہ اس کا قومی حق ہے۔

اردو کا سوال آ گیا ہے تو میں ایک بات عرض کر دوں۔ میں آج سے نہیں، آزادی کے پہلے سے صرف مخالفوں کی زبان سے نہیں، دوستوں کی زبان سے بھی یہ سنتا چلا آ رہا ہوں کہ اردو اب اپنی آخری سانسیں لے رہی ہے۔ کہنے والے اپنی اس بات کے ثبوت میں طرح طرح کے شواہد پیش کرتے آئے ہیں۔ لیکن میں نے ان کی باتوں پر کبھی کان نہیں دھرا، کیوں کہ مجھے اپنے وطن کی رواداری پر اور اردو کی طبعی مقبولیت پر پکا عقیدہ رہا ہے۔ وہ ملک جس نے اس زبان کو چھ سات سو سال میں ایک بے حقیقت اور نظر نہ آنے والے بیج سے پیدا کیا، پھر بڑی ماتا سے گوشوں گوشوں سے لاکر دودھ پلایا، بڑے چاؤ سے اپنے سبزہ زاروں، ریگستانوں، ساحلوں اور کہساروں کی گود میں کھلایا، قسم قسم کی نظر گزر سے بچایا۔ اس کی بیماریوں کا علاج کیا۔ جب زبان ذرا بڑی ہوئی تو اس کو کشمیر کے پھولوں، سمندر کی لہروں، ریگستانوں کی چمک دمک، اودھ کی تراش خراش، دکن کی صنعت گری اور پنجاب کی توانائی سے مالامال کیا۔ اور یہ جو کچھ کیا اپنے فطری مزاج سے مجبور ہو کر کیا۔ اور اب جب کہ وہ زبان جوانی پر آئی ہے تو وہی پال پوس کر بڑا کرنے والی ماں ایسی کٹھور ہو جائے گی کہ اس بیٹی کا گلا گھونٹ دے! بھلا یہ بات عقل میں آسکتی ہے! یہ ملک وہی تو ہے جہاں ایشیا، عرب اور ایران سے لوگ تھک ہار کر پناہ لینے آتے رہے ہیں۔ یہ ملک آنے والوں کو نہ صرف پناہ دیتا تھا بلکہ ان کو اپنا لیتا تھا۔ اس نے ان کے کلچر کو اپنے کلچر میں سمو لیا اور ان کے فلسفے کو اپنے فلسفے میں جذب کر لیا۔ اپنا رہن سہن ایسا بنایا جس میں سب کھپ سکتے تھے۔ پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہی ملک خود اپنی ہی پروان چڑھائی ہوئی بیٹی کو قتل کر دے؟

اب لیجیے اردو کو۔ یہ کون سی زبان ہے؟ یہ وہی زبان تو ہے جس میں عیسائی مشنریوں نے

عیسائیت کو پھیلایا، جس میں آریہ سماجیوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کی اور جس میں اسلام نے اپنی تعلیمات پیش کیں۔ یہ وہی زبان تو ہے جس میں سنتوں اور صوفیوں نے عوام کو تلقین کی کہ ریاست سے بلند ہو کر خدا اور مذہب کو دیکھو۔ جو زبان اس طرح خدا خدا کرکے اور رام رام جپ کر جوان ہوئی ہو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ سال دو سال میں قبر کے کونے اور شمشان کے گھاٹ کی خوراک بن جائے گی؟ کیا اس خیال کو آپ کا کامن سنس گوارا کر سکتا ہے؟

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حالات جنھوں نے اردو کی ایسی زبان کی ضرورت محسوس کرائی تھی اور پھر اُسے پیدا کیا تھا اور ترقی دی تھی، آج بھی موجود ہیں۔ اس معاملے کو یوں دیکھیے کہ فرض کیجیے کہ ہم مایوس ہو کر اردو کو چھوڑ دوں اور آپ بھی مایوس ہو کر چھوڑ دیں تو بھی فلمی دنیا تو اسے چھوڑنے سے رہی، اس کو تو اردو سے پیسہ ملتا ہے۔ اسی طرح الکشن میں ووٹوں کے متلاشی اس زبان کو چھوڑنے سے رہے، ان کو تو اس سے ووٹ ملتے ہیں۔ سڑکوں اور بازاروں میں تقریریں کرکے دوا اور سامان بیچنے والے اسے چھوڑنے سے رہے، ان کو اس ذریعہ روٹی ملتی ہے۔ بازاروں کی خرید و فروخت، ریلوں، بسوں اور نجی صحبتوں میں سیاسی اور اقتصادی بحثیں بھی اسی زبان میں ہوا کریں گی۔

مختصر یہ کہ اگر ہم اور آپ مایوس ہو کر بیٹھ بھی رہیں تو بھی اردو کا یہ چکر چلتا رہے گا۔ اور یہ چکر ایسا طاقتور ہے کہ وہ ہمارے آپ کے ایسے بہت سے اردو دوست بھی پیدا کر دے گا اور اردو اڈیٹر بھی۔ اور یہ نئے آنے والے مایوسی کا شکار نہ ہوں گے کیوں کہ وہ ابھریں گے اس عوامی دنیا سے جہاں اردو کا وہ شور و شغب ہے کہ کان پڑے آواز نہیں سنائی دیتی ہے۔ اس طرح ہمارے آپ کے بیٹھ جانے سے اردو کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اردو تو بڑی ہی ہرجائی ہے۔ اس کو نہ میری پروا نہ آپ کی پروا۔ اس کا تو اصول ہمیشہ سے یہ رہا ہے

تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

اردو پہ سب سے نازک دور آیا ہے ۱۹۴۷ء کے بعد اس وقت سب ہی مایوسی کا شکار ہو رہے تھے۔ لیکن اس زمانے میں بھی کچھ سرپھرے ایسے تھے جو اپنے ملک اور اپنی زبان پر

بھروسا کر کے کوڑے ہو گئے کہ ہم اتر پردیش میں جو اس زمانے میں اردو کے لیے جہنم بنا ہوا تھا، بیس لاکھ ووٹروں کے دستخط فراہم کریں گے۔ "ارے بھائی یہ کام کیوں کر کرو گے،" "کریں گے۔" "کارکن کہاں سے ملیں گے؟" "اگر یہ ملک ویسا ہی ہے جیسا ہم سمجھتے ہیں تو کارکن بھی مل جائیں گے اور کام بھی ہو جائے گا۔" "مگر یہ تو سوچو کہ اس کام کی وجہ سے ہندو مسلم فساد بھی تو ہو سکتا ہے!" "نہیں ہو سکتا، کیوں کہ یہ زبان ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں سب کی ہے۔" "ہوا کرے سب کی، لیکن کیا غیر مسلم ساتھ رہیں گے؟" "ہم دیکھتے آئے ہیں کہ یہاں زمین ہر ہر گوشے سے پھول اگا سکتی ہے۔" "اچھا کام تو کرو لیکن بیس لاکھ کی تعداد کو دو لاکھ کر دو، ذرا عملی نقطۂ نظر سے مسئلے کو دیکھو۔" "اگر اس ملک میں انصاف ہے تو بیس لاکھ بھی کچھ نہیں، اور اگر نہیں ہے تو دو لاکھ کا اکٹھا کرنا بھی محال ہے۔" جب تحریک چلی تو ہوا کیا؟

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

بیس لاکھ کی جگہ ستائیس اٹھائیس لاکھ دستخط حاصل ہو گئے، جن کو جب بہت سختی سے دیہات اور محلے وار مرتب کیا گیا تو چھٹ چھٹا کر اکیس لاکھ سے اوپر مستند دستخط حاصل ہو گئے۔ بہار میں بھی ایسی ہی دستخطی مہم چلائی گئی اور وہاں بھی لاکھوں دستخط حاصل ہو گئے۔

یہ ہے ہمارا ملک دوستو، اور یہ ہے ہماری زبان۔ ان حالات میں مایوسی کفر ہے اور جدوجہد سے منہ موڑنا فرار اور بزدلی ہے۔

جب ہم نے اتر پردیش میں دستخطی مہم شروع کی ہے تو اس ریاست میں ایک بھی سرکاری اسکول ایسا نہ تھا جہاں پرائمری سطح پر اردو ذریعۂ تعلیم ہو، یہاں تک کہ بحیثیت مضمون کے بھی اردو کا رواج ختم ہو رہا تھا۔ لائبریریوں سے اردو کتابیں نکال نکال کر پھینکی جا رہی تھیں کہ اب اس کوڑے کی کیا ضرورت۔ اردو اخباروں کو اشتہار ملنا بند ہو گئے تھے۔ بمبئی کے مشتہرین نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا اب بھی اتر پردیش میں اردو پڑھنے والے ہیں؟

مخالفت کا عالم یہ تھا کہ جب اردو کی دستخطی مہم تکمیل کو پہنچی ہے اور اس کامیابی پر کان ند نسہ

بلائی گئی ہے تو مخالفوں نے اس کان فرنس پر منظم ہو کر حملہ کر دیا تھا۔ اس وقت ان لوگوں کے نعرے یہ تھے۔

اردو کے طلب گار ہیں

ملک کے غدار ہیں

پھانسی کے حق دار ہیں۔

ان نعروں کے اُردو پن پر نہ جائیے۔ اُردو کے مخالفین میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ جو زبان وہ بولتے ہیں وہ اُردو ہے اور چند لفظوں کے ہیر پھیر سے اس کی ذات پات میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ اسی لاعلمی کا شکار یہ نعرے لگانے والے بھی تھے۔ رہا یہ سوال کہ ان لوگوں کی نیت کیا تھی؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ انھوں نے ہم لوگوں پر لاٹھیوں اور چھروں سے حملہ کر دیا تھا۔ جن لوگوں کو اس حملے سے زخمی ہونے کا اعزاز حاصل ہوا، ان میں ایک میں بھی تھا۔ اگر کہیں اُردو کے شہیدوں کی حاضری لی جائے تو خون لگا کر میں بھی ان میں شامل ہو سکتا ہوں۔

یہ تو پرانی باتیں تھیں۔ سوال یہ ہے کہ اس جدوجہد کا پھل کیا ملا؟ اگر آپ اس سوال کا جواب تلاش کریں گے تو مایوسی نہیں ہوگی۔ پھل ملا ہے اور اچھا ملا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک زمانہ تھا جب اردو کا نام لینے والے صفائیاں دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ زبان پاکستانی نہیں ہے اور یہ کہ اس کا بولنا اور چیز ہے اور مسلمان ہو جانا اور چیز اور آج یہ زمانہ ہے کہ مخالف صفائیاں پیش کرتے ہیں کہ اُردو کی مخالفت سے ان کی مراد یہ نہیں بلکہ وہ تھی۔ ہماری جدوجہد سے جو پھل برآمد ہوئے ہیں وہ یہ ہیں کہ تین ریاستوں میں اردو اکاڈمیاں بن چکی ہیں اور کام بھی کر رہی ہیں۔ چوتھی ریاست آندھرا پردیش میں بننے جا رہی ہے۔ ان کے علاوہ ترقی اردو بورڈ ہے جو ام۔ اے کی سطح تک کے لیے نصابی کتابیں تیار کر رہا ہے۔ ان نیم سرکاری اداروں کے پاس اتنا فنڈ ہے کہ وہ ابھی اسے ڈھنگ سے خرچ نہیں کر پا رہے ہیں۔ اردو میڈیم اسکولوں کا رواج بڑھ رہا ہے۔ اتر پردیش میں اردو کے پانچ ہزار ٹیچر رکھے جا چکے ہیں اور بہار میں تین ہزار رکھے جا رہے ہیں۔ ان کی ٹریننگ کا بھی انتظام ہو رہا ہے۔

ایسے کاموں میں کانگرس بھی پیچھے نہیں رہی ہے۔ اس نے مرکز میں اور ریاستوں میں اردو وادے (سیل) قائم کردیے ہیں جو اپنی اپنی حکومتوں پر زور ڈال رہے ہیں کہ انھوں نے جو وعدے کیے تھے ان کو عملی جامہ پہنائیں۔

کل ہند کانگرس کمیٹی کے دو ہفتہ وار ترجمان سوشلسٹ انڈیا انگریزی میں اور سوشلسٹ بھارت ہندی میں نکلتے تھے۔ اب تین سال سے اردو میں "سب ساتھ" بھی نکل رہا ہے جو اگرچہ ایک آزاد بورڈ کے ماتحت ہے، لیکن وہ سب لوگ کل ہند کانگرس سے متعلق ہیں۔

اترپردیش کی حکومت نے اعلان کیا ہے سرکاری افسروں کو ترقی دیتے وقت ان کی اردو پڑھنے لکھنے سے واقفیت کو بھی دیکھا جائے گا۔ اس وجہ سے سرکاری افسروں کو اردو پڑھنے کا شوق ہو رہا ہے۔ ریڈیو میں بھی اردو کو بہتر جگہ مل گئی ہے

ان سرکاری کاموں میں بہت سی خامیاں ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن اس کے باوجود پہلے کے مقابلے میں بہت کچھ ہو رہا ہے اور مخالفتیں شکست کھاتی چلی جا رہی ہیں۔

یہ تو حال ہے سرکاری میدان کا۔ اب ذرا دیکھیے غیر سرکاری میدان، وہاں بھی آپ کو بہت کچھ ملے گا۔ فلمی دنیا میں اردو کے قدم اور مضبوط ہوگئے ہیں۔ غزلیں خوب چل رہی ہیں۔ جب بھی الکشن آتا ہے تو اردو پوسٹروں سے دیواریں سج جاتی ہیں۔ جلسوں میں اردو نظمیں پڑھی جاتی ہیں اور تقریریں تو خیر اس زبان میں ہوتی ہی ہیں۔ کتابوں کی اشاعت اور اخباروں کی تعداد بڑھ گئی ہے اور بڑھتی جا رہی ہے۔

آپ پوچھیں گے کہ یہ تو سب صحیح ہے، لیکن یہ بتاؤ کہ اردو پڑھنے لکھنے والوں کی تعداد کا کیا حال ہے؟ وہ بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ میں جواب میں جو بات کہوں گا وہ آپ کو عجیب ضرور لگے گی، لیکن یہ حقیقت ہے۔ وہ یہ کہ آج اردو پڑھنے والوں کی تعداد آزادی سے پہلے کی تعداد کے مقابل میں دگنی ہے۔ لیکن اس خوش خبری کے بعد ایک بری خبر بھی سن لیجیے۔ وہ یہ کہ پڑھے لکھوں میں پہلے اردو والوں کی تعداد ۳۰ فی صدی ہوا کرتی تھی۔ اب ۵-۶ فی صدی کے لگ بھگ ہے یعنی

تعداد میں تو ہم بڑھے ہیں، لیکن تناسب میں بہت گھٹ گئے ہیں۔ کیوں؟ اس میں ہمارا بھی قصور ہے ہم نے معلوم نہیں یہ نظریہ کیوں بنا لیا ہے کہ اردو سے جب روزی نہیں ملتی ہے تو اسے بچوں کو کیوں پڑھائیں۔ اور اپنے بچوں کو انگریزی اسکولوں میں بھی داخل کرنے لگے ہیں۔

یہ روزی والا نظریہ ہم اردو والوں نے نہیں بنایا ہے، بلکہ ہمارے مخالفوں نے بنا کر ہمارے دماغ میں ڈال دیا ہے۔ ہم جغرافیہ، تاریخ، سوکس وغیرہ وغیرہ نہ جانے کتنے علوم اپنے بچوں کو بلا یہ سوچے پڑھاتے ہیں کہ ان سے روزی ملے گی یا نہیں۔ لیکن اردو کا جہاں نام آیا ہم یہ سوال اٹھانے لگتے ہیں۔ آپ کہیں گے کہ جغرافیہ، تاریخ، ریاضی اور سوکس سے تو روزی ملتی ہے۔ کیوں کہ؟ اس طرح کہ اسکولوں میں ان کے لیے ٹیچر رکھے جاتے ہیں۔ اور اردو کے لیے؟ اس کے لیے بھی تو ٹیچر رکھے جاتے ہیں؟ اتر پردیش اور بہار کو چھوڑ کر ایسے ٹیچروں کی مانگ ہر ریاست میں ہمیشہ رہی ہے۔ ان دونوں ریاستوں کو اردو سے خاص دشمنی تھی اس لیے وہاں ایسے ٹیچر نکالے جا رہے تھے، لیکن اب وہاں بھی رکھے جا رہے ہیں، بلکہ رکھ لیے گئے ہیں۔

آپ لوگوں میں سے کچھ حضرات اپنے بچوں کو انگلش اسکولوں میں داخل کراتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کو بہت اچھی تعلیم دے رہے ہیں۔ آپ نے اس بات کی طرف بھی کبھی دھیان دیا ہے کہ ایک چیز ہوتی ہے علمی سوجھ بوجھ جن کی وجہ سے ہم مسائل کی گہرائی تک پہنچتے ہیں اور ان کی اونچ نیچ کو استدلال سے دیکھتے ہیں۔ مادری زبان میں اگر تعلیم دیجیے تو یہ سوجھ بوجھ تیسرے چوتھے درجے سے پیدا ہونے لگتی ہے۔ لیکن اگر غیر مادری زبان میں تعلیم دیجیے تو بچے رٹ کر تو سب کچھ یاد کر لیتے ہیں لیکن استدلالی طاقت ساتویں آٹھویں درجے سے پہلے نہیں پیدا ہو پاتی ہے۔ کیوں کہ دماغ کو ترجمہ کر کے مسئلہ ہضم کرنا پڑتا ہے اور یہ چکر ہم کو اور آپ کو چاہے زیادہ ٹیڑھا محسوس نہ ہو لیکن بچے کے لیے بہت ٹیڑھا ہوتا ہے۔ اس کے لیے دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ سمجھنے میں صرف ایک سکنڈ لگتا ہے اور بچہ اس بات کو سنتے ہی ہضم کر لیتا ہے۔ لیکن جب اس کو سابقہ پڑتا ہے Two and two make four تو اس کا دماغ دوسرے انداز سے چلتا ہے۔ اس جملے کو فوراً اپنے دماغی ٹرانس لیشن ڈپارٹمنٹ کے

حوالے کر دیتا ہے اور پھر ساری طاقت اس کام میں لگ جاتی ہے۔ یہ کام چاہے جتنی بھی پھرتی سے کیا جائے لیکن اس میں وقت ضرور لگ جاتا ہے اور اس کا کچھ نہ کچھ بار دماغ پر ضرور پڑتا ہے۔ اس طرح بچے کی ذہانت کا ایک حصہ ترجمے میں ضایع ہو جاتا ہے اور نشو و نما کے ۴۔ ۵ سال کم ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف استدلال کی نشو و نما خام رہتی ہے اور جذباتی ترقی میں گھٹ کر رہ جاتی ہے۔ بچہ کلی سے پھول تو بنتا جاتا ہے، لیکن ویسا نہیں کھل پاتا جیسی اس میں قدرتی صلاحیت ہوتی ہے۔ جذبۂ محبت، دوسروں سے لگاؤ اور اس کے ذریعہ زندگی کے گر سیکھنا یہ سب سکڑ اور ٹھٹھر کر رہ جاتے ہیں۔ ایسے بچے عام زندگی اور گرد و پیش سے ذرا فاصلے پر جینے لگتے ہیں اور ان کو خود بھی اس دوری کا احساس رہتا ہے۔

اس جگہ میں ان دوستوں سے جو اپنے بچوں کو انگریزی اسکولوں میں داخل کراتے ہیں ایک سوال پوچھوں گا۔ وہ یہ کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ آپ کہیں گے کہ "وہ اسکول اچھے ہوتے ہیں"۔ ٹھیک۔ "لیکن وہاں غیر زبان جو ہوتی ہے؟" جواب ملے گا "وہ غیر زبان ہوا کرے لیکن ترقی یافتہ اور بہتر ہے"۔ ٹھیک ہے۔ جب آپ کا بچہ غیر زبان کے اسکول میں پڑھے گا تو وہ یہی خیال لے کر پڑھے گا کہ انگریزی اسکول اردو اسکولوں سے بہتر ہوتے ہیں اور یہ کہ انگریزی زبان بہتر ہے اور اردو زبان کم تر ہے۔ اب ایک سوال اور پوچھوں گا وہ یہ کہ آپ کا بچہ اردو بولنے والوں کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گا؟ ظاہر ہے کہ وہ یہی رائے قائم کرے گا کہ انگریزی بولنے والے بہتر ہوتے ہیں اور اردو بولنے والے کم تر۔ یعنی ہمارے ملک کے باشندے اور خود بچے کے ماں باپ اور اس کا گھرانہ سب کسی حد تک گھٹیا اور کم تر ہیں۔ اور ہاں اردو جس کلچر کی پیداوار ہے وہ بھی ذرا کم تر ہے۔ اور یہ بھی سمجھ لیجیے کہ جن جن چیزوں کو بچہ کم تر سمجھے گا ان سے محبت کرنے اور ان کے سیکھنے میں بھی ذرا ہچکچاہٹ محسوس کرے گا۔ ایسے بچے اپنے ماں باپ کی وہ عزت نہیں کر سکتے جو کرنا چاہیے۔ وہ اپنے ملک اور کلچر سے وہ لگاؤ نہیں محسوس کر سکتے جو کرنا چاہیے اور وہ اپنے لٹریچر اور اخباروں کی وہ قدر نہیں کر سکتے جو کرنا چاہیے۔

ایک تجربہ میں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک اداریہ اردو میں لکھا اور پھر اسی کا ایک انگریزی اخبار کے لیے انگریزی میں ترجمہ کر دیا۔ اور پھر ایک نہیں دس بیس ایسے انگریزی پسند حضرات سے پوچھا

جنھوں نے دونوں پڑھے تھے کہ ادارے کیسے ہیں۔ ان لوگوں نے انگریزی اداریے کی جو کم نام چھپا تھا بہت تعریف کی اور میرے اداریے کے لیے میرا دل رکھنے کو کہہ دیا "ہاں، اچھا ہے"۔ آپ کا جب جی چاہے اس تجربے کو خود کر کے دیکھ لیں، نتیجہ میں زیادہ فرق نہیں ہوگا۔

حضرات! بات یہ ہے کہ ہم نے سیاسی آزادی تو حاصل کر لی ہے لیکن ابھی کلچر کی آزادی حاصل نہیں کی ہے۔ یہ کام ہم اردو اخباروں کا ہے کہ نہ تو ہم خود احساس کم تری کا شکار ہوں اور نہ اردو والوں کو ہونے دیں۔ ہمارے اخبار محض اس وجہ سے کہ وہ اردو میں چھپتے ہیں ہرگز کم تر نہیں ہیں

اس بحث میں میں نے انگریزی زبان اور انگریزی اسکولوں کا تذکرہ کیا ہے لیکن یہ دونوں چیزیں صرف سمبل اور علامت کے طور پر استعمال کی گئی ہیں۔ ورنہ میری مراد ہے غیر زبان کے اسکول اور غیر زبان کا ذریعہ تعلیم بنایا جانا۔

جب اردو کی ترقی کا تذکرہ ہو رہا ہے تو ذرا اس کانفرنس پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے۔ اس کا سنگِ بنیاد صرف تین سال ہوئے رکھا گیا تھا۔ اب دیکھیے کہ اس میں کتنی جان ہے، اسے کن کن لوگوں کی حمایت حاصل ہے۔ کیا یہ باتیں نہیں بتاتی ہیں کہ اردو گر نہیں رہی، اٹھ رہی ہے اور ترقی کر رہی ہے۔ اور یہ کہ مایوسی کی کوئی گنجایش نہیں۔

آپ سے ایک سوال ضرور پوچھا جائے گا۔ وہ یہ کہ اردو میں ایسی کایا پلٹ کیوں کر ہو گئی کہ گرتے گرتے سنبھل گئی اور صرف سنبھل ہی نہیں گئی آگے بڑھنے لگی؟ تین چیزوں کی وجہ سے ایسا ہوا۔

۱۔ ہمارے ملک کا روادارانہ مزاج

۲۔ اردو کی حاجت روایانہ ساخت

۳۔ ہماری جدوجہد

ان میں سے دو چیزیں تو خود کفیل ہیں لیکن تیسری چیز ایسی ہے جس کو مسلسل غذا کی ضرورت ہے اس لیے بھائیو تھک کر نہ بیٹھو۔

رہ راہِ محبت، وہ رہی منزلِ جاناں　　بس ایک قدم ایک قدم ایک قدم اور

ایک زمانے میں اردو پر اعتراضوں کی بھرمار ہوا کرتی تھی۔ یہ تو بدیسی زبان ہے، یہ تو مسلمانوں کی زبان ہے، یہ تو پاکستان کی زبان ہے، اس زبان میں تو قوم دشمنی پائی جاتی ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ بھرمار ختم ہو گئی اور اب مخالف لوگ اردو کو برداشت کرنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ لیکن ادھر ایک نیا پہلو نکال لیا ہے انھوں نے حملے کا۔ وہ کہتے ہیں کہ اردو کا رسم خط بدیسی ہے، اس لیے اسے چھوڑ کر دیوناگری رسم خط اختیار کرلو۔ یہ مشورہ ایسا ہے جو سب سے زیادہ اخباروں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ کیوں کہ اگر اردو اخبار بھی دیوناگری میں چھپنے لگے تو ان میں اور ہندی اخباروں میں دیکھنے میں کوئی خاص فرق نہیں رہ جائے گا۔

ہم اس مقابلے سے نہیں ڈرتے لیکن یہ مطالبہ اپنی جگہ لایعنی ہے۔ نہ تو اردو رسم خط اب بدیسی ہے اور نہ اردو کے سارے لٹریچر کو دیوناگری میں منتقل کر دینا ممکن ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ ایسا اعتراض کرنے والوں کی زندگی دیکھو اور ان کے علم و فن کو دیکھو۔ سب چیزوں میں آپ کو نوے فی صدی چیزیں ایسی ملیں گی جو کسی نہ کسی پہلو سے بدیسی ہوں گی۔

اردو رسم خط کبھی تھا بدیسی لیکن اب اس نے ہندستان کی آب و ہوا میں اپنے کو اس طرح ڈھال لیا ہے جس طرح گلاب نے ایران سے اور آلو نے امریکا سے آکر اپنے کو ہندستانی بنا لیا ہے۔ اس رسم خط نے ایسی ایسی تبدیلیاں قبول کرلی ہیں کہ اس کی ذات بالکل بدل گئی ہے۔ اس نے نو حروف کی آوازوں کو کھو دیا ہے بارہ نئی آوازوں کو شامل کرلیا ہے اور لکھاوٹ میں نستعلیق کا خط قائم رکھا ہے اور لکھاوٹ میں نستعلیق کا خط قائم رکھا ہے جو اب ایران و عرب میں متروک ہے۔ ایران و عرب والوں کے لیے ہمارا خط اجنبی ہو گیا ہے وہ اسے نہیں پڑھ سکتے۔ یہ حالت ہو گئی ہے رسم خط کی اور یہ لوگ ابھی تک اس خط کو بدیسی کہتے ہیں۔

مری خاک تک لحد میں نہ رہی امیر باقی — انھیں مرنے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا

پرانی آوازوں سے اب ہم لوگ کتنے نامانوس ہیں اس کا ایک لطیفہ ہے۔ ایک مولوی صاحب نے، جو حروف کا عربی تلفظ ادا کرتے تھے، جاکر ایک پنساری سے پوچھا

"کیوں بھائی۔ تمھارے پاس عرقِ نعناع ہے؟"

بچارا ان پڑھ پنساری گھبرا گیا، کہنے لگا

"مجبور ہے تو، پر اتنا گاڑھا نہیں"

آپ پوچھیں گے کہ اردو کی ان بڑی بڑی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے ہم اڈیٹر کیا کرسکتے ہیں؟ ہمارا پہلا فرض ہے کہ اردو کے جو معقول مطالبات ہیں ان کی ہم حمایت کرتے رہیں اور ان کو وقتاً فوقتاً وضاحت سے پیش کرتے رہیں کیوں کہ کسی دوسری زبان میں یہ مسائل آتے ہی نہیں ہیں اور آتے بھی ہیں تو ادھورے۔ اردو کی ایسی خدمت ہم کرتے رہے ہیں لیکن اب اور توجہ سے کرنا چاہیے لیکن ساتھ ساتھ انگریزی کی اس مثل کو نہ بھولنا چاہیے کہ "روم ایک دن میں نہیں بنا تھا" اسے یاد رکھیں گے تو ہم کبھی مایوسی کا شکار نہیں ہوں گے اور ہاں یہ بھی یاد رکھنا ہے کہ "خدا کے انصاف میں دیر ہے، اندھیر نہیں"

ہماری یہ کوشش جاری رہنی چاہیے کہ جن جن ریاستوں میں اردو بولنے والے کافی تعداد میں ہیں، وہاں اردو کو سرکاری طور پر تسلیم کرلیا جائے۔ اس مطالبے سے ہم کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے اور ہم کو اپنے ملک کے مزاج سے بھروسا ہے کہ ہم اپنی جدوجہد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔

اب لیجیے کانفرنس کی خاص ذمہ داریوں کو۔ وہ کیا ہیں؟ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اردو اخباروں کو ہر ہر پہلو سے آگے بڑھایا جائے

ہماری کانفرنس نے شروع ہی سے اس بات کو محسوس کیا تھا کہ ہم کو ایک خود عائد ضابطۂ اخلاق کی ضرورت ہے کیوں کہ ایسے ڈسپلن کے بغیر اردو صحافت کا درجہ بلند نہیں ہوسکتا۔ اس ضرورت کو محسوس کرکے ہم نے ایک ضابطۂ اخلاق بنایا تھا جس پر ہم سب لوگوں نے دستخط بھی کیے تھے۔ لیکن اب سُنا ہے کہ حکومت بعض اہم اڈیٹروں کے ذریعہ، سب ہی اخباروں کے لیے کوئی ضابطۂ اخلاق بنارہی ہے۔ ہم اسے خوش آمدید کہتے ہیں اور دوسرے اخباروں سے پہلے اس پر دستخط کرنے کو تیار ہیں۔

ضابطۂ اخلاق کے علاوہ اور بھی چیزیں ہیں جن کی ہم کو ضرورت ہے۔ ہم کو اردو اخباروں کی معیار بندی کرنا ہے یعنی اس کی طباعت اور کتابت کو خاص معیار پر لانا ہے، اصطلاحیں ایسی بنانا ہے جو سب جگہ چلیں۔ اس کے علاوہ مشتہرین اور حکومت کو اردو اخباروں کی طرف سے جو بدگمانی ہے، کہ وہ کم اثر ہیں، اس کو دور کرنا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اردو پبلک کو راغب کرنا ہے کہ وہ اردو اخباروں کو اور زیادہ پڑھے۔ اردو لائبریریوں کو ایسا مضبوط بنانا ہے کہ وہاں سب اہم اخبار آئیں اور پڑھے جائیں۔

اگر آپ ملک بھر کے اخباروں کو دیکھیے تو آپ کو ایمرجنسی کے لیے الگ الگ اصطلاحیں ملیں گی۔ کچھ اسی پر منحصر نہیں، سب ہی انگریزی اصطلاحوں کے لیے طرح طرح کے ترجمے ملیں گے بظاہر

ہے کہ اس افراتفری کو ختم ہو جانا چاہیے تاکہ ایک خاص اخبار کا پڑھنے والا اگر کسی دوسرے اخبار کو پڑھنا چاہے تو کسی الجھن میں نہ پڑے۔ اس لیے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم سب اصطلاحوں کو منتخب کریں اور سب انہیں کو استعمال کریں۔ اردو اڈیٹرس کانفرنس کو اس سلسلے میں قدم اٹھانا چاہیے اور ضرورت ہو تو ترقی اردو بورڈ سے بھی مشورے کرنا اور امداد لینا چاہیے۔ کیوں کہ اصطلاح سازی کا کام وہ کر رہی ہے۔

ہماری کتابت اور طباعت کو بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ ہمارے سب اخبار اور پبلشر وغیرہ کتابت اور لیتھو کے بہت شاکی ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اردو کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ لیکن میرا خیال ان سے زیادہ تو نہیں مگر تھوڑا سا مختلف ہے۔ میرے نزدیک سخت زمانے میں اگر اردو زندہ رہی ہے تو ان ہی دونوں چیزوں کی بدولت کیوں کہ ان کی وجہ سے اخباروں اور کتابوں کا چھپ کر تیار ہو جانا بے حد سستا ہوتا ہے۔ جو کتاب ٹائپ میں ایک ہزار روپے میں تیار ہوتی ہے، وہ کتابت اور لیتھو پر ڈیڑھ دو سو میں تیار ہو جاتی ہے۔ اردو اخباروں اور کتابوں کے خریدار تو کم ہیں ہی۔ اگر کہیں کتابوں اور اخباروں کو کتابت اور لیتھو کی مدد نہ ملتی تو وہ اتنے مہنگے تیار ہوتے کہ خریدار چوتھائی رہ جاتے۔

ہم کتابت اور لیتھو کے اس وقت تک محتاج رہیں گے جب تک اخباروں اور کتابوں کی اشاعت دس ہزار اور پانچ ہزار سے اوپر نہیں نکل جائے گی۔ اس کے لیے کچھ زمانہ چاہیے۔ اس لیے فی الحال ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کتابت اور لیتھو کو کیوں کر بہتر بنایا جائے؟

اُردو میں آفسٹ اور روان ڈائنگ کا عرصے سے استعمال ہو رہا ہے۔ یہ دونوں بہت مفید ہیں اُردو کے لیے لیکن ان کو اچھی اور مفید بنانا ہے وہ یوں کہ کتابت اچھی ہو اور جلد ہو۔

ایک چیز جو لیتھو اور آفسٹ میں مشترک ہے وہ ہے نستعلیق خط۔ یہ خط بے حد خوب صورت ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ لیکن موجودہ ضروریات کے لیے ناقص ہے۔ اس کی کرسیاں اوپر نیچے جا کر سطر بگاڑ دیتی ہیں۔ شوشے اور نقطے اس طرح آ جاتے ہیں کہ کم مشاق لوگ پڑھنے میں دھوکا کھا جاتے ہیں اور دال اور واو میں تو کافی اشتباہ ہو جاتا ہے۔ اُردو خط گزشتہ ہزار سال میں طرح طرح کے مرحلوں سے گزرا ہے اور استاد طرح طرح کے خط نکال چکے ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ ایک ایسا خط نکالا جائے جو نستعلیق سے زیادہ دور بھی نہ ہو اور جو الجھنیں ہیں ان سے آزاد بھی ہو؟ یہ کام موجودہ خوشنویسوں کے بس کا نہیں ہے۔ اس کے لیے ایک کمیٹی ہونا چاہیے جس میں مسئلے کے واقف کار، اڈیٹر، پبلشر بھی ہوں، خوش نویس بھی ہوں اور آرٹسٹ بھی۔ پھر ایسی صورت بھی نکالی جائے کہ ہر حرف کے لیے

گراف کے خانے مقرر کر دیے جائیں اور ان ہی پر کاتبوں کو مشق کرائی جائے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کاتب کاتب کے طرزِ خط میں زیادہ فرق نہیں ہوگا اور ایک کتاب متعدد کاتبوں سے لکھوائی جا سکے گی۔ یہ کام ایسا ہے جو ترقی اردو بورڈ اور اکاڈمیوں کو کرنا چاہیے۔

اسی سلسلے کا ایک کام اور بھی ہے جو ابھی تو فوری نہیں ہے، لیکن دس سال کے اندر ہو سکتا ہے وہ یہ کہ نئے بننے والے خط کو دست کاری سے نکال کر مشین کاری میں داخل کیا جائے یا ایسا ٹائپ رائٹر ہو جو کمپیوٹر کی مدد سے اصلاح شدہ خط میں ٹائپ کر دے اور پھر اسے آفسٹ سے چھاپ دیا جائے۔ یہ کام ایسا ہے جس کے لیے انجینئروں اور ماہروں کی مدد کی ضرورت ہوگی، کافی تجربے کرنا ہوں گے اور کافی رقم خرچ ہوگی اس لیے اس کام کو تو صرف ترقی اردو بورڈ یا اردو اکاڈمیاں ہی کر سکتی ہیں۔

ایک نظریہ یہ ہے جو بار بار پیش کیا جاتا ہے کہ ٹائپ کو قبول کر لیا جائے۔ لیکن تجربہ یہ ہے کہ اردو والے ٹائپ سے بے حد گھبراتے ہیں۔ اسے قبول کرنے میں اندیشہ یہ ہے کہ جو اخبار یا کتابیں ان میں شایع ہوں گی ان کی اشاعت بہت کم ہو جائے گی۔ البتہ اگر ٹائپ کو نصابی کتابوں سے شروع کر کے لوگوں کی نظروں کو خوگر بنا دیا جائے تو بیس پچیس سال میں ہو سکتا ہے کہ ٹائپ قبول کیا جانے لگے۔

اب میں پھر آتا ہوں لیتھو پر۔ کیوں کہ ابھی بیس پچیس سال اردو اس غریبانہ طریقۂ طباعت کی محتاج رہے گی اور ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد بھی کچھ اخبار اور کتابیں اسی پر چھپتی رہیں، اس لیے لیتھو کی طباعت کو درست کرنا بہت ضروری ہے۔

اڈیٹر بھائیو! آپ کو تو معلوم ہے کہ اب سے پچیس سال پہلے تک تمام نقشے، اٹلس، رنگین پوسٹر وغیرہ سب لیتھو پر چھپتے تھے۔ ان کو دیکھ لیجیے۔ کسی پہلو سے بھی وہ آفسٹ سے کم نہیں ہیں۔ وہی اعلا درجے کا طباعتی نظام اردو میں آ کر چوپٹ ہو گیا۔ ایسا کیوں ہوا، اس پر غور کیا ہے آپ نے؟ صرف اس وجہ سے کہ ہم نے یہ کام ان پڑھ مزدوروں اور مستریوں پر چھوڑ دیا، اور اس کے مسالوں اور مشینوں میں خود کوئی دل چسپی نہیں لی۔ میں نے ایک زمانے میں اس طرف توجہ کی اور کافی تجربے کیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہاف ٹون بلاک کی تصویریں لیتھو پر ایسی چھپنے لگیں، طباعت ایسی ہونے لگی کہ باہر والے سمجھتے تھے کہ ہم نے کوئی اعلا درجے کی آفسٹ مشین لگالی ہے۔

لیتھو کی اصلاح کے لیے آپ کو پہلے کاغذ، کتھی روشنائی سے لے کر کاپی جانے کے طریقے اور مشین کے دباؤ، ہر ہر چیز کی طرف توجہ کرنا ہوگی اور تجربے کرنا ہوں گے، ایجادیں کرنا ہوں گی۔ اس سلسلے میں کیمسٹری انجینیروں اور مکینکل انجینیروں دونوں سے مدد لینا ہوگی۔ یہ بڑے بڑے کام ہیں۔ کاش ترقی

اُردو بورڈ اور اکاڈمیاں ان کا بوجھ اٹھالیں۔ بہرحال اس مسئلے کی طرف ہماری کانفرنس ان کی توجہ دہانی ضرور کرے گی۔

ہماری برادری کے افراد کو بھی ایسے کاموں کی طرف توجہ کرنا چاہیے۔ ایجاد و اختراع انفرادی معاملہ رہا ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ جن کاموں کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے ان میں سے بعض ایسے ہیں جو بے حد نفع بخش بھی ہیں۔ جو شخص پہلے کاغذ رنگنے کا بہتر مسالہ یا بہتر روشنائی بنائے گا یا چھپائی کی بہتر صورت ایجاد کرے گا وہ لکھ پتی بن جائے گا۔

اب میں اخباروں کے چند ضروری مسائل کی طرف توجہ دلاؤں گا۔ ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہندستان میں کوئی بھی لائبریری ایسی نہیں ہے جہاں تمام اردو اخباروں کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہوں۔ آزادی سے پہلے بھی ایسا کوئی بندوبست نہیں تھا اور اب بھی نہیں ہے۔ اگر میں کسی ایسے اخبار کا فائل دیکھنا چاہوں جو دس سال پہلے نکلا تھا اور سال دو سال نکل کر بند ہو گیا تھا تو مجھے اس کا فائل نہیں ملے گا۔ یہ بات افسوسناک ہے یا نہیں؟

ہندستان کے بعض اہم مسائل ہیں جن کا بھرپور مطالعہ صرف اردو اخباروں سے کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً دو قومی نظریہ اور اس کا فروغ، جماعتِ اسلامی کا قیام اور اس کی حمایت اور مخالفت پنجابی صوبے کے بارے میں مباحثہ، اردو کے لیے مطالبات اور تحریکیں، مسلمانوں کی ذہنیت میں بڑی تبدیلیاں وغیرہ وغیرہ۔ یہ مسائل صرف اردو اخباروں کی فائلوں سے سمجھے جا سکتے ہیں۔ یہ فائل ہم کو مل سکتے ہیں۔ مگر کہاں؟ واشنگٹن میں۔ آزادی مل جانے کے بعد بھی ہماری یہ غلامی باقی ہے۔

حکومت نے اردو کتابوں کے لیے حکم دیا ہے کہ جو بھی نئی کتاب چھپے گی اس کی ایک کاپی مدراس، ایک بمبئی اور دو کلکتے بھیج دی جائیں۔ لیکن ان مقاموں کی لائبریریوں میں نہ تو جگہ ہے ان کتابوں کے رکھنے کی اور نہ اس طرف توجہ کی جاتی ہے۔ کہا گیا تھا کہ ہر دوسرے سال کتابوں کی فہرست شایع ہوا کرے گی۔ لیکن ۱۹۵۲ء کے بعد سے کوئی بھی فہرست نہیں نکلی۔ جب کتابوں کے ذخیرے کا یہ حال ہے تو اخباروں کا کیا سوال۔

اخباروں کے فائلوں کا اس طرح رکھنے کا کام کہ وہ اگلی نسلوں کے لیے کام آئیں صرف حکومت کر سکتی ہے۔ وہ یوں کہ وہ ان فائلوں کے رکھنے کا کوئی باقاعدہ بندوبست کرے اور پھر ایک ایکٹ بنا کر ہر اخبار کے لیے دو کاپیاں بھیجنا لازمی کر دے۔ یہ کام بے حد اہم ہے اور امید ہے کہ حکومت اس طرف توجہ کرے گی۔

گیارہ سال ہوئے حکومت نے چھوٹے اخباروں کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی تھی

اس کمیٹی کی رپورٹ سے ایسے اخباروں کو کافی فائدہ ہوا اور ان کا معیار بلند ہو گیا۔ پہلے وہ غیر ملکی مسالہ چھاپنے پر مجبور رہتے تھے لیکن اب اس سے نجات پا گئے ہیں۔ لیکن ان دس برسوں میں حالات کہیں سے کہیں جا پہنچے ہیں اور بہت سے نئے مسائل اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ چھوٹے اور بہت چھوٹے اخباروں کو اگر الگ الگ دیکھیں تو حقیر معلوم ہوتے ہیں لیکن ایسی بات نہیں ہے۔ ان اخباروں کا مجموعہ ایک زبردست قوت ہے جو ملک و قوم کی ذہنیت ڈھالنے میں بہت بڑا حصہ لیتی ہے۔ کیوں کہ ان اخباروں میں ایسے بھی ہیں جو اپنے گاؤں یا محلے کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان کے خیالات کی تربیت میں لگے رہتے ہیں۔ اس لیے ان کی اصلاح اور ترقی کی بہت ضرورت ہے۔ میں حکومت کو مشورہ دوں گا کہ وہ اسی طرح کی ایک کمیٹی پھر بنائے جیسی اس نے دس سال پہلے بنائی تھی۔

اب ایک اہم سوال رہ جاتا ہے وہ یہ کہ اردو پڑھے لکھے لوگوں میں اخبار کا شوق کیوں کر پیدا کیا جائے۔ تعلیم بالغاں سے مجھے گہرا لگاؤ رہا ہے اور میں اس کام میں ۲۵ سال سے لگا ہوا ہوں۔ بالغوں کو اخبار پڑھانے کا کچھ تجربہ کیا ہے۔ اس بنا پر میں کہتا ہوں کہ لوگوں کی نظروں کو آپ اخباروں کا خوگر بنائیے اور کوشش کیجیے کہ کچھ سرخیاں، کارٹون تصویریں ان کے دماغ پر نقش ہو جائیں۔ ایسا ہوتا ہے تو ان کو اخبار کی چاٹ پڑ جاتی ہے۔ پڑھے پاپیوں کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہوں گا، لیکن ایسے نئے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ پھر اخبار خریدنے ہی لگتے ہیں۔

اس تجربے کی بنا پر میرا مشورہ ہے کہ کبھی کبھار اخباروں کی بڑے پیمانے پر نمائش کی جائے لیکن الگ نہیں، کسی میلے یا بڑی نمائش کے اندر۔ اور شوقین اچھے قسم کے لوگ ہوں۔ کچھ لوگ ضرور آئیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض سرخیاں، کارٹون، تصویریں یا کوئی اور ایسی چیز کسی کو پسند آ جائے۔ پھر وہ شخص جب بھی موقع ملے گا اخبار کو دیکھا کرے گا۔ اور اگر پھر کوئی چیز اس کے دماغ پر نقش ہو گئی تو وہ اخبار پڑھنے لگے گا۔

ممکن ہے یہ چیز آپ کو بے حد بیہودہ نظر آئے لیکن یاد کیجیے کہ امریکا والے کس طرح اپنی چیزوں کو پھیلاتے ہیں۔ انھوں نے بیس سال پہلے کیسے کیسے کوکا کولا کے لیے اشتہار بازیاں کی تھیں۔

آخر میں میں ایک خاص بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہمارے ملک ہندستان کا نام یہاں کی سب زبانوں میں بھی اور انگریزی میں بھی ہندستان لکھا جاتا ہے لیکن اردو والے بدستور واؤ لکھتے ہیں۔ یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ اپنے ملک کا نام اردو میں اور طرح سے ہو۔ ملک ایک ہے، اس کا نام بھی ایک ہونا چاہیے۔ اس لیے اب اس واؤ کو ترک کر دیا جائے۔ البتہ شاعری میں چل سکتا ہے وہاں تو بہت سی آزادیاں ہوتی ہیں۔

میں بہت مشکور ہوں کہ آپ نے میرے اس طویل خطبے کو توجہ سے سنا اب میں اس کو اس تمنا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ جو آرزوئیں اس میں ظاہر کی گئی ہیں وہ عملی شکل اختیار کرنے لگیں۔ والسلام

سن ۱۹۶۳ء   کتاب نما

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دو نئی درسی کتابیں

نیا اُردو نصاب

حصہ اوّل

محمد ذاکر

اُستاد شعبۂ اُردو، جامعہ کالج

پڑھے لکھے بالغ ہندوستانی طلبہ کو سائنٹفک طریقے سے اردو سکھانے کے لیے عمدہ کتاب۔ یہ کتاب محمد ذاکر صاحب کے کئی سال کی محنت کا نتیجہ ہے اور جامعہ کالج کے بی۔ اے کے نصاب میں داخل ہے۔

قیمت :۔ تین روپے

نیا اُردو نصاب

حصہ دوم

مرتبہ :۔ سید ابوالکاظم قیصر زیدی

محمد ذاکر

اساتذہ شعبۂ اُردو جامعہ کالج

یہ کتاب اردو کے نوآموز طلبا کو اردو زبان و ادب سے آشنا کرانے کیلیے تیار کی گئی ہے اور اردو نثر و ادب کے انتخابات پر مشتمل ہے۔ انتخابات کی ترتیب و تدوین میں جس دقتِ نظر سے کام لیا گیا ہے وہ بے مثل ہے یہ کتاب بھی جامعہ کالج کے بی۔ اے کے نصاب میں داخل ہے۔

قیمت :۔ تین روپے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵، دہلی ۶، بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۱

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کیلیے انتہائی خوبصورت کتابیں

بالو (حصہ اول، دوم)	مصنف: ایف بی. فریاس	مترجم: صالحہ عابد حسین	۳/-
کشمیر	مصنف: مالا سنگھ، تصاویر: نند	مترجم: خدیجہ عظیم	۱/۵۰
پرندوں کی دنیا	مصنف: جہاں آرا	مترجم: محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰
ہماری ندیوں کی کہانی	مصنف: لیلا مجمدار	مترجم: رضیہ سجاد ظہیر	۱/۵۰
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	مصنف: لیلاوتی بھاگوت	مترجم: 〃 〃 〃	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	مصنف: منوج داس	مترجم: صغرا مہدی	۱/۵۰
آزادی کی کہانیاں (اول، دوم)	مصنف: وشنو پربھاکر	مترجم: انور کمال حسینی	۳/-
ہماری ریلیں	مصنف: جگجیت سنگھ	مترجم: عرش ملسیانی	۱/۵۰
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	مصنف: کے. سی. کھنہ، تصاویر: کرشن کھنہ		۱/۵۰
آؤ ناٹک کھیلیں	مصنف: اوما نند	مترجم: رفیعہ منظور الامین	۱/۵۰
بہت دن ہوئے (اول، دوم)	مصنف: ایم چوکسی و پی ایم جوشی	مترجم: رضیہ سجاد ظہیر	۳/-
بہادروں کی کہانیاں	مصنف: راجندر اوستھی	مترجم: انور کمال حسینی	۱/۵۰
روپت وندیا	مصنف: کرشن چیتنیہ	مترجم: 〃 〃 〃	۱/۵۰
صدا بہار کہانیاں	مصنف: شانتا رنگا چاری	مترجم: 〃 〃 〃	۱/۵۰
ایجادیں جنہوں نے دنیا بدل ڈالی (اول، دوم)	مصنف: میر نجابت علی	مترجم: سید احسان	۳/-
برکھا پانی	مصنف: لیلا مجمدار	مترجم: صالحہ عابد حسین	۱/۵۰
مورا	مصنف: ملک راج آنند	مترجم: انور کمال حسینی	۱/۵۰
ہاکی کا کھیل	مصنف: سرویندر سانیال	مترجم: پریتم لال	۱/۵۰
خالہ بلی کا خاندان	مصنف: منوہرداس چترویدی	مترجم: محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	مصنف: بریگیڈیر گیان سنگھ	مترجم: محمد ذاکر	۱/۵۰
پھول اور بھنور کی کہانی	مصنف: اشوک داور	مترجم: انور کمال حسینی	۱/۵۰
سنجے ساتھی سب کا دوست	مصنف: اما شنکر	مترجم: انور کمال حسینی	[illegible]

ترقی اردو بورڈ مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کے لیے

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

جدید ہندوستان میں ذات پات ، مصنف : ایم۔ این۔ سری نواس ۔ مترجم : شہباز حسین

اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید ہندوستان کے جمہوری طریقہ کار، انتظامیہ اور تعلیمی میدان میں ذات پات نے کیا حصہ لیا ہے سیاسی میدان میں اس کو کس حد تک عمل دخل حاصل ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔

قیمت : -/۱۰

حیدر علی مصنف : نریندر کرشن سنہا مترجم : اقتدار حسین صدیقی

یہ کتاب نہ صرف حیدر علی کی سوانح ہے بلکہ ہندوستانی تاریخ کی اٹھارویں صدی کی عجیب و غریب شخصیت کا سوانحی مطالعہ بھی ہے اگرچہ اس کی زندگی کے بارے میں تفصیلات کو نظرانداز نہیں کیا گیا ہے تاہم یہ کتاب بنیادی اعتبار سے اس کی فوجی اور سیاسی زندگی سے متعلق ہے۔

قیمت : -/۱۷

ہندوستانی معیشت ؛ مصنف : الک گھوش مترجم : محمد خلیق

عام طور پر ان ملکوں کو کم ترقی یافتہ کہا جاتا ہے جن کا معیار زندگی کم ہو جن کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہو اور جہاں صنعت و حرفت بہت کم ہو ہندوستان کا حال بھی کچھ ایسا ہی رہا۔ تفصیلات اس کتاب میں ملیں گی۔

قیمت : ۳۷/۷۵

ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں ؛ مصنف : کنور محمد اشرف مترجم : قمرالدین

ہندوستان کے لوگوں کی زندگی اور معاشرت پر مرحوم ڈاکٹر اشرف کی ملگانی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اس دور میں تصنیف ہوئی جب تاریخ کا مطالعہ محض حکمرانوں کی زندگیوں اور ان کے عسکری کارناموں تک ہی محدود تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے تاریخ کے مطالعہ کے لیے بلاشبہ نئی راہیں متعین کر کے ایک قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔

قیمت : ۱۸/۲۵

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ علی گڑھ ۱

نذر علی جواد زیدی

ضبط شدہ نظمیں

مرتبین:- ڈاکٹر خلیق انجم - مجتبیٰ حسین

ہماری اردو شاعری نے جدوجہد آزادی میں کتنا اہم رول ادا کیا اس کا اندازہ آپ کو زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے ہوگا یہی وہ نظمیں ہیں جنہوں نے کبھی ساری قوم میں جوش ولولے اور جذبۂ حریت کی لہر دوڑا دی تھی ان "ضبط شدہ نظموں" نے عوام کے دلوں میں ایک نئی جوت جگا دی تھی اور وہ قوم پر مرمٹنے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے۔

یہ گرانقدر تحفہ ہماری محبوب وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی نے جناب علی جواد زیدی صاحب کو کمیٹی کی طرف نذر کیا۔

قیمت:- ۲۱/-

ناولستان کے نئے ناول

دھند

صغرا مہدی

ایک مخلص قوم پرست لڑکی کی داستان جس کے خلوص کی پذیرائی بھی ہوتی ہے اور مخالفت بھی ایک ایسی لڑکی کی کہانی جو اپنی منزل کی تلاش میں الجھتی اور بھٹکتی رہتی ہے اور دوسروں سے محبت کرنے والا بے قرار دل خود اسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا قیمت ۱۹/-

خاکِ تمنا

سراج انور

زیر نظر ناول "خاکِ تمنا" اپنے واقعات کردار اور پلاٹ کے لحاظ سے ایک جیتی جاگتی ابھرتی اور زندگی کی حقیقتوں کی عکاسی کرتا ہے ایک نہایت دلچسپ ناول جسے ایک بار پڑھنے کے بعد بھی بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ قیمت:- ۱۱/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی اہم کتابیں

نگارشات — پروفیسر محمد مجیب

پروفیسر محمد مجیب کی اردو نگارشات تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں اور ان موضوعات کا میدان اتنا وسیع ہے جتنی کہ خود زندگی۔ یہ مجیب صاحب کے ان مضامین کا انتخاب ہے جو آپ نے ۱۹۲۷ء سے ۱۹۷۰ء تک رسالہ "جامعہ" کے لیے لکھے تھے۔ قیمت -/۱۶

بیاضِ مریم — شعری مجموعہ — سکندر علی وجد

"بیاضِ مریم" سکندر علی وجد کا چوتھا شعری مجموعہ ہے۔ اس میں پچھلے دس برس کے غیر مطبوعہ کلام کے علاوہ ۱۹۵۲ء سے پہلے کا غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے۔ اس بیاض کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تصاویر اور ٹائیٹل ملک کے مایہ ناز آرٹسٹ حسین کی بنائی ہوئی ہیں۔ قیمت -/۱۲

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں — خود نوشت سوانح — خواجہ غلام السیدین

اس میں سیدین صاحب نے اپنی زندگی کے ابتدائی چالیس سال کی کہانی بڑے دل کش اور پُر اثر انداز میں بیان کی ہے اس میں ندرتِ فکر بھی ہے۔ خیالات کی گہرائی بھی۔ تعلیمی اور علمی تجربات کا نچوڑ بھی۔ لیکن یہ سوانح نامکمل رہ گئی تھی۔ اس نامکمل سوانح کو "ذکرِ جمیل" کے نام سے صالحہ عابد حسین نے مکمل کیا ہے۔ قیمت -/۳۰

جانے والوں کی یاد آتی ہے — صالحہ عابد حسین

اس کتاب میں بزرگ ہستیوں پر بھی مضامین ہیں اور محبوب دوستوں پر بھی۔ ان میں مولانا حالی۔ مولانا اسلم جیراج پوری۔ ڈاکٹر ذاکر حسین۔ خواجہ غلام السیدین جیسی مشہور و معروف شخصیتیں بھی ہیں اور عزیز سیدین قدسیہ زیدی۔ صدیقہ قدوائی جیسی محبوب ہستیاں بھی۔

قیمت :- -/۱۸

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ — دہلی ۶ — بمبئی ۳ — علی گڑھ ۱

معیاری ادب

یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء سے بڑھتی ہوئی گرانی سے مجبور ہو کر کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے براہ کرم آرڈر دیتے وقت نئی قیمتوں کو ضرور مد نظر رکھیں۔

نام کتاب	مرتب	لائبریری ایڈیشن	طلبہ ایڈیشن
مقدمہ شعر و شاعری	رشید حسن خاں	۵/-	۴/-
انتخاب سراج اورنگ آبادی	ڈاکٹر محمد حسن	۲/۷۰	۱/۷۰
موازنہ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۶/-	۵/-
انتخاب مراثی (انیس و دبیر)	〃 〃 〃	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب نظیر آبادی	〃 〃 〃	۶/-	۵/-
نیرنگ خیال	مالک رام	۳/۳۰	۲/۳۰
فسانۂ آزاد (تلخیص)	ڈاکٹر قمر رئیس	۹/۵۰	۸/۵۰
فردوس بریں	〃 〃 〃	۳/۷۰	۲/۷۰
شریف زادہ	〃 〃 〃	۴/۳۰	۳/۳۰
حیات سعدی	رشید حسن خاں	۵/۳۰	۴/۳۰
انتخاب اکبر الہ آبادی	ڈاکٹر صدیق الرحمن قدوائی	۴/۷۰	۳/۷۰
انتخاب میر	ڈاکٹر محمد حسن	(زیر طبع)	
دیوان درد	رشید حسن خاں	۴/۳۰	۳/۳۰
مجالس النساء	صالحہ عابد حسین	۴/۳۰	۳/۳۰
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۱۱/-	۱۰/-
امراؤ جان ادا	ڈاکٹر محمد حسن	۸/۵۰	۷/۵۰
یادگار غالب (حصہ اردو)	مالک رام	(زیر طبع)	
〃 〃 (〃 فارسی)	〃 〃	۱۰/-	۹/-

نام کتاب	مرتبہ	لائبریری ایڈیشن	طلبہ ایڈیشن
مثنوی گلزارِ نسیم	رشید حسن خاں	(زیر طبع)	
گزشتہ لکھنؤ	"	۱۲/۵۰	۱۱/۵۰
فسانۂ مبتلا	ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی	۷/۵۰	۶/۵۰
انتخاب ولی	ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی	(زیر طبع)	
افاداتِ سلیم	ڈاکٹر خلیق انجم	۷/۵۰	۶/۵۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۶/۵۰	۵/۵۰
قصہ حاتم طائی	اطہر پرویز	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب سودا	رشید حسن خاں	۱۴/۵۰	۱۳/۵۰
انتخاب ناسخ	"	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۷/-	۶/-
انتخاب ذوق	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب مضامین سرسید	انور صدیقی	۵/-	۴/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

ادب۔ تنقید۔ انشاء

مسالک و منازل	ضیاء احمد بدایونی	۲۲/-
نگارشات	پروفیسر محمد مجیب	۱۶/-
غالب اور شاہانِ تیموریہ	خلیق انجم	۹/۵۰
ہوا کے دوش پر	غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
قدیم دلی کالج	مالک رام	زیر طبع
مسرت سے بصیرت تک	آل احمد سرور	۱۴/۵۰
نظر اور نظریے	"	۱۲/۵۰
طنزیات و مضحکات	رشید احمد صدیقی	۱۰/۵۰
اشخاص و افکار	ضیاء الحسن فاروقی	۷/۵۰
تجزیے	ڈاکٹر گیان چند	۱۳/۵۰
اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمود الٰہی	۱۲/-
خواتین کربلا کلام انیس کے آئینے میں	صالحہ عابد حسین	۱۲/-
حسرت کی شاعری	ڈاکٹر یوسف حسین خاں	۲/۵۰

کاروانِ فکر	ڈاکٹر یوسف حسن خاں	۳/۷۵
اردو اسٹیج	سید ظہیر الدین مدنی	۵/۵۰
اردو مرثیہ	سید سفارش حسین	۶/-
بکھرے ورق	سونیتی کمار چٹرجی	۴/-
پردیسی کے خطوط	مجنوں گورکھپوری	۲/۷۵
تنقید کیا ہے	آل احمد سرور	۶/۷۵
جدید ترکی ادب کے ارکان ثلاثہ	ضیاء الحسن فاروقی	۴/-
یادوں کے سائے	عتیق صدیقی	۱۸/-
تلاشِ میر	نثار احمد فاروقی	۱۱/-
نقدِ اقبال	میکش اکبرآبادی	(زیرِ طبع)
فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ	سید ضمیر حسن	(زیرِ طبع)

تذکرے سیرت شخصیت

وہ صورتیں الٰہی	مالک رام	۱۰/-
...ذاکر صاحب	رشید احمد صدیقی	۹/-
...یرِ تعلیم	سعید انصاری	۱۲/-
...معاصرین	مالک رام	۱۶/-
...انی مفسرین ...ی عربی تفسیریں	سالم قدوائی	۱۶/-
...چند کے خطوط	مدن گوپال	۷/۵۰
...ا مزدور	" "	۵/-
...ئے گرانمایہ	رشید احمد صدیقی	(زیرِ طبع)

ڈاکٹر ذاکر حسین	عبداللطیف اعظمی	۶/۵۰
داستانِ اشک و خوں	خواجہ غلام السیدین	۱/۵۰
شہر آشوب	ڈاکٹر نعیم احمد	۸/۵۰
ترانۂ کہنہ	رشید نعمانی	۴/-

تاریخ سیاسیات۔ روداد

مذہب اور جدید ذہن	ڈاکٹر مشیر الحق	۷/۵۰
دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر	مہر محمد خاں شہاب	۴/-
مسلمان اور سیکولر ہندوستان	ڈاکٹر مشیر الحق	۷/-
دنیا اسلام سے پہلے / دنیا اسلام کے بعد	عبدالسلام قدوائی	مجلد ۲/۲۵، غیر مجلد [illegible]
اسلامی عقائد و مسائلِ مذہب	جلال الدین اعظمی	۴/-
مسلمان اور عصری مسائل	ڈاکٹر عابد حسین	۶/۵۰
کتاب و سنت کے جواہر پارے	مولانا جلال الدین اعظمی	۲/۲۵
سماجی تبدیلیاں	رام شرن شرما	۲/-
مغلیہ سلطنت میں زرعی تعلقات	سید نور الحسن	۴/-
تعلیمات الاسلام دوم	مولانا عبدالسلام قدوائی	۴/-
آشفتہ بیانی میری	رشید احمد صدیقی	۵/-

اسلام کی اخلاقی تعلیمات	امام غزالی	۹/۵۰
امریکہ کے کالے مسلمان	ڈاکٹر مشیر الحق	۲/۵۰
مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ	طاہر محمود	-/۴
کتاب کی کہانی	سید احمد حسن نقوی	۱/۵۰
پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات	سری پرکاش	-/۴
ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت	اے۔ اے۔ فیضی	-/۵۰
تاریخ الامت اول	مولانا اسلم جیراجپوری	۳/۵۰
" " دوم	" "	-/۵
" " سوم	" "	۳/۷۵
" " چہارم	" "	۴/۲۵
" " پنجم	" "	۳/۲۵
" " ششم	" "	۴/۲۵
" " ہفتم	" "	-/۳
" " ہشتم	" "	۲/۵۰
کچھ پرانے خط	پنڈت جواہر لال نہرو	-/۱۰
یادگار شخصیتیں	" " "	-/۶

سفرنامے

عروس نیل	سلطان آصف فیضی	زیر طبع

تعلیم و تربیت

تعلیم فلسفہ اور مسائل	ڈاکٹر سلامت اللہ	۲/۵۰
بنیادی استاد کے لئے	" "	۸/۵۰
جامعہ کا طریقہ	عبدالغفور مدھولی	۲/۵۰
چند پروجیکٹ	" "	۲/۵۰
ہم کیسے پڑھائیں	ڈاکٹر سلامت اللہ	زیر طبع
موجودہ تعلیمی مسائل	عبدالمولیٰ بخش قادری	۴/۵۰
تعلیمی خطبات	ڈاکٹر ذاکر حسین	-/
کھیل کے ذریعہ تعلیم (اول دوم)	عبدالغفار مدھولی	-/
مدرسہ ابتدائی کی کہانی	" "	-/

ناول افسانے اور خاکے

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے	راجندر سنگھ بیدی	-/
جلیبی	انور کمال حسینی	-
کالا شہر گورے لوگ	احسان الحق	-
اللہ میگھ دے	رضیہ سجاد ظہیر	زیر
دلدل ترجمہ	" "	۰
سات سال	" "	
اپنی اپنی صلیب	صالحہ عابد حسین	
الجھی ڈور	" "	
پابہ جولاں	صغرا مہدی	
دوسرے کنارے تک	عزیز قیسی	
زندگی کی لہر	ماؤ ڈنگ	

آدمی کا مقدر ترجمہ قرۃ العین حیدر ۱/۵۰
آلپس کے گیت " " " " " ۳/-
خیالی پلاؤ " " " " زیر طبع
ڈنگو " " " " ۳/-
ماں کی کھیتی " " " " ۲/۵۰
یودوکیہ " " " " ۲/-
پت جھڑ کی آواز مصنفہ " " " " ۷/-
ایک تھی انیتا امرتا پریتم ۴/-
باپ بیٹے ترجمہ انوار عظیم ۶/-
باغ و بہار مرتبہ رشید حسن خاں ۶/۵۰
بیوہ منشی پریم چند زیر طبع
گئودان " " " " ۱۲/-
میدانِ عمل " " " زیر طبع
واردات " " " ۵/۵۰
جبار کا پتہ سلطانہ آصف فیضی ۳/-
پیار کا موسم مہندر ناتھ ۴/۵۰
شکستِ ناتمام ترجمہ زہرہ سیدین ۲/-
دلی کی شام بلقیس جہاں ۸/-
صلاح الدین ایوبی قاضی عبدالستار زیر طبع
اپنے دکھ مجھے دیدو راجندر سنگھ بیدی ۷/-

افسانے اور خاکے

پرندا اور دوسرے افسانے آصف مجیب ۲/-
بڑی حویلی مرزا محمود بیگ ۲/۵۰

چراغوں کا سفر رام لعل ۲/-
خیالستان سجاد حیدر یلدرم زیر طبع
کیمیاگر پروفیسر محمد مجیب ۲/۵۰
نروان جیلانی بانو زیر طبع

ڈرامے

تنہائی ساگر سرحدی ۴/۵۰
جہاں آرا (اوپیرا) رفعت سروش ۵/۵۰
آذر کا خواب قدسیہ زیدی ۴/-
جانِ بہار " " زیر طبع
آزمائش پروفیسر محمد مجیب "
خانہ جنگی " " " ۲/۲۵
انجام " " " زیر طبع
کھیتی " " " ۱/۵۰
اوپر کی منزل کرتار سنگھ دگل ۵/-
آئینۂ ایام ترجمہ خلیق احمد ۴/۵۰
پردۂ غفلت ڈاکٹر عابد حسین ۲/-
کیا خوب آدمی تھا " " " ۲/۲۵
دروازے کھول دو کرشن چندر زیر طبع
سراج الدولہ ترجمہ اشفاق حسین ۲/-
نقشِ آخر اشتیاق حسین قریشی ۲/-

نظم

پچھلے پہر جاں نثار اختر ۷/-
بیاضِ مریم سکندر علی وجد ۱۲/-

نئی نظم کا سفر مرتبہ خلیل الرحمن اعظمی ۱۲/۵۰
آتش گل جگر مراد آبادی ۸/-
نئی دنیا کو سلام سردار جعفری ۸/-
پچھلی رات فراق گورکھپوری زیر طبع ۸/-
انتخاب حالی سفارش حسین ۶/۵۰
غالب کے اردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب ۵/۵۰

بچوں کی کتابیں

ارکان اسلام مولانا اسلم جیراجپوری -/۶۰
عقائد اسلام " " " -/۶۰
رسول پاکؐ عبدالواحد سندھی ۲/-
چار یار الیاس احمد مجتبیٰ ۲/۵۰
آں حضرتؐ اردو " " -/۸۰
" " ہندی " " " -/۶۰
پاک کہانیاں دو حصوں میں مقبول احمد سیوہاروی ۳/-
خلفائے رابعہ خواجہ عبدالحی فاروقی ۳/-
نبیوں کے قصے " " " ۱/۵۰
مسلمان بیبیاں اعجاز الحق قدوسی ۱/-
ہمارے رسولؐ خواجہ عبدالحی فاروقی ۲/۴۰
ہمارے نبیؐ اردو سید نواب علی رضوی ۱/۲۰
" " ہندی " " " -/۴۰
سرکار دو عالم محمد حسین حسان ۳/-

سبیل الرشاد خواجہ عبدالحی ۱/۵۰
انوکھا عجائب خانہ (۳ حصے) محمد حسین حسان ۲/-
بجلی کی کہانی علی احمد خاں -/۵۰
بڑ دادا کی کہانی محمد عبدالغفور -/۸۰
مفید معلومات دوم سوم چہارم ۳/۵۰
" " پنجم ۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی زیر طبع
خبر رسانی کے طریقے رفیعہ منظور الامین ۱/-
دہلی ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی ۲/-
تاریخ ہند کی کہانیاں اول خجستہ سلطان ۱/-
" " " دوم ضیاء الرحمٰن ۱/۲۰
" " " سوم شگفتہ اعظمی ۱/-
" " " چہارم " " ۱/۲۵
سماجی زندگی اول احمد جمیل و نظام برار ۱/-
" " دوم " " ۱/۲۵
" " سوم " " ۱/۴۰
" " چہارم " " ۱/۲۵
سمندر کے کنارے سلطان آصف فیضی زیر طبع
" " نیچے " " ۲/۵۰
قدرت کے کرشمے ادارہ -/۸۰

کہانیاں ناول ڈرامے

ملک نہ مارو یوسف ناظم ۲/-
انعامی مقابلہ محمد حسین حسان ندوی ۱/-

دعوت ملائی کی	محمد حسین حسان ندوی	۱/۴۰
جیت کس کی	" " "	۱/-
انصاف کا تخت	" " "	-/۷۵
چینی کی گڑیا	" " "	-/۵۰
بہادر سیاح	" " "	-/۶۵
چچا غالب	" " "	۲/-
تانبیں خاں		-/۵۰
شیر خاں	ترجمہ قرۃ العین حیدر	-/۵۰
میاں ڈھینچو کے بچے	" " "	-/۵۰
بھیڑیئے کے بچے	" " "	-/۵۰
لومڑی کے بچے	" " "	-/۵۰
بہادر	" " "	-/۷۵
سونے کا پنجرا	احسان الحق	-/۶۵
بدنصیب شہزادی	ابرار محسن	۱/-
عقل کا سودا	" "	۱/۷۰
تیس مار خاں	" "	-/۹۰
جنگل کا راجہ	" "	۱/-
بن حسن عبدالرحمٰن (دو حصے)	ایل لاگن	۵/-
خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا	کوثر بانو	-/۴۰
چوری کی عادت	عبدالغفار مدھولی	-/۵۰
چھوٹا لڑکا	" " "	-/۵۰
غیر ذمہ دار لڑکا	" " "	-/۵۰
چٹانوں کی کہانی	محمد امین	۲/-

دلی دور ہے	مجیب احمد خاں	-/۵۰
بندر کا گھر	خضر برنی	-/۴۵
کوے دادا	ترجمہ مجیب احمد خاں	۲/-
جب اور اب	آصف مجیب	۱/۷۵
تین کوڑیاں	اقبال امروہوی	۱/۲۰
پریم کی جیت	اسلام کاظمی	-/۳۷
ترکوں کی کہانیاں	مرتبہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	-/۵۵
مزہ چکھائیں گے	" " "	-/۳۵
چھوٹی لالٹین	مشتاق احمد	-/۲۵
تین اناڑی	عصمت چغتائی	زیر طبع
چقماق کی ڈبیا	برکت علی فراق	-/۴۰
تیس مار خاں کے کارنامے	ایم۔ ندیم	۱/۷۵
چھیا دست کا آدم خور شیر	محمد معین	-/۳۵
ڈاکو کی گرفتاری	ایم، ندیم	-/۵۰
ستاروں کی سیر	کرشن چندر	۱/۷۵
لال مرغی	عبدالواحد سندھی	-/۵۰
مزیدار پہیلیاں	محمود علی خاں	زیر طبع
ننھا ٹٹو	خورشید سلطان	-/۳۰
چنبیلی	محمد حسین حسان	-/۵۰
شیدا	پروفیسر محمد مجیب	-/۵۰

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ

پیشے					
بڑھئی	۱/۳۱	عبدالحق	۱/۳۱	نظام الدین اولیاؒ	۱/۳۱
احمد خاں دکاندار	۱/۳۱	میرامن	۱/۳۱	کرشن کنہیا	۱/۳۱
بہشتی	۱/۴	نذیر احمد	۱/۳۱	**کہانیاں**	
پیارے جان درزی	۱/۳۱	**حفظانِ صحت**		کہانیاں (اول)	۱/۳۱
تانگے والا	۱/۳۱	دق اور اس کا علاج	۱/۳۱	” (دوم)	۱/۳۱
کلو حلوائی	۱/۳۱	زچہ بچہ	۱/۳۱	پنچ تنتر (اول)	۱/۳۱
عبدالرحمٰن راج	۱/۳۱	طاعون اور چیچک	۱/۳۱	” ” دوم	۱/۳۱
مرغی پالیے	۵۰/-	فوری علاج (دم گھٹنا)	۱/۳۱	**کھیتی باڑی**	
نصیب خاں حجام	۱/۳۱	فوری علاج (حادثہ)	۱/۴۱	آم کے باغ لگائیے	۳۷/-
تمدن معاشیات		فوری علاج (ہڈی ٹوٹنا)	۱/۳۱	اپنی کھیتی ٹھیک کرو	۱/۳۱
چاؤ کا کھیل	۱/۳۱	**ڈراما اور سوانح**		پپیتے کے باغ لگائیے	۱/۳۱
سرکاری اسکیموں کا راز	۱/۳۱	ٹھیک بات کی جے	۱/۳۱	پھلوں کی کھیتی	۱/۳۱
ضلع کی سرکار	۱/۳۱	اجمیری خواجہؒ	۱/۳۱	پیڑوں کی کاٹ چھانٹ	۱/۳۱
کارخانوں کے قانون	۱/۳۱	امیر خسروؒ	۱/۳۱	جانور کھلا چنگا رہے	۱/۳۱
جھلکیاں					
احمد علی	۱/۳۱	غوث پاک	۱/۳۱	ساگ سبزی اگائیے	۱/۳۱
سید سلیمان	۱/۳۱	سوامی دیانند	۱/۳۱	کوآپریٹیو فارمنگ	۱/۳۱
احمد ندیم	۱/۳۱	گاندھی جی اول	۱/۳۱	کھاد بنائیے کھاد ڈالیے	۱/۳۱
اکبر الہ آبادی	۱/۳۱	” ” دوم	۱/۳۱	[illegible]	۱/۳۱
حیات اللہ انصاری	۱/۳۱	گورونانک	۱/۳۱	مچھر کی مار	۱/۳۱
جوش ملیح آبادی	۱/۳۱	مصطفیٰ کمال دوم	۱/۳۱	نتو دھنوان ہو گیا	۱/۳۱

مذہب

ابوداؤد شریف ۳۱/-
ابن ماجہ شریف ۳۱/-
نسائی شریف ۳۱/-
کفن دفن ۳۱/-

معلومات

چاند تارے ۳۱/-
دن رات اول ۳۱/-
" " دوم ۳۱/-
ہوائی جہاز دوم ۳۱/-
فٹ بال ۳۱/-
ہلکے پھلکے کھیل ۳۱/-

متفرق

پنجابی لوک گیت ۳۱/-

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

آستین کا سانپ محمد حسین حسان ۵۰/-
الٹی دوا " " " ۵۰/-
برف کا گھر " " " ۵۰/-
تاشی کے ایلچی " " " ۵۰/-
چاند " " " ۷۰/-
دیکھیے " " " ۴۴/-
کشتِ زمین " " " ۴۴/-

بادشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ ۵۰/-
بچے کی بری عادتیں ڈاکٹر ڈی پی راجگورو ۵۰/-
بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں " ۵۰/-
بے گناہ مجرم شفیق الرحمن قدوائی ۵۰/-
تین سوال عبداللطیف اعظمی ۵۰/-
چوٹی کی چوٹ معین الدین ۷۵/-
چیچک مشتاق احمد ۶۲/-
جسم کے بارے میں سو سوال محمد امین ۸۷/-

ہماری درسی کتابیں

اردو قاعدہ ۴۵/-
" " رنگین ۶۵/-
اردو کی پہلی کتاب ۶۰/-
" دوسری " ۱/۳۷
" تیسری کتاب ۲/۹۵
" چوتھی " ۲/۲۰
" پانچویں " ۲/۶۰
" چھٹی " ۲/۵۰
" ساتویں " ۲/۵۰
" آٹھویں " ۲/۷۰
اردو کی دوسری برائے دلّی ۱/۶۵
" تیسری " ۲/۲۰
" چوتھی " ۲/۶۵

ہندی

سرل ہندی پرائمر ۲۵/-
سرل ہندی اول ۴۸/-
" " دوم ۱/-
بال پریم اول ۴۸/-
" " دوم ۱/-
" " سوم ۱/۲۵
" " چہارم ۱/۲۵
نو پربھات ۱/۶۲

حساب

جدید حساب درجہ دوم
ترجمہ یاور حسین ۲/۴۵
جدید حساب درجہ سوم
ترجمہ محمد یونس ۲/۷۰
جدید حساب درجہ چہارم
ترجمہ ملکہ بیگم قزلباش ۳/۰۵
جدید حساب پنجم
محمد یونس ۳/۳۰

طالبات کے لیے

گھریلو سائنس درجہ سوم
ترجمہ محمود سروش ۳/۶۵
گھریلو سائنس چہارم
محمود سروش ۴/۴۰
گھریلو سائنس پنجم
ترجمہ محمود سروش ۴/-
ہماری ملی سوم " " ۴/-

پرنٹر پبلشر سید احمد ولی نے جمال پرنٹنگ پریس دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

معیاری ادب

	مرتب	لائبریری ایڈیشن	طلبہ ایڈیشن
شعر و شاعری	رشید حسن خاں	۵/-	۴/-
انتخاب سراج اورنگ آبادی	(ڈاکٹر) محمد حسن	۲/۷۰	۱/۷۰
موازنۂ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۶/-	۵/-
انتخاب مراثی (انیس و دبیر)	رشید حسن خاں	۵/-	۴/۵۰
انتخاب نظیر اکبرآبادی	رشید حسن خاں	۶/-	۵/-
نیرنگ خیال	مالک رام	۳/۳۰	۲/۳۰
آب حیات آزاد (تلخیص)	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۹/۵۰	۸/۵۰
[illegible]وس بریں	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۳/۷۰	۲/۷۰
[illegible] زادہ	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۴/۳۰	۳/۳۰
حیات سعدی	رشید حسن خاں	۵/۳۰	۴/۳۰
انتخاب اکبر الہ آبادی	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	۴/۷۰	۳/۷۰
انتخاب میر	(ڈاکٹر) محمد حسن	۶/-	۵/-
دیوان درد	رشید حسن خاں	۴/۳۰	۳/۳۰
مجالس النسا	صالحہ عابد حسین	۴/۳۰	۳/۳۰
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۱۱/-	۱۰/-
[illegible] جان ادا	(ڈاکٹر) محمد حسن	۸/۵۰	۷/۵۰
یادگار غالب (حصہ اردو)	مالک رام	۸/-	۷/-
یادگار غالب (حصہ فارسی)	مالک رام	۱۰/-	۹/-
مثنوی گلزار نسیم	رشید حسن خاں	۴/-	۳/-
گذشتہ لکھنؤ	رشید حسن خاں	۱۲/۵۰	۱۱/۵۰
فسانۂ مبتلا	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	۷/۵۰	۶/۵۰
انتخاب ولی	(ڈاکٹر) سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰	۳/۵۰
افادات سلیم	(ڈاکٹر) خلیق انجم	۷/۵۰	۶/۵۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۶/۵۰	۵/۵۰
قصۂ حاتم طائی	اطہر پرویز	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب ناسخ	رشید حسن خاں	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب سودا	رشید حسن خاں	۱۴/۵۰	۱۳/۵۰
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۷/-	۶/-
انتخاب ذوق	(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب مضامین سرسید	انور صدیقی	۵/-	۴/-

D.(S)-098 DECEMBER 1975

KITAB NUMA

NEW DELHI-110025.

لبرٹی آرٹ پریس [illegible] مکتبہ جامعہ لمیٹڈ [illegible] پٹودی ہاؤس